فتواے مفتیانِ حرمین شریفین
بر دکتاب "الظفر المبین"

کلمات خیر

محدثِ جلیل حضرت علامہ **عبد الشکور** صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ،
شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

نحمده ونصلی ونسلّم علی رسوله الكريم وعلى آله وصحبه الكرام أجمعين

زیرِ نظر کتاب اپنے موضوع کی بہت ہی منفرد پیش کش ہے، جس میں مصنف نے موضوع کے متعلق ضروری گوشوں اور اہم پہلوؤں پر قلم اٹھا کر بڑی تحقیقی معلومات فراہم کر دی ہیں، کتاب کی خوبی یہ ہے کہ مکمل کتاب علمی مباحث سے آراستہ ہے۔

یہ طلبۂ اشرفیہ کا علمی تجسس ہی ہے کہ لوگوں کی یادوں سے مٹتے جا رہے اسلاف کی تحقیقی نگارشات کو تلاش کرتے ہیں اور انھیں عصری خوبیوں سے آراستہ کر کے قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں، جس پر وہ پوری جماعت کی جانب سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس جذبہ و حوصلہ کو سلامت رکھے اور دینِ متین کی بیش از بیش خدمات انجام دینے کی توفیق خیر سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

عبد الشکور عفی عنہ

۲۷/۴/۱۴۳۳ھ

گلہاے عنایت

حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی **محمد اختر رضا خاں** قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ
جانشین حضور مفتیِ اعظم ہند۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمده ونصلی ونسلّم علی رسوله الکریم وعلی آله وصحبه الکرام أجمعین
مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے جماعت سابعہ کے طلبہ ہر سال علماے اہل سنت کی کوئی کتاب جدید طباعت کے ساتھ شائع کرتے ہیں اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سال بھی انھوں نے "نصر المقلدین" مصنفہ مولانا احمد علی بٹالوی کا انتخاب کیا اور تقریظ لکھنے کے لیے میرے پاس بھیجی، میری طبیعت اجازت نہیں دے رہی ہے کہ پوری کتاب کا مطالعہ کر کے ایک جامع تقریظ رقم کروں۔ بہر حال میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان طلبہ کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انھیں دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم علیه وعلی آله افضل الصلاة والتسلیم.

قال بفمه وأمر برقمه
تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری
۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ

نقوشِ کرم

امین ملت پروفیسر سید **محمد امین میاں** قادری برکاتی دامت برکاتہم
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم.

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی جماعت سابعہ کے طلبہ نے ''نصر المقلدین فی جواب الظفر المبین'' مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔

سابعہ جماعت کے طلبہ مبارک باد کے حق دار ہیں کہ وہ ہر سال ایک نادر کتاب تصحیح اور حواشی سے مزین کر کے شائع کرتے ہیں اور اس سلسلے میں جامعہ کے فاضل اساتذۂ کرام کا مکمل تعاون رہتا ہے۔

مذکورہ کتاب غیر مقلدین کے عقائد باطلہ سے پردہ ہٹانے میں پوری طرح کامیاب ہے۔

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ سب ابن تیمیہ کے اور ان کے تابعین کے مقلد ہیں۔

الحمد للہ! ہم اہل سنت و جماعت ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک امام کے پیرو ہیں اور یہ کم نصیب ابن تیمیہ جیسے شخص کے پچھ لگو ہیں۔

سرور کونین ﷺ نے سیکڑوں برس پہلے مطلع فرما دیا تھا کہ ۷۳ر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا جو میری اور میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کرے گا۔

الحمد للہ رب العالمین ہمارا تعلق اسی فرقۂ ناجیہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بھروسے مجھے امید کامل ہے کہ اس کتاب کی اشاعت ثانی بے حد مفید ثابت ہوگی اور بہت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لے آئے گی۔

میری دلی دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل بطفیل سرور کونین ﷺ جماعت سابعہ کے طلبہ اور ان کے اساتذۂ کرام کی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین.

فقیر قادری پروفیسر سید محمد امین خادم سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)

۱۲ر ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ مطابق ۶ر مارچ ۲۰۱۲ء

فقیر قادری پروفیسر سید محمد امین
خادم سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ
مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)

کلمات دل نواز

شیخ الاسلام حضرت علامہ **سید محمد مدنی اشرفی** الجیلانی مصباحی، کچھوچھہ مقدسہ۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں جماعت سابعہ کے زیر اہتمام یومِ مفتی اعظم ہند کا انعقاد برسوں سے ہوتا آرہا ہے۔ ادھر چند سالوں سے اس موقع پر اکابر اہل سنت کی تصانیف کو عصری تقاضے کے مطابق معیاری انداز میں پیش کرنے کی کوشش بھی جاری ہے، اس سے قبل کئی کتابیں نئے رنگ و آہنگ اور جدید طرزِ طباعت کے ساتھ شائع کی گئی ہیں، جن میں ”انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ“ اور ”انوار آفتاب صداقت“ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اس بار زیر نظر کتاب ”نصر المقلدین فی جواب الظفر المبین“ منظر عام پر لائی جارہی ہے۔

”نصر المقلدین فی جواب الظفر المبین علامہ احمد علی بٹالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گراں قدر و مایۂ ناز تصنیف ہے، یہ وقیع کتاب در اصل الظفر المبین کے جواب میں ہے۔ ”الظفر المبین“ ایک غیر مقلد مولوی کے مخادعات، مغالطات اور اس کے ہفوات لسانی کا مجموعہ ہے۔ علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں اس کا مسکت اور تحقیقی جواب دیا ہے، اور اہل سنت کے عقائد و معمولات قرآن وسنت کی روشنی میں منقح کیے ہیں۔

کتاب کے مشمولات دلائل و براہین سے مبرہن ہیں، اس کی تصنیف کا مقصد باطل نظریات کے رد و ابطال کے ساتھ عوام الناس کی اصلاح اور غیر مقلدین کے دام فریب سے انھیں بچانا ہے، جیسا کہ کتاب کے شروع میں لکھا گیا ہے۔

یہ کتاب مسئلہ تقلید میں معلومات افزا، عام و خاص سب کے لیے یکساں طور پر مفید اور الحاد و بے دینی کی روک تھام میں ایک کامیاب تصنیف ہے، اس طرح کی کتابوں کی اشاعت حالات کے پیش نظر نہایت ضروری اور اہم ہے، اس سے نہ صرف اسلاف کے قدیم ورثہ کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ دین متین کی خدمت اور عقائد اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت بھی ہوتی ہے۔

اس کتاب میں جدید طرز طباعت کے مطابق جگہ جگہ پیراگراف کی تبدیلی کی گئی ہے اور جدید اردو املا کا التزام بھی کیا گیا ہے، تحقیق و تخریج اور اصل سے مقابلے کا کام جامعہ اشرفیہ کے کچھ جفاکش اساتذہ نے انجام دیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت اور بڑھ گئی ہے، اشاعت و طباعت درجۂ سابعہ سال ۲۰۱۲ء کے طلبہ کی کاوشوں سے عمل میں آئی۔ مولیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ ان سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور دین و دنیا میں اپنی عنایات سے نوازے۔ آمین بجاہ وسید المرسلین ﷺ۔

ابو الحمزہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ

جانشین مخدوم الملت حضور محدث اعظم قدس سرہٗ

کچھوچھہ شریف امبیڈکر نگر

۱۷/۳/۲۰۱۲ء

دعائیہ کلمات

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا **محمد سبحان رضا خاں** سبحانی میاں دام ظلہ النورانی
سجادہ نشین و متولی خانقاہ عالیہ رضویہ و ناظم اعلیٰ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

حامدًا ومصليًا ومسلمًا

مولانا محمد سلیم بریلوی زیدہ مجدہ (استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف) کے ذریعہ یہ سن کر بڑی مسرت و شادمانی ہوئی کہ امسال "یوم مفتیِ اعظم ہند" کے موقع پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیرِ تعلیم جماعت سابعہ کے طلبہ "حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ" کی وہابیت و غیر مقلدیت کے رد میں لکھی مایۂ ناز اور بے مثال کتاب "نصر المقلدین فی جواب الظفر المبین" جدید ترتیب، تحقیق، تخریج اور تسہیل کے ساتھ شائع کرنے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مذکورہ جماعت کے طلبہ کے ایک وفد نے مجھ سے ملاقات کر کے کتاب مذکور کا ایک نسخہ بھی دکھایا۔

اسلاف بیزاری، آوارگیِ فکر اور آوارگیِ قلم کے اس دور میں یقیناً اس کتاب کی اشاعت وقت کا اہم تقاضا ہے، مولیٰ تعالیٰ ہماری جماعت کے نوخیز علما اور طلبہ کو اپنے اسلاف کے دامن کرم سے وابستہ رکھے، ان کے دلوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کا جذبہ بڑھائے اور انھیں اپنے اکابر کی تصانیف کو جدید انداز میں منظر عام پر لانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے نیز ہم سب کو آوارگیِ فکر، آوارگیِ قلم اور اسلاف بیزاری کے جراثیم سے محفوظ و مامون رکھے اور جامعہ اشرفیہ میں زیرِ تعلیم جماعت سابعہ کے ان بلند حوصلہ طلبہ کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم.

فقیر قادری محمد سبحان رضا سبحانی غفرلہ
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ و مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف
۱۰/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ / ۴/ مارچ ۲۰۱۲ء بروز یک شنبہ

فقیر قادری محمد سبحان رضا سبحانی غفرلہ

عرضِ حال

حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی یاد میں ۱۳؍ محرم ۱۴۰۹ھ / ۲۶؍ اگست ۱۹۸۸ء سے ہر سال صحن اشرفیہ میں جماعت سابعہ کی طرف سے ”جشنِ یومِ مفتیِ اعظم ہند“ کا انعقاد اعلیٰ پیمانے پر ہوتا آرہا ہے، اس مبارک جشن کا مقصد حضور مفتیِ اعظم ہند کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کرنا تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ کئی اور اہم امور بھی انجام پاتے ہیں، مثلاً مدارسِ اہل سنت کے طلبہ کے اندر تحریری و تقریری لیاقت پیدا کرنے کے لیے انعامی مقابلہ، کسی عصری تعلیم یافتہ دانش ور سے کسی اہم اور سلگتے موضوع پر توسیعی خطاب وغیرہ اور اِدھر چند سالوں سے کوئی نایاب اور عصری ضرورت و تقاضے پوری کرنے والی کتاب جدید طرزِ طباعت کے ساتھ منظر عام پر لانے کا سلسلہ بھی چل پڑا ہے۔ ہم رفقاے درس بھی کئی سال پہلے ہی سے اس باری کا انتظار کر رہے تھے، آخر وہ دن آہی گیا، پھر کیا تھا، ہم بڑے شوق سے اس کام میں لگ گئے اور چوں کہ فتنۂ غیر مقلدیت اس وقت زوروں پر ہے اور ان لوگوں نے ”حدیث حدیث“ کی رٹ لگا کر کم خواندہ طبقے کا ایمان چھیننے میں پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے اس لیے ہم سب کا خیال ہوا کہ کوئی ایسی کتاب منظر عام پر لائی جائے جو غیر مقلدین کے رد میں ہو۔ اس کے لیے ہم اپنے اساتذہ سے ملے اور ”نصر المقلدین“ مصنفہ مولانا احمد علی بٹالوی علیہ الرحمہ کا انتخاب ہوا۔ جو ایک غیر مقلد کی کتاب ”الظفر المبین“ کا تحقیقی رد ہے۔ یہ کتاب بالکل نایاب اور مفقود ہوتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ جو نسخہ حاصل ہوا وہ بھی کاغذ کی قدامت اور دیمک کی نذر ہو جانے کی وجہ سے قریب الفنا تھا، اس کے دوسرے نسخے کے لیے دوسری لائبریریوں کا سفر بھی کرنا پڑا لیکن ناکامی ہوئی، کاغذ کی قدامت اور املا کی کہنگی کی وجہ سے قارئین کے لیے استفادہ دشوار تھا، ساتھ ہی یہ کتاب تخریج و تصحیح اور تعلیق اور تسہیل وغیرہ کی بھی متقاضی تھی اس لیے ازسرنو اس پر کام کرنا ضروری تھا اس کے لیے ہم نے اپنے مشفق اساتذہ کی علمی اور بافیض بارگاہ میں حاضری دی اور بفضلہ تعالیٰ اساتذۂ کرام اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس دقت طلب کام کے لیے آمادہ ہو گئے اور فوراً ہی کام کا آغاز بھی ہو گیا لیکن کام ابھی شباب پر ہی تھا کہ جشن کی تاریخ سر پر آگئی اور اس مقررہ تاریخ تک کتاب آنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی اس لیے اسے ۱۳؍ محرم الحرام سے بڑھا کر ۱۲؍ جمادی الاولیٰ کر دیا گیا۔ اس میں موسم کی بھی رعایت ہو گئی جب کہ محرم میں جاڑے کا شباب تھا۔

نصر المقلدین کے جس نسخے کو سامنے رکھ کر پورا کام کیا گیا ہے، تلاشِ بسیار کے باوجود اس کے مطبع و ناشر کا پتہ نہ چل سکا، اس لیے اس نسخے کی نشان دہی کے لیے چند صفحات کی فوٹو کاپی اسی کتاب کے اخیر میں لگا دی گئی ہے۔

بعض مقامات پر ”الظفر المبین“ کی عبارتیں جو ”نصر المقلدین“ کے حاشیہ پر نقل کی گئی تھیں کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے ناقابل خواند تھیں اس لیے براہِ راست ”الظفر المبین“ سے ملا کر ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی ”نصر المقلدین“ پر جن جن علما و مشائخ کی گراں قدر تقریظات تھیں ان کے مختصر حالات بھی لکھ دیے گئے ہیں۔

کام کرنے والے اساتذہ کے معزز اسما حسب ذیل ہیں۔

(۱) استاذ مکرم، عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، شیخ الجامعہ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۲) حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی استاذ جامعہ ہذا۔

(۳) حضرت مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی استاذ جامعہ ہذا۔

(۴) حضرت مولانا محمد قاسم مصباحی استاذ جامعہ ہذا۔

(۵) حضرت مولانا امتیاز احمد مصباحی لائبریرین المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور

ان اساتذہ کرام کی ذرہ نوازی کے شکریے کے لیے ہمارے پاس نہ عمدہ زبان ہے اور نہ شایانِ شان الفاظ، بس خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں ہم دست بدعا ہیں کہ پروردگار عالم ہمارے ان مشفق اساتذہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ان کا علمی سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھ کر ان کے دریائے علم سے ہمیں سیراب فرمائے۔ آمین، آمین۔

ہم اپنے استاذ و مربی حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہ کے اس بے پایاں کرم کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے کہ آپ نے عدم فرصت کے باوجود ایک مختصر اور جامع مقدمہ تحریر فرما کر اس کتاب کی افادیت کو دوبالا کر دیا۔

حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین حضور مفتیِ اعظم ہند، امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ (ایٹہ)، حضور نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں دامت برکاتہ سجادہ نشین و متولی خانقاہ عالیہ رضویہ و مہتمم جامعہ منظر اسلام بریلی شریف، حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ دام ظلہ، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مصباحی اَدَامَ فیوضہ۔ زیب سجادہ حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، کچھوچھہ شریف۔ ان نفوس قدسیہ کی مقدس و متبرک بارگاہوں میں ہم صمیم قلب سے خراج عقیدت اور ہدیۂ تشکر پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں، جن کی گراں قدر تائیدات، دعائیہ کلمات اور وقیع تاثرات نے ہم نو نہالوں کی اس حقیر سعی و کاوش کو پایۂ اعتماد اور درجۂ اعتبار عطا فرمایا۔

استاذ گرامی، ادیب شہیر حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی قبلہ، استاذ حدیث حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی، حضرت مفتی محمد نسیم مصباحی، حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی اور حضرت مولانا شاہد رضا مصباحی متعنا اللہ بفیوضھم وبرکاتھم کے مفید مشوروں سے ہم نے بہت فائدہ حاصل کیا اور انھوں نے ہمارے لرزتے قدموں کو سہارا دیا جیسے لزرکر گرتے بچے کو کوئی باپ سہارا دیتا ہے، اس لیے ہم ان مؤقر اساتذہ کے بھی تہِ دل سے شکر گزار ہیں۔

حضرت مولانا مفتی ناصر حسین صاحب قبلہ (استاذ جامعہ ہذا) کے بھی ہم ممنون ہیں کہ حوالے کی جو کتابیں لائبریریوں میں دستیاب نہ ہوسکیں موصوف نے انٹرنیٹ کی مدد سے ان کی تخریج کرنے میں ہماری مدد کی۔

طلبۂ جماعت سابعہ بھی قابل صد مبارک باد ہیں جن کی محنت وایثار، خلوص وجذبہ اور مالی تعاون ہی کا نتیجہ ہے کہ آج یہ کتاب اس شان کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

ان کے علاوہ جن لوگوں نے بھی اس کتاب کی طباعت واشاعت میں دامے درمے قدمے سخنے کسی بھی پہلو سے حصہ لیا، ہم ان سب شرکا کے ممنون اور شکر گزار ہیں۔

خدائے قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جماعت سابعہ کی اس کاوش کو قبول فرما کر ہم سب کے لیے اسے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین، آمین۔

منجانب: طلبۂ جماعت سابعہ ۱۲- ۲۰۱۱ء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

ازقلم: **محمد شعیب احمد** (کشن گنج)

متعلم درجہ سابعہ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

۲۰/ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ / ۱۴/مارچ ۲۰۱۱ء چہار شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

عمدۃ المحققین حضرت علامہ **محمد احمد مصباحی** قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ
شیخ الجامعہ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

حامداً ومصلیًا ومسلمًا

کتاب و سنت، اجماع امت اور قیاس دینی احکام و مسائل کا ماخذ ہیں۔ کسی بھی معاملے میں حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے انھی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ عہد صحابہ سے ہی جاری ہے۔ مگر ہر شخص میں احکام کے استنباط و استخراج کی صلاحیت نہیں ہوتی بلکہ کچھ خاص افراد ایسے ہوتے ہیں جنھیں رب علیم و قدیر اجتہادی قوت و صلاحیت سے سرفراز فرماتا ہے۔ وہ اپنی خداداد قوت سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور امت کے لیے راہ عمل متعین فرماتے ہیں، پھر امت کے جو افراد خود اجتہادی صلاحیت نہیں رکھتے وہ ان حضرات کے بتائے ہوئے احکام پر کاربند ہوتے ہیں۔

یقیناً کتاب و سنت کا علم اور استخراج احکام کی قوت رب تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور جو حضرات اس نعمت سے سرفراز ہوں وہ بلا شبہہ امت کی امامت اور پیشوائی کے مستحق ہیں۔ اسی لیے امت نے ہر دور میں ان کی امامت و پیشوائی تسلیم کی ہے۔ سلاطین ہوں یا امرا، محدثین ہوں یا قرا، ادبا و شعرا ہوں یا دیگر اصناف کے علما جو بھی منصب اجتہاد سے بہرہ ور نہیں انھوں نے کسی صاحب اجتہاد کی پیروی کی ہے۔

مجتہدین کرام کا یہ عظیم احسان ہے کہ انھوں نے استنباط کے اصول و قواعد بھی وضع کیے اور احکام کی تفصیلات بیان کر کے امت کے لیے شاہراہِ عمل بھی واضح کی۔ اس خصوص میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی (۸۰ھ - ۱۵۰ھ) رضی اللہ عنہ کی خدمات سب سے نمایاں ہیں، انھوں نے اصول استنباط متعین کرنے کے ساتھ اپنے تلامذہ پر مشتمل ایک مجلس فقہا بھی تشکیل فرمائی۔ ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ پیش آمدہ مسائل حل کیے بلکہ اپنی فقاہت و بصیرت کی توانائی سے آئندہ پیش آنے والے سوالات اور ان کے جوابات بھی مرتب کیے جن سے اُس دور کے فقہا و مجتہدین نے بھی روشنی حاصل کی اور بعد کے فقہا بھی ان سے مستفید ہوتے رہے اسی لیے امام قرشی محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ - ۲۰۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”الناس کلهم فی الفقه عیال ابی حنیفة.“ فقہ میں سب لوگ امام ابو حنیفہ کی عیال ہیں۔ یعنی سب ان کے خوان علم سے خوشہ چینی کرنے والی اولاد کا حکم رکھتے ہیں۔

دوسری تیسری صدی میں مجتہدین بہت تھے اور ان کی تقلید بھی ہوتی تھی لیکن عامۂ امت کو ضرورت اس

بات کی تھی کہ عبادات و معاملات کے ہر باب میں طریقۂ عمل کیا ہو؟ کیا صورت ہو تو جواز ہے کیا صورت ہو تو عدم جواز ہے؟ یہ سب تفصیل سے کتابوں میں درج کر دیا جائے تا کہ ان کتابوں کی مراجعت کر کے غیر مجتہد علما اور ان علما سے رجوع کرنے والے عوام کے لیے راہ عمل آسان ہو۔

اس ضرورت پر امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب و تلامذہ نے توجہ دی اور اپنے اپنے قواعد اور استخراج و استنباط کے مطابق فقہی احکام کتابوں میں جمع کر دیے اس سے افراد امت کو یہ آسانی ہوئی کہ جس امام کی تقلید اپنائی اُس امام کے مسائل کتابوں میں یکجا پالیے اور اس کی روشنی میں اپنی عبادات اور معاملات کو درست کر لیا۔ بقیہ مجتہدین کے احکام و مسائل اس انداز سے مدون نہ ہو سکے اس لیے ان پر عمل کرنے والے بھی نہ رہے اور پوری امت ائمہ اربعہ کے مذاہب میں سے ایک مذہب پر کاربند رہی۔ اور آج بھی امت کا سواد اعظم اسی روش کا پابند ہے۔

مگر تیرہویں صدی ہجری میں کچھ افراد ایسے پیدا ہوئے جنھوں نے تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین ائمہ کو مشرک کہنا شروع کیا، جیسے انھوں نے پوری امت کے اجماعی اعتقاد و عمل کے برخلاف انبیا و اولیا کی تعظیم اور ان سے استعانت و توسل کو شرک کہنا شروع کیا اور ایک ایسا نیا دین ایجاد کیا جس میں بارہ سو سال کی پوری امت شرک کی مرتکب ٹھہری اور سچا اسلام تیرہویں صدی میں رونما ہوا، اسی طرح مذاہب ائمہ سے سرقہ کر کے ایسے مسائل جمع کیے جو ان کی خواہش نفس سے پوری طرح ہم آہنگ تھے، کچھ ایسے مسائل بھی جنم دیے جو مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب میں نہ تھے۔ اس طرح ایک پانچواں مذہب وجود میں آیا جس کی تقلید جاری ہو گئی، اس پانچویں مذہب کی پابندی کو عمل بالحدیث کا نام دیا، اور ہزار سال پیش تر کے کسی امام مجتہد کی تقلید کو شرک کا نام دیا۔

ظاہر ہے کہ عام امت جو اپنی معیشت کے کاموں میں منہمک ہے وہ براہِ راست قرآن و حدیث کی مہارت حاصل کرنے اور ان سے مسائل نکالنے سے عاجز ہے، عوام اور جہلا تو درکنار آج کے بڑے بڑے علما بھی اجتہاد کے شرائط سے خالی اور اجتہادی قوت سے عاری ہیں، بلکہ اجتہاد مطلق کی صلاحیت صدیوں سے معدوم چلی آرہی ہے۔ عوام سے بس یہی ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب علم انھیں راہ بتائے اور یہ اُس پر اعتماد کر کے اُس راہ پر گامزن ہوں۔ خواہ تیرہویں، چودھویں، پندرہویں صدی کے کسی راہ نما کی تقلید کریں یا دوسری تیسری صدی کے کسی امام کی تقلید کریں، تقلید سے کسی حال میں گلو خلاصی نہیں۔ اور تقلید اگر شرک ہے تو شرک سے بھی کسی طرح چھٹکارا نہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تیرہویں صدی کے نصف اخیر میں یا اس سے کچھ قبل سرزمین ہند ترک تقلید کے فتنے سے دوچار ہوئی اور تقلید ائمہ پر طعن و تشنیع کا ہنگامہ خیز دور شروع ہوا۔ پھر تقلید کی مخالفت، ائمہ کی تحقیر، خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کے سبّ و شتم پر مشتمل بھاری لٹریچر سامنے آیا جس کے رد میں تقلید کی حمایت، ائمہ کی ضرورت

اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل مقلدین کی بھی بہت سی کتابیں شائع ہوئیں۔

انھی میں سے ایک کتاب "نصر المقلدین" بھی ہے۔

مصنف اور کتاب کا تعارف مولانا امتیاز احمد مصباحی، لائبریرین المجمع الاسلامی مبارک پور نے لکھ دیا ہے۔ جن تقریظ نگاروں کے حالات دستیاب ہوئے ان کے حالات بھی لکھ دیے۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کا رسالہ جامع الشواہد بھی نصر المقلدین کے آخر میں شامل تھا اس لیے حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے حالات بھی مختصراً لکھ دیے ہیں ان کے حالات میں خواجہ رضی حیدر کی تفصیلی کتاب "تذکرۂ محدث سورتی" قابل مطالعہ ہے۔

نصر المقلدین کی اشاعت کا خیال کیسے آیا؟ اور کتاب کی جدید اشاعت کو نئے تقاضوں کے قریب لانے کے لیے کیا کاوشیں ہوئیں؟ اور ان میں کن حضرات نے حصہ لیا؟ ان سب کی تفصیل خود ناشرین طلبۂ درجۂ فضیلت سال اول (درجۂ سابعہ) نے بیان کر دی ہے جس کا مسودہ **محمد شعیب احمد** متعلّم درجۂ سابعہ نے مجھے سنایا تھا۔ کتاب کی زبان سو سال سے زیادہ پرانی تھی جسے آج کے مطابق سلیس اور رواں بنانے کی ضرورت تھی، مگر کمپوزنگ ہو جانے کے بعد اس طرف توجہ ہوئی، اس لیے اس پر خاطر خواہ عمل نہ ہو سکا، قدرے سہل اور رواں بنانے کی کوشش ہوئی ہے۔

بہر حال ان طلبہ کی جد وجہد کے باعث ابتدائے غیر مقلدیت کے مناظر و مباحث سوا سو سال بعد پھر سامنے آرہے ہیں، اس طرح کی بحثیں غیر مقلدین آج بھی نئے نئے انداز اور الگ الگ عنوان سے چھیڑتے رہتے ہیں، اور اس وقت لوگوں کو لا مذہب بنانے کے لیے وہ طرح طرح کے حربے استعمال کر رہے ہیں، امت مسلمہ کو ان کے خطرناک فتنے سے بچانے کے لیے اہل حق کو آج پہلے سے زیادہ محنت و کاوش کی ضرورت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ توفیق خیر سے نوازے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن طلبہ، اساتذہ، بزرگوں اور دیگر حضرات نے کسی طرح کی کوئی معاونت کی، سب کی خدمات کو رب جلیل شرف قبول مرحمت فرمائے۔ "نصر المقلدین" کو مفید خاص و عام بنائے اور جامعہ اشرفیہ کے طلبہ، علما، ارکان اور متعلقین کو بیش از بیش دینی و علمی خدمات جلیلہ مقبولہ سے نوازے۔ وما ذلک علیہ بِعزیز.

والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین افضل المرسلین، اعلم الاولین والاٰخرین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ المرشدین وفقہاء شرعہ الھادین لاسیما الأئمۃ الأربعۃ المجتھدین وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.

محمد احمد مصباحی

صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

المجمع الاسلامی

۲۲؍ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ / ۱۶؍ مارچ ۲۰۱۲ء - جمعہ مبارکہ

صاحب نصر المقلدین

حضرت مولانا حافظ احمد علی شاہ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ: ۱۳۴۵ھ)

مولانا حافظ سید احمد علی شاہ بٹالوی، حنفی، نقش بندی، کالہ افغاناں، بٹالہ ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے، اساتذۂ وقت سے علون وفنون حاصل کیے اور علمی قابلیت ولیاقت میں اپنے معاصرین واقران میں ممتاز ہوئے۔ آپ کی کتاب ''نصر المقلدین'' کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دہلی جا کر علم طب بھی حاصل کیا۔

۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء میں آپ لاہور تشریف لے گئے، ان دنوں لاہور میں پادری پورن چند مدرس مشن اسکول، لاہور نے مخالف اسلام سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں جس کی وجہ سے وہاں کے بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمان تنگ آچکے تھے۔ آپ نے مناظرہ کر کے اس پادری پورن چند کو شکست فاش دی اور مذہب اسلام کی حقانیت و صداقت کا علم بلند کیا۔

آپ کی ذات کئی عظیم صفات سے مرصع تھی، آپ ایک بہترین عالم دین، عمدہ حافظ قرآن، باصلاحیت استاذ، بے باک خطیب، اچھے مناظر، مایۂ ناز مصنف، بلند پایہ مترجم اورخوش فکر شاعر تھے، آپ شاعری میں علی تخلص فرمایا کرتے تھے، حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کے فضائل پر آپ کی تحریر کردہ مثنوی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دینِ احمد کے بڑے دو شہر ہیں — جو کہ دونوں انتخاب دہر ہیں
ایک وہ ہے جس کا مکہ نام ہے — مطلع مہر ومہ اسلام ہے
جس میں شاہِ سروراں پیدا ہوئے — خاتم پیغمبراں پیدا ہوئے
اور ہے شہر مدینہ دوسرا — مدفن شاہنشہِ ہر دوسرا
دونوں گھر ہیں دین اور ایمان کے — دونوں دو دیدے ہیں دل اور جان کے
ہیں یہ دو گھر دین کے دنیا میں بس — مرجع ایماں ہیں اور باقی ہوس

مولانا موصوف کی مثنوی کے یہ اشعار اسی کتاب ''نصر المقلدین'' کے آخر میں شامل اشاعت ہیں، ان اشعار سے آپ کی صاف ستھری زبان، اظہار خیالات میں برجستگی مزاج کی لطافت اور فکری نفاست کا اظہار ہوتا ہے۔

آپ کو مذہب اسلام کا سچا درد تھا، اس کی اشاعت وتبلیغ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے اسلام وایمان دشمن عناصر

کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرماتے۔ خداوند قدوس نے آپ کو دولت علم و فضل کے ساتھ خطابت کے ہنر سے نوازا تھا۔ آپ کا بیان سحر انگیز، دل گیر اور دلائل و براہین سے پر ہوتا۔ عیسائی مبلغین کے خلاف آپ نے تقاریر کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، آپ اکثر لوہاری دروازہ لاہور کے باہر خطاب فرماتے اس کے علاوہ ملتان، راولپنڈی، گوجرانوالہ، انبالہ اور امرتسر وغیرہ شہروں میں دعوت و تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے اور عیسائیوں کی ہفوات کا رد بلیغ فرماتے۔

قیام لاہور کے دوران آپ کو بادشاہی مسجد لاہور کا خطیب مقرر کیا گیا اور آپ نے خطابت کی اس ذمہ داری کو بارہ سال تک نہایت پابندی اور حسن و خوبی کے ساتھ نبھایا۔ یہ وہ دور تھا جب بگوی علما کے آخری خطیب حضرت مولانا محمد شفیق بگوی اپنے وطن مالون واپس جا چکے تھے۔

آپ نے مذہب اسلام کے خلاف عیسائیوں کی سرگرمیوں کو روکنے اور لوگوں کو ان کے دام فریب میں آنے سے بچانے کے لیے "دعوۃ الحق" کے نام سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جس سے عوام و خواص دونوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔

۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں عربی، فارسی اور دینیات کے پروفیسر کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور قیام لاہور ہی کے زمانہ میں مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی (متوفی: ۱۳۳۰ھ) کی کتاب "ضابطہ در تحصیل رابطہ" پر تکملہ لکھ کر "تصور شیخ" کے مسئلہ کو بہت ہی آسان انداز میں واضح فرمایا۔ آپ کی اس علمی بحث کو معاصرین صوفیہ اور علمائے تصوف نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور سراہا۔

حضرت مولانا پیر عبد الغفار شاہ کشمیری قدس سرہ (متوفی: ۱۳۴۰ھ) سے آپ کے بڑے گہرے تعلقات تھے، اکثر اوقات انھیں کے پاس گزارتے۔ حضرت پیر صاحب ہر ماہ کی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو ختم شریف کرایا کرتے تھے، اس میں آپ نہایت دل پذیر انداز میں خطاب فرمایا کرتے۔ نیز ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر سیرت رسول عربی ﷺ پر بھی آپ خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اور پیر صاحب آپ کی عزت افزائی کے طور پر آپ کی دستار بندی فرمایا کرتے تھے۔ علم و عرفان کی ان مجالس میں پیر صاحب کے علاوہ حضرت مولانا اصغر علی روحی (متوفی: ۱۳۷۳ھ) اور مولانا نور بخش توکلی (متوفی: ۱۳۶۷ھ) پروفیسر گورنمنٹ کالج جیسے صوفی منش اور صاحب دل حضرات بھی شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک عرصہ تک نماز مغرب کے بعد مسلم شریف کا درس دیتے رہے، جس سے لاہور کے بہت سے علما مستفید ہوئے اس درس حدیث کی وجہ سے آپ کو بے پناہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور اسی شہرت کی بنا پر آپ مدرسہ غوثیہ لاہور کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔

۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء میں امرتسر پنجاب میں "جمعیۃ الاحناف امرتسر" قائم کی گئی تو اس کی انتظامیہ مجلس میں مولانا حافظ سید احمد علی شاہ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بحیثیت رکن شامل تھے۔

آپ نے تراجم و تصانیف کا کافی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے جسے اہل علم نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور استفادہ کیا چناں چہ آپ کی جن کتابوں کا پتہ چل سکا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ترجمہ شفا شریف (بغیر متن) از: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

(۲) ترجمہ نفحات الانس، از: مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) ترجمہ مشکوٰۃ الانوار، از: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) ترجمہ تحفۃ القلوب وہدایۃ الارواح، از: شیخ عثمان جالندھری

(۵) راہ ہدیٰ ترجمہ حق نما، از: شہزادہ دارا شکوہ

(۶) ترجمہ بہجۃ الاسرار و معدن الاسرار، از: شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) ترجمہ طحاوی شریف، از: امام ابو جعفر حنفی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

اول:	۱۹۱۳ء	ص: ۷۶۳۳
دوم:	۱۹۱۳ء	ص: ۴۰۶
سوم:	۱۹۱۳ء	ص: ۴۸۹
چہارم:	۱۹۲۵ء	ص: ۶۵۰

(۸) سرور الخاطر فی نداء یا شیخ سید عبد القادر

(۹) نور الشمع فی ظہر الجمعہ۔ (حضرت پیر عبد الغفار خطیب تکیہ سادھواں کے ایما پر لکھی گئی اور انھیں کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔)

(۱۰) نصر المقلدین فی جواب الظفر المبین۔

(تذکرہ اکابر اھل سنت (پاکستان) ص:٤٩ تا ٥١، از: علامہ عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ مکتبہ قادریہ، جامعہ، نظامیہ، رضویہ لاھور۔)

آپ کی قابل قدر تصانیف میں "نصر المقلدین" انتہائی گراں مایہ، معلوماتی اور مدلل کتاب ہے، جو غیر مقلدین (اہل حدیث) کی ہفوات اور اہل سنت و جماعت احناف کی جانب منسوب کردہ ان کے خود ساختہ مغالطوں کا مسکت اور دنداں شکن جواب ہے۔ جس کتاب کے جواب میں یہ کتاب نصر المقلدین تحریر کی گئی اس کا اصل نام

"الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین" ہے۔ یہ ایک نو مسلم غیر مقلد کی تصنیف ہے جس کا اصل نام ہری چند بن دیوان چند کھتری، ساکن علی پور، ضلع گوجرانوالہ، پنجاب ہے۔ جس نے برائے نام اسلام قبول کر کے اپنا نیا نام غلام محی الدین رکھا۔ یہ کتاب لاہور، پاکستان سے کئی بار شائع ہوئی۔ دیگر اشاعتوں کا حال معلوم نہیں البتہ دوسری مرتبہ یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اس غیر مقلد وہابی نے ائمہ سلف، مجتہدین عظام، خاص طور پر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدف طعن و تشنیع بنایا اور ان کی شان اقدس میں یاوہ گوئی و بدگوئی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور جگہ جگہ آپ کو مخالف قرآن وحدیث بتا کر سادہ لوح عوام اور مقلدین کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔ فقہ کے بہت سے مسائل درج کرنے کے بعد اس کج فہم نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے ان مسائل میں قرآن یا حدیث کی مخالفت کی ہے اور ہر مسئلہ کے تحت ایک حدیث اور کہیں کہیں آیت کریمہ لکھ دی ہے کہ یہ مسئلہ اس آیت یا اس حدیث کے مخالف ہے اور جو آیت یا حدیث اس مسئلہ کے موافق تھی اس کو ترک کر دیا ہے حالاں کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث کے مخالف نہیں ہے۔ اس غیر مقلد وہابی نے مقلدین کی جانب سے بہت سی باتوں کا خود اختراع کر کے ان کا رد کیا ہے جن کے قائل مقلدین ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔

غرض یہ کہ کتاب الظفر المبین بے شمار ہفوات، ناقص دلائل اور فرضی مغالطات کا مجموعہ تھی، جس کا جواب حضرت مولانا سید احمد علی شاہ بٹالوی قدس سرہ العزیز نے بہت ہی سنجیدہ پیرایہ اور علمی وقار کے ساتھ دیا ہے ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ وکلمات سے اجتناب کیا ہے۔ آپ نے غیر مقلد کی بات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ "قولہ" لکھ کر چند جملے متن میں لکھ دیے ہیں اور اس کی پوری بات حاشیے میں درج فرمائی ہے اور پھر "اقول" کے ذریعہ ان باتوں کا شائستہ جواب دیا ہے اور قرآن وحدیث واقوال فقہا ومحدثین سے اپنی بات کو موکد فرمایا ہے۔ مصنف کتاب نے خاص طور پر تقلید کے مسائل کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور غیر مقلدین کی مکاریوں اور عیاریوں کا پردہ فاش کر دیا ہے ہر صاحب عقل وانصاف اس کتاب کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ مصنف الظفر المبین نے بے شمار مقامات پر فقہا کی عبارتوں کے مطالب کی تفہیم میں خطا کی ہے اور بعض جگہ عبارتوں کے ترجمے میں تصرف کر دیا ہے اور متعدد مواضع پر دلائل نقلیہ میں اپنے مطلب کی بات کو لے لیا ہے اور جو اس کے مخالف تھی اسے چھوڑ دیا ہے اور بعض فقہی مسائل میں غیر مفتی بہ کو مفتی بہ قرار دیا اور بعض وہ حدیثیں جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستدل نہیں تھیں اور غیر معمول بہا تھیں ان کو ذکر کر دیا اور جن احادیث سے امام صاحب نے تمسک کیا ہے ان کو ترک کر دیا ہے۔ نیز بے شمار مغالطے جو انھوں نے مقلدین کی جانب منسوب کیے ہیں وہ خود ساختہ ہیں اور اس پر خود مصنف کی زبان حال گواہ ہے کہ دیگر باتوں کا تو کوئی حوالہ درج کر دیا ہے مگر مغالطوں کے تعلق سے ان کا قلم

بالکل خاموش ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مغالطے محض فرضی واختراعی ہیں اہل سنت وجماعت کی کسی کتاب میں درج نہیں۔

سید احمد شاہ بٹالوی کی یہ کتاب جب منظر عام پر آئی تو غیر مقلدین کے ہوش اڑ گئے اس لیے کہ اس کتاب میں ان کے نظریہ عدم تقلید کی من کل الوجوہ تردید کر دی گئی ہے اور سلف صالحین وائمہ کرام کی شان میں ان کی گستاخانہ عبارتوں اور زبان درازیوں کا مکمل جواب دے دیا گیا ہے، مگر جن کے دلوں پر مہر ہو جاتی ہے وہ قبول حق سے محروم ہی رہتے ہیں۔

نصر المقلدین سے قبل بھی دو کتابیں "الظفر المبین" کے رد میں تحریر کی گئیں، پہلی مولانا منصور علی خاں کی کتاب "فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین" ہے اور دوسری مولانا حکیم وکیل احمد بن قلندر حسین سکندر پوری بلیاوی کی کتاب "نصر المجتہدین برد ہفوات غیر المقلدین" ہے ان کتابوں میں غیر مقلدین کی باتوں کا جواب تو ہے مگر مسئلہ تقلید پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی گئی ہے اس لیے مصنف نے مسئلہ تقلید پر تفصیلی گفتگو کی ہے کیوں کہ تقلید ہی پر تمام مسائل کا دارومدار ہے۔ نیز اس کتاب میں قیاس کی حجیت اور آمین بالجہر وغیرہ پر بھی بحث کی گئی ہے اور مخالفین تقلید کے کھوکھلے اور بودے دلائل اور ان کی متعصبانہ ذہنیت کا پردہ فاش کیا گیا ہے آخر میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بھی بیان کر دیے گئے ہیں اس لیے کہ غیر مقلدین متعصبین نے سب سے زیادہ آپ ہی کو ہدف ملامت بنا کر اپنی آخرت خراب کی ہے۔

اس کتاب میں حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی (متوفیٰ: ۱۳۳۴ھ) کا معروف ومشہور فتویٰ "جامع الشواہد باخراج الوہابیین عن المساجد" بھی شامل ہے۔ یہ ایک تاریخی فتویٰ ہے جس میں آپ نے پہلے غیر مقلدین کی ظاہری علامتوں کا ذکر کیا ہے اور پھر ان کے عقائد باطلہ اور معمولات فاسدہ کا ذکر کر کے یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ یہ ایک گمراہ وگمراہ کن فرقہ ہے اس سے مخالطت ومجانست جائز نہیں اور انھیں مساجد سے نکالنا جائز ہے۔ دہلی، کان پور، لدھیانہ پنجاب، دیوبند، اندور، چھاؤنی، رام پور وغیرہ کے اکابر علمانے اس فتویٰ کی تائید وتصدیق فرمائی اور اپنے مواہیر ودستخط ثبت کیے ہیں۔ نیز حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کے مفتیان کرام کے فتاوے بھی اس کتاب میں شامل ہیں جو انھوں نے اس غیر مقلد کی کتاب "الظفر المبین" کے رد میں تحریر فرمائے ہیں۔

کتاب "نصر المقلدین" کو مصنف کے معاصر علمانے بے حد پسند فرمایا اور اس پر گراں قدر تاثرات وتقریظات بھی تحریر فرمائیں ذیل میں مولانا عبد العلی آسی مدراسی، لکھنوی (متوفی: ۱۳۲۷ھ) کی منظوم تقریظ کے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے معاصرین کی نگاہ میں آپ کی علمی فضیلت ووقعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

احمد علی چو سیف قلم را علم نمود   گرد عوائے مناظرہ دارد باو کسے
دادہ شکست فاش ظفر را بہ نصر دیں   ناوک ہمیں، نشانہ ہمیں، معرکہ ہمیں

نحریر در دلائل و سفسیر در اصول　　فہامۂ فہوم اصول وفروع دیں
عریف در اوائل وغطریف در پسیں　　وہابیاں نمود چوں باوے مناظرہ
علامۂ علوم کتاب و حدیث و فقہ　　عاجز شدہ، گر پختہ از ہند تابہ چیں

آپ نے ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء میں اس دار فانی سے دار بقا کی جانب ہجرت کی۔ آپ کے صاحب زادے حافظ بختیار علی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء میں فوت ہوئے۔ ان کے علاوہ اولاد کا پتہ نہیں چل سکا۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ بٹالوی قدس سرہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری (متوفیٰ: ۱۳۵۴ھ) نے پڑھائی۔ مزار مبارک میانی لاہور کے قبرستان میں ہے۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان) ص: ۵۰، ۵۱، از: علامہ عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔)

صاحب فتویٰ جامع الشواہد

استاذ العلما حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ١٢٥١ھ / ١٨٣٦ء، وفات: ١٣٣٤ھ / ١٩١٦ء

آپ معین الدین اکبر شاہ ثانی کے عہد میں ١٢٥١ھ / ١٩٣٦ء میں راندیر، ضلع سورت گجرات میں پیدا ہوئے والد بزرگوار کا نام مولانا محمد طیب ہے۔ سلطان شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں آپ کے اجداد مدینہ منورہ سے ہندوستان تشریف لائے اور حکومت کے عظیم مناصب پر فائز ہوئے۔ آپ کے جدِ معظّم حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے راندیر ہی میں سکونت اختیار فرمائی اور بساطِ علم و ہدایت سجا کر مصروف تدریس وارشاد ہوئے۔ اور معاشی ضرورتوں کے لیے کپڑے کی تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔

رسم بسم اللہ خوانی آپ کے دادا بزرگوار نے کرائی۔ اس کے بعد والد ماجد مولانا محمد طیب قدس سرہ سے تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔ ابھی آپ نے اپنی عمر کی اکیسویں منزل میں قدم رکھا تھا کہ ١٨٥٧ء کا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ جس میں آپ کے دو حقیقی بھائیوں سمیت آپ کے خاندان کے متعدد افراد انگریزوں کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔ آپ کے دادا بزرگوار کے سامان تجارت میں انھوں نے آگ لگادی اور آپ کے مکان کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ آپ اپنے والدین اور برادر خورد مولانا عبد اللطیف کے ساتھ روپوش ہوگئے اور پھر عراق کی جانب رحلت فرمائی۔ وہاں پر تین سال قیام فرما کر حج و زیارت کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچے اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ میں چند مہینوں قیام فرمایا پھر اپنے وطن راندیر واپس آگئے۔

چوں کہ اکتساب علم کا جذبہ آپ کے سینے میں پوری طرح موجزن تھا، اس لیے اپنے بھائی کے ساتھ پہلے آپ دہلی مدرسہ حسین بخش پہنچے اور پھر وہاں سے تحصیل علوم کے بعد علی گڑھ میں استاذ الکل حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفی: ١٣٣٤ھ) کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور دونوں بھائیوں نے تکمیل علوم و فنون کی۔

١٨٦٥ء میں مولانا احمد علی سہارن پوری، محشی بخاری (متوفی: ١٢٩٧ھ) کے درس حدیث میں شامل ہو کر سند و اجازت حاصل کی اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ (متوفیٰ ١٣١٣ھ) سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا اور پیر و مرشد نے سند حدیث کے ساتھ سند خلافت بھی مرحمت فرمائی۔

مغربی علوم کے مضر اثرات سے مسلمانانِ ہند کو بچانے کے لیے علامہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مشورہ سے علما کی ایک مختصر فعال جماعت آپ کی قیادت میں ملک کے مختلف گوشوں میں روانہ ہوئی۔ جس کے ارکین مولانا محمد علی واعظ دہلوی، مولانا شاہ احمد حسن کان پوری، مولانا سید محمد علی کان پوری (کان پوری صاحب مجلس ندوۃ العلما کے

قیام کے بعد پلٹا کھا کر دیوبندیت نواز ہو گئے اور شامت اعمال سے پھر ان کو توبہ کی توفیق نہ ہو سکی۔) تھے۔ جب یہ قافلہ جانے کے لیے تیار ہوا تو حضرت علامہ فضل الرحمٰن کی موجودگی میں علما کی ایک جماعت ان کی کامیابی و کامرانی کے لیے دیر تک بارگاہ الٰہی میں مصروف دعا رہی۔ اس دورے کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہوا خاص طور پر بنگال میں مولانا سید عبد الحی اسلام آبادی اور پنجاب میں حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ کی وجہ سے کافی کامیابی ملی۔

۱۸۶۷ء میں آپ اپنے پیرو مرشد کے حکم سے اور حکیم خلیل الرحمٰن پیلی بھیتی کی دعوت پر علوم و فنون کی ترویج کے لیے پیلی بھیت شریف لے گئے اور حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں شہید کی بنائی ہوئی جامع مسجد میں ان کے نام سے منسوب مدرسہ حافظیہ میں صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ اور پھر آپ نے ۱۳۰۱ھ میں اسی جامع مسجد سے متصل ایک وسیع آراضی خرید کر ”مدرسۃ الحدیث“ قائم کیا جس کا سنگ بنیاد علمائے رام پور و علمائے بدایوں و پنجاب کی موجودگی میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۴۰ھ) نے رکھا اور تین گھنٹہ فن حدیث پر پُر مغز خطاب فرمایا۔

جملہ علوم و فنون میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی خاص طور پر علم حدیث میں اپنی مثال آپ تھے دیگر علوم و فنون کے علاوہ مستقل چالیس برس تک آپ نے حدیث کا درس دیا۔ آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت تھی، دہلی، سہارن پور، کان پور، رام پور، جون پور، علی گڑھ اور لاہور وغیرہ سے طلبہ اکتساب علم کے بعد آپ کے درس حدیث میں شرکت کے لیے آتے نماز فجر کے بعد سے ظہر تک اور ظہر سے آدھی رات تک اور کبھی اس سے بھی زیادہ وقت تک آپ کا درس حدیث جاری رہتا۔ آپ کے نامور تلامذہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) علامہ ضیاء الدین مدنی (خلیفہ مجاز امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

(۲) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

(۳) علامہ مشتاق احمد کان پوری۔

(۴) مولانا نثار احمد کان پوری، مفتی اعظم آگرہ۔

(۵) مولانا مفتی عبد القادر جہاں گیروی۔

(۶) ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری۔

(۷) مولانا سید خادم حسین علی پوری۔

(۸) مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی۔

(۹) مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری۔

(۱۰)صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت)

(۱۱)سحبان الہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی (رحمہم اللہ تعالی)

حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات حسب ذیل ہیں:

(۱)حاشیہ سنن نسائی شریف، مطبوعہ مطبع نظامی۔

(۲)حاشیہ طحاوی شریف، مطبوعہ مصر و پاکستان۔

(۳)التعلیق المحلی شرح منیۃ المصلی، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ و مجلس برکات، مبارک پور

(۴)حاشیہ جلالین۔

(۵)حاشیہ مشکوٰۃ۔

(۶)جامع الشواہد باخراج الوہابیین عن المساجد۔

علم و حکمت کا یہ روشن و تاب ناک آفتاب ۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء کو اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے "یطاف علیھم بأنیة من فضة واکواب" سے تاریخ وفات کا استخراج فرمایا۔

(تذکرہ علماے اہل سنت ص:۲۵۷ تا ۲۶۱، از: مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ پاکستان)

تقریظ نگاران نصر المقلدین

حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین فاروقی مجددی، رام پوری، رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۴۸ھ وفات:۱۳۱۱ھ

مولانا ارشاد حسین بن مولانا حکیم احمد حسین مجددی ۱۴/ صفر ۱۲۴۸ھ میں محلہ پیلا تالاب، شہر مصطفیٰ آباد عرف رام پور، یوپی میں پیدا ہوئے۔ سات واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے جا ملتا ہے۔ آپ نے فارسی کتابیں اپنے والد گرامی مولانا حکیم احمد حسین مجددی، اپنے بھائی مولوی امداد حسین مجددی، شیخ احمد علی اور شیخ واجد علی سے پڑھیں۔ نحو و صرف وغیرہ علوم عربیہ کی تعلیم

مولوی حافظ غلام نبی، مولوی جلال الدین اور مولوی نصیر الدین خاں سے حاصل کی اور علماے لکھنؤ سے علوم نقلیہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ پھر رام پور میں ملا محمد نواب افغانی، نقش بندی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کتب معقول کا درس لیا۔

(مولانا ارشاد حسین رام پوری حیات و خدمات، از: سید شاہد علی، رام پوری، ص:۱۱، ۱۲ ملخصاً)

آپ نے اپنے استاذ گرامی ملا محمد نواب افغانی کی رہ نمائی سے جامع شریعت و طریقت علامہ، مفتی شاہ احمد سعید مجددی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر تصوف اور حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

کچھ عرصہ بعد اپنے خادم خاص محمد موسیٰ بخاری کو ساتھ لے کر حج و زیارت کے لیے پیدل روانہ ہوئے۔ آٹھ ماہ میں یہ مبارک سفر طے ہوا حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں شیخ کی زیارت سے شاد کام ہوئے اور مکمل ایک سال تک وہیں اپنے شیخ کی بارگاہ میں رہ کر تکمیل سلوک کی۔ وہاں سے واپس تشریف لاکر رام پور میں عارف باللہ مولانا عبد الکریم عرف ملا فقیر اخوند قادری چشتی کی خانقاہ کے حجرے میں قیام کیا اور یہیں پر صرف نو ماہ کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کیا۔

نواب کلب علی خاں، خلد آشیانی والی رام پور سے زمانہ طالب علمی سے ہی محبت و مودت تھی۔ انھوں نے والی تخت و تاج ہونے کے بعد آپ کے اعزاز و اکرام میں اور اضافہ کیا۔ امور سلطنت میں آپ سے مشورے لیتے۔

(تذکرہ علماے اہل سنت، از: محمود قادری، ص:۲۴.)

۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں آپ نے اپنے مکان محلہ کھاری کنواں میں "ارشاد العلوم" کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا۔ اس مدرسہ میں آپ خود تعلیم دیتے۔ جہاں سے سیکڑوں طلبہ نے استفادہ کیا۔ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء میں آپ نے اس مدرسہ کو باضابطہ شکل دی اور حضرت مولانا میاں سید خواجہ احمد قادری رام پوری کو اس مدرسہ کا مہتمم بنایا۔

مولانا ارشاد حسین رام پوری درسی کتابوں کے علاوہ مثنوی مولانا روم مکتوبات امام ربانی، عوارف المعارف اور احیاء العلوم وغیرہ کا بھی درس دیتے۔ مزید برآں دور دراز سے آئے ہوئے استفتا کے جوابات بھی تحریر فرماتے۔

آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ دین وسنیت کی اشاعت کا جذبہ فراواں آپ کے سینے میں موجزن تھا۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں پیش پیش رہتے۔ باطل و گمراہ فرقوں سے سخت متنفر تھے۔

نواب قطب الدین خاں دہلوی نے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔ اس کے رد میں مولوی نذیر حسین دہلوی (غیر مقلد) نے "معیار حق" کے نام ایک رسالہ شائع کیا۔ جس میں امام صاحب پر زبان طعن دراز کی۔ اور آپ کی شان ہیں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ تو مولانا ارشاد حسین رام پوری نے معیار حق کے جواب میں انتصار الحق کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے تقلید ائمہ کا وجوب ثابت کیا۔ اس کتاب نے ایوان غیر مقلدیت میں زلزلہ برپا کر دیا۔

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری، شمس العلما علامہ ظہور الحسین رام پوری، مولانا عبد الغفار خاں رام پوری، مولانا شاہ عنایت اللہ خاں رام پوری وغیرہ آپ کے نام ور تلامذہ اور کبار علمائے اہل سنت سے تھے، مشہور معتزلی عالم "شبلی نعمانی" نے رام پور میں آپ سے فقہ کا درس لیا۔

(تذکرہ علماے اہل سنت، ص:۲۵)

آپ کی درج ذیل تصانیف علمی و دینی یادگار ہیں۔

(۱) انتصار الحق۔

(۲) ترجمہ کتاب الحیل فتاویٰ عالم گیری۔

(۳) فتاویٰ ارشادیہ، اول، دوم۔

(۴) ارشاد الصرف

ان کے علاوہ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اور دیگر کئی ایک اکابر علمائے اہل سنت و جماعت کی کتابوں پر تاثرات و تقریظات تحریر فرمائیں۔

۸؍ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں آپ نے جام وصال نوش فرمایا۔

(مولانا ارشاد حسین رام پوری حیات و خدمات، ص:۲۶ و ۳۱)

حضرت مولانا، مفتی غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۵۵ھ وفات: ۱۳۱۸ھ

بگا (بضمہ با و تشدید کاف فارسی) ضلع سرگودھا کے مضافات میں قصبہ بھیرہ کے نزدیک ایک گاؤں ہے جہاں پر حضرت مولانا مفتی غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۲۷۳ھ) بڑے پایہ کے عالم و محدث تھے اور آپ کے جد امجد حضرت حافظ نور حیات رحمۃ اللہ علیہ مقبول الٰہی اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے والد گرامی مولانا غلام محی الدین کو بھیرہ کے بازاروں میں گشت کرنے والے ایک صاحب حال بزرگ نے یہ بشارت دی تھی کہ آپ کا بیٹا صاحب فضل و کمال ہو گا چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ آپ علم و فضل کے آفتاب بن کر چمکے اور بے شمار لوگوں کو آپ کی بابرکت ذات سے فیض پہنچا۔

مفتی غلام محمد بگوی نے درسی کتابوں کا علم اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور علم حدیث کی سند بھی آپ ہی سے حاصل کی، علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی تحصیل بھی والد محترم کی خدمت میں رہ کر کی۔ چناں چہ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

”والد محترم علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن کی طرف خاص توجہ دیا کرتے تھے ایک رات ایک خاص وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا تو خواب میں سرور عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے بارگاہ رحمت دوعالم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں التجاے کرم کی تو ایک جاں بخش مسکراہٹ سے جواب ملا: کل امر مرھون بوقتہ صبح ہوئی تو خواب والد صاحب کو سنایا آپ نے فرمایا: "مبارک ہو! دین و دنیا کے امور کی درستگی کی بشارت مل گئی ہے۔" اور والد مکرم سے کہا: اس خواب کے بعد مجھ پر اتنے علوم منکشف ہوئے جو میرے حوصلہ سے بھی زیادہ تھے۔"

(تذکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، از پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، ص:۲۱۸، مکتبہ نبویہ، لاہور)

آپ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۲۹۶ھ) سے بیعت تھے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۳۲۷ھ) سے روحانی فیض حاصل کیا۔ اور اس طرح چشتیہ برکات سے بھی فیض یاب ہوتے رہے۔ آپ کو حضرت داتا گنج بخش لاہوری (متوفیٰ ۴۶۵ھ) سلطان العارفین حضرت سلطان باہو (متوفیٰ: ۱۱۰۲ھ) رحمہما اللہ سے خاص عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ باباجی فقیر محمد قدس سرہ تیراہی (متوفیٰ:۱۳۱۵ھ) سے تو آپ نے خصوصی فیضان حاصل کیا۔ چناں چہ صاحب زادہ باولی شریف ضلع گجرات والے فرمایا کرتے تھے کہ "باباجی نے جو کچھ آپ (مفتی غلام محمد بگوی) کو دیا کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔"

(تذکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، از پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، ص:۲۱۹، مکتبہ نبویہ، لاہور)

حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت باباجی فقیر محمد) کے حلقۂ ارادت میں بڑے بڑے فضلا اور کاملین داخل ہوئے جو آپ کے فیض صحبت سے آسمان علم و عرفان کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ان میں سے امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (متوفیٰ: ۱۳۷۰ھ) حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی (متوفیٰ: ۱۳۵۸ھ) حضرت مولانا حافظ عبد الکریم راولپنڈی (متوفیٰ:۱۳۵۵ھ) اور حضرت مولانا مفتی غلام محمد بگوی (متوفیٰ:۱۳۱۸ھ) وغیرہم رحمہم اللہ نہایت مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، ص:۳۸۹)

آپ نے جامع مسجد عالم گیری معروف بہ شاہی مسجد کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کرادیا اور آپ ہی سب سے پہلے اس مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور مسجد کی تولیت بھی آپ کے ذمہ سپرد ہوئی۔ چناں چہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"سکھوں نے اپنے عہد سلطنت میں جامع مسجد عالم گیری المعروف شاہی مسجد کو چھاؤنی میں تبدیل کر دیا تھا، سکھ فوجیوں کے گھوڑے مسجد کے وسیع صحن میں بندھتے اور حوض سے پانی پیتے بارود خانہ مسجد کے حجروں میں تھا جب کوئی دوسرا حملہ آور سکھ آتا تو مسجد کے مینار سے نصب شدہ توپوں سے گولے برسائے جاتے، جواباً جو گولہ باری ہوتی وہ اکثر مسجد کے محراب و منبر کو مجروح کرتی اور میناروں کو ہلا دیتی۔ انگریزوں نے ۱۸۴۷ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا تو مسجد بدستور چھاؤنی ہی بنی رہی۔ آپ تصور کریں کہ لاہور کے مسلمانوں کے قلب و جگر پر کیا گزرتی ہو گی جب ان کی اتنی بڑی مسجد ان کی آنکھوں کے سامنے اس حالت میں ہو۔ حالات معمول پر آئے تو مولانا غلام محمد بگوی نے ایک تحریک شروع کی جس کا مقصد مسجد کو خالی کرانا تھا ان کی لگاتار جدوجہد نے لاہور کے مقتدر مسلمانوں کو بھی اسی مطالبہ کا ہم نوا بنا دیا تھا اور وہ بھی جرأت و دیانت داری کے ساتھ آپ کے معاون بن گئے۔ ڈپٹی برکت علی مرحوم اور فقیر جمال الدین مرحوم اور دیگر اکابرین نے مولونا غلام محمد بگوی کے ساتھ مل کر اس مسجد کو مسلمانوں کی عبادت کے لیے حاصل کر لیا اور اسے پاک کیا گیا اور مرمت کر کے باقاعدہ اذان و خطبہ و جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا غلام محمد بگوی کو نہ صرف شاہی مسجد کا پہلا خطیب و امام مقرر کیا گیا بلکہ مسجد کہ تولیت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔

(تزکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، ص:۲۱۹)

آپ نے اسی شاہی مسجد میں ایک دارالافتا قائم فرمایا۔ جہاں اہل سنت و جماعت کے علما کا ایک بورڈ قائم کر دیا گیا۔ جو دینی مسائل اور عوام کے استفسارات کا جواب دیتا۔ لاہور کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی ابتری کے باوجود آپ نے اسلامی زندگی کو ہموار رکھنے کے لیے بڑا اہم کام کیا۔ انجمن نعمانیہ کے ذہین طلبہ دقیق مسائل پر آپ سے تبادلۂ خیال کرتے۔ اس کے علاوہ لاہور کے تمام سنی علما مسائل کے حتمی فیصلہ کے

لیے آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ ملک کے اعتقادی لٹریچر پر نظر ڈالی جائے تو اس دور میں شاید ہی کوئی کتاب اہل سنت کے مسلک پر ایسی چھپی ہو جس پر آپ کے مہر تصدیق ثبت نہ ہوئی ہو۔

مولانا غلام قادری بھیروی (متوفیٰ: ۱۳۲۷ھ) مولانا محمد ذاکر بگوی (متوفیٰ: ۱۳۳۴ھ) مولانا محمد عالم آسی امرتسری (متوفیٰ: ۱۳۶۳ھ) مولانا غلام محمد دستگیر قصوری (متوفیٰ: ۱۳۱۵ھ) مولانا نور احمد پسروری (متوفیٰ:۱۳۴۸ھ) رحمہم اللہ تو اکثر آپ سے استفادہ کیا کرتے۔

آپ ہر سال حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ (متوفیٰ: ۱۰۳۴ھ) کے عرس کے موقع پر سرہند شریف جاتے اور وہاں پر آئے ہوئے اولیاے کرام اور بزرگانِ دین کی زیارت سے فیض یاب ہوتے۔

۴ر جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ کو آپ واصل بحق ہوئے آخری آرام گاہ بگا میں ہے۔۔ "بجھا ہے پنجاب کا چراغ آہ اب" سے آپ کی تاریخ وفات بر آمد ہوتی ہے۔

(تذکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، ص:۲۲۰)

حضرت مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۵۸ھ وفات:۱۳۲۲ھ

مولانا حکیم وکیل احمد بن قلندر حسین بن محمد وسیم بن محمد عطا عمری، حنفی، ۹/ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ میں سکندر پور، بلَیا یوپی میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور صوفی شاعر حضرت عبد العلیم آسی، رشیدی غازی پوری (متوفیٰ ۱۲۳۵ھ) کے چچازاد بھائی ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن سکندر پور میں ہی حاصل کی۔ پھر حضرت علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی کی خدمت میں جون پور پہنچے اور آپ سے درس نظامی کی اکثر کتابوں کا درس لیا اور ۱۲۷۶ھ میں علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ مولانا فرنگی محلی نے "نور الانوار" کا مشہور حاشیہ "قمر الاقمار" آپ ہی کے لیے لکھا تھا۔

آپ نے لکھنؤ میں حکیم نور کریم لکھنوی سے طب پڑھی اور کچھ عرصہ تک مطب بھی کیا۔ ۱۲۸۳ھ میں حیدر آباد دکن گئے اور سرکار آصفیہ میں صوبہ شرقی کے نائب مقرر ہوئے۔

مولانا عبد الحی فرنگی محلی اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی کے درمیان تقلید وغیرہ کے سلسلہ میں تحریری مناظرہ ہوا تو آپ اپنے استاذ زادہ مولانا عبد الحی کے ہمراہ تھے اور نواب کے منظوم رسالہ کا جواب نظم میں بعنوان "دیوان حنفی" دیا اور نثر کا جواب نثر میں دیا۔

آپ بہت ذکی زود فہم اور باصلاحیت عالم دین تھے، آپ کا شمار اکابر علمائے اہل سنت میں ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے خاص تعلقات وروابط تھے۔ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں حضرت مولانا شاہ میر اشرف علی بن مولانا پیر سلطان علی قدس سرہما کے مرید تھے۔

آپ نے مختلف علوم وفنون میں تقریباً نوے کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چند کے اسما اس طرح ہیں۔

(۱) معیار الصرف (۲) الیاقوت الرمانی شرح المقامات للبدیع الهمدانی. (۳) اخبار النحاة. (۴) تذکرة الطیب فیما یتعلق بالطب والطبیب. (۵) ازالة المحن عن اکسیر البدن. (۶) ابطال الاباطیل برد التاویل العلیل. (۷) ارشاد العتود الی طریق عمل المولود. (۸) صیانة الایمان عن قلب الاطمینان. (۹) الکلام المقبول فی اثبات اسلام آباء الرسول. (۱۰) الاعتماد بخطاء الاجتهاد. (۱۱) نور العینین فی تفسیر ذي القرنین. (۱۲) نصرة المجتهدین برد هفوات غیر المقلدین. (۱۳) التحقیق المزید فی لعن یزید. (۱۴) الانوار الاحمدیه. (۱۵) الهدیة المجددیه.

۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں حیدر آباد دکن میں آپ کا انتقال ہوا۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت از: مولانا محمود قادری، ص:۲۵۷، ۲۶۵)

(نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۵۴۵)

حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۶۷ھ وفات:۱۳۳۵ھ

مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی بن امیر بن خواجہ شمس الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۲۷/ رجب المرجب ۱۲۶۷ھ میں پنجاب کے ضلع انبالہ کے ایک گاؤں گمتھلہ میں پیدا ہوئے آپ کے اجداد میں سے خواجہ سلیم بن مظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت اورنگ زیب عالم گیر قدس سرہٗ کے زمانہ میں "تبریز" سے ہندوستان آئے اور گمتھلہ میں بود و باش اختیار کرلی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی اس کے بعد آپ کان پور تشریف لائے اور مولانا عبد الحق بن غلام رسول حسینی کان پوری (متوفیٰ:۱۳۱۲ھ) سے بعض کتابوں کا درس لیا اور زیادہ تر کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفیٰ:۱۳۳۴ھ) سے پڑھیں۔ بعد ازاں مراد آباد میں مولانا عالم نگینوی سے صحاح ستہ کی بعض کتابوں کا درس لیا اور دہلی جاکر میاں محمد نذیر حسین غیر مقلد سے بھی حدیث پڑھی۔

تحصیل علوم کے بعد فتح پوری، دہلی کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور ایک زمانہ تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی اور یہیں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوکر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ ترک کرکے تصنیف و تالیف میں منہمک ہوگئے، اور ریاست حیدر آباد سے آپ کے لیے وظیفہ جاری ہوگیا۔ عمر کے آخری حصہ میں مدرس عالیہ کلکتہ میں پانچ سو روپے ماہانہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ انگریزی حکومت نے آپ کو شمس العلما کا خطاب دیا۔

(نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۲۳۲)

آپ ایک بلند پایہ عالم دین، ماہر فقیہ، بے مثال مفسر و مناظر اور وسیع النظر مصنف و مدرس تھے۔ بہت سے علما و مشائخ نے مختلف علوم و فنون، خاص طور پر علم مناظرہ و کلام اور علم معانی و تفسیر میں آپ کی وسعت علم اور لیاقت و مہارت کی گواہی دی ہے۔ آپ متصلب سنی، حنفی تھے۔ باطل عقائد و نظریات کے حامل فرقوں کی سرکوبی میں پیش پیش رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہم عصر علما نے اپنی گراں مایہ کتابوں پر

آپ سے تقریظات و تصدیقات حاصل کیں چناں چہ مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری (متوفیٰ:۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء) کی میلاد و فاتحہ اور قیام میلاد وغیرہ پر گراں قدر کتاب "انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ" پر آپ نے ان الفاظ میں تقریظ تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

میں نے رسالہ انوار ساطعہ کو دیکھا ہے اور اس کے چند ابحاث کو پڑھا ہے، حقیقت میں مصنف ممدوح نے کمال متانت اور بڑی لیاقت سے بحث کی ہے، اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ رسالہ بے نظیر ہے اور اس کی تحریر میں مصنف حق بجانب ہے۔ محفل میلاد خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام اور باعث ترویج اسلام بین العوام ہے۔ اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ اس الزام سے یہ کام برا نہیں ہو سکتا۔ نبائے مساجد و مدارس جو بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفس فعل کو برا کہہ سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں، میرے نزدیک جس فریق نے بدعت سئیہ کے یہ معنی لیے ہیں کہ قرون ثلاثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی ہے وہ بدعت سئیہ ہے، اس نے بڑی غلطی کی، پھر جس نے اس نبائے فاسد پر تفریعات کی ہیں، اور اس کے پیروں نے ان کو "کالوحی من السماء" سمجھ لیا ہے وہ اور بھی غلطی میں پڑ گئے ہیں۔ واللہ الھادی وبیدہ ازمة المقاصد والمبادی" (ابو محمد عبد الحق)

(انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ ، از: مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری، ص: ۴۱۴، ۴۱۵)

نیز حضور اکرم ﷺ کے لیے علم غیب کے ثبوت پر حضرت مولانا محمد بشیر الدین صاحب کی بے مثال کتاب "منیر الدین فی اثبات علم جمیع الاشیاء لسید الانبیاء وخاتم المرسلین" معروف بہ "اضافة العیب فی ازالة الریب فی اثبات علم الغیب" پر بھی آپ نے اپنا مختصر تاثر تحریر فرمایا ہے۔

مصنف کتاب لکھتے ہیں:

کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرماتے۔ خداوند قدوس نے آپ کو دولت علم وفضل کے ساتھ خطابت کے ہنر سے نوازا تھا۔ آپ کا بیان سحر انگیز، دل گیر اور دلائل وبراہین سے پر ہوتا۔ عیسائی مبلغین کے خلاف آپ نے تقاریر کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، آپ اکثر لوہاری دروازہ لاہور کے باہر خطاب فرماتے اس کے علاوہ ملتان، راولپنڈی، گوجرانوالہ، انبالہ اور امرتسر وغیرہ شہروں میں دعوت وتبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے اور عیسائیوں کی ہفوات کا رد بلیغ فرماتے۔

قیام لاہور کے دوران آپ کو بادشاہی مسجد لاہور کا خطیب مقرر کیا گیا اور آپ نے خطابت کی اس ذمہ داری کو بارہ سال تک نہایت پابندی اور حسن وخوبی کے ساتھ نبھایا۔ یہ وہ دور تھا جب بگوی علما کے آخری خطیب حضرت مولانا محمد شفیق بگوی اپنے وطن مالون واپس جا چکے تھے۔

آپ نے مذہب اسلام کے خلاف عیسائیوں کی سرگرمیوں کو روکنے اور لوگوں کو ان کے دام فریب میں آنے سے بچانے کے لیے "دعوۃ الحق" کے نام سے تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کیا جس سے عوام وخواص دونوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔

۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں عربی، فارسی اور دینیات کے پروفیسر کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور قیام لاہور ہی کے زمانہ میں مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی (متوفی: ۱۳۳۰ھ) کی کتاب "ضابطہ درتحصیل رابطہ" پر تکملہ لکھ کر "تصور شیخ" کے مسئلہ کو بہت ہی آسان انداز میں واضح فرمایا۔ آپ کی اس علمی بحث کو معاصرین صوفیہ اور علماے تصوف نے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا اور سراہا۔

حضرت مولانا پیر عبد الغفار شاہ کشمیری قدس سرہ (متوفی: ۱۳۴۰ھ) سے آپ کے بڑے گہرے تعلقات تھے، اکثر اوقات انھیں کے پاس گزارتے۔ حضرت پیر صاحب ہر ماہ کی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو ختم شریف کرایا کرتے تھے، اس میں آپ نہایت دل پذیر انداز میں خطاب فرمایا کرتے۔ نیز ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر سیرت رسول عربی ﷺ پر بھی آپ خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اور پیر صاحب آپ کی عزت افزائی کے طور پر آپ کی دستار بندی فرمایا کرتے تھے۔ علم وعرفان کی ان مجالس میں پیر صاحب کے علاوہ حضرت مولانا اصغر علی روحی (متوفی: ۱۳۵۳ھ) اور مولانا نور بخش توکلی (متوفی: ۱۳۶۷ھ) پروفیسر گورنمنٹ کالج جیسے صوفی منش اور صاحب دل حضرات بھی شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک عرصہ تک نماز مغرب کے بعد مسلم شریف کا درس دیتے رہے، جس سے لاہور کے بہت سے علما مستفید ہوئے اس درس حدیث کی وجہ سے آپ کو بے پناہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور اسی شہرت کی بنا پر آپ مدرسہ غوثیہ لاہور کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔

۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ء میں امرتسر پنجاب میں "جمعیۃ الاحناف امرتسر" قائم کی گئی تو اس کی انتظامیہ مجلس میں مولانا حافظ سید احمد علی شاہ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بحیثیت رکن شامل تھے۔

آپ نے تراجم و تصانیف کا کافی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے جسے اہل علم نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور استفادہ کیا چناں چہ آپ کی جن کتابوں کا پتہ چل سکا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ترجمہ شفا شریف (بغیر متن) از: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

(۲) ترجمہ نفحات الانس، از: مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) ترجمہ مشکوٰۃ الانوار، از: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) ترجمہ تحفۃ القلوب وہدایۃ الارواح، از: شیخ عثمان جالندھری

(۵) راہ ہدیٰ ترجمہ حق نما، از: شہزادہ دارا شکوہ

(۶) ترجمہ بہجۃ الاسرار و معدن الاسرار، از: شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) ترجمہ طحاوی شریف، از: امام ابو جعفر حنفی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

اول:	۱۹۱۳ء	ص:۶۳۳
دوم:	۱۹۱۳ء	ص:۴۰۶
سوم:	۱۹۱۳ء	ص:۴۸۹
چہارم:	۱۹۲۵ء	ص:۶۵۰

(۸) سرور الخاطر فی نداء یا شیخ سید عبد القادر

(۹) نور الشمعۃ فی ظہر الجمعہ۔ (حضرت پیر عبد الغفار خطیب تکیہ سادھواں کے ایما پر لکھی گئی اور انھیں کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔)

(۱۰) نصر المقلدین فی جواب الظفر المبین۔

(تذکرہ اکابر اھل سنت (پاکستان) ص:٤٩ تا ٥١، از: علامہ عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ مکتبہ قادریہ، جامعہ، نظامیہ، رضویہ لاھور۔)

آپ کی قابل قدر تصانیف میں "نصر المقلدین" انتہائی گراں مایہ، معلوماتی اور مدلل کتاب ہے، جو غیر مقلدین (اہل حدیث) کی ہفوات اور اہل سنت وجماعت احناف کی جانب منسوب کردہ ان کے خود ساختہ مغالطوں کا مسکت اور دنداں شکن جواب ہے۔ جس کتاب کے جواب میں یہ کتاب نصر المقلدین تحریر کی گئی اس کا اصل نام

"الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین" ہے۔ یہ ایک نومسلم غیر مقلد کی تصنیف ہے جس کا اصل نام ہری چند بن دیوان چند کھتری، ساکن علی پور، ضلع گوجرانوالہ، پنجاب ہے۔ جس نے برائے نام اسلام قبول کر کے اپنا نیا نام غلام محی الدین رکھا۔ یہ کتاب لاہور، پاکستان سے کئی بار شائع ہوئی۔ دیگر اشاعتوں کا حال معلوم نہیں البتہ دوسری مرتبہ یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اس غیر مقلد وہابی نے ائمہ سلف، مجتہدین عظام، خاص طور پر امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدف طعن و تشنیع بنایا اور ان کی شان اقدس میں یاوہ گوئی و بدگوئی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور جگہ جگہ آپ کو مخالف قرآن و حدیث بتا کر سادہ لوح عوام اور مقلدین کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔ فقہ کے بہت سے مسائل درج کرنے کے بعد اس کج فہم نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے ان مسائل میں قرآن یا حدیث کی مخالفت کی ہے اور ہر مسئلہ کے تحت ایک حدیث اور کہیں کہیں آیت کریمہ لکھ دی ہے کہ یہ مسئلہ اس آیت یا اس حدیث کے مخالف ہے اور جو آیت یا حدیث اس مسئلہ کے موافق تھی اس کو ترک کر دیا ہے حالاں کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ اس غیر مقلد وہابی نے مقلدین کی جانب سے بہت سی باتوں کا خود اختراع کر کے ان کا رد کیا ہے جن کے قائل مقلدین ہرگز نہیں ہیں۔

غرض یہ کہ کتاب الظفر المبین بے شمار ہفوات، ناقص دلائل اور فرضی مغالطات کا مجموعہ تھی، جس کا جواب حضرت مولانا سید احمد علی شاہ بٹالوی قدس سرہ العزیز نے بہت ہی سنجیدہ پیرایہ اور علمی وقار کے ساتھ دیا ہے ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ و کلمات سے اجتناب کیا ہے۔ آپ نے غیر مقلد کی بات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ "قولہ" لکھ کر چند جملے متن میں لکھ دیے ہیں اور اس کی پوری بات حاشیے میں درج فرمائی ہے اور پھر "اقول" کے ذریعہ ان باتوں کا شائستہ جواب دیا ہے اور قرآن و حدیث و اقوال فقہا و محدثین سے اپنی بات کو موکد فرمایا ہے۔ مصنف کتاب نے خاص طور پر تقلید کے مسائل کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور غیر مقلدین کی مکاریوں اور عیاریوں کا پردہ فاش کر دیا ہے ہر صاحب عقل و انصاف اس کتاب کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتا ہے کہ مصنف الظفر المبین نے بے شمار مقامات پر فقہا کی عبارتوں کے مطالب کی تفہیم میں خطا کی ہے اور بعض جگہ عبارتوں کے ترجمے میں تصرف کر دیا ہے اور متعدد مواضع پر دلائل نقلیہ میں اپنے مطلب کی بات کو لے لیا ہے اور جو اس کے مخالف تھی اسے چھوڑ دیا ہے اور بعض فقہی مسائل میں غیر مفتی بہ کو مفتی بہ قرار دیا اور بعض وہ حدیثیں جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستدل نہیں تھیں اور غیر معمول بہا تھیں ان کو ذکر کر دیا اور جن احادیث سے امام صاحب نے تمسک کیا ہے ان کو ترک کر دیا ہے۔ نیز بے شمار مغالطے جو انھوں نے مقلدین کی جانب منسوب کیے ہیں وہ خود ساختہ ہیں اور اس پر خود مصنف کی زبان حال گواہ ہے کہ دیگر باتوں کا تو کوئی حوالہ درج کر دیا ہے مگر مغالطوں کے تعلق سے ان کا قلم

بالکل خاموش ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مغالطے محض فرضی واختراعی ہیں اہل سنت وجماعت کی کسی کتاب میں درج نہیں۔

سید احمد شاہ بٹالوی کی یہ کتاب جب منظر عام پر آئی تو غیر مقلدین کے ہوش اڑ گئے اس لیے کہ اس کتاب میں ان کے نظریہ عدم تقلید کی من کل الوجوہ تردید کر دی گئی ہے اور سلف صالحین وائمہ کرام کی شان میں ان کی گستاخانہ عبارتوں اور زبان درازیوں کا مکمل جواب دے دیا گیا ہے، مگر جن کے دلوں پر مہر ہو جاتی ہے وہ قبول حق سے محروم ہی رہتے ہیں۔

نصر المقلدین سے قبل بھی دو کتابیں ''الظفر المبین'' کے رد میں تحریر کی گئیں، پہلی مولانا منصور علی خاں کی کتاب ''فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین'' ہے اور دوسری مولانا حکیم وکیل احمد بن قلندر حسین سکندر پوری بلیاوی کی کتاب ''نصر المجتہدین برد ہفوات غیر المقلدین'' ہے ان کتابوں میں غیر مقلدین کی باتوں کا جواب تو ہے مگر مسئلہ تقلید پر سیر حاصل گفتگو نہیں کی گئی ہے اس لیے مصنف نے مسئلہ تقلید پر تفصیلی گفتگو کی ہے کیوں کہ تقلید ہی پر تمام مسائل کا دار و مدار ہے۔ نیز اس کتاب میں قیاس کی حجیت اور آمین بالجہر وغیرہ پر بھی بحث کی گئی ہے اور مخالفین تقلید کے کھوکھلے اور بودے دلائل اور ان کی متعصبانہ ذہنیت کا پردہ فاش کیا گیا ہے آخر میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بھی بیان کر دیے گئے ہیں اس لیے کہ غیر مقلدین متعصبین نے سب سے زیادہ آپ ہی کو ہدف ملامت بنا کر اپنی آخرت خراب کی ہے۔

اس کتاب میں حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی (متوفی: ۱۳۳۴ھ) کا معروف و مشہور فتویٰ ''جامع الشواہد باخراج الوہابیین عن المساجد'' بھی شامل ہے۔ یہ ایک تاریخی فتویٰ ہے جس میں آپ نے پہلے غیر مقلدین کی ظاہری علامتوں کا ذکر کیا ہے اور پھر ان کے عقائد باطلہ اور معمولات فاسدہ کا ذکر کر کے یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ یہ ایک گمراہ وگمراہ کن فرقہ ہے اس سے مخالطت ومجانست جائز نہیں اور انھیں مساجد سے نکالنا جائز ہے۔ دہلی، کان پور، لدھیانہ پنجاب، دیوبند، اندور، چھاؤنی، رام پور وغیرہ کے اکابر علما نے اس فتویٰ کی تائید و تصدیق فرمائی اور اپنے مواہیر و دستخط ثبت کیے ہیں۔ نیز حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کے مفتیان کرام کے فتاوے بھی اس کتاب میں شامل ہیں جو انھوں نے اس غیر مقلد کی کتاب ''الظفر المبین'' کے رد میں تحریر فرمائے ہیں۔

کتاب ''نصر المقلدین'' کو مصنف کے معاصر علما نے بے حد پسند فرمایا اور اس پر گراں قدر تاثرات و تقریظات بھی تحریر فرمائیں ذیل میں مولانا عبد العلی آسی مدراسی، لکھنوی (متوفی: ۱۳۲۷ھ) کی منظوم تقریظ کے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے معاصرین کی نگاہ میں آپ کی علمی فضیلت و وقعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

احمد علی چو سیف قلم را علم نمود ۔۔۔ دادہ شکست فاش ظفر را بہ نصر دیں

گر دعوائے مناظرہ دارد باد کسے ۔۔۔ ناوک ہمیں، نشانہ ہمیں، معرکہ ہمیں

تحریر در دلائل و سفسیر در اصول عریف در اوائل وغطریف در پسیں
علامۂ علوم کتاب و حدیث و فقہ فہامۂ فہوم اصول وفروع دیں
وہابیاں نمود چوں باوے مناظرہ عاجز شدہ، گریختہ از ہند تابہ چیں

آپ نے ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء میں اس دار فانی سے دار بقا کی جانب ہجرت کی۔ آپ کے صاحب زادے حافظ بختیار علی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء میں فوت ہوئے۔ ان کے علاوہ اولاد کا پتہ نہیں چل سکا۔ حضرت مولانا سید احمد علی شاہ بٹالوی قدس سرہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری (متوفیٰ: ۱۳۵۴ھ) نے پڑھائی۔ مزار مبارک میانی لاہور کے قبرستان میں ہے۔

(تذکرہ اکابر اھل سنت (پاکستان) ص: ۵۰، ۵۱، از: علامہ عبد الحکیم شرف قادری قدس سرہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاھور۔)

صاحب فتویٰ جامع الشواہد

استاذ العلما حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۶ء، وفات: ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء

آپ معین الدین اکبر شاہ ثانی کے عہد میں ۱۲۵۱ھ / ۱۹۳۶ء میں راندیر، ضلع سورت گجرات میں پیدا ہوئے والد بزرگوار کا نام مولانا محمد طیب ہے۔ سلطان شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں آپ کے اجداد مدینہ منورہ سے ہندوستان تشریف لائے اور حکومت کے عظیم مناصب پر فائز ہوئے۔ آپ کے جدِ معظّم حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے راندیر ہی میں سکونت اختیار فرمائی اور بساطِ علم و ہدایت سجا کر مصروف تدریس و ارشاد ہوئے۔ اور معاشی ضرورتوں کے لیے کپڑے کی تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔

رسم بسم اللہ خوانی آپ کے دادا بزرگوار نے کرائی۔ اس کے بعد والد ماجد مولانا محمد طیب قدس سرہ سے تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔ ابھی آپ نے اپنی عمر کی اکیسویں منزل میں قدم رکھا تھا کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ جس میں آپ کے دو حقیقی بھائیوں سمیت آپ کے خاندان کے متعدد افراد انگریزوں کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔ آپ کے دادا بزرگوار کے سامان تجارت میں انھوں نے آگ لگادی اور آپ کے مکان کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ آپ اپنے والدین اور برادر خورد مولانا عبد اللطیف کے ساتھ روپوش ہوگئے اور پھر عراق کی جانب رحلت فرمائی۔ وہاں پر تین سال قیام فرما کر حج و زیارت کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچے اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ میں چند مہینوں قیام فرمایا پھر اپنے وطن راندیر واپس آگئے۔

چوں کہ اکتساب علم کا جذبہ آپ کے سینے میں پوری طرح موجزن تھا، اس لیے اپنے بھائی کے ساتھ پہلے آپ دہلی مدرسہ حسین بخش پہنچے اور پھر وہاں سے تحصیل علوم کے بعد علی گڑھ میں استاذ الکل حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفی: ۱۳۳۴ھ) کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور دونوں بھائیوں نے تکمیل علوم و فنون کی۔

۱۸۶۵ء میں مولانا احمد علی سہارن پوری، محشی بخاری (متوفی: ۱۲۹۷ھ) کے درس حدیث میں شامل ہو کر سند و اجازت حاصل کی اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ (متوفیٰ ۱۳۱۳ھ) سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا اور پیر و مرشد نے سند حدیث کے ساتھ سند خلافت بھی مرحمت فرمائی۔

مغربی علوم کے مضر اثرات سے مسلمانان ہند کو بچانے کے لیے علامہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مشورہ سے

علما کی ایک مختصر فعال جماعت آپ کی قیادت میں ملک کے مختلف گوشوں میں روانہ ہوئی۔ جس کے اراکین مولانا محمد علی واعظ دہلوی، مولانا شاہ احمد حسن کان پوری، مولانا سید محمد علی کان پوری (کان پوری صاحب مجلس ندوۃ العلما کے قیام کے بعد پلٹا کھا کر دیوبندیت نواز ہو گئے اور شامت اعمال سے پھر ان کو توبہ کی توفیق نہ ہو سکی۔) تھے۔ جب یہ قافلہ جانے کے لیے تیار ہوا تو حضرت علامہ فضل الرحمٰن کی موجودگی میں علما کی ایک جماعت ان کی کامیابی و کامرانی کے لیے دیر تک بارگاہ الٰہی میں مصروف دعا رہی۔ اس دورے کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہوا خاص طور پر بنگال میں مولانا سید عبد الحی اسلام آبادی اور پنجاب میں حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ کی وجہ سے کافی کامیابی ملی۔

۱۸۶۷ء میں آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے اور حکیم خلیل الرحمٰن پیلی بھیتی کی دعوت پر علوم و فنون کی ترویج کے لیے پیلی بھیت شریف لے گئے اور حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں شہید کی بنائی ہوئی جامع مسجد میں ان کے نام سے منسوب مدرسہ حافظیہ میں صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ اور پھر آپ نے ۱۳۰۱ھ میں اسی جامع مسجد سے متصل ایک وسیع آراضی خرید کر "مدرسۃ الحدیث" قائم کیا جس کا سنگ بنیاد علمائے رام پور و علمائے بدایوں و پنجاب کی موجودگی میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۴۰ھ) نے رکھا اور تین گھنٹہ فن حدیث پر پُر مغز خطاب فرمایا۔

جملہ علوم و فنون میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی خاص طور پر علم حدیث میں اپنی مثال آپ تھے دیگر علوم و فنون کے علاوہ مستقل چالیس برس تک آپ نے حدیث کا درس دیا۔ آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت تھی، دہلی، سہارن پور، کان پور، رام پور، جون پور، علی گڑھ اور لاہور وغیرہ سے طلبہ اکتساب علم کے بعد آپ کے درس حدیث میں شرکت کے لیے آتے نماز فجر کے بعد سے ظہر تک اور ظہر سے آدھی رات تک اور کبھی اس سے بھی زیادہ وقت تک آپ کا درس حدیث جاری رہتا۔ آپ کے نامور تلامذہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) علامہ ضیاء الدین مدنی (خلیفہ مجاز امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

(۲) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

(۳) علامہ مشتاق احمد کان پوری۔

(۴) مولانا نثار احمد کان پوری، مفتی اعظم آگرہ۔

(۵) مولانا مفتی عبد القادر جہاں گیروی۔

(۶) ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری۔

(۷) مولانا سید خادم حسین علی پوری۔

(۸) مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی۔
(۹) مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری۔
(۱۰) صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت)
(۱۱) سبحان الہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی (رحمہم اللہ تعالی)

حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات حسب ذیل ہیں:

(۱) حاشیہ سنن نسائی شریف، مطبوعہ مطبع نظامی۔
(۲) حاشیہ طحاوی شریف، مطبوعہ مصر و پاکستان۔
(۳) التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ و مجلس برکات، مبارک پور
(۴) حاشیہ جلالین۔
(۵) حاشیہ مشکوٰۃ۔
(۶) جامع الشواہد باخراج الوہابیین عن المساجد۔

علم و حکمت کا یہ روشن و تابناک آفتاب ۸؍ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء کو اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے "یطاف علیهم بآنية من فضة واکواب" سے تاریخ وفات کا استخراج فرمایا۔

(تذکرہ علماے اہل سنت ص:۲۵۷ تا ۲۶۱، از: مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ پاکستان)

تقریظ نگارانِ نصر المقلدین

حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین فاروقی مجددی، رام پوری، رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۴۸ھ　　　وفات: ۱۳۱۱ھ

مولانا ارشاد حسین بن مولانا حکیم احمد حسین مجددی ۱۴؍ صفر ۱۲۴۸ھ میں محلہ پیلا تالاب، شہر مصطفیٰ آباد عرف رام پور، یوپی میں پیدا ہوئے۔ سات واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب مجدد الف ثانی شیخ احمد

فاروقی سرہندی سے جاملتا ہے۔ آپ نے فارسی کتابیں اپنے والد گرامی مولانا حکیم احمد حسین مجددی، اپنے بھائی مولوی امداد حسین مجددی، شیخ احمد علی اور شیخ واجد علی سے پڑھیں۔ نحو و صرف وغیرہ علوم عربیہ کی تعلیم مولوی حافظ غلام نبی، مولوی جلال الدین اور مولوی نصیر الدین خاں سے حاصل کی اور علماے لکھنؤ سے علوم نقلیہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ پھر رام پور میں ملا محمد نواب افغانی، نقش بندی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کتب معقول کا درس لیا۔

(مولانا ارشاد حسین رام پوری حیات و خدمات، از: سید شاہد علی، رام پوری، ص:۱۱، ۱۲ ملخصاً)

آپ نے اپنے استاذ گرامی ملا محمد نواب افغانی کی رہ نمائی سے جامع شریعت و طریقت علامہ، مفتی شاہ احمد سعید مجددی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر تصوف اور حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

کچھ عرصہ بعد اپنے خادم خاص محمد موسیٰ بخاری کو ساتھ لے کر حج و زیارت کے لیے پیدل روانہ ہوئے۔ آٹھ ماہ میں یہ مبارک سفر طے ہوا حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں شیخ کی زیارت سے شاد کام ہوئے اور مکمل ایک سال تک وہیں اپنے شیخ کی بارگاہ میں رہ کر تکمیل سلوک کی۔ وہاں سے واپس تشریف لاکر رام پور میں عارف باللہ مولانا عبد الکریم عرف ملا فقیر اخوند قادری چشتی کی خانقاہ کے حجرے میں قیام کیا اور یہیں پر صرف نو ماہ کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کیا۔

نواب کلب علی خاں، خلد آشیانی والی رام پور سے زمانہ طالب علمی سے ہی محبت و مودت تھی۔ انھوں نے والی تخت و تاج ہونے کے بعد آپ کے اعزاز و اکرام میں اور اضافہ کیا۔ امور سلطنت میں آپ سے مشورے لیتے۔

(تذکرہ علماے اہل سنت، از: محمود قادری، ص:۲۴.)

۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں آپ نے اپنے مکان محلہ کھاری کنواں میں ''ارشاد العلوم'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا۔ اس مدرسہ میں آپ خود تعلیم دیتے۔ جہاں سے سیکڑوں طلبہ نے استفادہ کیا۔

۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء میں آپ نے اس مدرسہ کو باضابطہ شکل دی اور حضرت مولانا میاں سید خواجہ احمد قادری رام پوری کو اس مدرسہ کا مہتمم بنایا۔

مولانا ارشاد حسین رام پوری درسی کتابوں کے علاوہ مثنوی مولانا روم مکتوبات امام ربانی، عوارف المعارف اور احیاء العلوم وغیرہ کا بھی درس دیتے۔ مزید بر آں دور دراز سے آئے ہوئے استفتا کے جوابات بھی تحریر فرماتے۔

آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ دین و سنیت کی اشاعت کا جذبہ فراواں آپ کے سینے میں موجزن تھا۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں پیش پیش رہتے۔ باطل و گمراہ فرقوں سے سخت متنفر تھے۔

نواب قطب الدین خاں دہلوی نے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔ اس کے رد میں مولوی نذیر حسین دہلوی (غیر مقلد) نے "معیار حق" کے نام ایک رسالہ شائع کیا۔ جس میں امام صاحب پر زبان طعن دراز کی۔ اور آپ کی شان ہیں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ تو مولانا ارشاد حسین رام پوری نے معیار حق کے جواب میں انتصار الحق کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے تقلید ائمہ کا وجوب ثابت کیا۔ اس کتاب نے ایوان غیر مقلدیت میں زلزلہ برپا کر دیا۔

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری، شمس العلما علامہ ظہور الحسین رام پوری، مولانا عبد الغفار خاں رام پوری، مولانا شاہ عنایت اللہ خاں رام پوری وغیرہ آپ کے نام ور تلامذہ اور کبار علمائے اہل سنت سے تھے، مشہور معتزلی عالم "شبلی نعمانی" نے رام پور میں آپ سے فقہ کا درس لیا۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت، ص:۲۵)

آپ کی درج ذیل تصانیف علمی و دینی یادگار ہیں۔

(۱) انتصار الحق۔

(۲) ترجمہ کتاب الحیل فتاویٰ عالم گیری۔

(۳) فتاویٰ ارشادیہ، اول، دوم۔

(۴) ارشاد الصرف

ان کے علاوہ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اور دیگر کئی ایک اکابر علماے اہل سنت وجماعت کی کتابوں پر تاثرات وتقریظات تحریر فرمائیں۔

۸/ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں آپ نے جام وصال نوش فرمایا۔

(مولانا ارشاد حسین رام پوری حیات و خدمات، ص:۲٦ و ۳۱)

حضرت مولانا، مفتی غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۵۵ھ وفات:۱۳۱۸ھ

بگا (بضمہ با وتشدید کاف فارسی) ضلع سرگودھا کے مضافات میں قصبہ بھیرہ کے نزدیک ایک گاؤں ہے جہاں پر حضرت مولانا مفتی غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۱۲۷۳ھ) بڑے پایہ کے عالم ومحدث تھے اور آپ کے جد امجد حضرت حافظ نور حیات رحمۃ اللہ علیہ مقبول الٰہی اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے والد گرامی مولانا غلام محی الدین کو بھیرہ کے بازاروں میں گشت کرنے والے ایک صاحب حال بزرگ نے یہ بشارت دی تھی کہ آپ کا بیٹا صاحب فضل وکمال ہوگا چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ آپ علم وفضل کے آفتاب بن کر چمکے اور بے شمار لوگوں کو آپ کی بابرکت ذات سے فیض پہنچا۔

مفتی غلام محمد بگوی نے درسی کتابوں کا علم اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور علم حدیث کی سند بھی آپ ہی سے حاصل کی، علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی تحصیل بھی والد محترم کی خدمت میں رہ کر کی۔ چناں چہ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

"والد محترم علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن کی طرف خاص توجہ دیا کرتے تھے ایک رات ایک خاص وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا تو خواب میں سرور عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے بارگاہ رحمت دوعالم ﷺ میں التجاے کرم کی تو ایک جاں بخش مسکراہٹ سے جواب ملا: کل امر مرھون بوقتہ صبح ہوئی تو خواب والد صاحب کو سنایا آپ نے فرمایا: "مبارک ہو! دین و دنیا کے امور کی درستگی کی بشارت مل گئی ہے۔" اور والد مکرم سے کہا: اس خواب کے بعد مجھ پر اتنے علوم منکشف ہوئے جو میرے حوصلہ سے بھی زیادہ تھے۔"

(تذکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، از پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، ص:۲۱۸، مکتبہ نبویہ، لاہور)

آپ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۲۹۶ھ) سے بیعت تھے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۳۲۷ھ) سے روحانی فیض حاصل کیا۔ اور اس طرح چشتیہ برکات سے بھی فیض یاب ہوتے رہے۔ آپ کو حضرت داتا گنج بخش لاہوری (متوفیٰ ۴۶۵ھ) سلطان العارفین حضرت سلطان باہو (متوفیٰ:۱۱۰۲ھ) رحمہما اللہ سے خاص عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ باباجی فقیر محمد قدس سرہ تیراہی (متوفیٰ:۱۳۱۵ھ) سے تو آپ نے خصوصی فیضان حاصل کیا۔ چناں چہ صاحب زادہ باولی شریف ضلع گجرات والے فرمایا کرتے تھے کہ "باباجی نے جو کچھ آپ (مفتی غلام محمد بگوی) کو دیا کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔"

(تذکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، از پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، ص:۲۱۹، مکتبہ نبویہ، لاہور)

حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت بابا جی فقیر محمد) کے حلقۂ ارادت میں بڑے بڑے فضلا اور کاملین داخل ہوئے جو آپ کے فیض صحبت سے آسمان علم و عرفان کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ان میں سے امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (متوفیٰ: ۱۳۷۰ھ) حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی (متوفیٰ: ۱۳۵۸ھ) حضرت مولانا حافظ عبد الکریم

راولپنڈی (متوفیٰ:۱۳۵۵ھ) اور حضرت مولانا مفتی غلام محمد بگوی (متوفیٰ:۱۳۱۸ھ) وغیرہم رحمہم اللہ نہایت مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، ص:۳۸۹)

آپ نے جامع مسجد عالم گیری معروف بہ شاہی مسجد کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کرادیا اور آپ ہی سب سے پہلے اس مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور مسجد کی تولیت بھی آپ کے ذمہ سپرد ہوئی۔ چناں چہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”سکھوں نے اپنے عہد سلطنت میں جامع مسجد عالم گیری المعروف شاہی مسجد کو چھاؤنی میں تبدیل کر دیا تھا، سکھ فوجیوں کے گھوڑے مسجد کے وسیع صحن میں بندھتے اور حوض سے پانی پیتے بارود خانہ مسجد کے حجروں میں تھا جب کوئی دوسرا حملہ آور سکھ آتا تو مسجد کے مینار سے نصب شدہ توپوں سے گولے برسائے جاتے، جواباً جو گولہ باری ہوتی وہ اکثر مسجد کے محراب و منبر کو مجروح کرتی اور میناروں کو ہلا دیتی۔ انگریزوں نے ۱۸۴۷ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا تو مسجد بدستور چھاؤنی ہی بنی رہی۔ آپ تصور کریں کہ لاہور کے مسلمانوں کے قلب و جگر پر کیا گزرتی ہو گی جب ان کی اتنی بڑی مسجد ان کی آنکھوں کے سامنے اس حالت میں ہو۔ حالات معمول پر آئے تو مولانا غلام محمد بگوی نے ایک تحریک شروع کی جس کا مقصد مسجد کو خالی کرانا تھا ان کی لگاتار جدوجہد نے لاہور کے مقتدر مسلمانوں کو بھی اسی مطالبہ کا ہم نوا بنا دیا تھا اور وہ بھی جرأت و دیانت داری کے ساتھ آپ کے معاون بن گئے۔ ڈپٹی برکت علی مرحوم اور فقیر جمال الدین مرحوم اور دیگر اکابرین نے مولوی غلام محمد بگوی کے ساتھ مل کر اس مسجد کو مسلمانوں کی عبادت کے لیے حاصل کر لیا اور اسے پاک کیا گیا اور مرمت کر کے باقاعدہ اذان و خطبہ و جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا غلام محمد بگوی کو نہ صرف شاہی مسجد کا پہلا خطیب و امام مقرر کیا گیا بلکہ مسجد کہ تولیت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔

(تزکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، ص:۲۱۹)

آپ نے اسی شاہی مسجد میں ایک دارالافتا قائم فرمایا۔ جہاں اہل سنت و جماعت کے علما کا ایک بورڈ قائم کر دیا گیا۔ جو دینی مسائل اور عوام کے استفسارات کا جواب دیتا۔ لاہور کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی

ابتری کے باوجود آپ نے اسلامی زندگی کو ہموار رکھنے کے لیے بڑا اہم کام کیا۔ انجمن نعمانیہ کے ذہین طلبہ دقیق مسائل پر آپ سے تبادلۂ خیال کرتے۔ اس کے علاوہ لاہور کے تمام سنی علما مسائل کے حتمی فیصلہ کے لیے آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ ملک کے اعتقادی لٹریچر پر نظر ڈالی جائے تو اس دور میں شاید ہی کوئی کتاب اہل سنت کے مسلک پر ایسی چھپی ہو جس پر آپ کے مہر تصدیق ثبت نہ ہوئی ہو۔

مولانا غلام قادری بھیروی (متوفیٰ: ۱۳۲۷ھ) مولانا محمد ذاکر بگوی (متوفیٰ: ۱۳۳۴ھ) مولانا محمد عالم آسی امرتسری (متوفیٰ: ۱۳۶۳ھ) مولانا غلام محمد دستگیر قصوری (متوفیٰ: ۱۳۱۵ھ) مولانا نور احمد پسروری (متوفیٰ:۱۳۴۸ھ) رحمہم اللہ تو اکثر آپ سے استفادہ کیا کرتے۔

آپ ہر سال حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ (متوفیٰ: ۱۰۳۴ھ) کے عرس کے موقع پر سرہند شریف جاتے اور وہاں پر آئے ہوئے اولیاے کرام اور بزرگانِ دین کی زیارت سے فیض یاب ہوتے۔

۴/ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ کو آپ واصل بحق ہوئے آخری آرام گاہ بگا میں ہے۔۔ ”بجھا ہے پنجاب کا چراغ آہ اب“ سے آپ کی تاریخ وفات بر آمد ہوتی ہے۔

(تذکرہ علماے اہل سنت و جماعت لاہور، ص:۲۲۰)

حضرت مولانا حکیم وکیل احمد سکندرپوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۵۸ھ وفات:۱۳۲۲ھ

مولانا حکیم وکیل احمد بن قلندر حسین بن محمد وسیم بن محمد عطا عمری، حنفی، ۹/ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ میں سکندرپور، بلَیا یوپی میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور صوفی شاعر حضرت عبد العلیم آسی، رشیدی غازی پوری (متوفیٰ ۱۲۳۵ھ) کے چچازاد بھائی ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن سکندرپور میں ہی حاصل کی۔ پھر حضرت علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی کی خدمت میں جون پور پہنچے اور آپ سے درس نظامی کی اکثر کتابوں کا درس لیا اور ۱۲۷۶ھ میں علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ مولانا فرنگی محلی نے ”نور الانوار“ کا مشہور حاشیہ ”قمر الاقمار“ آپ ہی کے لیے لکھا تھا۔

آپ نے لکھنؤ میں حکیم نور کریم لکھنوی سے طب پڑھی اور کچھ عرصہ تک مطب بھی کیا۔ ۱۲۸۳ھ میں حیدر آباد دکن گئے اور سرکار آصفیہ میں صوبہ شرقی کے نائب مقرر ہوئے۔

مولانا عبد الحی فرنگی محلی اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی کے درمیان تقلید وغیرہ کے سلسلہ میں تحریری مناظرہ ہوا تو آپ اپنے استاذ زادہ مولانا عبد الحی کے ہمراہ تھے اور نواب کے منظوم رسالہ کا جواب نظم میں بعنوان "دیوان حنفی" دیا اور نثر کا جواب نثر میں دیا۔

آپ بہت ذکی زود فہم اور باصلاحیت عالم دین تھے، آپ کا شمار اکابر علمائے اہل سنت میں ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے خاص تعلقات و روابط تھے۔ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں حضرت مولانا شاہ میر اشرف علی بن مولانا پیر سلطان علی قدس سرہما کے مرید تھے۔

آپ نے مختلف علوم وفنون میں تقریباً نوے کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چند کے اسما اس طرح ہیں۔

(۱) معیار الصرف (۲) الیاقوت الرمانی شرح المقامات للبدیع الهمدانی. (۳) اخبار النحاة. (۴) تذکرة الطیب فیما یتعلق بالطب والطبیب. (۵) ازالة المحن عن اکسیر البدن. (۶) ابطال الاباطیل برد التاویل العلیل. (۷) ارشاد العتود الی طریق عمل المولود. (۸) صیانة الایمان عن قلب الاطمینان. (۹) الکلام المقبول فی اثبات اسلام آباء الرسول. (۱۰) الاعتماد بخطاء الاجتهاد. (۱۱) نور العینین فی تفسیر ذي القرنین. (۱۲) نصرة المجتهدین برد هفوات غیر المقلدین. (۱۳) التحقیق المزید فی لعن یزید. (۱۴) الانوار الاحمدیه. (۱۵) الهدیة المجددیه.

۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں حیدر آباد دکن میں آپ کا انتقال ہوا۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت از: مولانا محمود قادری، ص:۲۵۷، ۲۶۵)

(نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۵۴۵)

حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۶۷ھ وفات: ۱۳۳۵ھ

مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی بن امیر بن خواجہ شمس الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۲۷/ رجب المرجب ۱۲۶۷ھ میں پنجاب کے ضلع انبالہ کے ایک گاؤں گمتھلہ میں پیدا ہوئے آپ کے اجداد میں سے خواجہ سلیم بن مظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت اورنگ زیب عالم گیر قدس سرہٗ کے زمانہ میں "تبریز" سے ہندوستان آئے اور گمتھلہ میں بود و باش اختیار کرلی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی اس کے بعد آپ کان پور تشریف لائے اور مولانا عبد الحق بن غلام رسول حسینی کان پوری (متوفیٰ: ۱۳۱۲ھ) سے بعض کتابوں کا درس لیا اور زیادہ تر کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفیٰ: ۱۳۳۴ھ) سے پڑھیں۔ بعد ازاں مراد آباد میں مولانا عالم نگینوی سے صحاح ستہ کی بعض کتابوں کا درس لیا اور دہلی جاکر میاں محمد نذیر حسین غیر مقلد سے بھی حدیث پڑھی۔

تحصیل علوم کے بعد فتح پوری، دہلی کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور ایک زمانہ تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی اور یہیں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوکر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ ترک کرکے تصنیف و تالیف میں منہمک ہوگئے، اور ریاست حیدر آباد سے آپ کے لیے وظیفہ جاری ہوگیا۔ عمر کے آخری حصہ میں مدرس عالیہ کلکتہ میں پانچ سو روپے ماہانہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ انگریزی حکومت نے آپ کو شمس العلما کا خطاب دیا۔

(نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۲۳۲)

آپ ایک بلند پایہ عالم دین، ماہر فقیہ، بے مثال مفسر و مناظر اور وسیع النظر مصنف و مدرس تھے۔ بہت سے علما و مشائخ نے مختلف علوم و فنون، خاص طور پر علم مناظرہ و کلام اور علم معانی و تفسیر میں آپ کی وسعت علم اور لیاقت و مہارت کی گواہی دی ہے۔ آپ متصلب سنی، حنفی تھے۔ باطل عقائد و نظریات کے حامل فرقوں کی سرکوبی میں پیش پیش رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہم عصر علما نے اپنی گراں مایہ کتابوں پر

آپ سے تقریظات و تصدیقات حاصل کیں چناں چہ مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری (متوفیٰ:۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء) کی میلاد و فاتحہ اور قیام میلاد وغیرہ پر گراں قدر کتاب "انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ" پر آپ نے ان الفاظ میں تقریظ تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

میں نے رسالہ انوار ساطعہ کو دیکھا ہے اور اس کے چند ابحاث کو پڑھا ہے، حقیقت میں مصنف ممدوح نے کمال متانت اور بڑی لیاقت سے بحث کی ہے، اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ رسالہ بے نظیر ہے اور اس کی تحریر میں مصنف حق بجانب ہے۔ محفل میلاد خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام اور باعث ترویج اسلام بین العوام ہے۔ اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ اس الزام سے یہ کام برا نہیں ہو سکتا۔ نباے مساجد و مدارس جو بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفس فعل کو برا کہہ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، میرے نزدیک جس فریق نے بدعت سئیہ کے یہ معنی لیے ہیں کہ قرون ثلاثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی ہے وہ بدعت سئیہ ہے، اس نے بڑی غلطی کی، پھر جس نے اس نباے فاسد پر تفریعات کی ہیں، اور اس کے پیروں نے ان کو "کالوحی من السماء" سمجھ لیا ہے وہ اور بھی غلطی میں پڑ گئے ہیں۔ واللہ الھادی وبیدہ ازمۃ المقاصد والمبادی" (ابو محمد عبد الحق)

(انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ ، از: مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری، ص: ۴۱۴، ۴۱۵)

نیز حضور اکرم ﷺ کے لیے علم غیب کے ثبوت پر حضرت مولانا محمد بشیر الدین صاحب کی بے مثال کتاب "منیر الدین فی اثبات علم جمیع الاشیاء لسید الانبیاء وخاتم المرسلین" معروف بہ "اضافۃ العیب فی ازالۃ الریب فی اثبات علم الغیب" پر بھی آپ نے اپنا مختصر تاثر تحریر فرمایا ہے۔

مصنف کتاب لکھتے ہیں:

”حضرت حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحب موصوف نے اس تحریر کو ملاحظہ فرما کر حضرت مولانا بالفضل والکمال اولانا، الحاج حافظ محمد عبد الحق صاحب کی خدمت میں بھیجا تو اس پر انھوں نے لکھا۔

حامدًا و مصليًا ومسلمًا. ما كتب فى هذا القرطاس صحيح لاريب فيه والله سبحانه وتعالىٰ اعلم و علمه اتم. حرره محمد عبد الحق عفى عنه الحسامى مر شرحه النامى، ص:۴، مطبوعه مجلس بركات. مبارك پور

مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ کی تصنیفات و تعلیقات میں التعلیق النامی علی الحسامی (عربی) عقائد الاسلام (اردو) البرہان فی علوم القرآن (اردو) اور الفتح المنان فی تفسیر القرآن معروف بہ تفسیر حقانی (اردو) بہت معروف و مشہور ہیں۔

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

(نزهة الخواطر، ج:۸، ص: ۳۳۲)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۹ء وفات: ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء

ضلع راولپنڈی سے گیارہ میل کے فاصلہ پر کوہِ مارگلا کے دامن میں ایک قصبے کا نام ”گولڑہ“ ہے جو غالباً وہاں کے قدیمی باشندوں گولڑہ قوم کے باعث اس نام سے موسوم ہے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ ابن سید نذر دین شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی مقام پر ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۹ء میں ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب پچیس واسطوں سے حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہوئی۔ خداوند قدوس نے آپ کو بے پناہ قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ ہر روز قرآن مجید کا ناظرہ سبق آپ زبانی یاد کر کے سناتے یہاں تک کہ جب قرآن کا درس ختم ہوا تو آپ مکمل

حافظ قرآن بن چکے تھے۔ عربی، فارسی اور نحو و صرف وغیرہ کافیہ تک کی تعلیم مولانا غلام محی الدین ہزاروی سے حاصل کی، پھر موضع بھوئی، راولپنڈی میں حضرت مولانا محمد شفیق قریشی سے نحو و اصول کی متوسط کتابوں کے علاوہ منطق میں میر قطبی کا درس لیا، بعد ازاں موضع انگہ، سرگودھا میں مولانا سلطان محمود انگوی (مرید خاص حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ: ۱۳۰۰ھ) سے زیادہ تر کتابیں پڑھیں۔ تقریباً ڈھائی سال انگہ، سرگودھا میں اکتساب علم کرنے کے بعد واپس لوٹے تو درس نظامی سے صرف فلسفہ، معقول، ریاضی اور فقہ کی آخری کتب اور حدیث میں صحاح ستہ اور تفسیر بیضاوی وغیرہ باقی رہ گئیں تھیں۔ اس لیے آپ ہندوستان آکر کان پور میں مولانا احمد حسن محدث کان پوری (متوفیٰ: ۱۳۲۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتفاق سے وہ اس وقت سفر حج کے لیے روانہ ہونے والے تھے اس لیے آپ علی گڑھ پہنچ کر استاذ الکل حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفیٰ: ۱۳۳۴ھ) کے درس میں داخل ہوئے اور معقولات و ریاضی کی منتہی کتب کا درس لیا۔ اور مولانا احمد علی سہارن پوری (متوفیٰ: ۱۲۹۷ھ) سے حدیث کا درس لیا اور سند و اجازت سے نوازے گئے۔ آپ صرف بیس سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت حاصل کر کے اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سہالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ جب کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ اپنے خاندان ہی میں بیعت تھے۔ اپنی ذات کو ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کے میدان میں قدم رکھا اور تشنگانِ علوم و فنون کو خوب سیراب فرمایا۔ تدریس و تفہیم میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ کم سے کم استعداد کا طالب علم بھی بخوبی آپ کی بات سمجھ جاتا۔ آپ نے بہت سے کم فہم اور بے ذوق طلبہ کو اپنی توجہ و مہارت سے علم و فن کا تاجدار بنا دیا۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ: ۶۳۸ھ) کے نظریہ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی تھے۔ چناں چہ آپ خود فرماتے ہیں:

مجھے ابتدا ہی سے جبرئیل علیہ السلام کی تمثل بشری کے واقعہ سے وحدۃ الوجود کی جانب ذوق گواہی دیتا تھا اور اس مسلک پر وحدۃ الشہود والوں کے اعتراضات و دلائل بھی میرے پیش نظر تھے، آخر مشائخ عظام اور اپنے شیخ طریقت کے روحانی تصرف سے اسی عالم گیر مسلک یعنی وحدۃ الوجود پر ہی طبیعت پختہ ہو گئی۔

(مہر منیر، ص:۹۳، از: فیض احمد فیض، مطبوعہ ماہ نور پبلیکیشنز، دہلی)

۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں آپ حج کے ارادہ سے حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ عبد الرحمٰن چھوہروی (متوفیٰ: ۱۳۴۲ھ) آپ کے ہم راہ تھے، مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۱۳۰۸ھ) بانی مدرسہ صولیۃ مکہ مکرمہ سے ملاقات ہوئی وہ آپ کے علم و فضل سے بے حد متاثر ہوئے۔ مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ: ۱۳۵۸ھ) نائب مدرس مدرسہ صولیۃ آپ کے فضل و کمال کے اتنے گرویدہ ہوئے کہ ہمیشہ کے لیے گولڑہ شریف آگئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ: ۱۳۱۷ھ) کی خدمت میں آپ حاضر ہوئے اس وقت حاجی صاحب مثنوی مولانا روم کا درس دے رہے تھے۔ ایک شخص مثنوی شریف کے ایک شعر کے بارے میں تشفی حاصل کرنا چاہتا تھا آپ کی اجازت سے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اس شعر کی ایسی عارفانہ توضیح فرمائی کہ حاجی صاحب وجد میں آگئے اور آپ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اجازت و خلافت سے نوازا۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان) ص:۵۳۷، ۵۳۸)

آپ مکہ مکرمہ میں قیام کا ارادہ رکھتے تھے حضرت حاجی صاحب نے باصرار و تاکید آپ کو ہندوستان جانے کا مشورہ دیا اور فرمایا:

”در ہندوستان عن قریب یک فتنہ ظہور کند شما در ملک خود واپس، بروید و اگر بالفرض شمار در ہند خاموش نشستہ باشید تاہم آں فتنہ ترقی نہ کند و در ملک آرام ظاہر شود۔“

ہندوستان میں عن قریب ایک فتنہ نمودار ہوگا، تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں امن و مان رہے گا۔

(ملفوظات طیبہ، ص:۱۲۶، بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص:۷۱۴)

پیر صاحب حاجی صاحب کے اس کشف و کرامت کو فتنہ قادیانیت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے خواب میں ان کو اس فتنہ کی مخالفت کا حکم دیا تھا۔ چناں چہ آپ نے حکم نبوی کی تعمیل میں زبان و قلم دونوں کے ذریعہ فتنہ قادیانیت کا پر زور رد فرمایا۔ رد مرزائیت میں آپ کی

تصانیف کو نشان راہ بنا کر بے شمار خوش عقیدہ مسلمان قادیانیوں کے خلاف میدان میں آگئے اور آج ایک عام مسلمان ختم نبوت کی قادیانی تاویلات کو کفر سمجھتا ہے اور قادیانیت ایک غیر مسلم اقلیت بن کر رہ گئی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے باطل عقائد و نظریات کے حامل فرقوں کی تردید فرمائی، کذب باری تعالیٰ کو محال، علم غیب عطائی اور سماع موتی کو برحق اور ندائے یارسول اللہ، زیارت قبور، توسل و استمداد انبیا و اولیا علیہم السلام اور ایصال ثواب کو جائز قرار دیا معبودان باطل اور اصنام کے متعلق نازل شدہ آیات کو انبیا و اولیا علیہم السلام پر منطبق کرنے کو تحریف و تخریب سے بتاتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے استدلال کی تردید فرمائی۔

(مہر منیر، ص:۱۴۲)

۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ھ میں آپ نے ایک کتاب شمس الہدایۃ فی اثبات حیاۃ المسیح تالیس فرمائی جس میں دین مرزائیت کے بنیادی مسئلہ وفات مسیح کی تردید کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قرب قیامت نزول فرما کر اسلام کی نصورت کا باعث بننے کو قرآن و حدیث سے نہایت موثر انداز میں بیان فرمایا ہے۔ چناں چہ مرزا قادیانی اس کے جواب میں عاجز رہا اور اپنی خفت مٹانے کے لیے مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔ ۲۵/ جولائی ۱۹۰۰ء کی تاریخ مناظرہ کے لیے طے ہوئی حضرت پیر صاحب علمائے اہل سنت کی ایک جماعت کے ساتھ مقررہ تاریخ پر شاہی مسجد لاہور میں پہنچ گئے۔ لیکن مرزا قادیانی کو وقت موعود پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے اپنی ذلت و رسوائی کا داغ مٹانے کے لیے ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۰ء کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر اعجاز المسیح کے نام سے عربی میں شائع کی جس میں یہ تاثر دیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے آپ نے اس کے جواب میں سیف چشتیائی لکھ کر اس کی عربی دانی کا سارا پول کھول دیا اور اس کے کھوکھلے دعووں کی خوب خوب تردید فرمائی۔

آپ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

(۱) شمس الہدایۃ فی اثبات حیاۃ المسیح۔ (۲) تحقیق الحق فی کلمۃ الحق۔ (۳) اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اہل بہ لغیر اللہ۔ (۴) الفتوحات الصمدیہ۔ (۵) سیف چشتیائی (۶) عجالہ بر دو سالہ۔ (۷) فتاویٰ مہریہ۔

۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں آپ راہی ملک بقا ہوئے۔ گولڑہ شریف میں آپ کے مزار کا گنبد دعوت نظارہ دیتا ہے۔

حضرت مولانا الحاج نور احمد پسروری، امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

وفات: ۱۳۴۸ھ

مولانا نور احمد بن شہاب الدین بن عمر بخش حنفی، پسروری، سیال کوٹی، امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے سیال کوٹ کے ایک گاؤں پسرور میں آنکھیں کھولیں اور وہیں پر ابتدائی تعلیم و تربیت پائی۔ پھر مزید تعلیم کے لیے سہارن پور کا رخ کیا اور مولانا احمد حسن کان پوری (متوفیٰ: ۱۳۲۲ھ) مولانا محمد مظہر ابن لطف علی نانوتوی (متوفیٰ: ۱۳۰۲ھ)، قاری عبد الرحمٰن پانی پتی (متوفیٰ: ۱۳۱۴ھ) اور مولانا احمد علی بن لطف اللہ سہارن پوری وغیرہم علما سے درسی کتابوں کا علم حاصل کیا۔ ۱۲۹۸ھ میں آپ حج بیت اللہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ گئے، حج و زیارت سے فراغت کے بعد آپ نے وہاں پر موجود اہل علم و فضل خاص طور پر مولانا رحمت اللہ بن خلیل عثمانی کیرانوی مہاجر مکی، شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی مکی، شیخ عبد الحمید داغستانی، شیخ حسب اللہ مکی، شیخ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سراج حنفی مکی اور عبد الجلیل برادہ آفندی مدنی وغیرہم سے اکتساب علم و فیض کیا اس کے علاوہ آپ نے مولانا محمد مظہر بن احمد سعید دہلوی (متوفیٰ: ۱۳۰۱ھ) شیخ امداد اللہ بن محمد امین تھانوی (متوفیٰ: ۱۳۱۷ھ) اور مولانا حبیب الرحمٰن ردولوی کی صحبت میں رہ کر ان سے بھی استفادہ کیا۔

ظاہری و باطنی علوم و فنون سے اپنی ذات کو آراستہ کرنے کے بعد مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۱ھ میں واپس ہندوستان تشریف لائے اور امرتسر میں مستقل بود و باش اختیار فرما کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ اپنے دور کے بہت بڑے مفتی، جید عالم دین، تجربہ کار مدرس اور عمدہ مصنف و مولف تھے، انتہائی نیک سیرت اور پاک طبیعت کے مالک انسان تھے، آپ کی حیات مستعار کی اوقات دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں صرف ہوتے۔

صاحب فتویٰ جامع الشواہد
استاذ العلما حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۶ء، وفات: ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء

آپ معین الدین اکبر شاہ ثانی کے عہد میں ۱۲۵۱ھ / ۱۹۳۶ء میں راندیر، ضلع سورت گجرات میں پیدا ہوئے والد بزر گوار کا نام مولانا محمد طیب ہے۔ سلطان شاہ جہاں کے دور حکومت میں آپ کے اجداد مدینہ منورہ سے ہندوستان تشریف لائے اور حکومت کے عظیم مناصب پر فائز ہوئے۔ آپ کے جد معظّم حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے راندیر ہی میں سکونت اختیار فرمائی اور بساط علم وہدایت سجا کر مصروف تدریس وارشاد ہوئے۔ اور معاشی ضرورتوں کے لیے کپڑے کی تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔

رسم بسم اللہ خوانی آپ کے دادا بزر گوار نے کرائی۔ اس کے بعد والد ماجد مولانا محمد طیب قدس سرہ سے تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔ ابھی آپ نے اپنی عمر کی اکیسویں منزل میں قدم رکھا تھا کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ جس میں آپ کے دو حقیقی بھائیوں سمیت آپ کے خاندان کے متعدد افراد انگریزوں کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔ آپ کے دادا بزر گوار کے سامان تجارت میں انھوں نے آگ لگادی اور آپ کے مکان کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ آپ اپنے والدین اور برادر خورد مولانا عبد اللطیف کے ساتھ روپوش ہوگئے اور پھر عراق کی جانب رحلت فرمائی۔ وہاں پر تین سال قیام فرما کر حج وزیارت کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچے اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ میں چند مہینوں قیام فرمایا پھر اپنے وطن راندیر واپس آ گئے۔

چوں کہ اکتساب علم کا جذبہ آپ کے سینے میں پوری طرح موجزن تھا، اس لیے اپنے بھائی کے ساتھ پہلے آپ دہلی مدرسہ حسین بخش پہنچے اور پھر وہاں سے تحصیل علوم کے بعد علی گڑھ میں استاذ الکل حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفی: ۱۳۳۴ھ) کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور دونوں بھائیوں نے تکمیل علوم وفنون کی۔

۱۸۶۵ء میں مولانا احمد علی سہارن پوری، محشی بخاری (متوفی: ۱۲۹۷ھ) کے درس حدیث میں شامل ہو کر سند و اجازت حاصل کی اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ (متوفیٰ ۱۳۱۳ھ) سے بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا اور پیر و مرشد نے سند حدیث کے ساتھ سند خلافت بھی مرحمت فرمائی۔

مغربی علوم کے مضر اثرات سے مسلمانان ہند کو بچانے کے لیے علامہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مشورہ سے

علما کی ایک مختصر فعال جماعت آپ کی قیادت میں ملک کے مختلف گوشوں میں روانہ ہوئی۔ جس کے اراکین مولانا محمد علی واعظ دہلوی، مولانا شاہ احمد حسن کان پوری، مولانا سید محمد علی کان پوری (کان پوری صاحب مجلس ندوۃ العلما کے قیام کے بعد پلٹا کھا کر دیوبندیت نواز ہو گئے اور شامت اعمال سے پھر ان کو توبہ کی توفیق نہ ہو سکی۔) تھے۔ جب یہ قافلہ جانے کے لیے تیار ہوا تو حضرت علامہ فضل الرحمٰن کی موجودگی میں علما کی ایک جماعت ان کی کامیابی و کامرانی کے لیے دیر تک بارگاہ الٰہی میں مصروف دعا رہی۔ اس دورے کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہوا خاص طور پر بنگال میں مولانا سید عبد الحی اسلام آبادی اور پنجاب میں حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ کی وجہ سے کافی کامیابی ملی۔

۱۸۶۷ء میں آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے اور حکیم خلیل الرحمٰن پیلی بھیتی کی دعوت پر علوم و فنون کی ترویج کے لیے پیلی بھیت تشریف لے گئے اور حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں شہید کی بنائی ہوئی جامع مسجد میں ان کے نام سے منسوب مدرسہ حافظیہ میں صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ اور پھر آپ نے ۱۳۰۱ھ میں اسی جامع مسجد سے متصل ایک وسیع آراضی خرید کر "مدرسۃ الحدیث" قائم کیا جس کا سنگ بنیاد علمائے رام پور و علمائے بدایوں و پنجاب کی موجودگی میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۱۳۴۰ھ) نے رکھا اور تین گھنٹہ فن حدیث پر پُر مغز خطاب فرمایا۔

جملہ علوم و فنون میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی خاص طور پر علم حدیث میں اپنی مثال آپ تھے دیگر علوم و فنون کے علاوہ مستقل چالیس برس تک آپ نے حدیث کا درس دیا۔ آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت تھی، دہلی، سہارن پور، کان پور، رام پور، جون پور، علی گڑھ اور لاہور وغیرہ سے طلبہ اکتساب علم کے بعد آپ کے درس حدیث میں شرکت کے لیے آتے نماز فجر کے بعد سے ظہر تک اور ظہر سے آدھی رات تک اور کبھی اس سے بھی زیادہ وقت تک آپ کا درس حدیث جاری رہتا۔ آپ کے نامور تلامذہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) علامہ ضیاء الدین مدنی (خلیفہ مجاز امام احمد رضا قادری قدس سرہ)

(۲) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

(۳) علامہ مشتاق احمد کان پوری۔

(۴) مولانا نثار احمد کان پوری، مفتی اعظم آگرہ۔

(۵) مولانا مفتی عبد القادر جہاں گیروی۔

(۶) ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری۔

(۷) مولانا سید خادم حسین علی پوری۔

(۸)مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی۔

(۹)مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری۔

(۱۰)صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت)

(۱۱)سحبان الہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی (رحمہم اللہ تعالی)

حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفی خدمات حسب ذیل ہیں:

(۱)حاشیہ سنن نسائی شریف، مطبوعہ مطبع نظامی۔

(۲)حاشیہ طحاوی شریف، مطبوعہ مصر و پاکستان۔

(۳)التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ و مجلس برکات مبارک پور۔

(۴)حاشیہ جلالین۔

(۵)حاشیہ مشکوٰۃ۔

(۶)جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد۔

علم و حکمت کا یہ روشن و تابناک آفتاب ۸؍ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء کو اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے "یطاف علیھم بأنیۃ من فضۃ واکواب" سے تاریخ وفات کا استخراج فرمایا۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت ص:۲۵۷ تا ۲۶۱، از: مولانا محمود احمد قادری، مطبوعہ پاکستان)

تقریظ نگارانِ نصر المقلدین

حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین فاروقی مجددی، رام پوری، رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۴۸ھ ---- وفات:۱۳۱۱ھ

مولانا ارشاد حسین بن مولانا حکیم احمد حسین مجددی ۱۴ر صفر ۱۲۴۸ھ میں محلہ پیلا تالاب، شہر مصطفیٰ آباد عرف رام پور، یوپی میں پیدا ہوئے۔ سات واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے جاملتا ہے۔ آپ نے فارسی کتابیں اپنے والد گرامی مولانا حکیم احمد حسین مجددی، اپنے بھائی مولوی امداد حسین مجددی، شیخ احمد علی اور شیخ واجد علی سے پڑھیں۔ نحو وصرف وغیرہ علوم عربیہ کی تعلیم مولوی حافظ غلام نبی، مولوی جلال الدین اور مولوی نصیر الدین خاں سے حاصل کی اور علمائے لکھنؤ سے علوم نقلیہ کی تحصیل وتکمیل کی۔ پھر رام پور میں ملا محمد نواب افغانی نقش بندی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کتب معقول کا درس لیا۔

(مولانا ارشاد حسین رام پوری حیات و خدمات، از: سید شاهد علی، رام پوری، ص:۱۱، ۱۲ ملخصاً)

آپ نے اپنے استاذ گرامی ملا محمد نواب افغانی کی رہ نمائی سے جامع شریعت وطریقت علامہ مفتی شاہ احمد سعید مجددی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر تصوف اور حدیث وتفسیر کی کتابیں پڑھیں اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

کچھ عرصہ بعد اپنے خادم خاص محمد موسیٰ بخاری کو ساتھ لے کر حج وزیارت کے لیے پیدل روانہ ہوئے۔ آٹھ ماہ میں یہ مبارک سفر طے ہوا حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں شیخ کی زیارت سے شاد کام ہوئے اور مکمل ایک سال تک وہیں اپنے شیخ کی بارگاہ میں رہ کر تکمیل سلوک کی۔ وہاں سے واپس تشریف لاکر رام پور میں عارف باللہ مولانا عبد الکریم عرف ملا فقیر اخوند قادری چشتی کی خانقاہ کے حجرے میں قیام کیا اور یہیں پر صرف نو ماہ کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کیا۔

نواب کلب علی خاں خلد آشیانی والی رام پور سے زمانہ طالب علمی سے ہی محبت و مودت تھی۔ انھوں نے والی تخت و تاج ہونے کے بعد آپ کے اعزاز واکرام میں اور اضافہ کیا اور امور سلطنت میں آپ سے مشورے لیتے۔ (تذکرہ علماے اهل سنت، از: محمود قادری، ص:۲٤.)

۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں آپ نے اپنے مکان محلہ کھاری کنواں میں ''ارشاد العلوم'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا۔ اس مدرسہ میں آپ خود تعلیم دیتے۔ جہاں سے سیکڑوں طلبہ نے استفادہ کیا۔ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء میں آپ نے اس مدرسہ کو باضابطہ شکل دی اور حضرت مولانا میاں سید خواجہ احمد قادری رام پوری کو اس مدرسہ کا مہتمم بنایا۔

مولانا ارشاد حسین رام پوری درسی کتابوں کے علاوہ مثنوی مولانا روم، مکتوبات امام ربانی، عوارف المعارف اور احیاء العلوم وغیرہ کا بھی درس دیتے۔ مزید برآں دور دراز سے آئے ہوئے استفتا کے جوابات بھی تحریر فرماتے۔

آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔ دین وسنیت کی اشاعت کا جذبہ فراواں آپ کے سینے میں موجزن تھا۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں پیش پیش رہتے۔ باطل وگمراہ فرقوں سے سخت متنفر تھے۔

نواب قطب الدین خاں دہلوی نے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔ اس کے رد میں مولوی نذیر حسین دہلوی (غیر مقلد) نے ''معیار حق'' کے نام ایک رسالہ شائع کیا۔ جس میں امام صاحب پر زبان طعن دراز کی۔ اور آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ تو مولانا ارشاد حسین رام پوری نے معیار حق کے جواب میں انتصار الحق کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے تقلید ائمہ کا وجوب ثابت کیا۔ اس کتاب نے ایوان غیر مقلدیت میں زلزلہ برپا کر دیا۔

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری شمس العلما علامہ ظہور الحسین رام پوری، مولانا عبد الغفار خاں رام پوری، مولانا شاہ عنایت اللہ خاں رام پوری وغیرہ آپ کے نامور تلامذہ اور کبار علمائے اہل سنت سے تھے، مشہور معتزلی عالم ''شبلی نعمانی'' نے رام پور میں آپ سے فقہ کا درس لیا۔

(تذکرہ علمائے اھل سنت، ص:۲۵)

آپ کی درج ذیل تصانیف علمی ودینی یادگار ہیں۔

(۱) انتصار الحق۔ (۲) ترجمہ کتاب الحیل فتاویٰ عالم گیری۔

(۳) فتاویٰ ارشادیہ، اول، دوم۔ (۴) ارشاد الصرف

ان کے علاوہ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اور دیگر کئی ایک اکابر علمائے اہل سنت وجماعت کی کتابوں پر تاثرات وتقریظات تحریر فرمائیں۔

۸ر جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں آپ نے جام وصال نوش فرمایا۔

(مولانا ارشاد حسین رام پوری حیات و خدمات، ص:۲۶ و ۳۱)

حضرت مولانا مفتی غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۵۵ھ وفات:۱۳۱۸ھ

بگا (بضمہ باو تشدید کاف فارسی) ضلع سرگودھا کے مضافات میں قصبہ بھیرہ کے نزدیک ایک گاؤں ہے جہاں پر حضرت مولانا مفتی غلام محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۱۲۷۳ھ) بڑے پایہ کے عالم و محدث تھے اور آپ کے جد امجد حضرت حافظ نور حیات رحمۃ اللہ علیہ مقبول الٰہی اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے والد گرامی مولانا غلام محی الدین کو بھیرہ کے بازاروں میں گشت کرنے والے ایک صاحب حال بزرگ نے یہ بشارت دی تھی کہ آپ کا بیٹا صاحب فضل و کمال ہوگا چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ آپ علم و فضل کے آفتاب بن کر چمکے اور بے شمار لوگوں کو آپ کی بابرکت ذات سے فیض پہنچا۔

مفتی غلام محمد بگوی نے درسی کتابوں کا علم اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور علم حدیث کی سند بھی آپ ہی سے حاصل کی، علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی تحصیل بھی والد محترم کی خدمت میں رہ کر کی۔ چناں چہ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

”والد محترم علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ اصلاح باطن کی طرف خاص توجہ دیا کرتے تھے ایک رات ایک خاص وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا تو خواب میں سرور عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے بارگاہ رحمت دوعالم ﷺ میں التجائے کرم کی تو ایک جاں بخش مسکراہٹ سے جواب ملا: کل امر مرھون بوقتہ صبح ہوئی تو خواب والد صاحب کو سنایا آپ نے فرمایا: ”مبارک ہو! دین و دنیا کے امور کی درستگی کی بشارت مل گئی ہے۔“ اور والد مکرم سے کہا: اس خواب کے بعد مجھ پر اتنے علوم منکشف ہوئے جو میرے حوصلہ سے بھی زیادہ تھے۔“

(تذکرہ علماے اھل سنت و جماعت لاھور، از پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، ص:۲۱۸، مکتبہ نبویہ لاھور)

آپ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۲۹۶ھ) سے بیعت تھے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۲۶۷ھ) سے روحانی فیض حاصل کیا۔ اور اس طرح چشتیہ برکات سے بھی فیض یاب ہوتے رہے۔ آپ کو حضرت داتا گنج بخش لاہوری (متوفیٰ ۴۶۵ھ) سلطان العارفین حضرت سلطان باہو (متوفیٰ:۱۱۰۲ھ) رحمہما اللہ سے خاص عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ بابا جی فقیر محمد قدس سرہ تیراہی (متوفیٰ:۱۳۱۵ھ) سے تو آپ نے خصوصی فیضان حاصل کیا۔ چناں چہ صاحب زادہ باولی شریف ضلع گجرات

والے فرمایا کرتے تھے کہ "باباجی نے جو کچھ آپ (مفتی غلام محمد بگوی) کو دیا کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔"
(تذکرہ علماے اھل سنت و جماعت لاھور، از پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، ص:۲۱۹، مکتبہ نبویہ لاھور)

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت باباجی فقیر محمد) کے حلقۂ ارادت میں بڑے بڑے فضلا اور کاملین داخل ہوئے جو آپ کے فیض صحبت سے آسمان علم و عرفان کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ان میں سے امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (متوفیٰ:۱۳۷۰ھ) حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی (متوفیٰ:۱۳۵۸ھ) حضرت مولانا حافظ عبد الکریم راولپنڈی (متوفیٰ:۱۳۵۵ھ) اور حضرت مولانا مفتی غلام محمد بگوی (متوفیٰ:۱۳۱۸ھ) وغیر ہم رحمہم اللہ نہایت مشہور بزرگ گزرے ہیں۔
(تذکرہ اکابر اھل سنت پاکستان، ص:۳۸۹)

آپ نے جامع مسجد عالم گیری معروف بہ شاہی مسجد کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کرا دیا اور آپ ہی سب سے پہلے اس مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور مسجد کی تولیت بھی آپ کے ذمہ سپرد ہوئی۔ چناں چہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"سکھوں نے اپنے عہد سلطنت میں جامع مسجد عالم گیری المعروف شاہی مسجد کو چھاؤنی میں تبدیل کر دیا تھا، سکھ فوجیوں کے گھوڑے مسجد کے وسیع صحن میں بندھتے اور حوض سے پانی پیتے بارود خانہ مسجد کے حجروں میں تھا جب کوئی دوسرا حملہ آور سکھ آتا تو مسجد کے مینار سے نصب شدہ توپوں سے گولے برسائے جاتے، جواباً جو گولہ باری ہوتی وہ اکثر مسجد کے محراب و منبر کو مجروح کرتی اور میناروں کو ہلا دیتی۔ انگریزوں نے ۱۸۴۷ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا تو مسجد بدستور چھاؤنی ہی بنی رہی۔ آپ تصور کریں کہ لاہور کے مسلمانوں کے قلب و جگر پر کیا گزرتی ہوگی جب ان کی اتنی بڑی مسجد ان کی آنکھوں کے سامنے اس حالت میں ہو۔ حالات معمول پر آئے تو مولانا غلام محمد بگوی نے ایک تحریک شروع کی جس کا مقصد مسجد کو خالی کرانا تھا ان کی لگاتار جدوجہد نے لاہور کے مقتدر مسلمانوں کو بھی اسی مطالبہ کا ہم نوا بنا دیا تھا اور وہ بھی جرأت و دیانت داری کے ساتھ آپ کے معاون بن گئے۔ ڈپٹی برکت علی مرحوم اور فقیر جمال الدین مرحوم اور دیگر اکابرین نے مولانا غلام محمد بگوی کے ساتھ مل کر اس مسجد کو مسلمانوں کی عبادت کے لیے حاصل کر لیا اور اسے پاک کیا گیا اور مرمت کر کے باقاعدہ اذان و خطبہ و جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا غلام محمد بگوی کو نہ صرف شاہی مسجد کا پہلا خطیب و امام مقرر کیا گیا بلکہ مسجد کہ تولیت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔
(تذکرہ علماے اھل سنت و جماعت لاھور، ص:۲۱۹)

آپ نے اسی شاہی مسجد میں ایک دارالافتا قائم فرمایا۔ جہاں اہل سنت وجماعت کے علما کا ایک بورڈ قائم کر دیا گیا۔ جو دینی مسائل اور عوام کے استفسارات کا جواب دیتا۔ لاہور کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی ابتری کے باوجود آپ نے اسلامی زندگی کو ہموار رکھنے کے لیے بڑا اہم کام کیا۔ انجمن نعمانیہ کے ذہین طلبہ دقیق مسائل پر آپ سے تبادلۂ خیال کرتے۔ اس کے علاوہ لاہور کے تمام سنی علما مسائل کے حتمی فیصلہ کے لیے آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ ملک کے اعتقادی لٹریچر پر نظر ڈالی جائے تو اس دور میں شاید ہی کوئی کتاب اہل سنت کے مسلک پر ایسی چھپی ہو جس پر آپ کے مہر تصدیق ثبت نہ ہوئی ہو۔

مولانا غلام قادری بھیروی (متوفیٰ: ۱۳۲۷ھ) مولانا محمد ذاکر بگوی (متوفیٰ: ۱۳۳۴ھ) مولانا محمد عالم آسی امر تسری (متوفیٰ: ۱۳۶۳ھ) مولانا غلام محمد دستگیر قصوری (متوفیٰ: ۱۳۱۵ھ) مولانا نور احمد پسروری (متوفیٰ: ۱۳۴۸ھ) رحمہم اللہ تو اکثر آپ سے استفادہ کیا کرتے۔

آپ ہر سال حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ (متوفیٰ: ۱۰۳۴ھ) کے عرس کے موقع پر سرہند شریف جاتے اور وہاں پر آئے ہوئے اولیاے کرام اور بزرگانِ دین کی زیارت سے فیض یاب ہوتے۔

۴؍ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ کو آپ واصل بحق ہوئے آخری آرام گاہ بگا میں ہے۔۔ "بجھا ہے پنجاب کا چراغ آہ اب" سے آپ کی تاریخ وفات بر آمد ہوتی ہے۔

(تذکرہ علماے اھل سنت و جماعت لاھور، ص: ۲۲۰)

حضرت مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۵۸ھ ---- وفات: ۱۳۲۲ھ

مولانا حکیم وکیل احمد بن قلندر حسین بن محمد وسیم بن محمد عطا عمری، حنفی، ۹؍ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ میں سکندر پور، بلَیا یوپی میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور صوفی شاعر حضرت عبد العلیم آسی، رشیدی غازی پوری (متوفیٰ ۱۲۳۵ھ) کے چچازاد بھائی ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن سکندر پور میں ہی حاصل کی۔ پھر حضرت علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی کی خدمت میں جون پور پہنچے اور آپ سے درس نظامی کی اکثر کتابوں کا درس لیا اور ۱۲۷۶ھ میں علوم وفنون کی تحصیل سے فراغت حاصل کی۔ مولانا فرنگی محلی نے "نور الانوار" کا مشہور حاشیہ "قمر الاقمار" آپ ہی کے لیے لکھا تھا۔

آپ نے لکھنؤ میں حکیم نور کریم لکھنوی سے طب پڑھی اور کچھ عرصہ تک مطب بھی کیا۔ ۱۲۸۳ھ میں حیدر آباد دکن گئے اور سرکار آصفیہ میں صوبہ شرقی کے نائب مقرر ہوئے۔

مولانا عبد الحی فرنگی محلی اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی کے درمیان تقلید وغیرہ کے

سلسلہ میں تحریری مناظرہ ہوا تو آپ اپنے استاذ زادہ مولانا عبد الحی کے ہمراہ تھے اور نواب کے منظوم رسالہ کا جواب نظم میں بعنوان ”دیوان حنفی“ دیا اور نثر کا جواب نثر میں دیا۔

آپ بہت ذکی زود فہم اور باصلاحیت عالم دین تھے، آپ کا شمار اکابر علماے اہل سنت میں ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے خاص تعلقات وروابط تھے۔ سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں حضرت مولانا شاہ میر اشرف علی بن مولانا پیر سلطان علی قدس سرہما کے مرید تھے۔

آپ نے مختلف علوم وفنون میں تقریباً نوے کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چند کے اسما اس طرح ہیں۔

(۱) معیار الصرف (۲) الیاقوت الرمانی شرح المقامات للبدیع الهمدانی. (۳) اخبار النحاة. (٤) تذکرة الطیب فیما یتعلق بالطب والطبیب. (٥) ازالة المحن عن اکسیر البدن. (٦) ابطال الاباطیل برد التاویل العلیل. (٧) ارشاد العتود الی طریق عمل المولود. (٨) صیانة الایمان عن قلب الاطمینان. (٩) الکلام المقبول فی اثبات اسلام آباء الرسول. (١٠) الاعتماد بخطاء الاجتهاد. (١١) نور العینین فی تفسیر ذي القرنین. (١٢) نصرة المجتهدین برد هفوات غیر المقلدین. (١٣) التحقیق المزید فی لعن یزید. (١٤) الانوار الاحمدیه. (١٥) الهدیة المجددیه.

۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں حیدر آباد دکن میں آپ کا انتقال ہوا۔

(تذکرہ علماے اهل سنت از: مولانا محمود قادری ، ص:٢٥٧، ٢٦٥)
(نزهۃ الخواطر، ج:٨، ص:٥٤٥)

حضرت مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۶۷ھ ---- وفات:۱۳۳۵ھ

مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی بن امیر بن خواجہ شمس الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۲۷/ رجب المرجب ۱۲۶۷ھ میں پنجاب کے ضلع انبالہ کے ایک گاؤں گمتھلہ میں پیدا ہوئے آپ کے اجداد میں سے خواجہ سلیم بن مظفر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت اورنگ زیب عالم گیر قدس سرہٗ کے زمانہ میں ”تبریز“ سے ہندوستان آئے اور گمتھلہ میں بود وباش اختیار کرلی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی اس کے بعد آپ کان پور تشریف لائے اور مولانا عبد الحق بن غلام رسول حسینی کان پوری (متوفیٰ: ۱۳۱۲ھ) سے بعض کتابوں کا درس لیا اور زیادہ تر کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھی

(متوفیٰ: ۱۳۳۴ھ) سے پڑھیں۔ بعد ازاں مراد آباد میں مولانا عالم نگینوی سے صحاح ستہ کی بعض کتابوں کا درس لیا اور دہلی جاکر میاں محمد نذیر حسین غیر مقلد سے بھی حدیث پڑھی۔

تحصیل علوم کے بعد فتح پوری، دہلی کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور ایک زمانہ تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی اور یہیں رشتہ ازدواج سے منسلک ہو کر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ ترک کر کے تصنیف و تالیف میں منہمک ہوگئے، اور ریاست حیدر آباد سے آپ کے لیے وظیفہ جاری ہو گیا۔ عمر کے آخری حصہ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں پانچ سو روپے ماہانہ پر آپ کا تقرر ہوا۔ انگریزی حکومت نے آپ کو شمس العلما کا خطاب دیا۔ (نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۲۳۲)

آپ ایک بلند پایہ عالم دین، ماہر فقیہ، بے مثال مفسر و مناظر اور وسیع النظر مصنف و مدرس تھے۔ بہت سے علما و مشائخ نے مختلف علوم و فنون، خاص طور پر علم مناظرہ و کلام اور علم معانی و تفسیر میں آپ کی وسعت علم اور لیاقت و مہارت کی گواہی دی ہے۔ آپ متصلب سنی، حنفی تھے۔ باطل عقائد و نظریات کے حامل فرقوں کی سرکوبی میں پیش پیش رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہم عصر علما نے اپنی گراں مایہ کتابوں پر آپ سے تقریظات و تصدیقات حاصل کیں چناں چہ مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری (متوفیٰ: ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء) کی میلاد و فاتحہ اور قیام میلاد وغیرہ پر گراں قدر کتاب "انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ" پر آپ نے ان الفاظ میں تقریظ تحریر فرمائی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی

میں نے رسالہ انوار ساطعہ کو دیکھا ہے اور اس کے چند ابحاث کو پڑھا ہے، حقیقت میں مصنف ممدوح نے کمال متانت اور بڑی لیاقت سے بحث کی ہے، اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ رسالہ بے نظیر ہے اور اس کی تحریر میں مصنف حق بجانب ہے۔ محفل میلاد خصوصاً اس پر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام اور باعث ترویج اسلام بین العوام ہے۔ اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ان کا قصور ہے۔ اس الزام سے یہ کام برا نہیں ہو سکتا۔ بنائے مساجد و مدارس جو بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفس فعل کو برا کہہ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، میرے نزدیک جس فریق نے بدعت سئیہ کے یہ معنی لیے ہیں کہ قرون ثلاثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی ہے وہ بدعت سئیہ ہے، اس نے بڑی غلطی کی، پھر جس نے اس بنائے فاسد پر تفریعات کی ہیں، اور اس کے پیروں نے ان کو "کالوحی من السماء" سمجھ لیا ہے وہ اور بھی غلطی میں پڑ گئے ہیں۔ واللّٰہ الھادی وبیدہ ازمة المقاصد والمبادی" (ابو محمد عبد الحق)

(انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ ، از: مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری، ص: ٤١٤، ٤١٥)

نیز حضور اکرم ﷺ کے لیے علم غیب کے ثبوت پر حضرت مولانا محمد بشیر الدین صاحب کی بے مثال کتاب ”منیر الدین فی اثبات علم جمیع الاشیاء لسید الانبیاء وخاتم المرسلین“ معروف بہ ”اضافۃ العیب فی ازالۃ الریب فی اثبات علم الغیب“ پر بھی آپ نے اپنا مختصر تاثر تحریر فرمایا ہے۔

مصنف کتاب لکھتے ہیں:

”حضرت حاجی (امداد اللہ مہاجر مکی) صاحب موصوف نے اس تحریر کو ملاحظہ فرما کر حضرت مولانا بالفضل والکمال اولانا، الحاج حافظ محمد عبد الحق صاحب کی خدمت میں بھیجا تو اس پر انھوں نے لکھا۔

حامدًا و مصليًا ومسلمًا. ما كتب فى هذا القرطاس صحيح لاريب فيه والله سبحانه وتعالىٰ اعلم و علمه اتم. حرره محمد عبد الحق عفى عنه الحسامى مع شرحه النامى، ص:٤، مطبوعه مجلس بركات. مبارك پور

مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ کی تصنیفات و تعلیقات میں التعلیق النامی علی الحسامی (عربی) عقائد الاسلام (اردو) البرہان فی علوم القرآن (اردو) اور الفتح المنان فی تفسیر القرآن معروف بہ تفسیر حقانی (اردو) بہت معروف و مشہور ہیں۔

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

(نزهة الخواطر، ج:٨، ص: ٣٣٢)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۹ء---- وفات: ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء

ضلع راولپنڈی سے گیارہ میل کے فاصلہ پر کوہِ مارگلا کے دامن میں ایک قصبے کا نام ”گولڑہ“ ہے جو غالباً وہاں کی قدیم گولڑہ قوم کے باعث اس نام سے موسوم ہے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ ابن سید نذر دین شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی مقام پر ۱۲۷۵ھ / ۱۸۵۹ء میں ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب پچیس واسطوں سے حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہوئی۔ خداوند قدوس نے آپ کو بے پناہ قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ ہر روز قرآن مجید کا ناظرہ سبق آپ زبانی یاد کر کے سناتے یہاں تک کہ جب قرآن کا درس ختم ہوا تو آپ مکمل حافظ قرآن

بن چکے تھے۔ عربی، فارسی اور نحو و صرف وغیرہ کافیہ تک کی تعلیم مولانا غلام محی الدین ہزاروی سے حاصل کی، پھر موضع بھوئی، راولپنڈی میں حضرت مولانا محمد شفیق قریشی سے نحو و اصول کی متوسط کتابوں کے علاوہ منطق میں میر قطبی کا درس لیا، بعد ازاں موضع انگہ، سرگودھا میں مولانا سلطان محمود انگوی (مرید خاص حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۳۰۰ھ) سے زیادہ تر کتابیں پڑھیں۔ تقریباً ڈھائی سال انگہ، سرگودھا میں اکتساب علم کرنے کے بعد واپس لوٹے تو درس نظامی سے صرف فلسفہ، معقول، ریاضی اور فقہ کی آخری کتب اور حدیث میں صحاح ستہ اور تفسیر بیضاوی وغیرہ باقی رہ گئیں تھیں۔ اس لیے آپ ہندوستان آکر کان پور میں مولانا احمد حسن محدث کان پوری (متوفیٰ:۱۳۲۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اتفاق سے وہ اس وقت سفر حج کے لیے روانہ ہونے والے تھے اس لیے آپ علی گڑھ پہنچ کر استاذ الکل حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفیٰ:۱۳۳۴ھ) کے درس میں داخل ہوئے اور معقولات و ریاضی کی منتہی کتب کا درس لیا۔ اور مولانا احمد علی سہارن پوری (متوفیٰ:۱۲۹۷ھ) سے حدیث کا درس لیا اور سند و اجازت سے نوازے گئے۔ آپ صرف بیس سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت حاصل کرکے اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سہالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ جب کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ اپنے خاندان ہی میں بیعت تھے۔ اپنی ذات کو ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کے میدان میں قدم رکھا اور تشنگانِ علوم و فنون کو خوب سیر اب فرمایا۔ تدریس و تفہیم میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ کم سے کم استعداد کا طالب علم بھی بخوبی آپ کی بات سمجھ جاتا۔ آپ نے بہت سے کم فہم اور بے ذوق طلبہ کو اپنی توجہ و مہارت سے علم و فن کا تاجدار بنادیا۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۶۳۸ھ) کے نظریہ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی تھے۔ چناں چہ آپ خود فرماتے ہیں:

مجھے ابتدا ہی سے جبرئیل علیہ السلام کی تمثل بشری کے واقعہ سے وحدۃ الوجود کی جانب ذوق گواہی دیتا تھا اور اس مسلک پر وحدۃ الشہود والوں کے اعتراضات و دلائل بھی میرے پیش نظر تھے، آخر مشائخ عظام اور اپنے شیخ طریقت کے روحانی تصرف سے اسی عالم گیر مسلک یعنی وحدۃ الوجود پر ہی طبیعت پختہ ہوگئی۔

(مہر منیر، ص:۹۳، از: فیض احمد فیض، مطبوعہ ماہ نور پبلیکیشنز دہلی)

۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں آپ حج کے ارادہ سے حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ عبد الرحمٰن چھوہروی (متوفیٰ:۱۳۴۲ھ) آپ کے ہم راہ تھے، مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفیٰ ۱۳۰۸ھ) بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے ملاقات ہوئی وہ آپ کے علم وفضل سے بے حد متاثر ہوئے۔ مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۳۵۸ھ) نائب مدرس مدرسہ صولتیہ آپ کے فضل وکمال کے اتنے گرویدہ ہوئے کہ ہمیشہ کے لیے گولڑہ شریف آ گئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ:۱۳۱۷ھ) کی خدمت میں آپ حاضر ہوئے اس وقت حاجی صاحب مثنوی مولانا روم کا درس دے رہے تھے۔ ایک شخص مثنوی شریف کے ایک شعر کے بارے میں تشفی حاصل کرنا چاہتا تھا آپ کی اجازت سے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اس شعر کی ایسی عارفانہ توضیح فرمائی کہ حاجی صاحب وجد میں آ گئے اور آپ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اجازت وخلافت سے نوازا۔

(تذکرہ اکابر اھل سنت (پاکستان) ص:۵۳۷، ۵۳۸)

آپ مکہ مکرمہ میں قیام کا ارادہ رکھتے تھے حضرت حاجی صاحب نے باصرار وتاکید آپ کو ہندوستان جانے کا مشورہ دیا اور فرمایا:

"در ہندوستان عن قریب یک فتنہ ظہور کند شما در ملک خود واپس بروید و اگر بالفرض شما در ہند خاموش نشستہ باشید تاہم آں فتنہ ترقی نہ کند و در ملک آرام ظاہر شود۔"

ہندوستان میں عن قریب ایک فتنہ نمودار ہو گا، تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں امن وامان رہے گا۔

(ملفوظات طیبہ، ص:۱۲٦، بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص:۷۱٤)

پیر صاحب حاجی صاحب کے اس کشف وکرامت کو فتنہ قادیانیت سے تعبیر فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے خواب میں ان کو اس فتنہ کی مخالفت کا حکم دیا تھا۔ چناں چہ آپ نے حکم نبوی کی تعمیل میں زبان وقلم دونوں کے ذریعہ فتنہ قادیانیت کا پرزور رد فرمایا۔ رد مرزائیت میں آپ کی تصانیف کو نشان راہ بنا کر بے شمار خوش عقیدہ مسلمان قادیانیوں کے خلاف میدان میں آ گئے اور آج ایک عام مسلمان ختم نبوت کی قادیانی تاویلات کو کفر سمجھتا ہے اور قادیانیت ایک غیر مسلم اقلیت بن کر رہ گئی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے باطل عقائد ونظریات کے حامل فرقوں کی تردید فرمائی، کذب باری تعالیٰ کو محال، علم غیب عطائی اور سماع موتی کو برحق اور ندائے یارسول اللہ، زیارت قبور، توسل واستمداد انبیا واولیا علیہم السلام اور ایصال ثواب کو جائز قرار دیا معبودان باطل اور اصنام کے متعلق نازل شدہ آیات کو انبیا واولیا علیہم السلام پر منطبق کرنے کو تحریف وتخریب سے بتاتے ہوئے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے استدلال کی تردید فرمائی۔

(مہر منیر، ص:۱٤۲)

۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ھ میں آپ نے ایک کتاب شمس الھدایۃ فی اثبات حیاۃ المسیح تالیس فرمائی جس میں دین مرزائیت کے بنیادی مسئلہ وفات مسیح کی تردید کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قرب قیامت نزول فرما کر اسلام کی نصرت کا باعث بننے کو قرآن و حدیث سے نہایت موثر انداز میں بیان فرمایا ہے۔ چناں چہ مرزا قادیانی اس کے جواب میں عاجز رہااور اپنی خفت مٹانے کے لیے مناظرہ کا چیلنج کر دیا۔ ۲۵/ جولائی ۱۹۰۰ء کی تاریخ مناظرہ کے لیے طے ہوئی حضرت پیر صاحب علماے اہل سنت کی ایک جماعت کے ساتھ مقررہ تاریخ پر شاہی مسجد لاہور میں پہنچ گئے۔ لیکن مرزا قادیانی کو وقت موعود پر آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے اپنی ذلت ورسوائی کا داغ مٹانے کے لیے ۱۵/ دسمبر ۱۹۰۰ء کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر اعجاز المسیح کے نام سے عربی میں شائع کی جس میں یہ تاثر دیا کہ یہ الہامی تفسیر ہے، آپ نے اس کے جواب میں سیف چشتیائی لکھ کر اس کی عربی دانی کا سارا پول کھول دیااور اس کے کھوکھلے دعوؤں کی خوب خوب تردید فرمائی۔

آپ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

(۱) شمس الھدایۃ فی اثبات حیاۃ المسیح۔ (۲) تحقیق الحق فی کلمۃ الحق۔ (۳) اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اہل بہ لغیر اللہ۔ (۴) الفتوحات الصمدیہ۔ (۵) سیف چشتیائی (۶) عجالہ بر دو سالہ۔ (۷) فتاویٰ مہریہ۔

۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں آپ راہی ملک بقا ہوئے۔ گولڑہ شریف میں آپ کے مزار کا گنبد دعوت نظارہ دیتا ہے۔

حضرت مولانا الحاج نور احمد پسروری، امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

وفات: ۱۳۴۸ھ

مولانا نور احمد بن شہاب الدین بن عمر بخش حنفی، پسروری، سیال کوٹی، امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے سیال کوٹ کے ایک گاؤں پسرور میں آنکھیں کھولیں اور وہیں پر ابتدائی تعلیم و تربیت پائی۔ پھر مزید تعلیم کے لیے سہارن پور کا رخ کیا اور مولانا احمد حسن کان پوری (متوفیٰ: ۱۳۲۲ھ) مولانا محمد مظہر ابن لطف علی نانوتوی (متوفیٰ: ۱۳۰۲ھ)، قاری عبد الرحمٰن پانی پتی (متوفیٰ: ۱۳۱۴ھ) اور مولانا احمد علی بن لطف اللہ سہارن پوری وغیرہم علما سے درسی کتابوں کا علم حاصل کیا۔ ۱۲۹۸ھ میں آپ حج بیت اللہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ گئے، حج و زیارت سے فراغت کے بعد آپ نے وہاں پر موجود اہل علم و فضل خاص طور پر مولانا رحمت اللہ بن خلیل عثمانی کیرانوی مہاجر مکی، شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی مکی، شیخ عبد الحمید داغستانی، شیخ حسب اللہ مکی، شیخ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سراج حنفی مکی اور عبد الجلیل برادہ آفندی مدنی وغیرہم سے اکتساب علم و فیض کیا اس کے علاوہ آپ نے مولانا محمد مظہر بن احمد سعید دہلوی (متوفیٰ: ۱۳۰۱ھ) شیخ امداد اللہ بن محمد امین تھانوی (متوفیٰ: ۱۳۱۷ھ) اور مولانا حبیب الرحمٰن ردولوی کی صحبت میں رہ کر ان سے بھی استفادہ کیا۔

ظاہری وباطنی علوم وفنون سے اپنی ذات کو آراستہ کرنے کے بعد مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۱ھ میں واپس ہندوستان تشریف لائے اور امرتسر میں مستقل بودوباش اختیار فرما کر درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ اپنے دور کے بہت بڑے مفتی، جید عالم دین، تجربہ کار مدرس اور عمدہ مصنف ومولف تھے، انتہائی نیک سیرت اور پاک طبیعت کے مالک انسان تھے، آپ کی حیات مستعار کی اوقات دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت، تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں صرف ہوتے۔

۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ میں امرتسر، پنجاب میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں اپنی تعمیر کردہ "مسجد نور" کے بغل میں مدفون ہوئے۔ (نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۵۲۹)

آپ کے عظیم الشان تحریری کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی، نقش بندی، سرہندی قدس سرہ السامی (متوفیٰ:۱۰۳۴ھ) کے تین جلدوں پر مشتمل "مکتوبات ربانی" (فارسی) کو تصحیح وتنقیح اور تخریج احادیث ومفید حواشی کے ساتھ پہلی بار انتہائی خوش خط تحریر میں شائع کیا۔

چناں چہ مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری قدس سرہ (متوفیٰ:۱۹۹۹ء) تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مطابع وجود میں آگئے تو مکتوبات قدسیہ کو متعدد مطابع نے طبع کر کے شائع کیا۔ اور سب سے بہتر طریق پر حضرت مولانا الحاج نور احمد نقش بندی مجددی امرتسری علیہ الرحمہ (متوفیٰ:۱۳۴۸ھ) مرید ومجاز شیخ العرفا حضرت شاہ ابو الخیر مجددی دہلوی قدس سرہ (متوفیٰ:۱۳۴۱ھ) نے نہایت تصحیح اور بلیغ تحشیہ کے ساتھ نو حصوں میں منقسم کر کے ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۳۴ھ میں امرتسر سے طبع وشائع کیا، حق یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر حضرت امام ربانی سے اپنی سچی عقیدت اور روحانی تعلق کا حق ادا کر دیا ہے۔"

(جهان امام ربانى، ج:۵، ص:۱۱٦، مقالہ: حكيم محمد موسیٰ امرتسرى، مطبوعہ امام ربانى فاؤنڈيشن كراچى)

مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم اپنے مقالہ "مکتوبات امام ربانی ایک تحقیقی جائزہ" میں حواشی کے تحت رقم طراز ہیں کہ:

"مولانا نور احمد کے مصححہ ومحشی یہ مکتوبات ۱۹۶۴ء میں دوبارہ نور کمپنی انار کلی، لاہور نے چھاپ دیے ہیں۔ ان کے شروع میں مولانا کے حالات زندگی وخدمات علمی کا اجمالی تعارف، میرا لکھا ہوا موجود ہے۔ میں نے مولانا کے حالات پر ایک کتاب بھی لکھی ہے، جو آں مرحوم کے فرزند مولانا محمد سلیمان کی عدم توجہ کی بنا پر حلیہ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔"

(جهان امام ربانی، ج:۵، ص:۱۲۳، حاشیہ نمبر:۷، مقالہ: حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مطبوعہ امام ربانی فاؤنڈیشن ، کراچی)

مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مشہور و معروف رسالہ ''مبداو معاد'' کو بھی اپنی تصحیح کے بعد شائع کیا، چناں چہ ''جہان امام ربانی'' میں ہے کہ:

''مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسری نے مبداء و معاد کا جو ایڈیشن ۱۳۳۰ھ میں اپنی تصحیح کے بعد مطبع مجددی امرتسر سے شائع کیا تھا۔ اس کا ایک عکسی ایڈیشن سنی لٹریری سوسائٹی ۴۹، ریلوے روڈ، لاہور کی طرف سے ۱۹۹۶ء میں اشاعت پذیر ہوا۔''

(جہان امام ربانی، ج:۵، ص:۱۰۰، مقالہ: حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مطبوعہ امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی)

اس کے علاوہ آپ نے شمائل ترمذی کا ترجمہ بھی کیا ہے جو ۱۲۴۰ھ میں الکٹرک پریس، امرتسر پنجاب سے شائع ہو چکا ہے۔ (مرآۃ التصانیف، از: مولانا عبد الستار سعیدی، ص:۲۹، مطبوعہ: مکتبہ قادریہ لاہور)

حضرت مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء--- وفات: ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء

مولانا اصغر علی روحی ابن مولانا قاضی شمس الدین ابن میاں پیر بخش بن رکن الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۱۲۴۸ھ / ۱۸۶۷ء میں دریائے چناب کے کنارے واقع قصبہ کٹھالہ، گجرات میں پیدا ہوئے، بچپن ہی میں والد ماجد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے لاہور تشریف لے گئے اور اپنے دور کے ممتاز فضلا و علما مولانا فیض الحسن سہارن پوری، مفتی عبد اللہ ٹونکی، مولانا عبد الحکیم کلانوری اور مولانا قاضی ظفر الدین سے اکتساب علم کیا۔ مزید پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات ممتاز نمبروں سے پاس کیے۔ اور ایم او ایل کی ڈگری حاصل کی۔

مولانا اصغر علی روحی اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر رہے پھر ۱۸۹۲ء سے ۱۹۴۱ء تک اسلامیہ کالج، لاہور کے شعبۂ عربی کے پروفیسر رہے۔ اس کے بعد اگرچہ پیرانہ سال کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے لیکن انجمن حمایت الاسلام (جس کے زیر انتظام اسلامیہ کالج جاری تھا) نے ازراہ قدر دانی چار سو روپے ماہانہ تاحیات مقرر کر دیا۔ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے مولانا عبد الحکیم شرف قادری کو ایک مکتوب لکھا تھا اس میں وہ مولانا روحی سے متعلق یوں بیان کرتے ہیں۔

''عربی اور فارسی میں یکتائے روزگار تھے۔ ایسی قابلیت کے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوا کرتے ہیں۔ فضلائے

عہد آپ کی فضیلت علمی کے مداح و معترف تھے، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بھی بسا اوقات آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ جب مرزا قادیانی نے غلط، سلط عربی میں نام نہاد قصیدہ اعجازیہ لکھ کر ڈینگیں مارنا شروع کیں تو علامہ روحی نے فی الفور اس کا جواب لکھ کر پیشہ اخبار، لاہور میں شائع کرا دیا۔"

(تذکرہ اکابر اہل سنت، پاکستان، از: مولانا شرف قادری، ص:۶۱)

اردو انسائیکلوپیڈیا مطبوعہ فیروز سنز میں ہے:

بڑے فاضل اور قابل تھے، گمٹی بازار لاہور میں درس کلام مجید دیا کرتے تھے، ۱۹۰۳ء میں آپ نے لاہور سے ایک علمی و ادبی پرچہ "الہدیٰ" جاری کیا۔ جس میں تفسیر قرآن، تاریخ اسلام اور تصوف پر مضامین شائع ہوتے تھے، علامہ دو سال کے مدیر مسئول رہے۔

آپ نے تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے آپ کی مطبوعہ تصانیف کے نام اس طرح ہیں:

(۱)	دبیر عجم: فن بلاغت و تنقید (فارسی)	صفحات:۴۸،	مطبوعہ: ۱۹۳۶ء
(۲)	العروض والقوافی: علم عروض (اردو)	صفحات:۱۴۴،	مطبوعہ: ۱۹۳۶ء
(۳)	ترجمہ نصیحۃ التلمیذ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (اردو)	صفحات:۳۶،	مطبوعہ: ۱۳۲۷ھ
(۴)	ترجمہ قصیدہ بردہ (اردو)	صفحات:۱۸۲،	مطبوعہ: ۱۳۲۶ھ
(۵)	امیر الکلام من کلام الامام (اردو)	صفحات:۱۲۸،	مطبوعہ: ۱۳۲۲ھ
(۶)	شرح اسماے حسنیٰ (اردو)	صفحات:۲۴۸،	مطبوعہ: ۱۳۲۹ھ
(۷)	سیطرۃ الاسلام علی النصاریٰ واللئام: (ردعیسائیت اردو)	صفحات:۱۲۴،	مطبوعہ: ۱۳۳۰ھ
(۸)	بانی الاسلام: اسلامی عقائد و احکام، دو جلد (اردو)	صفحات:۱۲۰۰،	مطبوعہ: ۱۳۵۰ھ

ان گراں مایہ تصانیف و تراجم کے علاوہ چھ ہزار اشعار پر مشتمل فارسی دیوان پانچ سو اشعار پر مشتمل عربی دیوان، تفسیر سورۂ یٰسین، آخری پاروں کی تفسیر اور عربی خطبات بھی آپ کے نوک قلم کا شاہکار ہیں۔ جو غیر مطبوعہ ہیں۔

مولانا اصغر علی روحی کا وصال ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء میں ہوا آپ کا مزار کٹھالہ میں مسجد سے ملحق، بر لب شاہ راہِ عظیم (جی ٹی روڈ) واقع ہے۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت، پاکستان، از: مولانا شرف قادری، ص:۶۲)

حضرت مولانا مفتی مسیح الدین خاں بہادر رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:۱۲۵۱ھ ---- وفات:۱۳۲۱ھ

مولانا مفتی مسیح الدین بن مفتی جمال الدین حنفی حیدر آبادی (رحمہما اللہ تعالیٰ) کا شمار اپنے وقت کے نام ور حنفی

فقہا میں ہوتا ہے۔ ۱۲۵۱ھ میں آپ حیدر آباد، دکن میں پیدا ہوئے آپ نے اپنے دور کے ممتاز علما و فضلا سے علوم و فنون حاصل کیے۔ اپنے والد گرامی مفتی جمال الدین حنفی کی وفات کے بعد فتویٰ نویسی کی عظیم المرتبت مقام پر فائز ہوئے۔ اور فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیتے رہے / ۱۳۰۵ھ میں والی دکن نے آپ کو عمدۃ العلما، محبوب نواز الدولہ کے عظیم الشان خطاب سے نوازا۔ اور آپ کو سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ مزید عَلَم و نقارہ کے ساتھ دو ہزار گھوڑے دیے۔ ۲۱؍رجب المرجب ۱۳۲۱ھ میں آپ نے اس دار فانی سے دارِ بقا کی طرف ہجرت کی۔

(نزہۃ الخواطر، ج:۸، ص:۴۹۷)

حضرت مولانا عنایت العلی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۴۱ھ ---- وفات: ۱۳۲۷ھ

مولانا عنایت العلی بن کرامت العلی اسرائیلی، دہلوی ثم حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۲ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا کرامت العلی بن حیات علی (متوفیٰ: ۱۲۷۷ھ) اپنے دور کے اکابر علما میں سے تھے۔ حضرت علامہ فضل امام خیر آبادی (متوفیٰ: ۱۲۴۳ھ) اور حضرت علامہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفیٰ: ۱۲۳۳ھ) وغیرہ کے شاگرد تھے۔ عربی زبان میں ”السیرۃ الاحمدیہ“ کئی ضخیم جلدوں میں آپ کی عظیم تصنیفی یادگار ہے۔

مولانا عنایت العلی بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حیدر آباد دکن چلے گئے، اور مستقل انھیں کی خدمت میں رہ کر علوم وفنون کی تکمیل کی۔ تحصیل علوم کے بعد سلطنت آصفیہ میں ایک زمانے تک خدمت انجام دی۔ آپ بلند پایہ عالم وفقیہ تھے۔ بہت ہی خوب صورت اور نیک طینت وپاک سیرت انسان تھے انتہائی محتاط زندگی گزارتے، تکلفات سے بہت دور رہتے۔ آپ کی تصنیفی یادگار میں، تراویح، رویت ہلال، عقائد، سماع موتی ونذور، ذبیحہ، استعانت و شفاعت، تبرک اور تقبیل ابہامین عند الاذان کے متعلق رسائل ہیں ان کے علاوہ آپ نے دور دراز مقامات سے آنے والے استفتا کے جوابات بھی تحریر فرمائے لیکن افسوس کہ آپ کے فتاویٰ مجموعی شکل میں منصۂ شہود پر نہ آسکے۔

آپ نے ۱۱؍ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ کو اس جہان فانی سے رحلت کی۔ (نزہۃ الخواطر، ج:۸، ص:۳۵۹)

حضرت مولانا عبد الوہاب بہاری رحمۃ اللہ علیہ

وفات: ۱۳۳۵ھ

حضرت مولانا عبد الوہاب بن احسان علی سریندوی بہاری (رحمہما اللہ تعالیٰ) ضلع بہار کے موضع سریندہ میں

پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اساتذہ وقت سے اپنے وطن میں حاصل کی پھر لکھنؤ آکر حضرت علامہ عبد الحی فرنگی محلی (متوفیٰ: ۱۳۰۴ھ) سے اکتساب علم کیا۔ تحصیل علوم و فنون کے بعد میدان تدریس میں قدم رکھا۔ پہلے کان پور کے مدرسہ میں ایک زمانہ تک تشنگانِ علوم و فنون کو سیراب کرتے رہے۔ پھر حیدر آباد دکن میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں، کلکتہ کے مدرسہ عالیہ مدرس مقرر ہوئے۔

آپ اپنے دور کے بہت بڑے عالم فاضل اور علم منطق و حکمت میں یکتائے روزگار تھے۔ ممتاز علما و فضلا آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے "الصحیفۃ الملکوتیہ، حاشیہ میر زاھد رسالہ" اور "شرح ھدایۃ الحکمت"، علمی و تصنیفی یادگار چھوڑی ہیں۔

۲۸؍ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (نزہۃ النظر، ج:۸، ص:۳۳۷)

مولانا عبد الاول جون پوری

ولادت: ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء --- وفات: ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

مولانا عبد الاول بن کرامت علی بن امام بخش بن جار اللہ بن گل محمد بن محمد دائم جون پوری بمقام سندیپ، ضلع نوا کھالی، بنگلہ دیش (سابقہ بنگال) میں ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہی والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی۔ قرآن پاک حفظ کیا، پھر لکھنؤ آکر مولانا عبد الحی بن مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی کے تلامذہ سے علوم حاصل کیے اور توضیح کی ابتدائی تحقیق مولانا محمد نعیم بن عبد الحکیم نظامی لکھنوی سے پڑھیں۔ پھر جون پور آکر شرح عقائد، ملا حسن، شرح تہذیب، رسالہ قطبیہ اور بحر العلوم کے دونوں حاشیے مولانا شیر علی بلند شہری سے پڑھیں۔ مزید تحصیل علم کے لیے حجاز مقدس روانہ ہوئے اور شیخ رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن کیرانوی مہاجر مکی شیخ عبد اللہ بن سید حسین مکی اور شیخ عبد الحق الہ آبادی (رحمہم اللہ) سے حدیث و تفسیر کا درس لیا۔ آپ نے وہاں دو سال کے قریب قیام کیا اس دوران دو بار حج کیا اور حرمین شریفین کے محدثین کرام کی جانب سے حدیث و اوراد و وظائف کی اجازت حاصل کی۔

آپ نہایت شیریں بیان واعظ، بہترین قاری، زود نویس اور عربی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ حنفیت کی تائید اور غیر مقلدیت کی تردید میں سرگرم تھے۔ آپ کی تصنیفات و رسائل کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ چند کے نام یہ ہیں:

الطريف للأديب الظريف، المنطوق فی معرفة الفروق، عرائس الأفكار فی مفاخرة الليل والنهار، التليد للشاعر المجيد، أحسن الوسائل إلى حفظ الأوائل،

الطریق السھل إلی حال أبی جھل، البسطی فی بیان الصلاۃ الوسطیٰ، مفید المفتی، خیر الزبور فی استحباب زیارۃ القبور، نقول العلما والفحول فی عدم ظل الرسول۔

۱۲؍شوال ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں پچپن سال کی عمر میں کلکتہ میں وفات پائی اور وہیں تدفین ہوئی۔ تاریخ وفات: ”فله اجر عظیم“ سے نکلتی ہے۔ (نزہۃ الخواطر، ج:۸، ص:۲۲۸،۲۲۹)

حضرت مولانا پیر عبد الغفار شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

وفات: ۱۳۴۰ھ / ۱۹۱۱ء

پیر عبد الغفار شاہ ابن پیر احمد شاہ ابن پیر مصطفیٰ شاہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) حضرت شیخ مسعود نروری (مدفون نرورہ سری نگر) کی اولاد امجاد سے تھے۔ آپ کے دادا بزرگوار پیر مصطفیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کشمیر سے جا کر ضلع ملتان، پاکستان کے ایک ویرانہ میں بیٹھ گئے۔ آپ کے قدموں کی برکت سے وہ ویران جگہ آباد ہو گئی اور اسی مقام پر چک (۵۷ / ۱۵ سی) کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی چک میں پیر مصطفیٰ شاہ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

پیر عبد الغفار شاہ کشمیری کی ولادت اسی چک میں ہوئی۔ ابھی آپ گیارہ ہی برس کے تھے کہ آپ کے والد وہاں سے لاہور تشریف لے گئے۔ آپ نے لاہور ہی میں علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی اور وہیں سادات کے ایک گھرانے میں آپ کا نکاح ہوا، لیکن دو برس بعد ہی آپ کی اہلیہ داغ مفارقت دے گئیں۔ پھر آپ نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ صرف ایک فرزند پیر محمد اشرف مرحوم آپ کی یادگار تھے۔

ایک عرصہ تک آپ مسجد حنفیہ، تکیہ سادھواں، لاہور میں امام و خطیب کے منصب پر فائز رہے اور ۱۳۲۹ھ / ۱۹۰۰ء میں آپ نے اسی مسجد میں ایک دینی مدرسہ قائم فرمایا جس میں تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام و انصرام تھا۔ ایک مدت تک اس مدرسہ میں مفتی عبد القادر جہاں گیروی صدر مدرس رہے اور ”نصر المقلدین“ کے مصنف حضرت مولانا سید احمد شاہ بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ ہر ہفتہ اعزازی طور پر ترمذی شریف کا درس دیا کرتے تھے۔

آپ ایک بلند پایہ عالم دین اور سچے عاشق رسول مقبول ﷺ تھے تمام عمر درود شریف کے مجموعے چھاپ کر تقسیم کرتے رہے، وظائف و تصوف کی متعدد کتابیں بھی شائع کیں۔ آپ کے مرتب کردہ درود شریف کے دس حصوں کا نام ”عشرۂ کاملہ“ ہے۔ اس کے علاوہ دو ضخیم جلدوں میں درود شریف کا ایک مجموعہ بنام ”خزائن البرکات“ مرتب کر کے نہایت خوش خط لکھوایا، مگر اس کی اشاعت سے قبل ہی اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں منسلک تھے۔ آپ کے ارادت مند پنجاب، کشمیر اور افغانستان میں بھی تھے۔ مگر آپ نے بیعت خاص خاص حضرات ہی کو کیا مولانا غلام قادر امرتسری آپ کے مرید خاص تھے۔ انھوں نے

وصیت کی تھی کہ مجھے میرے پیر کے قریب دفن کیا جائے، چناں چہ آپ کو لاہور لے جا کر دفن کیا گیا۔

۱۷/ جمادی الآخرہ بروز چہار شنبہ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۱۱ء میں وضو کرتے وقت اختلاج قلب کا عارضہ لاحق ہوا اور پونے دو گھنٹے میں واصل بحق ہو گئے۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت، پاکستان، ص: ۲۴۳، ۲۴۴)

حضرت مولانا حافظ و قاری محمد غازی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

وفات: ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء

استاذ العلما مولانا حافظ و قاری محمد غازی گولڑوی قدس سرہ نرڑہ، (کیمبل پور) میں پیدا ہوئے۔ استاذ زمن حضرت مولانا احمد حسن کان پوری (متوفیٰ: ۱۳۲۲ھ) سے تعلیم حاصل کی اور مکہ شریف میں حاجی رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی (متوفیٰ: ۱۳۰۸ھ) سے علم حدیث کی تکمیل کر کے وہیں مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مدرس ہو گئے۔

آپ تمام مروجہ علوم میں تبحر رکھتے تھے خاص طور پر علم تجوید میں مہارت تامہ حاصل تھی آپ نے آٹھ سال تک مدرسہ صولتیہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ جب حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ (متوفیٰ: ۱۲۵۶ھ) مکہ شریف پہنچے تو آپ ان کے علم وفضل سے اس قدر متاثر ہوئے کہ مدرسہ صولتیہ کے تدریسی فرائض سے مستعفیٰ ہو کر ہمیشہ کے لیے گولڑہ شریف چلے آئے اور باقی عمر اسی جگہ درس و تدریس، فتویٰ نویسی اور ارشاد و ہدایت میں گزار دی۔

”حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب سیف چشتیائی میں مسیلمہ کذاب، مرزائے قادیانی وغیرہ کی صف میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو بھی شمار کیا ہے۔ آپ کے وصال کے بعد وہابیوں نے مطالبہ کیا کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا نام اس فہرست سے حذف کر دیا جائے، حضرت مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر ایک طویل حاشیہ میں نجدی کے عقائد و مظالم بیان کر کے فرمایا کہ ”ان حالات میں ہم نجدی کا نام اس فہرست سے حذف کرنے سے معذور ہیں۔“

۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں آپ نے سفر آخرت فرمایا اور گولڑہ شریف کی مسجد کے شمالی جانب حضرت پیر سید مہر علی شاہ کے والد ماجد حضرت خواجہ سید نذر دین قدس سرہ کے مزار کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت، پاکستان، ص: ۵۰۱)

وہ علمائے کرام جن کی تقریظات یا تائیدات و تصدیقات اس کتاب نصر المقلدین پر ہیں مگر ان کے احوال دستیاب نہ ہو سکے۔

(۱) مولانا مفتی محمد عبد اللہ مدرس علوم عربیہ مدرسہ عالیہ، لاہور۔

(۲) ماہر شعر و سخن مولانا، حافظ، قاضی خلیل الدین حسن مہتمم مدرسہ جامعہ پیلی بھیت

(۳) مولانا عبد الجلیل یوسف زئی پشاوری مصنف سیف المقلدین۔

(۴) ابو الفتح مولانا محمد انور علی۔
(۵) مولانا قاضی محمد ہزارہ، پاکستان

(۶) مولانا محمد عبد الحق حنفی۔
(۷) مولانا محمد احمد۔

(۸) مولانا الٰہی بخش۔
(۹) مولانا غلام سید برہان الدین۔

(۱۰) مولانا احمد حسین
(۱۱) مولانا انور علی۔

(۱۲) مولانا محمد امیر الدین۔

امتیاز احمد مصباحی
المجمع الاسلامی، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ مصنف

حمد وافر اس کریم معبود کو جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور پھر تاجِ علم پہنا کر تختِ اعلیٰ درجات پر بٹھایا اور شکر متکاثر اس رحیم ووَدُود کو جس نے فرقۂ اہلِ سنت و جماعت کو فرقۂ ناجیہ بنا کر مصداق آیت: كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ.[1] کا ٹھہرایا اور مخاطب آیت: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.[2] کا بنایا اور ورطۂ ضلالتِ مذاہب باطلہ سے بچا کر راہِ مستقیم پر چلایا اور درود غیر محدود سیدنا ونبینا وشفیعنا، خاتم الانبیا والمرسلین ،رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک پر جن کے باعث فوج فوج بیمارانِ امراضِ کفروشرک و جہل نے داروے ایمان واسلام سے شفا حاصل کی اور رحمتِ کاملہ ان کی آلِ اطہار و صحابۂ کبار وصغار پر جن سے دینِ محمدی تمام جہان میں پھیل کر جلوہ افروز ہوا اور رضوان وافرہ ان کے تابعین و تبع تابعین اور مجتہدین صالحین خصوصاً ائمہ اربعہ پر جنھوں نے دینِ نبوی سیکھا اور سکھایا اور اس کے قیام کے واسطے عمریں صرف کیں اور ایسے اصول و قواعد مضبوط کر دیے جو متاخرین کے لیے شریعت پر تمسک کرنے کو عمدہ ذریعہ اور عروۃ الوثقیٰ[3] ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اما بعد: کم ترین ہیچ مداں خادم العلما والطلبا خاک سار خفی وجلی **احمد علی** غفر اللہ لہ والوالدیہ۔ متوطن کالہ افغانان متعلق قصبۂ بٹالہ ملک پنجاب حال وارد شہر دہلی، برادرانِ دین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ بہتر زمانہ وہ تھا جس کے بہتر ہونے کی خبر جناب رسول خدا ﷺ نے دی اور وہ زمانہ تبع تابعین تک رہا، بعد اس کے بمقتضاے بُعد زمانہ ہر قسم کے لوگ پیدا ہوئے اور جادۂ سنت و جماعت چھوڑ کر بہت سے فرقے ہو گئے اور یوماً فیوماً ترقی مذاہب باطلہ کی ہوتی رہی، یہاں تک کہ جو پیشین گوئیاں آں حضرت ﷺ کی تھیں، ظہور میں آنی شروع ہوئیں اور قربِ قیامت کے آثار جو آں حضرت ﷺ نے فرمائے تھے مثل آفتاب نیم روز کے جلوہ گر ہونے لگے اور وہ پیشین گوئیاں یہ ہیں.

احادیث علامات قربِ قیامت جن کا ظہور ہوتا جاتا ہے

پہلی حدیث : عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - يَقُولُ إِنَّ اللهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ

---

(۱)- پ:۲، سورہ بقرۃ، آیت:۱۴۳.

(۲)- پ:۴، سورہ آل عمران، آیت: ۱۱۰.

(۳)- مضبوط دستہ۔

الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا ، اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوا ، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا. رواه البخاري.(۱)

روایت ہے عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے ، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا کہ فرماتے تھے، بے شک اللہ تعالیٰ علم کو قبض نہیں کرے گا اس طرح کہ اس کو بندوں کے سینوں سے نکال لے مگر اس طرح کہ عالموں کی روحیں قبض کرلے گا (یعنی ان کا انتقال ہو جائے گا) یہاں تک کہ جب کسی عالم کو (یعنی جو متصف بہ اوصافِ حمیدہ ہو) نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار اور پیشوا بنالیں گے ، پس ان جاہلوں سے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ فتویٰ بغیر علم کے دیں گے (یعنی موافق خواہشِ نفس کے) سو وہ خود بھی گم راہ ہوں گے اور جن کو بتائیں گے انھیں بھی گم راہ کریں گے۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے۔

دوسری حدیث : عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ ، وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا رواه البخاری.(۲)

روایت ہے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے، انھوں نے کہا کہ، رسول خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ بعض علاماتِ قیامت سے یہ ہے کہ علم جاتا رہے گا اور جہل رہ جائے گا اور شراب خوری ہو گی اور زنا کا چرچا بہت ہو گا، روایت کی اس کو بخاری نے۔

تیسری حدیث : عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ- صلى الله عليه وسلم- إِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلاً وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَأَدْنَى صَدِيقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ. رواه الترمذي (۳)

روایت ہے ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے ، انھوں نے کہا کہ، رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جس وقت غنیمت کو اپنے

---

(۱)- بخاري ، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، ص:۳۷، دار الكتاب العربي، بيروت.

(۲)- بخاري، كتاب العلم، باب رفع العلم و ظهور الجهل، ص:۳۳، دار الكتاب العربي، بيروت.

(۳)- ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ص:٦٠٦، دار احياء التراث العربي، بيروت.

ہاتھوں کا مال بنالیا جائے (یعنی اپنے خرچ میں لایا جائے اور اس کے مستحقین کو نہ دیا جائے) اور امانت کو مال غنیمت اور زکاۃ کا تاوان سمجھا جائے غیر دین کے لیے علم سیکھا جائے اور تابع داری کرے مرد اپنی عورت کی، اور اپنی والدہ کی نافرمانی کرے اور قریب کرے اپنے دوست کو اور دور کرے اپنے باپ کو اور ظاہر ہو مساجد میں شور اور غل اور بدکار، قبیلہ کا سردار ہو اور معتبر قوم کا وہ ہو جو سب سے رذیل ہے اور مرد کی تعظیم اس کی شرارت کے خوف سے ہو اور نکل آئیں ناچنے والی عورتیں اور سرود اور پی جائیں شرابیں اور لعنت کرے آخر اس امت کا اول امت کو (یعنی طعن کریں پچھلے لوگ اس امت کے، ان پر جو ان سے پہلے گزر گئے ہیں) پس اُس وقت اِن امور کا انتظار کرو: سرخ ہوا اور بھونچال اور زمین میں بعض لوگوں کا دھنس جانا اور بعض کی شکلیں مسخ ہو جانا اور بعض پر آسمان سے پتھر برسنا اور علامتیں پے درپے شروع ہونی جیسے کہ پرانی لڑی کا تاگا ٹوٹ جائے تو اس لڑی کے دانے جلد ایک دوسرے کے پیچھے ہو کر نکل جاتے ہیں، (یعنی علاماتِ قیامت بہت جلد طے ہو جائیں گی)۔

چوتھی حدیث: عن أبي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لاَ يُضِلُّونَكُمْ وَلاَ يَفْتِنُونَكُمْ .رواه مسلم.(۱)

روایت ہے ابو ہریرہ سے، کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اخیر زمانہ میں دجال اور جھوٹے پیدا ہوں گے کہ لائیں گے تمھارے پاس وہ حدیثیں کہ نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمھارے باپ داداؤں نے، پس ان سے بچو اور ان کو اپنے سے بچاؤ، ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں گم راہ کریں اور فتنہ میں ڈالیں، انتہی، روایت کیا اس کو مسلم نے۔

احادیثِ مذکورہ کا مصداق فرقۂ محدثۂ غیر مقلدین ہے

پس جب یہ پیشین گوئیاں آں حضرت ﷺ کی معلوم ہو چکیں، تو اب دیکھنا چاہیے کہ اکثر علامات ظاہر ہوتی جارہی ہیں، مثلاً امانت میں خیانت، زکاۃ کا نہ دینا، غیر دین کے واسطے علم پڑھنا، عورتوں کی تابع داری کرنا، والدین کی نافرمانی، مسجدوں میں بلند آواز سے جھگڑنا، ناچ سرود وغیرہ ہونا، کثرت شراب خواری، اور زنا اور لعنت کرنا متقدمین پر، یعنی ان کو برا کہنا اور ان کی تابع داری کو خلاف تابع داری شریعت سمجھ کر برا کہنا اور ان کی برائیاں تلاش کرنا اور ان کو مخالف قرآن وحدیث سمجھنا اور جو ان کے طریقہ پر چلے اُسے مشرک وگم راہ کہنا، چناں چہ آج کل ائمۂ دین کی برائیاں

(۱)- مسلم مقدمة المؤلف، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ص:۱۸، حديث:۱٦، دار الكتاب العربي، بيروت.

لکھی جاتی ہیں اور ان کے مقلدین کَثَّرَ هُمُ اللّٰهُ کو بہ باعث ان کی تقلید کے کہ وہ فی الحقیقت تقلید خدا اور سول ہے، مشرک کہا جاتا ہے، جیسا کہ رافضی خَذَلَهُمُ اللّٰهُ صحابۂ کرام کو برا کہتے ہیں. اس لیے بدعتیوں اور تبرائیوں کی احادیث روایت کرنے سے محدثین پرہیز کرتے رہے اور شاگردوں وغیرہ کو منع کرتے آئے ہیں، چناں چہ مسلم کے مقدمہ میں ہے:

''وقال محمد سمعت علي بن شقيق يقول سمعت عبد الله بن المبارك يقول علىٰ رؤس الناس دَعُوا حديث عمرو بن ثابت فإنه كان يسب السلف.'' انتهىٰ(۱)

یعنی کہا محمد (بن عبد اللہ) نے، میں نے علی بن شقیق سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہ وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ عمرو بن ثابت کی حدیث کا لینا چھوڑ دو، کیوں کہ بے شک وہ سلف کو بُرا کہتا ہے۔ انتہیٰ

اور اکثر عالموں، دین داروں کا انتقال کر جانا اور اکثر جاہلوں کا کہ چند احادیث کے ترجمہ دیکھ لیے ہیں خطاب محدثین عاملین بالحدیث کا پاکر جہل کا پھیلانا، چناں چہ یہی حال ہے اس فرقۂ جدیدہ کا جو تھوڑے عرصہ سے ہمارے ملک میں پیدا ہوا ہے کہ اس کے لوگ علوم اسلامیہ کو کہ جو قرون متطاولہ سے اہل اسلام میں رائج ہیں اور جن کے ذریعہ سے ہمیشہ اہل سنت و جماعت مخالفین کا رد کرتے آئے ہیں، مثل اصول و فقہ و کلام و بلاغت وغیرہ کے شب و روز مٹانا چاہتے ہیں اور سلف صالحین کو ہدفِ سہام ملامت بناتے ہیں اور عوام الناس کو ان کے طریقہ سے پھرا کر اپنی تقلید کی طرف رجوع کراتے ہیں اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک ڈال کر ائمۂ دین سے پھراتے ہیں اور خود گم راہ ہوکر ان کو بھی گم راہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ائمہ کی تقلید کا کہیں ثبوت نہیں، ہاں تم لوگ آج کل کے علما کی تقلید کرو، کیوں کہ ان کی تقلید فرض ہے اور یہ بات اس پیرایہ میں کہتے ہیں کہ عمل حدیث وقرآن پر کرو، جس کو ہم سمجھیں اور اب زمانہ بہتر ہے اور علم کا چرچا زیادہ ہے، حالاں کہ یہ بات بالکل عقل ونقل کے خلاف ہے، کیوں کہ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ہر پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بدتر ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ أَتَيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوا ، فَإِنَّهُ لاَ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلاَّ الَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ، حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ. سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّكُمْ - صلى الله عليه وسلم — رواه البخاري. انتهى . (۲)

---

(۱)- مقدمه مسلم، باب بيان أن الاسناد من الدين، ج:۱، ص:۱۲، مجلس بركات، اشرفيه.

(۲)- بخاري، كتاب الفتن، باب: لايأتي زمان الا الذي بعده شرمنه، ج:۲، ص:۱۰۴۷، مجلس بركات، جامعه اشرفيه.

روایت ہے زبیر بن عدی سے، انھوں نے کہا، ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، پھر ہم نے حجاج کی جانب سے ہونے والی تکلیفوں کی شکایت کی، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر کرو کیوں کہ نہیں آئے گا تم پر کوئی زمانہ مگر جو اس کے بعد ہو گا اس سے برا ہو گا، یہاں تک کہ تم اپنے خدا سے ملو گے، سنا میں نے اس حدیث کو تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے، انتہی۔

اور عقل سلیم بھی اس طرف مائل ہے اور زبان زد خاص و عام بھی یہی بات ہے کہ جو لوگ متقدمین تھے، وہ بہ نسبت ہم لوگوں کے ہزار درجہ علم اور عمل و تقویٰ میں اچھے تھے، مگر اس بات کی تمیز ہر شخص نہیں رکھتا، اس لیے ان کے دھوکے میں آجاتے ہیں کہ یہ لوگ حدیثیں سناتے ہیں اور ہر وقت قال اللہ، قال الرسول اور دعویٰ عمل بالحدیث کا کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ حدیثیں اور کتابیں اول بھی موجود تھیں، کچھ نئی نہیں ہیں۔ ان کے مطلب وہ لوگ خوب سمجھتے تھے اور ان کے عہد میں کوئی فتنہ و فساد نہ تھا۔ لیکن جب کج فہم پیدا ہوئے: وإعجاب کل ذی رای برایه[1] کا زمانہ آیا تو فساد اٹھا، پس ایک گروہ جو درحقیقت مخرب دین ہے، بہ گمانِ فاسد اپنے کو مصلح دین سمجھتا ہے، جیسا کہ منافق باوجودے کہ مخرب تھے، اپنے تئیں مصلح جانتے تھے:

قال اللہ تعالیٰ: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ (۲)

ترجمہ: اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو جواب میں کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، خبر دار ہو تم سب کہ بے شک وہ فسادی ہیں، لیکن اپنے فساد سے بے خبر ہیں۔

چناں چہ اسی قسم کے مخادعات و مغالطات کا ایک رسالہ مسمیٰ بالظفر المبین شائع ہوا ہے جس میں مؤلف نے ائمۂ سلف خصوصاً حضرت امام اعظم، مجتہد اقدم، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ وعن تابعیہ پر طرح طرح کے طعن کیے ہیں اور اپنی طرف سے کوئی دقیقہ ان کی برائی میں فرو گزاشت نہیں کیا اور جا بہ جا ان کو مخالف قرآن و حدیث لکھا ہے، اور عوام مقلدین کو متعدد طریقوں سے دھوکا دیا ہے، جن کا اظہار انشاء اللہ بخوبی ہو جائے گا، مقامِ غور ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث کا عمداً خلاف کرے گا تو وہ اہل اسلام میں بھی نہ شمار ہو گا، چہ جائے کہ ملقب بہ امام اعظم ہو اور اس کے مذہب کا شہرہ اور عمل جملہ دیار و امصار میں ہو پھر باوجود ان امور بدیہۃ البطلان کے یہ فرقہ محدثہ جانتا ہے کہ ہم اچھا کرتے ہیں اور لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلاتے ہیں اور یہ اب تک معلوم نہیں کہ اس قسم کی باتیں ان کے لیے اسلام سے خارج ہونے کا باعث ہیں اور صحابہ پر طعن کرنے والے روافض و خوارج میں انھیں داخل کرنے والی ہیں۔ پس

---

(۱)- ہر رائے والے کو اپنی رائے پر فریفتہ ہونے کا زمانہ۔ ۱۲

(۲)- پ: ۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲

جب ان کا یہ حال ہو تو لازم ہے مقلدینِ ائمہ اربعہ پر کہ ائمۂ صالحین کی حمایت کریں، کیوں کہ ان کی حمایت عین حمایتِ دین ہے اور عمل حکم نبوی پر ہے۔

"عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ -صلی الله علیه وسلم- مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِیهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ." رواہ الترمذی. (۱)

روایت ہے ابو دردا رضی اللہ عنہ سے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے بھائی سے اس کی برائی کو (یعنی وہ برائی جو غلط طور پر لوگ اس میں بتاتے تھے) دور کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ سے آگ کو قیامت کے دن دور کرے گا، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور ان لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضرور ہے:

عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ عَنِ النَّبِیِّ -صلی الله علیه وسلم- وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَیُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ یَبْعَثَ عَلَیْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ فَتَدْعُونَهُ فَلاَ یُسْتَجَابُ لَكُمْ. رواہ الترمذی، انتہی. (۲)

روایت ہے حذیفہ بن یمان سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ضرور امر کرتے رہو تم اچھے کاموں کا اور منع کرتے رہو برے کاموں سے ورنہ قریب ہے کہ بھیجے اللہ تعالیٰ تم پر عذاب اپنی طرف سے، پھر تم دعا مانگو گے تو قبول نہ کی جائے گی، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ انتہی۔

وعَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَوَّلُ مَنْ قَدَّمَ الْخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلاَةِ مَرْوَانُ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ لِمَرْوَانَ خَالَفْتَ السُّنَّةَ. فَقَالَ یَا فُلاَنُ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ. فَقَالَ أَبُو سَعِیدٍ أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَیْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ -صلی الله علیه وسلم- یَقُولُ مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَلْیُنْكِرْهُ بِیَدِهِ وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِیمَانِ. رواہ الترمذی. انتہی۔ (۳)

---

(۱)- ترمذي كتاب البرّ والصّلة، باب: ماجاء فی الذبّ عن عرض المسلم. ص:۵۳۸، حدیث:۱۹۳۱، دار احیاء التراث العربي، بیروت.

(۲)- ترمذي كتاب الفتن، باب : ماجاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. ص:۵۹۶، حدیث:۲۱۶۹، دار احیاء التراث العربي، بیروت.

(۳)- ترمذي كتاب الفتن، باب : ماجاء في التغيير المنكر، باليد او باللسان او بالقلب. ص:۵۹۶، حدیث:۲۱۷۲، دار احیاء التراث العربي، بیروت.

اور روایت ہے طارق بن شہاب سے، انھوں نے کہا، پہلے جس نے مقدم کیا خطبہ کو اول نماز کے (یعنی عید سے پہلے خطبہ دیا) مروان تھا پس کھڑا ہوا ایک شخص اور کہا مروان سے تو نے سنت کا خلاف کیا (یعنی خطبہ بعد نماز عید کے سنت ہے نہ قبل اس کے) کہا مروان نے کہ اے فلاں شخص وہ بات جو پہلے اس موقع پر ہوتی تھی اب متروک ہوگئی پس کہا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے، لیکن اس شخص نے (یعنی جس نے مروان کو منع کیا تھا) بے شک پوری کر دی وہ بات کہ اس پر اس کا کرنا ضروری تھا (یعنی نہی عن المنکر) سنا میں نے رسول خدا ﷺ سے کہ فرماتے تھے جو شخص دیکھے دوسرے میں بری بات کو پس چاہیے کہ ہٹادے اس کو ہاتھ سے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کر دے اور جو اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ بہت ہی ضعیف ایمان ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے انتہی۔

وجہِ تالیف

راقم نے جب رسالۂ مذکور کو وطن میں دیکھا تو بموجب احادیث مرقومۂ بالا کے جواب لکھنا شروع کیا، چناں چہ دو تین مسئلوں کا جواب مختصراً وہیں لکھا اور پھر دہلی میں آکر اس کا خیال ہوا اور بعد ترغیب بعض احباب کے اور زیادہ شوق ہوا، چوں کہ اس امر کے واسطے جمیع کتب مسطورۂ رسالۂ مذکور مع شے زائد موجود ہونا چاہیے اور فرصت بھی وسعت کے ساتھ ہو اور یہ امور دہلی میں بہ باعث اشتغال تحصیل علم طب وغیرہ میسر نہ تھے، اس لیے یہ خیال ہوا کہ بعض مسائل کا جواب دینا ضروری ہے، خاص کر تقلید کا مسئلہ جو اہم مقصود ہے اور دار و مدار سب مسائل کا اسی پر ہے۔ اسی طرح قیاس کا جواب اور آمین بالجہر کا جواب لکھا گیا اور آخر میں امام صاحب کے کچھ مناقب اور ضروری امر پر ختم کر دینا مناسب سمجھا اور عبارت ظفر المبین کی حاشیہ پر لکھی گئی ہے [1] اور نام اس رسالہ کا **نصر المقلدین فی جواب الظفر المبین** رکھا۔ انشاء اللہ اہل انصاف وصاحب فراست خداداد جب کہ بنظر انصاف دیکھیں گے تو حق کو باطل سے ممتاز کرلیں گے، اور باقی اعتراضات کو اسی پر قیاس کرلیں اور ہر مسئلہ کی تحقیق وجواب کتاب فتح المبین [2] اور نصرۃ المجتہدین میں [3] کہ یہ دونوں کتابیں بھی اس کے جواب میں چھپ چکی ہیں، مذکور ہیں، اور چوں کہ مسئلہ تقلید کا ہر دو کتاب میں بلکہ ایک میں تو مفقود اور دوسرے میں مختصراً تھا، اس واسطے اس میں یہ مسئلہ بہ وضاحت تمام بہ قدر اپنے حوصلہ وعلم

---

(۱)۔ ظفر المبین کی جو عبارت حاشیے میں لکھی گئی تھی، اصل کتاب میں ''قال'' کے تحت درج کر دی گئی ہے۔

(۲)۔ الفتح المبین فی کشف مکائد غیر مقلدین۔ تصنیف مولانا محمد منصور علی خاں مراد آبادی، متوفی ۱۳۴۷ھ

(۳)۔ نصرۃ المجتہدین بَرَدِّ ہفواتِ غیر المقلدین، تصنیف مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری بلیاوی (۱۲۵۸ھ-۱۳۲۲ھ)

کے لکھا گیا، جس کو اہل علم وانصاف دیکھ کر سمجھ لیں گے اور نا منصفوں، متعصّبوں کا-جو اپنی بات پر جمے ہوئے ہیں، گو ان کے مقابل میں براہین قاطعہ وحجج ساطعہ پیش کی جائیں-کوئی علاج نہیں۔ ان کو ہم سپرد بخدا کر کے یہ آیت پڑھ کر خاموش ہو رہتے ہیں:

مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ. جسے خدا گم راہ کرے اس کا کوئی رہبر نہیں۔

اور راقم نے اس سے سوائے طلب ثواب کے اور کچھ ارادہ نہیں کیا اور یہ غرض ہے کہ جاہل لوگ بے چارے ائمۂ دین کے حق میں بُرے اعتقاد سے بچیں اور آج کل خوبیاں اور اوصاف ائمہ کے بیان کرنے اور ان کو شائع کرنا ایسا ہے جیسے رافضیوں اور خارجیوں کے وقت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب منبروں پر چڑھ کر سنائے جاتے تھے۔ اسی واسطے اب تک توارث علمائے اہل سنت وجماعت کا ہے کہ خطبے میں خلفائے اربعہ وعشرۂ مبشرہ واہل بیت کا ذکر برابر کیا جاتا ہے اور امید منصف مزاج علما سے یہ ہے کہ جہاں کہیں بہ باعث خطائے بشریت خطائے واقعی سرزد ہوئی ہو اس کو دامنِ عفو سے چھپائیں یا بطور خیر خواہی اطلاع دیں اور جو صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں ان کو ان باتوں کا لحاظ ضرور چاہیے:

اول آداب مناظرہ کا لحاظ رہے۔

دوسرے کلمات ناشائستہ سے پرہیز۔

تیسرے جو بات ان کے مخالف ہو اس کا جواب بہ تفصیل لکھیں اور باقی کو صراحۃً تسلیم کریں اور ایسا نہ کریں کہ قدیمی طور پر اول آخر کا لحاظ نہ کر کے رد وقدح شروع کریں ورنہ قابلِ خطاب وجواب نہ ہوگا. رَحِمَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ . وَهَا اَنَا اَشْرَعُ فِي الْمَقْصُوْدِ بِتَوْفِیْقِ رَبِّي الْوَدُوْدِ.

واضح ہو کہ اولاً اُس رسالۂ مذکور کا جواب مختصراً واجمالاً گوش گزار کرتا ہوں اور بعض مغالطوں کا جواب تفصیلاً بھی دیا جائے گا، پس معلوم ہو کہ اس میں جو مغالطے ذکر کیے ہیں اور ان کو مقلدین کے ذمے لگایا ہے اکثر افترائے محض ہیں اور اس بات کا مؤلف خود بھی بہ زبان حال مُقِر ہے۔ اس طرح پر کہ اور سب مسائل جو ذکر کیے ہیں ان کو بقید کتاب اور صفحے کے نشان کے ذکر کیا ہے اور یہ مغالطات اس قید سے خالی ہیں، اور زبانِ حال اس کی کہ رہی ہے کہ یہ مغالطے کسی کتابِ حنفیہ میں نہیں، یہ ہمارے بناوٹی مغالطے ہیں اور باقی مسائل کا یہ جواب ہے کہ اکثر جگہ عبارتِ فقہا کا مطلب نہیں سمجھا اور بعض جگہ ترجمۂ موافق میں تصرف کر دیا اور بعض دلائل نقلیّہ میں مطلب کی بات کو لیا اور جو اس کے مخالف تھی چھوڑ دیا، اور بعض مسائل فقہیہ جو غیر مفتٰی بہ تھے، ان کو مفتٰی بہ ٹھہرایا، جیسا کہ اکثر کتبِ احادیث میں ضعیف اور موضوع اور واہی حدیثیں موجود ہیں، مگر ان میں معاذ اللہ نہ قصور آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہے؛ کیوں کہ آں

حضرت ﷺ سے بطور صحت ثابت نہیں اور نہ محدثین ؛ کیوں کہ وہ ان کے عامل نہیں اور بعض جگہ وہ حدیثیں ذکر کیں جن سے نہ امام نے تمسک کیا اور نہ وہ ان کے نزدیک معمول بہا تھیں، اور جن احادیث سے امام نے تمسّک کیا ان کو ذکر نہیں کیا؛ چناں چہ اس قسم کے دھوکوں کا حال بعض جگہ انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ واللہ الموفق.

قولہ: ”جو لوگ کہتے ہیں کہ بدون تقلید ایک شخص معین کے کام نہیں چلتا، وہ لوگ قرآن و حدیث پر چلنے والوں کو کئی طرح پر مغالطے میں ڈالتے ہیں، سنو ایک مغالطہ یہ ہے، کہتے ہیں کہ فقہ پر چلنا فرض ہے، اور حدیث پر چلنا جائز نہیں۔“ (ص: ۳)

غیر مجتہد کو ظاہر حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں

أقول: وباللہ التوفیق، یہ اول مغالطہ ہے۔ کیوں کہ اس قول سے کہ مقلدین کہتے ہیں، حدیث پر چلنا جائز نہیں، کیا غرض ہے، اگر یہ ہے کہ کسی کو حدیث پر چلنا جائز نہیں خواہ وہ مجتہد ہو یا غیر مجتہد تو یہ کھلا ہوا بہتان و افترا ہے، جس کی ممانعت شارع سے ثابت ہے۔ کوئی اہل علم اس کا قائل نہیں بلکہ جس کو ادنیٰ شعورِ اسلام ہے وہ بھی اس کا مجوز نہ ہو گا اور اگر یہ غرض ہے کہ عامی شخص کو یعنی جس کو ملکہ کسی قسم کے اجتہاد کا نہیں اس کو مسائل مجتہد فیہا میں حدیث پر چلنا جائز نہیں، بلکہ اس کو قول مجتہد کی طرف رجوع کرنا چاہیے، تو یہ بات واقعی ہے، اس واسطے کہ مسائل مجتہد فیہا کا یعنی وہ مسائل کہ بہ دلائل قطعیہ ثابت نہ ہوں اور ان میں اجتہاد کو دخل ہو۔ قرآن و حدیث سے مستنبط کرنا مجتہد کا کام ہے اور نیز احادیث میں صحیح و ناسخ و منسوخ وغیرہ جاننا اسی کا وتیرہ ہے اور غیر مجتہد میں یہ بات مفقود ہے، اس لیے کہ اسے مضامین قرآن و احادیث تک مسائل مذکورہ میں بغیر رہبری مجتہد کے رسائی نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (۱)

پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقد الجید میں کہا:

وَفِيْ الْمَسأَلَةِ قَوْلٌ آخرُ وَهُوَ أَنَّهٗ إذَا لَمْ تَجْتَمعْ آلَاتُ الإجْتِهَادِ لَا يَجُوْزُ لَهٗ الْعَمَلُ عَلَى الْحَدِيْث بِخِلَاف مَذْهَبِهٖ لِأَنَّهٗ لَا يَدْرِيْ أَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ أَوْ مُؤوَّلٌ أَوْ مُحْكَمٌ مَحْمُوْلٌ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَمَالَ إلٰى هٰذَا الْقَوْلِ ابْنُ الْحَاجِبِ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ وَتَابِعُوْهٗ. انتهى. (۲)

---

(۱)- پ: ۱۴، سورہ نحل، آیت: ۴۳

(۲)- عقد الجید، ص: ۴۴، المکتبۃ الحقیقۃ، ترکی.

ترجمہ: اور مسئلہ میں ایک قول ہے، وہ یہ ہے کہ جب تک سامان اجتہاد کے موجود نہ ہوں تو مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا اس کی کوئی تاویل کی گئی ہے، یا یہ حدیث محکم اپنے ظاہر پر ہے اور ابن حاجب مع تابعین اپنی مختصر میں اس قول کی طرف مائل ہیں۔ انتہی۔

پس بعد تقریر مذکور کے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد کو گو وہ عالم علوم مروجہ صحاح ستہ وغیرہ کا ہو، احادیث مذکورہ پر شتر بے مہار ہو کر چلنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس کو پورا علم اجتہاد کا جس کی چند شرطیں آگے مذکور ہوں گی، کہاں ہے اور جو اس کے خلاف دعویٰ کرے وہ اس کا ثبوت اپنے میں یا غیر میں ثابت کرے ودونہ خرط القتاد (۱) اور جو اس بارے میں حدیثیں نقل کی ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کی تابع داری فرض ہے، سو اس کا انکار کس کو ہے، مگر وہ تابع داری وسیلۂ مجتہد کے بغیر نہیں ہوسکتی، اور حکم مجتہد کا مسائل مجتہد فیہا میں بعینہ شارع کی طرف منسوب ہے، اسی واسطے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی عقد الجید میں فرماتے ہیں:

وَإِذَا تَحقَّقَ عِنْدَكَ مَا بَيَنَّاهُ عَلِمْتَ أَنَّ كُلَّ حُكْمٍ يَتكَلَّمُ فِيْهِ الْمُجْتَهِدُ بِإِجْتِهَادِهِ مَنْسُوْبٌ إِلٰى صَاحِبِ الشَّرْعِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ. انتهىٰ. (۲)

جب ہمارے بیان کی تحقیق تمھیں ہو گئی تو تمھیں معلوم ہو گیا کہ جس حکم کو مجتہد اپنے اجتہاد سے بیان کرتا ہے، وہ آں حضرت ﷺ کی طرف منسوب ہوتا ہے، انتہی۔

پس بموجب آیت مذکورۂ بالا تقلید مجتہد خدا کی طرف سے واجب ہوئی (اور مذہب معین کا ذکر آگے آئے گا فانتظر) اور اقوال فقہاے مجتہدین پر چلنا فرض ہوا جس کو علم فقہ کہا جاتا ہے، لیکن مؤلف اب تک فقہ کو بباعث غلطی کے مخالفِ قرآن وحدیث سمجھ رہا ہے، اس لیے فقہ سے روکتا ہے، حالاں کہ فقہ مجموعۂ قرآن وحدیث واجماع وقیاس کا نام ہے، جن کو ادلۂ اربعہ اور اصول عقائد اہل سنت وجماعت کہتے ہیں، فقہ پر چلنا عین تابع داری قرآن وحدیث ہے، پس فقہ پر چلنا فرض ہے اپنے اس اپنے قول میں (کہ مقلدین قرآن وحدیث پر چلنے والوں کو مغالطہ دیتے ہیں) دھوکا دیا ہے اور سچ پوچھو تو یہ ان کا سخت مغالطہ ہے کہ اپنے کو عامل قرآن وحدیث بتاتے ہیں اور مقلدین ائمہ کو مخالف۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور۔

---

(۱)- اور یہ بہت مشکل ہے.

(۲)- عقد الجید، ص: ۳٦، المکتبة الحقیقة، ترکی.

دوسری صدی ہجری کے بعد قرآن وحدیث کے وارث

کیوں کہ بعد دوسو برس ہجری کے جو ترویج مذاہب ائمۂ اربعہ ہوئی ہے جب سے مقلدین ائمۂ اربعہ وارث قرآن وحدیث رہے ہیں اور بڑے بڑے مفسرین وفقہاوا کثر محدثین مثل امام بخاری وترمذی وغیرہ مقلد مذہب واحد ائمہ مذکورہ کے رہے ہیں، یہ بات ان کی تصنیفات وتواریخ وطبقات سے ظاہر ہے، پس اپنے گروہ کو جو چند جہال فاسد خیال ہیں۔عامل بالحدیث ٹھہرانا اور مقلدین ائمہ اربعہ کو مخالفِ حدیث کہنا اپنے علاوہ ساری امت کو گم راہ بنانا ہے، حالاں کہ مقلدین ائمہ ہی فی الحقیقت عامل بالحدیث ہیں اور تمام امت میں یہی ممتاز اور اکثر ہیں اور جملہ دیارو امصار میں اس کثرت سے ہیں کہ اگر باقی مذاہب امت محمدیہ مخالف ان کے ان کا مقابلہ کریں تو حدیث: إن الله لا يجمع أمتي على ضلالة. (۱) (یعنی اللہ تعالیٰ بے شک امت میری کو گم راہی پر جمع نہ کرے گا) کا مقابلہ ہوگا اور یوں تو جتنے فرقے امت محمدیہ کے ہیں سب کے سب اسی بات کا نقارہ بجاتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں، لیکن جس فرقے کے واسطے کوئی ممیز بیّن شارع کی طرف سے کہ وہ مؤید بالعقل ہو، موجود نہ ہو، اپنے دعوے میں صادق القول کیوں کر ہوسکتا ہے۔

مقلّد کے برحق ہونے کی دلیل

اور ظاہر تر ہے کہ اہلِ سنت وجماعت کے پاس ایک سند ممیز آں حضرت ﷺ کی احادیث اور نیز آیتِ خدا وندی موجود ہے۔ آیت یہ ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵ (۲)

جو مخالفت کرے رسول کی بعد اس کے کہ اس کو ہدایت ظاہر ہو چکی ہو اور مومنین کی راہ کے سوا دوسری راہ کو جائے تو اس کو ہم پھیریں گے، جدھر وہ پھرا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے، انتہی۔

آیت سے اکثر مومنین مراد ہیں اور اسی آیت سے جملہ مفسرین اجماع مومنین کا حجت ہونا ثابت کرتے ہیں اور تفسیر کے جاننے والوں پر یہ بات مخفی نہیں اور حدیثیں یہ ہیں:

پہلی حدیث: عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ

---

(۱)- مشكاة، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۳۰، مجلس بركات، جامعه اشرفيه. مباركفور

(۲)- پاره ۵، سوره نساء، ركوع ۱٦، آيت: ۱۱۵ - ۱۲ منه

الْأَعْظَمَ فَإِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِيْ النَّارِ. رواه ابن ماجة. (۱)

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑی جماعت (مسلمانوں) کی تابع داری کرو، اس لیے کہ جو علاحدہ ہوا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

دوسری حدیث: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ : إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ. رواه احمد. (۲)

روایت ہے معاذ بن جبل سے کہا انھوں نے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے، جیسے بکری کے لیے بھیڑیا ہوتا ہے، جو بکری الگ ہو اور دور ہونے والی اور علاحدہ رہنے والی ہو اسے پکڑ لیتا ہے اور بچو تم پہاڑی راستوں سے اور لازم پکڑو عام جماعت (مومنین) کو روایت کیا اس حدیث کو احمد نے۔

تیسری حدیث: عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَ سَلَّمَ : مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ. رواه أحمد وأبو داود. (۳)

روایت ہے ابی ذر سے، انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک بالشت بھر جماعت (مومنین) سے جدا ہو، سو بے شک اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال ڈالی، اس کو احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا۔

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ جو اسلام میں جماعتِ عظیم ہو گی وہ حق پر ہو گی، آیت اور احادیث ممیز بیّن اسی امر کی ہیں کہ انھیں کی تابع داری کرنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ بعد تقریر مذاہب ائمہ اربعہ، اب تک مقلدین کثرھم اللہ ہر جگہ بہ کثرت موجود ہیں اور یہ امر موید بالعقل ہے، کیوں کہ جم غفیر جس طرف ہوتا ہے وہی بات معقول اور عمدہ اہلِ عقل کے نزدیک تصور کی جاتی ہے اور معلوم ہوا کہ مقلدین ائمہ اربعہ کی تابع داری کرنا جس طرح کہ ان میں مروج ہے (یعنی تقلید مذہب معین) بعینہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری ہے پس جو لوگ تقلید مذہب معین کو شرک اور ان کے مقلدین کو مشرک کہتے ہیں اور مخالف قرآن و حدیث سمجھتے ہیں اور اپنے تئیں سچے محمدی اور موحد سمجھتے ہیں وہ لوگ مخالف صریح ان احادیث اور اس آیت کے ہیں اور عقل کے بھی دشمن ہیں، سو ان کو چاہیے کہ ان احادیث اور اس آیت پر عمل کریں کہ اپنے دعوے میں سچے گنے جائیں۔ خالی ادعاے بے فائدہ سے کام نہیں چلتا، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو تابع داری جمہور

---

(۱)-مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ.

(۲)- مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۱، مجلس برکات، مبارك پور.

(۳)- مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۱، مجلس برکات، مبارك پور.

مومنین کی نصیب کرے، جس کی تاکید قرآن شریف اور احادیث میں مصرحہ (صاف صاف) موجود ہے، چناں چہ ابھی اس کا ذکر ہو گیا۔ آمین۔

قال: اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ، حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہر ہر مسئلہ کے لیے سند رسول اللہ تک پہنچانی ضرور نہیں، اس لیے کہ مجتہدوں نے بڑی سعی اور کوشش سے ہر طرح کے مسائل جمع کر رکھے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے، قائل اس کے محقق حنفیہ بھی ہیں، دیکھو کہا ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں کہ علم وہ ہے کہ ہو پیچ اس کے ''حدثنا'' اور جو سوائے اس کے ہے وہ وسواس ہے شیطان کا۔ (ص:۱۰)

اقول: وباللہ التوفیق، یہ جواب غلط ہے چند وجہ سے:

اول: یہ کہ ملا علی قاری کے اس قول سے پہلے قول کی نفی نہیں ہوتی پھر اس کو تائید میں لانا پوری ناواقفیت ہے۔

دوم: یہ کہ اس میں خود فقہ کو مستثنیٰ کرلیا ہے، پھر وہ وسواس شیطان کیوں کر ہو سکتا ہے، چناں چہ اصل عبارت شرح فقہ اکبر کی کہ جس کو معترض نے چھوڑ کر لکھا ہے، یہ ہے:

''كُلُّ الْعُلُوْمِ سِوَيَ الْقُرْاٰنِ مُشْغِلَةٌ
اِلَّا الْحَدِيْثَ وَ إِلَّا الْفِقْهَ فِي الدِّيْنِ.'' (۱)

یعنی جو علم سوائے قرآن کے ہے شغل دنیا میں ڈالنے والا ہے، مگر حدیث اور فقہ دین میں، انتہی۔

سوم: یہ قول ملا علی قاری کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں، یہ تو قولِ امام شافعی کے ناقل ہیں۔

چہارم: حدثنا سے یہ مراد نہیں کہ ظاہر میں لفظ حدثنا ہی ہو، اخبرنا اور روینا وغیرہ نہ ہو، بلکہ مراد یہ ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ تک اس کا استناد ہو، سو مقلدین اس بات کا خود دعویٰ کرتے ہیں کہ ائمہ اربعہ نے بڑی چھان بین کی ہے اور ہر مسئلہ کو قرآن یا حدیث یا اجماع یا قیاس صحیح کی طرف مستند کیا ہے۔

پنجم: اگر یہی مراد ہے جو مؤلف کہتا ہے تو لازم آوے کہ خود امام شافعی اور بخاری اور مسلم کے وہ قواعد حدیث اور شرائط کہ جن میں حدثنا نہیں وسواس شیطان قرار دیے جائیں، اسی طرح تعلیقات بخاری اور کتاب مشکوٰۃ بھی مؤلف کے نزدیک علم معتبر میں داخل نہ ہو، کیوں کہ ان میں حدثنا نہیں، اگر یوں کہا جائے کہ ان کی اسناد اور جگہ ثابت ہے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ مسائل فقہیہ کی اسناد بھی اور جگہ ثابت ہے، پس تخصیص بخاری و مشکوٰۃ کی بلا دلیل ہے، پس معلوم ہوا کہ ہر مسئلہ کی سند اپنے مقام پر ثابت ہونا ضروری ہے، نہ یہ کہ سب جگہ اس کا ذکر ضروری ہے اور یہی ہے مطلب قول عبد اللہ بن مبارک کا کہ میرے نزدیک اسناد دین سے ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو جو کسی کا جی چاہتا کہہ دیتا

---

(۱)- منح الروض الأزهر في شرح الفقه الأكبر، ص:۲۹، دار البشائر الاسلاميه، بيروت. ۱۲

اور محدثین کا اسناد کو لحاظ کرنا واسطے احتیاط اور مخالفین کے خیال سے تھا کہ ہر شخص بے سند بات نہ کہہ دے، ورنہ علماے مجتہدین اور محققین کی بات کوئی بے سند دین میں نہیں ہوتی اور فقیہ کا مرتبہ بے شک محدث صرف سے زائد ہے، اسی واسطے آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم حدیث دوسروں کو پہنچادو۔ بسا اوقات وہ دوسرا تم سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بْنِ مَسْعُود قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه — صلى الله عليه وسلم - يَقُولُ نَضَّرَ اللّٰه امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ.رواه الترمذي. (۱)

روایت ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، کہا انھوں نے: سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے تازہ کرے اللہ تعالیٰ اس شخص کو کہ ہم سے کوئی حدیث سنی، سو پہنچا دیا اس کو جیسے سنا تھا، پس بسا اوقات جس کو پہنچایا جائے حافظ زیادہ (یعنی فقیہ زیادہ) ہوتا ہے سننے والے سے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ایک اور روایت میں ہے:

فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ.رواه الترمذي. (۲)

یعنی بسا اوقات فقہ کو حاصل کرنے والا ایسے شخص کی طرف اسے لے جاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور بسا اوقات حدیث کو (ہم سے) لینے والا فقیہ نہیں ہوتا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳)

یعنی کیا برابر ہیں عالم اور بے علم۔

اور فرمایا: فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (۴)

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت نکلے تا کہ دین کی فقہات حاصل کرے اور اپنی قوم کو

---

(۱)- ترمذي، كتاب العلم، باب: ما جاء في الحث على تبليغ السماع، ج:۲، ص:۹۰، مجلس برکات جامعه اشرفيه، مبارکپور. ۱۲

(۲)- ایضاً

(۳)- پ:۲۳، سورہ زمر، رکوع:۱، آیت:۹

(۴)- پ:۱۱، سورہ توبہ، رکوع:۱۵، آیت:۱۲۲.

ڈرائے جب ان کی طرف واپس جائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔
اور صحیح بخاری ومسلم میں ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه - صلى الله عليه وسلم - يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللّٰه بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰه يُعْطِي.متفق عليه. (۱)

روایت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں فقیہ بناتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور خدا ے تعالیٰ دیے جاتا ہے، روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے انتہی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰه -صلى الله عليه وسلم- فَقِيهٌ (واحدٌ) أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ. رواه الترمذي. (۲)

روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک فقیہ شیطان پر بہت غالب ہے، ہزار عابد سے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور فقہا معنیٰ حدیث کے جیسے سمجھتے ہیں اور لوگ ہرگز نہیں سمجھتے، دیکھو ترمذی محدث، خود اس بات کے مدعی ہیں، چناں چہ ترمذی میں باب غسل میت میں لکھا ہے۔

قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أُمِّ عَطِيَّةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَقَدْ رُوِىَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِىِّ أَنَّهُ قَالَ غُسْلُ الْمَيِّتِ كَالْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ. وَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ لَيْسَ لِغُسْلِ الْمَيِّتِ عِنْدَنَا حَدٌّ مُؤَقَّتٌ وَلَيْسَ لِذَلِكَ صِفَةٌ مَعْلُومَةٌ وَلَكِنْ يُطَهَّرُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ إِنَّمَا قَالَ مَالِكٌ قَوْلاً مُجْمَلاً يُغَسَّلُ وَيُنْقَى وَإِذَا أُنْقِيَ الْمَيِّتُ بِمَاءٍ قَرَاحٍ أَوْ مَاءٍ غَيْرِهِ أَجْزَأَ ذَلِكَ مِنْ غُسْلِهِ وَلَكِنْ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يُغْسَلَ ثَلاَثًا فَصَاعِدًا لاَ يُنْقَصُ عَنْ ثَلاَثٍ لِمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰه -صلى الله عليه وسلم- اغْسِلْنَهَا ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا. وَإِنْ أَنْقَوْا فِى أَقَلَّ مِنْ ثَلاَثِ مَرَّاتٍ أَجْزَأَ وَلاَ يَرَى أَنَّ قَوْلَ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- إِنَّمَا هُوَ عَلَى مَعْنَى الإِنْقَاءِ ثَلاَثًا أَوْ خَمْسًا وَلَمْ يُؤَقِّتْ. وَكَذَلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ

---

(۱)- بخاري، كتاب العلم، باب: من يرد الله خيرا، ص: ۳۰، حديث: ۷۱، دار الكتاب العربى، بيروت.

(۲)- ترمذي، كتاب العلم، باب ماجاء فى فضل الفقه، على العباد، ص:۷۲۲، حديث:۲۶۸۱، دار احياء التراث العربى، بيروت.

بِمَعَانِي الْحَدِيثِ. انتهي. (۱)

کہا ابو عیسیٰ نے حدیث ام عطیہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے اور بے شک ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میت کا غسل ایسا ہے جیسا جنابت کا غسل اور کہا امام مالک ابن انس نے: غسل میت کے واسطے ہمارے نزدیک کچھ حد مقرر نہیں ہے اور اس کی صفت معلوم نہیں، لیکن پاک کیا جائے، کہا امام شافعی نے کہ امام مالک نے مجمل قول کہا ہے کہ غسل کر کے پاک کیا جائے اور جب میت کو صاف پانی سے پاک کیا جائے تو غسل کو کافی ہے، لیکن میرے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین بار یا زیادہ اس سے غسل دیا جائے، اس سے کم نہ کیا جائے، کیوں کہ فرمایا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے "دھوؤ اس کو تین بار یا پانچ بار" اور اگر تین بار سے کم میں صفائی ہو جائے تو کافی ہے ان کی رائے میں آں حضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے قول میں پاک ہونے کے واسطے تین بار یا پانچ بار کی تخصیص نہیں۔ کچھ حد مقرر نہیں کی اور ایسا ہی فقہا نے کہا ہے اور وہ حدیث کے معنیٰ بہت خوب جانتے ہیں۔ انتہی۔

سو دیکھو کہ باوجود حدیث ہونے کے امام مالک کی بات کو فقہا کی طرف منسوب کیا ہے اور حدیث کے وہی معنیٰ رکھے جو امام مالک سمجھے ہیں اور طائفۂ منصور(۲) کی تفسیر میں علما کا خلاف ہے، مگر مؤلف نے اہل حدیث کو نقل کر کے چھوڑ دیا، دیکھو امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

طائفہ منصور سے متعلق امام بخاری نے کہا، وہ اہل علم ہیں، اور امام احمد نے کہا: اگر اہلِ حدیث نہ ہوتے پس نہیں جانتا میں وہ کون سے ہوتے، قاضی عیاض نے کہا: امام احمد نے اہل سنت و جماعت کو مُراد لیا اور اسے جو ان کے مذہب کا معتقد ہے، میں کہتا ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ گروہ انواع مومنین میں متفرق ہو، بعضے ان میں کے بہادر لڑنے والے اور بعضے ان کے فقیہ اور بعضے محدث اور بعضے زاہد اور حکم کرنے والے بھلائی کے اور برائی سے منع کرنے والے اور ان میں سے اور اقسامِ خیر والے ہیں اور یہ لازم نہیں کہ وہ اکٹھے ہوں بلکہ کبھی اطرافِ زمین میں متفرق ہوتے ہیں۔ انتہی۔ (۳)

پس بعد وضوح تقریر کے معلوم ہوا کہ آں حضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے نزدیک فقیہ کا درجہ محدث سے زائد ہے اور

---

(۱)- ترمذي، كتاب الجنائز، باب: ما جاء في غسل الميت، ص:۲۸۷، حديث:۹۹۰، دار احياء التراث العربي، بيروت.

(۲)- طائفۂ منصور: کامیاب جماعت۔

(۳)- المنهاج في شرح مسلم بن الحجاج على هامش صحيح مسلم، الثاني، ص:۱۴۳، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

پھر فقہا میں جو مجتہد اور پھر مجتہدوں میں سے بھی جو مقبول در میان جمہور امت کے ہیں مثل ائمہ اربعہ کے بڑے درجے والے اور احق بالا تباع ہیں، چناں چہ مولوی اسماعیل صاحب رسالۂ منصبِ امامت میں فرماتے ہیں اور پوری عبارت ان کی آگے آئے گی اور وہ یہ ہے:

پس مشابہ بہ انبیا دریں فن مجتہدین مقبولین اند، پس ایشاں را از ائمۂ فن باید شمرد، مثل ائمۂ اربعہ ہر چند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ اند فاما مقبول درمیان جمہور امت ہمیں چند اشخاص اند، پس گویا مشابہت تامہ دریں فن نصیب ایشاں گردیدہ بناءً علیہ درمیان جماہیر اہل اسلام از خواص و عوام ملقب بہ امام معروف گردند وبقوت اجتہاد موصوف انتہی۔(۱)

ترجمہ اس کا یہ ہے: پس انبیا کے مشابہ اس فن میں مجتہدین مقبولین ہیں سو ان کو امام فن شمار کرنا چاہیے، جیسے ائمۂ اربعہ (یعنی ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد علیہم الرحمہ) اگرچہ مجتہد بہت سے ہو چکے ہیں، لیکن جمہور امت میں یہی چند شخص مقبول ہیں، پس گویا پوری مشابہت اس فن میں ان کے نصیب ہوئی، اسی لیے جمہور اہلِ اسلام میں خواص و عوام سے امام کے لقب سے مشہور ہوئے، اور ان کی تعریف اجتہادِ قوی میں ہوئی ہے۔ انتہی۔

قال: پس ثابت ہوا کہ جو لوگ بسبب مقلد ہونے امام کے صحیح صحیح حدیثوں کو نہیں مانتے ہیں اور حدیث کی اسناد رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضروریاتِ دین سے نہیں سمجھتے اور حقیر سمجھتے ہیں اور حقارت بیان کرتے ہیں بخاری اور مسلم جیسے محدثوں کی اپنی مجلسوں میں بے شک و شبہہ مصداق ان احادیث اور اکابر علما کے اقوال کے یہی لوگ ہیں۔ (ص:۱۲)

اقول: وباللہ التوفیق، یہ ایک اور دھوکا ہے عوام کے لیے؛ کیوں کہ مقلدین ائمہ ہرگز ایسا نہیں کرتے کہ صحیح حدیث چھوڑ کر ائمہ کے قیاس کو مقدم جانتے ہوں، بلکہ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ حدیث ضعیف بھی قیاس سے بہتر ہے، چناں چہ قہقہہ سے نماز میں وضو ٹوٹنا، اگرچہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے، لیکن قیاس پر مقدم کر کے وضو کے ٹوٹنے کا حکم دیا، بخلاف دیگر ائمہ و محدثین کے کہ اس سے وضو ٹوٹنا نہیں کہتے، جب حدیث ضعیف پر عمل کرتے ہیں تو حدیث صحیح کو کیوں کر چھوڑ سکتے ہیں، ہاں! بظاہر جو مسئلہ خلاف کسی حدیث کے ہے، وہاں پر اگر امام کا قول موافق قرآن شریف یا اور دوسری صحیح حدیث کے ہے جو اس حدیث کے معارض ہے تو وہاں پر اس کے غیر معمول بہا ہونے کی وجہ، اور دوسری حدیثِ صحیح کی ترجیح کی وجہ بخوبی ہمارے علمائے حنفیہ نے بیان کر دی ہے، چناں چہ ماہرانِ کتب فقہ پر مخفی نہیں۔ اور یہ کہنا کہ اسناد حدیث رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضرور نہیں جانتے، اگر یہ

(۱)- منصب امامت، مطبع فاروقی، ص:۴۱. منہ

غرض ہے کہ کل احادیث میں مطلقاً اسناد ان کی آں حضرت ﷺ تک پہنچانی ضرور ہے تو بہت سی احادیث کا جو موقوف صحابی یا تابعی یا تبع تابعی پر ہیں بطلان لازم آئے گا؛ کیوں کہ ان میں سے ایک سند بھی آں حضرت ﷺ تک نہیں، بلکہ وہ احادیث موقوف صحابی یا تابعی یا تبع تابعی پر کہلاتی ہیں، اور اگر یہ غرض ہے کہ حدیث مرفوع کی سند آں حضرت تک پہنچانی خواہ حقیقتہً یا حکماً ضرور نہیں جانتے تو یہ ظاہر اً بہتان عظیم ہے۔ بتاؤ تو کس عالم نے حنفیہ و دیگر مقلدین اہل علم میں سے کہا ہے کہ حدیث مرفوع کی سند آں حضرت ﷺ تک خواہ حقیقتہً یا حکماً پہنچانی ضرور نہیں؟ اور اگر تم مدعی اس امر کے ہو کہ ہر حدیث کی سند لفظاً آں حضرت ﷺ تک پہنچانی ضرور ہے تو کسی دلیل شرعی کتاب و سنت سے ثابت کرنا چاہیے، اور تمھارا یہ قول تمھارے قولِ اول کے مخالف و معارض ہے۔ پہلے یہ کہ چکے ہو کہ ہر ہر "مسئلہ" کی سند آں حضرت ﷺ تک پہنچانی ضروری ہے، اور حنفیہ کے ذمہ یہ بات لگائی ہے کہ ہر ہر "مسئلہ" کی سند آں حضرت تک پہنچان ضرور نہیں جانتے، سو ہر ہر مسئلہ کی سند اور شے ہے اور ہر ہر حدیث کی سند اور چیز ہے۔ پس یہ ذہول ہے دعوئ اول سے اور صادق آئی یہ مثل کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد" اور نہ ثابت کر سکے اس بات کو حدیث و آیت سے کہ ہر مسئلہ کے لیے سند آں حضرت تک ضروری ہے، اور یہ کہنا کہ (حقیر سمجھتے ہیں بخاری و مسلم جیسے محدثوں کو) سوے ظن ہے اور بہتان صریح ہے۔ کوئی اہلِ علم مقلدین سے ان کو حقیر نہیں جانتا، بلکہ ائمۂ دین کو حقیر جاننا خاصۂ غیر مقلدین ہے، اور وظیفہ ان کا – اور خاصہ شے کا اسی شے میں پایا جاتا ہے، غیر میں پایا نہیں جاتا۔ چناں چہ تصانیف و تالیفات غیر مقلدین سے ظاہر اور باہر ہے۔ خاص کر اس رسالے کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں کہ امام ابو حنیفہ جیسے مجتہد اقدم و امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں کلمات گستاخانہ و بے باکانہ کہے گئے ہیں، علماے مقلدین کا ہرگز یہ شیوہ تحریر و تقریر میں نہیں، بلکہ ان کو بڑے محدث سمجھتے ہیں، پر مجتہدین مسلم الاجتہاد پر فضیلت نہیں دیتے؛ کیوں کہ امام بخاری خود شافعی المذہب ہیں، چناں چہ ذکر اس کا آگے آئے گا۔ پس جو احادیث بخاری و مسلم وغیرہ محدثین کی حنفیہ کے نزدیک غیر معمول بہا ہیں ان کے جواب اور دلائل مسائل معمول بہا کے اپنی کتب میں بیان کرتے ہیں اور جہاں کہ امام اعظم پر کسی نے اعتراض کیے ہیں، ان کے جواب بخوبی دیتے ہیں اور یہ طریقہ قدیم سے علما و فقہاے محدثین کا ہے، دیکھو مسلم نے کتاب کے شروع میں امام بخاری پر شرط معنعن کے بارے میں سخت اعتراض کیا ہے اور ان کو منتحل الحدیث (یعنی سارق الحدیث) کہا ہے سو وہ بھی شاید مؤلف کے نزدیک مصداق ان احادیث کا ہوا، اور ہم اہل سنت و جماعت ایسے ایسے معاملات کو مابین المحدثین حقارت پر محمول نہیں کرتے، بلکہ یہ طریقہ غیر مقلدین کا ہے، سو کیا تعجب ہے کہ یہی لوگ مصداق اُن آیات و احادیث اور اقوال اکابر علما کے ہوں، بلکہ "عیاں را چہ بیاں" اگر کوئی غیر مقلد اسی رسالۂ ظفر المبین میں تعصب کی پٹی کو دور کر کے انصاف اور عقل خداداد کی آنکھ سے دیکھے تو غیر مقلدی سے کہ جس کی بنا اور اصول بدگوئی ائمۂ دین پر ہے، ہزار کوس دور بھاگے اور پناہ مانگے اور ہزار بار نعوذ باللہ اس عقیدۂ فاسدہ سے پڑھے۔

تردید مغالطہ سوم

قال: اور ایک مغالطہ مقلدینِ ائمہ، خصوصاً حنفیہ حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ مسائل دینیہ میں قیاس کرنا مشروع ہے۔

اقول: وبہ احول یہ بھی ایک بہت بڑا دھوکا ہے۔ اور ''خصوصاً حنفیہ'' بھی خوب کہا، یعنی اور مقلدین ائمہ ثلاثہ تو اتنا قیاس نہیں کرتے، جتنا امام ابو حنیفہ کے مقلد کرتے ہیں، سو یہ پوری ناواقفیت ہے، کیوں کہ حنفیہ کے امام کا یہ مذہب ہے کہ حدیث ضعیف بھی قیاس پر مقدم ہے، بخلاف اور ائمہ مثل امام مالک کے کہ ان کے نزدیک اگر خبرِ واحد مخالفِ قیاس ہے تو وہ متروک ہے، چناں چہ نور الانوار وغیرہ اصول کی کتابوں میں مذکور ہے، پس ''خصوصاً'' کہنا بالکل تعصب اور ناواقفی کی علامت ہے۔ اب اصل قیاس کا حال سنیے کہ قیاس مجتہد ایک دلیل ہے ادلۂ اربعہ سے اور وہ مستند ہے اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک اور ثابت ہے قرآن شریف اور احادیث مرفوعہ اور اقوال صحابہ وتابعین وغیرہ مجتہدین سے اور جملہ مفسرین اپنی اپنی تفسیر میں اس کا حال لکھتے ہیں اور جمیع کتب اصول فقہ میں اس کی بحث پوری ہے۔

قرآن شریف سے اس طرح پر ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بعد نقل قصۂ کفار کے:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ (۱) یعنی پس عبرت حاصل کرو تم اے عقل مندو!

اور کہا علامہ بیضاوی نے اس کی تفسیر میں:

''فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ'' فَاتَّعِظُوْا بِحَالِهِمْ فَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَعْتَمِدُوْا عَلٰى غَيْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ ، وَاسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى أَنَّ الْقِيَاسَ حُجَّةٌ مِنْ حَيْثُ أَنَّهٗ أَمَرَ بِالْمُجَاوَزَةِ مِنْ حَالٍ إِلٰى حَالٍ وَحَمْلِهَا عَلَيْهَا فِيْ حُكْمٍ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الْمُشَارَكَةِ الْمُقْتَضِيَةِ لَهٗ عَلٰى مَا قَرَّرْنَاهُ فِي الْكُتُبِ الْأُصُوْلِيَّةِ. انتهي. (۲)

پس نصیحت پکڑو ان کے حال سے، (اگر تم ایسا کرو گے تو اسی پر قیاس کرو کہ تمھارا بھی یہی حال ہو گا) پھر غدر نہ کرو اور نہ بھروسا کرو غیر اللہ سبحانہ پر، اور دلیل لائی گئی ہے اس آیت سے اس پر کہ قیاس حجتِ شرعی ہے، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز ہو اور حکم میں ایک دوسرے پر محمول کیا

---

(۱)- پ:۲۸، سورۂ حشر، آیت:۲.

(۲)- تفسير البيضاوي، ج:۵، ص:۳۱۷، دار الفكر، بيروت.

جائے چوں کہ دونوں میں جو مشارکت پائی جاتی ہے وہ اسی کی مقتضی ہے، چناں چہ ہم نے کتبِ اصول میں اس کی تقریر کی ہے۔ انتہی۔

اور کہا امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی آیت کی تفسیر میں:

اِعْلَمْ أَنَّا قَدْ تَمَسَّكْنَا بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِيْ كِتَابِ الْمَحْصُوْلِ مِنْ أُصُوْلِ الْفِقْهِ عَلٰى أَنَّ الْقِيَاسَ حُجَّةٌ. (۱)

جان تو کہ بے شک ہم نے اسی آیت سے تمسک کیا ہے کتاب "محصول" میں جو اصولِ فقہ میں ہے، اس پر قیاس حجت ہے۔ انتہی۔

اور تفسیر مدارک میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

تَأَمَّلُوْا فِيْمَا نَزَلَ بِهٰؤُلَاءِ وَالسَّبَبِ الَّذِيْ اسْتَحَقُّوْا بِهٖ ذٰلِكَ فَاحْذَرُوْا أَنْ تَفْعَلُوْا مِثْلَ فِعْلِهِمْ فَتَعَاقَبُوْا بِمِثْلِ عُقُوْبَتِهِمْ ، وَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِ الْقِيَاسِ.انتهي. (۲)

یعنی تامل کرو اس عذاب میں کہ ان لوگوں پر ہوا تھا اور اس سبب کو سمجھو کہ جس کے باعث وہ اس عذاب کے مستحق ہوئے تھے اور ڈرو اس کام کے کرنے سے کہ وہ کرتے تھے، ورنہ ان کی طرح تم بھی معذّب ہوگے، اور یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ قیاس جائز ہے۔ انتہیٰ۔

اور تفسیر احمدی میں بڑے بسط سے تقریر جوازِ قیاس کی کی ہے۔ بخوفِ طوالت چھوڑ دی گئی۔

اور احادیث سے ثبوتِ قیاس یوں ہے:

اول حدیث بخاری و مسلم میں ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : أَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: إِنْ أُخْتِيْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ وَإِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهٗ؟ قَالَ: نَعَمْ ! قَالَ: فَاقْضِ دَيْنَ اللّٰهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ.انتهي. كذا في المشكاة. (۳)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا کہ میری بہن نے حج کی نذر کی تھی اور وہ فوت ہوگئی، پس فرمایا آں حضرت ﷺ نے: اگر اس پر قرض ہوتا تو ادا کرتا یا

(۱)- تفسير كبير، ج:۱، ص:۵۰۳، دار احياء لتراث العربي، بيروت.

(۲)- تفسير النسفي، ج:٤، ص:۲۳۹، ابناء مولوى محمد بن غلام رسول سورتى، ممبئی.

(۳)- مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، ص:۲۲۱، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

نہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں ادا کرتا، فرمایا: تو ادا کر خدا کا قرض کہ وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے، انتہی۔ ایسا مشکوٰۃ میں ہے۔

دیکھو! آں حضرت ﷺ نے اس حدیث میں صحابی کو بطور قیاس کے سمجھا دیا کہ جب بندوں کا قرض دینا چاہیے تو خدا کا قرض بطریق اولیٰ دینا ضروری ہے۔

دوم حدیث بخاری و مسلم میں:

”عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا : قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ - ﷺ - إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ وَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ.“ انتهىٰ كذا في المشكاة (۱)

روایت ہے عبد اللہ بن عمرو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے کہا ان دونوں نے: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جس وقت کہ حاکم (مجتہد) (ارادۂ) حکم کرے، پھر اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس وقت (ارادۂ) حکم کرے، پھر اجتہاد کرے اور خطا کرے اس کے لیے ایک اجر ہے۔ انتہی۔ ایسا ہی مشکاۃ میں ہے۔

اس حدیث سے اجتہادِ مجتہد کا ثبوت ہوا اور اجتہاد قیاس کو بھی شامل ہے۔

اور امام نووی شارحِ مسلم نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

”کہا علما نے: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ بے شک یہ حدیث اس حاکم کے بارے میں ہے جو اہلِ حکم ہے، پس اگر وہ درستی پر ہوا تو اس کے لیے دو اجر ہیں، ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرا درستی کا اور اگر اس نے خطا کی ہے تو بھی اس کو اجتہاد کا ایک اجر ہے، اور حدیث میں لفظ محذوف ہے اور تقدیر اس کی یہ ہے کہ جس وقت حاکم ارادہ اجتہاد کا کرے۔ اور علما نے کہا ہے کہ جو شخص اہلِ حکم نہیں ہے (یعنی غیر مجتہد ہے) پس اس کو حکم دینا حلال نہیں ہے، اگر حکم دے گا تو اس کو کوئی اجر نہیں بلکہ وہ گنہ گار ہے اور اس کا حکم جاری نہ ہو گا، خواہ حق ہو یا ناحق، اس لیے کہ اس کا مصیب ہونا اتفاقی امر ہے، کسی اصل شرعی سے صادر نہیں ہوا، سو وہ اپنے جمیع احکام میں گنہ گار ہے، خواہ موافق صواب کے ہو یا نہ ہو اور اس کے سب حکم مردود ہیں اور اس کا کچھ عذر مقبول نہ ہو گا۔ اور بے شک حدیث سنن میں آیا ہے کہ قاضی تین ہیں: ایک قاضی جنت میں اور دو دوزخ میں ہیں۔ جس قاضی نے کہ حق کو پہچانا اور ویسے ہی حکم کیا تو وہ جنت میں ہے۔ اور جس قاضی نے حق پہچان کر اس کے خلاف حکم کیا تو وہ دوزخ میں ہے، اور جس قاضی نے باوجود جہالت کے قضا کی

---

(۱)- مشكاة المصابيح، كتاب الامارة باب العمل فى القضاء والخوف، منه- ص:۳۲۴، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

وہ بھی دوزخ میں ہے۔ انتہی۔" (۱)

سوم حدیث مسلم میں ہے ابی ذر صحابی سے کہ آں حضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں اس حدیث میں جو قول ہمارے مدعا کے موافق ہے نقل کرنا کفایت کرتا ہے، چناں چہ وہ یہ ہے:

"وَفِيْ بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ." قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ "أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ حَرَامٍ أَ كَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ فَكَذٰلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِيْ الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ ." انتهیٰ. (۲)

یعنی اور بیوی سے تم کو جماع کرنے میں صدقہ ہے، کہا صحابہ نے یارسول اللہ ﷺ کیا ہم میں سے کوئی قضائے شہوت کرے تو بھی اس کو اجر اور ثواب ہوتا ہے؟ فرمایا آپ نے: یہ تو بتلاؤ کہ اگر اسی شہوت کو حرام جگہ استعمال کرے تو گناہ ہوگا یا نہیں، اسی طرح حلال کی جگہ استعمال کرنے سے اس کو اجر ہوگا۔ انتہی۔

پس دیکھو آں حضرت ﷺ نے بطور قیاس کے جماع منکوحہ میں اجر ثابت کردیا، اسی واسطے امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِيهِ : جَوَازُ الْقِيَاسِ وَهُوَ مَذْهَبُ الْعُلَمَاءِ كَافَّةً ، وَلَمْ يُخَالِفْ فِيهِ إِلَّا أَهْلُ الظَّاهِرِ وَلَا يُعْتَدُّ بِهِمْ .انتهیٰ. (۳)

---

(۱)- المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج، علی هامش مسلم، الثانی، :۷۶، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارکپور، امام نووی کی اصل عبارت یہ ہے:

قَالَ الْعُلَمَاء أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ فِي حَاكِمٍ عَالِمٍ أَهْلٍ لِلْحُكْمِ فَإِنْ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ: أَجْرٌ بِاجْتِهَادِهِ وَأَجْرٌ بِإِصَابَتِهِ وَإِنْ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ بِاجْتِهَادِهِ. وَفِي الْحَدِيث مَحْذُوف تَقْدِيره: إِذَا أَرَادَ الْحَاكِم فَاجْتَهَدَ، قَالُوا: فَأَمَّا مَنْ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلْحُكْمِ فَلَا يَحِلُّ لَهُ الْحُكْمُ، فَإِنْ حَكَمَ فَلَا أَجْرَ لَهُ بَلْ هُوَ آثِمٌ، وَلَا يَنْفُذُ حُكْمه، سَوَاءٌ وَافَقَ الْحَقّ أَمْ لَا؛ لِأَنَّ إِصَابَته اِتِّفَاقِيَّةٌ لَيْسَتْ صَادِرَةً عَنْ أَصْل شَرْعِيّ فَهُوَ عَاصٍ فِي جَمِيع أَحْكَامِهِ، سَوَاءٌ وَافَقَ الصَّوَابَ أَمْ لَا، وَهِيَ مَرْدُودَة كُلُّهَا، وَلَا يُعْذَرُ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ، وَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيثِ فِي السُّنَن "الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: قَاضٍ فِي الْجَنَّة، وَاثْنَانِ فِي النَّار، قَاضٍ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ فَهُوَ فِي الْجَنَّة، وَقَاضٍ عَرَفَ الْحَقّ فَقَضَى بِخِلَافِهِ فَهُوَ فِي النَّار، وَقَاضٍ قَضَى عَلَى جَهْل فَهُوَ فِي النَّار"

(۲)- صحیح مسلم ، کتاب الزکاة، باب: بیان ان اسم الصدقه، ص:۳۹۱، حدیث:۲۳۲۹، دار الکتاب العربي، بیروت.

(۳)- المنهاج في شرح مسلم بن الحجاج، بر حاشیه مسلم، ج:۱، ص:۳۲۵، مجلس برکات، جامعه اشرفیه.

یعنی اس حدیث میں قیاس کا جواز ہے اور یہی جمیع علمائے (اہل سنت) کا مذہب ہے اور اس میں سوائے فرقۂ ظاہر یہ کے کوئی مخالف نہیں اور ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ انتہی۔

ایسے ہی غیر مقلدین جو منکر قیاس ہیں اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کا کچھ اعتبار نہیں، بلکہ وہ علما کے گروہ میں داخل نہیں، چناں چہ امام نووی نے ایسا ہی تہذیب الاسما میں لکھا ہے۔

یہاں تک تو قیاس کا ثبوت قرآن شریف اور آں حضرت ﷺ کے اقوال سے ہوا، اب صحابہ و تابعین وغیرہ سے ثبوت، قیاس کا اس طرح پر ہے۔ چناں چہ مسلم میں ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لأَبِيْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلاَّ بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ». فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِيْ عِقَالاً كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ -ﷺ- لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلاَّ أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِى بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ. رواه مسلم (۱)

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب انتقال فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے بعد خلیفہ ہوئے اور انکار کیا عرب میں سے جس نے انکار کیا (یعنی زکاۃ دینے سے) تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیوں کر لڑائی کروگے لوگوں سے، حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ کلمۂ توحید کہیں، پھر جس نے کلمۂ مذکور کہا، اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے بچا لیا، مگر بہ باعث حق کے (یعنی اللہ کے یا عباد کے) اور حساب اس کا خدا پر ہے، کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم ضرور لڑوں گا اس شخص سے جس نے فرق کیا نماز اور زکاۃ میں (یعنی نماز کو ادا کیا اور زکاۃ کو نہ دیا اور جیسے مقاتلہ تارک الصلاۃ سے ہے، ویسے ہی تارک زکاۃ سے ہونا چاہیے) اس لیے کہ زکاۃ حق مال ہے، واللہ اگر نہ دیں گے مجھ کو ایک رسی اونٹ کی نکیل کی کہ دیا کرتے تھے رسولِ خدا ﷺ کو، تو بے شک اس کے نہ دینے پر لڑوں گا، پھر کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے: اللہ کی قسم سوائے اس کے میں نے اور کچھ نہ دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سینہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لڑنے کے واسطے کھول دیا ہے

(۱)- صحيح مسلم كتاب الايمان، باب: الأمر بقتال الناس، ص:٤٠، حديث ١٢٤، دار الكتاب العربي، بيروت.

اور میں نے پہچان لیا کہ یہی حق ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ انتہی۔

دیکھو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ظاہر حدیث پر عمل کیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پر قیاس فرمایا، چناں چہ امام نووی نے اس حدیث کی شرح کر کے اور وجہِ قیاس بیان فرما کر آخر میں لکھا ہے:

فَاجْتَمَعَ فِيْ هَذِهِ الْقَضِيَّةِ الاِحْتِجَاجُ مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْعُمُومِ وَمِنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالقِيَاسِ . وَدَلَّ ذٰلِكَ عَلَى أَنَّ الْعُمُومَ يُخَصُّ بِالْقِيَاسِ. انتهىٰ. (۱)

اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمومِ حدیث سے استدلال اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قیاس سے استدلال دونوں باتیں جمع ہیں۔ اور یہ واقعہ اس پر دال ہے کہ عموم، قیاس سے خاص ہو سکتا ہے۔ انتہیٰ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے سے فرماتے تھے کہ مقتول کی زوجہ اس کی دیت سے وارث نہیں ہوتی، چناں چہ ترمذی میں یہ حدیث ہے:

عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ : اَلدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا حَتّٰى أَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ ابْنُ سُفْيَانَ الْكِلَابِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ وَرِّثْ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضَّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا . قَالَ أَبُوْ عِيْسىٰ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ. انتهىٰ. (۲)

روایت ہے سعید بن مسیب سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: عاقلہ پر دیت ہے اور عورت اپنے خاوند کی دیت سے کچھ حصہ نہیں پاتی، پس ان کو ضحاک ابن سفیان کلابی نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے انھیں لکھا کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اس کے خاوند کی دیت سے وراثت کا حصہ دلا دو، یہ حدیث صحیح حسن ہے، انتہی۔

اور نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا اس میں بعد کتاب و سنت کے قیاس کرنے کا حکم فرمایا تھا، چناں چہ دارقطنی و بیہقی میں روایت ہے:

اَلْفَهْمَ اَلْفَهْمَ فِيْمَا يَخْتَلِجُ فِيْ صَدْرِكَ مِمَّا لَمْ يَبْلُغْكَ فِيْ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةَ فَتَعَرَّفِ الْأَمْثَالَ وَالْأَشْبَاهَ ثُمَّ قِسِ الْأُمُوْرَ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاعْمِدْ إِلَى أَحَبِّهَا إِلَى اللّٰهِ وَأَشْبَهِهَا فِيْمَا

(۱)- المنهاج فی شرح مسلم بن الحجاج، بر حاشیه مسلم، ج:۱، ص:۳۸، مجلس برکات، جامعه اشرفیه.
(۲)- سنن الترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء فی المرأة هل ترث من دیته زوجها، ص:۴۰۸، حدیث ۱۴۱ ۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

ترٰی.انتھی. (۱)

یعنی سمجھ سمجھ کر چلو اس امر میں کہ تمھارے دل میں کھٹکے اور اس سے متعلق کتاب و سنت میں تمھیں کوئی حکم نہ ملے، تو اشباہ وامثال کو پہچانو، پھر قیاس کرو اور اس کا قصد کرو جو تمھاری راے میں اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق سے زیادہ مشابہ ہو۔ انتہی۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی راے سے مقام زورا پر جمعہ کے دن ایک اور اذان مقرر کر دی جس پر عمل اس روز سے آج تک بلا انکار اہل سنت وجماعت میں ہے۔ چناں چہ بخاری میں ہے:

''عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ - ﷺ - وَأَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ - رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ - رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ - وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ .'' (۲)

روایت ہے سائب بن یزید سے، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کے دن اول اذان تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہوا اور لوگ زیادہ ہوئے تو مقامِ زورا پر تیسری اذان (جو اَب سب سے اول ہے) بڑھادی۔ انتہیٰ۔

اور ترمذی میں ہے:

''عَنْ أَبِيْ سَلْمَةَ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -ﷺ- « الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ وَلَوْ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ ». قَالَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الدُّهْنِ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الْحَمِيمِ؟ قَالَ: فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: يَا ابْنَ أَخِي إِذَا سَمِعْتَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ -ﷺ- فَلاَ تَضْرِبْ لَهُ مَثَلاً.رواه الترمذي، انتهى. (۳)

روایت ہے ابوسلمہ سے، وہ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وضو لازم ہوتا ہے اُس چیز کے استعمال سے جسے آنچ لگی ہے (یعنی اگر آنچ کی پکی ہوئی چیز کھائی جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، پھر کرنا چاہیے) اگرچہ پنیر کا ٹکڑا ہو تو ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا ہم روغن اور گرم پانی کے استعمال سے بھی وضو کریں

---

(۱)- فإنه غير جائز له أن يقلد أحدا من أهل دهره ولا أن يحكم أو يفتي بالاستحسان، ج:۱۰، ص:۱۱۵، دار الفكر، بيروت.

(۲)- صحيح بخاري، كتاب الجمعه، باب الاذان يوم الجمعة، ص:۱۸۷، حديث ۹۱۲، دار الكتاب العربي، بيروت.

(۳)- سنن الترمذي، باب ماجاء في الوضوء مما غيرت النار، ص:۲۷، حديث ۷۹، دار احياء التراذ العربي، بيروت.

گے۔ (یعنی جب آگ کی پکی چیز سے وضولازم ہوا تو گرم پانی اور گرم کیے ہوئے تیل کے استعمال سے بھی وضولازم ہوگا)۔ حالاں کہ اس کا کوئی قائل نہیں اور حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان سے بھی وضولازم ہو پس کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اے بھتیجے جب تم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنو تو اس کے لیے مثالیں نہ دو (یعنی ظاہر پر عمل کرنا چاہیے)۔

لیکن چوں کہ ابن عباس زیادہ فقیہ تھے، انھوں نے قیاس سے مقابلہ ظاہر حدیث کا کیا کہ جب گرم پانی اور تیل سے وضو نہیں لازم ہوتا تو باقی پکی چیزوں میں کیوں کر ہوگا اور یہ بات قیاس کے خلاف ہے، سو اس کو بعض صحابہ وغیرہ نے تو کہا ہے کہ منسوخ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد اس وضو سے فقط منہ، ہاتھ دھونا ہے، بہر حال باوجود ظاہر حدیث کے قیاسِ صحیح پر عمل کیا۔

اور بھی حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ چناں چہ نور الانوار میں ہے:

وَالرَّاوِيْ اِنْ عُرِفَ بِالْفِقْهِ وَالتَّقَدُّمِ فِي الْاِجْتِهَادِ كَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَالْعَبَادِلَةِ كَانَ حَدِيْثُهٗ حُجَّةً يُتْرَكُ بِهِ الْقِيَاسُ خِلَافًا لِمَا لِكٍ فَاِنَّهٗ قَالَ الْقِيَاسُ مُقَدَّمٌ عَلٰى خَبَرِ الْوَاحِدِ اِنْ خَالَفَهٗ لِمَا رُوِيَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَمَّا رَوٰى مَنْ حَمِلَ جَنَازَةً فَلْيَتَوَضَّأْ قَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ أَ يَلْزَمُنَا الْوُضُوْءُ مِنْ حَمِلَ عِيْدَانٍ يَابِسَةٍ. انتهى. (۱)

اور راوی اگر مشہور فقیہ اور اجتہاد میں مقدم ہے، جیسے خلفاے راشدین اور تینوں عبد اللہ (یعنی عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمرو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) تو وہ حدیث حجت ہے اور قیاس کو اس کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے گا بخلاف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ فرماتے ہیں: قیاس خبر واحد پر مقدم ہے، اگر وہ قیاس کے مخالف ہو، کیوں کہ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے جب یہ روایت کی (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہ جس نے جنازہ کو اٹھایا تو وضو کرے، تو حضرت ابن عباس نے کہا: کیا خشک لکڑیوں کے اٹھانے سے ہم پر وضو لازم ہو گا (یعنی خشک لکڑیاں اٹھانے سے جب وضو بالاتفاق نہیں تو جنازے کے اٹھانے سے کہ وہ بھی لکڑیاں ہیں، البتہ وضولازم نہ ہو گا) انتہی۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے کتاب انصاف میں دارمی سے نقل کیا ہے:

"جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلے میں سوال کیا جاتا تو وہ اگر قرآن میں ہوتا تو بتاتے تھے اور اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہوتا تو بتاتے اور اگر اس میں نہ ہوتا تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال و افعال سے بتاتے اور اگر ان میں بھی نہ ہوتا تو اپنی راے سے بتلاتے، انتہی۔" (۲)

---

(۱)- نور الانوار، بيان أحوال الراوي، ص: ۱۸۲، مجلس بركات، جامعه أشرفيه، مبارك پور.

(۲)- كتاب الانصاف في بيان سبب الاختلاف، باب: اسباب الإختلاف بين أهل الحديث و أصحاب الراي، ص: ۱۳. المكتبة الحقيقة، تركي.

پس اب معلوم ہوا کہ جو دارمی کی روایتیں یا تفسیر کبیر کی حضرت ابن عباس وغیرہ سے قیاس کی برائی میں مروی ہیں وہ وہی قیاس ہے جو قرآن وحدیث کے مقابل ہو، جیسے رائے حکمائے فلاسفہ کہ بعض مسائل ان کے مخالف شرع کے ہیں، البتہ وہ مردود رائے ہے، ورنہ مطلق رائے جو قیاس شرعی مصطلحہ اہل سنت وجماعت ہے مذموم نہیں اگر ہوتا تو یہ سب صحابہ بلکہ قرآن اور کلام رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہرگز مجوز اس امر کا نہ ہوتا۔ شاہ عبد العزیز تحفۂ اثنا عشریہ میں کہ جو واسطے انقطاع مکائد شیعہ سیف قاطع ہے، تحریر فرماتے ہیں:

[۱] "کید دہم آنست کہ گویند اہل سنت خود را شارع می دانند و در دین چیزے را کہ خدا اذن نداده است بعقل خود مشروع می سازند یعنی قیاس را ہم دلیل حکم شرعی می دانند و بداں اثبات احکام می کنند و ایں مطعن ایشاں در حقیقت بہ ائمۂ اہل بیت راجع می شود، زیرا کہ زیدیہ و اہل سنت قاطبۃً قیاس را از اہل بیت روایت کنند، بلکہ طریقۂ قیاس را از جناب ایشاں آموختہ اند بلکہ عجب ست کہ روایات قیاس در کتب صحیحۂ اثنا عشریہ نیز بطریق صحیح موجود است مِنْ ذٰلِكَ مَا رَوَى أَبُوْ جَعْفَرِ الطُّوْسِيُّ فِي التَّهْذِيْبِ عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ الْبَاقِرِ قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي أَهْلَهُ وَلَا يُنْزِلُ؟ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: وَالْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَ قَالَ الْمُهَاجِرُوْنَ إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِعَلِيٍّ مَا تَقُوْلُ يَا أَبَا الْحَسَنِ فَقَالَ: أَتُوْجِبُوْنَ عَلَيْهِ الْحَدَّ وَلَا تُوْجِبُوْنَ عَلَيْهِ صَاعًا

---

(۱)- ترجمہ: دسواں فریب: روافض کہتے ہیں کہ اہل سنت اپنے آپ کو شارع سمجھتے ہیں اور دین میں جس چیز کا حکم اللہ نے نہیں دیا ہے اسے اپنی عقل سے شریعت میں داخل کرتے ہیں، یعنی قیاس کو بھی حکم شرعی کی دلیل جانتے ہیں اور اس سے احکام ثابت کرتے ہیں۔

روافض کا یہ طعن واعتراض درحقیقت ائمہ اہلِ بیت پر لوٹتا ہے۔ کیوں کہ قیاس کا عمل خود اہلِ بیت سے مروی ہے اور ان سے اس کی روایت کرنے والے زیدیہ اور اہلِ سنت سبھی ہیں۔ بلکہ قیاس کا طریقہ انھیں کی بارگاہ سے سیکھا ہے۔ اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ قیاس کی روایتیں مذہب اثنا عشریہ کی معتمد کتابوں میں بھی بہ طریق صحیح موجود ہیں، انھیں میں سے وہ روایت بھی ہے جسے ابو جعفر طوسی نے "تہذیب" میں ابو جعفر محمد بن علی باقر سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

عمر بن خطاب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے اصحابِ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو جمع کیا اور فرمایا: کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے قریب ہوا اور انزال نہیں ہوا؟ تو انصار نے کہا کہ منی خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے اور مہاجرین نے کہا کہ جب مرد وزن کے ختنے باہم مل جائیں تو غسل واجب ہوتا ہے۔ عمر فاروق رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے حضرت علی سے پوچھا کہ اے ابو الحسن! اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ ایسے شخص پر آپ لوگ حد واجب کرتے ہیں تو کیا اس پر ایک صاع پانی بہانا واجب نہ کریں گے؟ اس جگہ صراحت کے ساتھ حدود پر غسل کا قیاس ہے۔ اور شارح مبادی الاصول "علی" نے شیعیت میں پختگی کے باوجود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ صحابہ کے زمانے میں قیاس جاری تھا۔ امام ابو حنیفہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کو امام باقر، صادق اور زید شہید رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ کی جانب سے قیاس کی اجازت ان شاء اللہ ذکر کی جائے گی۔ قیاس کے جواز اور اقوال منکرین کے ابطال کی دلیلیں اہل سنت کی اصولی کتابوں میں دیکھنا چاہیے۔ ۱۲

مِّنْ مَاءٍ وایں جا صریح قیاس غسل است بر حدود (الی ان قال) وشارح مبادی الاصول علی باوصف فرط تشیع اعتراف نموده که در زمان صحابه قیاس جاری بود واجازت باقر وصادق وزید شهید رضی اللہ عنہم ابو حنیفه رحمۃ اللہ علیہ را بقیاس ان شاء اللہ منقول خواهد شد ودلائل تجویز قیاس وابطال اقوال منکرین در کتب اصول اہل سنت باید دید. انتہیٰ۔“

شاہ صاحب کی تقریر دل پذیر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ غیر مقلدین قیاس کے انکار میں مخالف اہل سنت اور موافق عقائد شیعۂ شنیعہ ہیں یا نہیں، اور وکیع کا قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر ہرگز حجت نہیں ہو سکتا اور نہ وہ ان کے کلام کو سمجھے، کیوں کہ امام ابو حنیفہ و ابراہیم نخعی رحمہا اللہ مطلق اِشعار کو مُثلہ اور ممنوع نہیں فرماتے، بلکہ جو اشعار کہ ان کے زمانے میں لوگ کرتے تھے، یعنی اس حد تک وہ پہنچتا تھا کہ مثلہ ہو جائے اس کو منع کرتے تھے، چناں چہ اس کی تصریح علمائے حنفیہ نے کر دی ہے، اور وکیع خود شاگردِ امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے ہیں، چناں چہ تاریخ ابن خلکان وغیرہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہے کہ وہ ان لوگوں میں ہیں کہ امام سے روایتیں کرتے تھے اور علم سیکھتے تھے۔[1]

علاوہ اس کے اگر یہی بات ہو کہ حدیث کے مقابلے میں کوئی شخص اس کے خلاف بات گو واقع میں وہ دوسری طرح سے ٹھیک ہو کہہ کر محل طعن ہو جائے تو ملاحظہ کرو کہ خود ترمذی نے اتباعِ نبوی میں کمربستہ اور جاں نثار صحابۂ کرام سے، اس طرح کی روایتیں نقل کی ہیں، ان میں خلفاے راشدین و دیگر اجلۂ صحابہ بھی ہیں، اور اکثر جگہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے موافق فلاں صحابہ و اہل علم کہتے تھے اور پھر کہا ہے کہ بعض اہل علم اس کے خلاف یہ کہتے ہیں۔ اور بعض جگہ کہا ہے کہ اہل کوفہ یہ کہتے ہیں جن میں ہمارے امام بالاتفاق داخل ہیں، پس صحابہ وغیرہ تو مقابلے میں حدیث کے اہلِ علم رہے اور محل طعن نہ بنے، اگر بنے تو امام ابو حنیفہ بنے، سو جائے تعجب ہے، پس معلوم ہوا کہ قیاس کی ہدایت قرآن و احادیث و اقوال صحابہ وغیرہ علما سے ثابت ہے۔ اور جو کہیں برائی ہے تو وہ قیاسِ مردود ہے، جو مقابلۂ نص قطعی کے ہے، چناں چہ خود مؤلف نے تفسیر مدارک سے لکھا ہے کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا مردود ہے، اور دراسات سے لکھا ہے کہ ترک کرنا نص کا ساتھ راے کے حرام ہے، بالاجماع۔[2] انتہیٰ۔

اور شیطان اسی واسطے مردود ہوا کہ مقابلہ نص کے قیاس کرنے لگا۔

اور امام نووی نے شرح مسلم میں کہا:

وَأَمَّا الْمَنْقُولُ عَنِ التَّابِعِينَ وَنَحْوِهِمْ مِنْ ذَمِّ الْقِيَاسِ ، فَلَيْسَ الْمُرَادُ بِهِ الْقِيَاس الَّذِي يَعْتَمِدُهُ الْفُقَهَاءُ الْمُجْتَهِدُونَ. انتهى. (۳)

---

(۱)- تاریخ ابن خلکان، ج:۲، ص:۲۴۱. منه

(۲)- دارسات اللبیب. منه

(۳)- المنهاج فی شرح مسلم بن الحجاج، بر حاشیه مسلم، ج:۱، ص:۳۲۵، مجلس برکات، جامعه اشرفیه.

اور جو کہیں تابعین وغیرہ سے قیاس کی برائی ثابت ہے تو وہ یہ قیاس نہیں جس کو فقہاے مجتہدین معتبر جانتے ہیں، انتہیٰ۔

اور مجتہدین و تابعین و تبع تابعین وغیرہ کا قیاس کرنا جو جزو ادلۂ اربعہ ہے معتبر کتب میں ثابت ہے اور قیاس نری عقل کا نام نہیں، چناں چہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب انصاف میں فرماتے ہیں:

"اور میں نے بعض کو ان میں سے پایا کہ کہتے ہیں یہاں پر دو فرقے ہیں، تیسرا کوئی نہیں، ایک ظاہر یہ، اور ایک اہل رائے، اور بے شک جس نے قیاس اور استنباط کیا تو وہ اہلِ رائے ہے ہرگز نہیں ہے یہ بات. واللہ رائے سے مقصود صرف فہم اور عقل نہیں؛ کیوں کہ یہ تو کسی عالم سے جدا نہیں ہوتی، اور نہ وہ رائے مقصود ہے کہ جس پر ہرگز اعتماد نہ ہو، کیوں کہ اس پر مسلمان کا عمل البتہ نہیں ہوتا، اور نہ قوت استنباط اور قیاس پر، اس لیے کہ امام احمد اور اسحاق بلکہ امام شافعی بھی اہل رائے بالاتفاق ہیں اور وہ استنباط مسائل اور قیاس کرتے ہیں، بلکہ مقصود اہلِ رائے سے وہ لوگ ہیں کہ متوجہ ہوئے بعد اس کے کہ مسائل مسلمانوں میں مجتمع ہوئے اس کی طرف کہ تخریج کریں کسی شخص کی اصل کی طرف کہ وہ متقدمین میں سے ہو۔ اور اکثر مقصود ان کا قیاس کرنا ایک نظیر کا دوسری نظیر پر اور پھرنا طرف کسی اصل کے اصول سے تھا سوائے تتبع کرنے احادیث اور آثار کے۔ اور ظاہری ہیں وہ جو قیاس اور آثار صحابہ و تابعین کو نہیں مانتے جیسے داؤد اور ابن حزم اور درمیان ان دونوں کے محققین اہل سنت وجماعت ہیں جیسے امام احمد اور اسحاق انتہیٰ۔"(۱)

اور کہا حموی نے شرح اشباہ ونظائر میں کہ:

"ذہبی نے یہ بھی کتاب مذکور میں نقل کیا ہے احمد بن مغلس سے کہ کہا اس نے: ہم سے بیان کیا مقاتل نے کہ سنا میں نے ابن مبارک سے کہ کہتے تھے اثر (صحابہ و تابعین وغیرہ) تو معلوم ہو چکا، اگر قیاس کی حاجت پڑے تو قیاس امام مالک و سفیان و ابی حنیفہ کا لائق عمل ہے، اور ان میں سے امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ بہت عمدہ قیاس میں، اور بڑے باریک دانائی میں، اور بڑے غور کرنے والے فقہ میں ہیں اور وہ ان تینوں میں زیادہ فقیہ ہیں، انتہی۔"(۲)

پس عبد اللہ بن مبارک کا سا محدث کہ جن سے کتبِ محدثین پُر ہیں اور بزرگی ان کی محدثین خوب جانتے ہیں، امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف فقہ اور قیاس اور دانائی میں کرے اور ان کو فضیلت دے امام مالک وسفیان ثوری رحمہما اللہ جیسے محدثوں پر کہ جن کو ترمذی اہل علم کے لقب سے یاد کرتے ہیں، پس ان سے کم درجہ والوں کا طعن امام کے حق میں کیوں کر معتبر ہو اور ان کے رد کے واسطے یہی قول ان کا کافی ووافی ہے۔

---

(۱)- كتاب الانصاف في بيان سبب الاختلاف، باب حكاية ما حدث فى الناس بعد المأة الرابعة، ص:۲۷، المكتبة الحقيقة، تركى، ۱۲

(۲)- غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر، شرح المقدمة، ج:۱، ص:٤٤، ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، پاكستان. ۱۲

اب سنو وہ خرابیاں جو مانعین قیاس کو پیش آتی ہیں، کہا مولوی عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ نے ''ابراز الغی'' میں جو نواب بھوپال کی کتاب کا رد ہے:

''اور اصحابِ ظواہر بے سمجھے بوجھے ظاہر نص پر بے شک اڑ گئے ہیں یہاں تک کہ حدیث (ہر گز پیشاب نہ کرے تم میں سے کوئی بند پانی میں، پھر اس میں غسل کرے۔ انتہی) میں کہا ہے کہ اگر اس میں پائخانہ یا بول وہ کرے جو کہ غسل اور وضو نہ کرے تو اس میں غسل جائز ہے، کیوں کہ اس کی ممانعت نہیں ہوئی اور ایسی مثالیں ان کے یہاں بہت ہیں، جن سے عقل سلیم اور فہم مستقیم انکار کرتی ہے۔ انتہی۔''(۱)

اور جو کہتا ہے کہ امام ابی حنیفہ قیاس کو حدیث نبوی پر مقدم کرتے ہیں، وہ کذاب ہے، چناں چہ میزان شعرانی میں ہے، صاحبِ میزان نے اس بارے میں علاحدہ فصل مقرر کی ہے اور فرمایا ہے:

''یہ فصل ہے اس شخص کے قول ضعیف کے بیان میں کہ امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت یہ کہتا ہے کہ وہ قیاس کو حدیثِ آں حضرت ﷺ پر مقدم کرتے ہیں۔ سو اس بات کا یقین کرو کہ یہ کلام کسی متعصب کا ہے جو امام پر طعن کرتا ہے، اور وہ اپنے دین میں دلیر ہے، اور اپنے قول میں پرہیز گار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے غافل ہے کہ وہ فرماتا ہے:

کہ: بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا۔

اور اس قولِ خدا سے غافل ہے کہ فرماتا ہے:

کوئی آدمی کوئی بات نہیں کہتا، مگر اس کا ایک نگہبان تیار ہے۔

اور آں حضرت ﷺ کے قول سے غافل ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: کہ لوگوں کو آگ میں سوائے ان کی زبانوں کی تیزی کے اور کوئی چیز بھی گراتی ہے۔

امام ابو جعفر شیزاماری نے (شیزامار بلخ کا ایک گاؤں ہے) امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ تک روایت کیا ہے سند متصل کے ساتھ کہ وہ فرماتے تھے: واللہ جھوٹ بولا اور افترا کیا ہم پر اس شخص نے جو کہتا ہے ہم قیاس کو آیت اور حدیث پر مقدم کرتے ہیں بھلا نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ فرماتے تھے: ہم قیاس نہیں کرتے مگر بڑی ضرورت کے وقت یعنی اس طرح کہ اول کسی مسئلے کی دلیل قرآن اور سنت یا فیصلۂ صحابہ میں دیکھتے ہیں، پھر جب ان میں حکم نہیں پاتے تو اس وقت مسکوت عنہ کو منطوق بہ پر قیاس کرتے ہیں، ایسی علتِ جامع کے ساتھ جو ان دونوں مسئلوں میں ہے۔ اور دوسری روایت میں امام سے یوں منقول ہے کہ ہم اولاً قرآن سے پھر حدیث مرفوع سے پھر صحابہ

---

(۱)- ابراز الغي، ص:۸. منه

رضی اللہ عنہم کے فیصلہ جات سے عمل کرتے ہیں، اور اس مسئلے پر عمل کرتے ہیں جس پر صحابہ متفق ہوئے ہیں، پھر وہ آپس میں اگر مختلف ہوئے ہیں تو ایک حکم کا دوسرے حکم پر قیاس کرتے ہیں ایسی علت کے ساتھ کو دونوں مسئلوں میں پائی جاتی ہے یہاں تک کہ مطلب ظاہر ہو جاتا ہے۔ انتہی۔"(۱)

قال: دراسات اللبیب فی اسوۃ الحسنۃ لحبیب میں لکھا ہے کہ ائمہ طاہرین قیاس کرنے کو حرام سمجھتے تھے، اس لیے کہ حکایت کی ہے شعرانی نے لواقح میں کہ جب گئے ابو حنیفہ پاس جعفر بن محمد کے تو کہا جعفر بن محمد نے ابو حنیفہ کو کہ میں نے سنا ہے کہ تو قیاس کرتا ہے، نہ قیاس کر اس لیے کہ اول جو قیاس کیا ہے تو شیطان نے کیا ہے۔(ص:۱۷)

اقول: وباللہ التوفیق۔ اولاً ہم جواب اس حکایت کا علی وجہ التحقیق اہل انصاف کے گوش گزار کرتے ہیں، ثانیاً صاحب دراسات کا حال بیان کریں گے۔

سو واضح ہو کہ ابو حنیفہ کنیت کئی شخصوں کی اس وقت میں تھی، پس اس کو ہمارے امام کی طرف منسوب کرنا محض بے اصل اور جھوٹا قصہ ہے اور دھوکا دہی ہے۔ چناں چہ نواب صدیق حسن خاں صاحب جو کہ مؤلف کے نزدیک بڑے محقق ہیں وہ خود اس کا جواب ''کشف الالتباس'' کے صفحہ ۲۴۵ میں دے چکے ہیں کہ:

''یہ حکایت محمد بن نعمان ملقب بہ شیطان الطاق کی ہے نہ نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کی؛ کیوں کہ یہ لوگ بسبب بے علمی کے عبارت ائمہ کو نہ سمجھتے تھے پس ترتیب کرنا قیاس شرعی کا ان سے ممکن نہ تھا، اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور ابو حنیفہ وغیرہ کو بملاحظہ کثرت علم و قوت اجتہاد اجازت دی ہے قیاس کی۔ چناں چہ کتب حنفیہ اور رسائل فضائل اہل بیت میں صادق علیہ السلام سے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے واسطے قیاس کی اجازت مصرح ہے۔ انتہی۔''

اور اگر مؤلف میزان شعرانی کو ہی دیکھ لیتا تو شاید اس حکایت کو نقل نہ کرتا، مگر اس کو تو عیب جوئی سے کام ہے خواہ کسی طرح سے ہو، دیکھو ہم میزان شعرانی کی عبارت جو اس بارے میں امام شعرانی فرماتے ہیں نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو گا کہ پہلی حکایت اور کے حق میں ہے اور وہ عبارت یہ ہے:

''ابو مطیع کہتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ کے پاس جامع مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا اتنے میں سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور حماد بن سلمہ اور حضرت امام جعفر صادق ''رضی اللہ عنہم'' وغیرہ فقہا امام کے پاس آئے۔ امام سے باتیں ہوئیں اور سب نے کہا: ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم دین میں بہت قیاس کرتے ہو، سو تمھارے حق میں ہم اس بات کا بہت خوف

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، فصل في بيان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنيفة إلى أنه يقدم القياس على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج:۱، ص:۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت. ۱۲

کرتے ہیں؛ اس لیے کہ اول جس نے قیاس کیا تھا شیطان تھا۔ (ابو مطیع کہتے ہیں) پھر مناظرہ کیا ان سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جمعہ کی صبح سے لے کر زوال تک اور اپنا مذہب پیش کیا اور کہا کہ ہم اولاً قرآن شریف پر عمل کرتے ہیں پھر سنت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر صحابۂ کرام کے اُن فیصلوں پر، جن میں وہ متفق ہیں اور جب وہ مختلف ہوتے ہیں تو اس وقت ہم قیاس کرتے ہیں۔ (ابو مطیع کہتے ہیں) پھر کھڑے ہوئے سب کے سب اور چوم لیے سب نے امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور سب نے کہا کہ تم علما کے سردار ہو جو ہم سے تمھارے حق میں بہ باعث ناواقفی کے بد گمانی ہوئی ہے معاف کرو، پھر کہا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے: اللہ تعالیٰ ہم تم کو سب کو بخشے۔ انتہی۔"(۱)

بقول حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ائمہ کے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم علما کے سردار ہیں

دیکھو! ان ائمہ بزرگوار میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تھے، جنھوں نے عذر کیا اور امام کی تعریف کی، سو ظاہر ہوگیا کہ یہ دھوکا مؤلف دراسات کا ہے اور اس مؤلف (مؤلف ظفر المبین) نے بھی اسی کی تقلید کی۔

اب حال مؤلف دارسات کا مختصراً بیان کیا جاتا ہے، تاکہ اہل سنت وجماعت اس کے اصل مذہب اور تقیہ و دھوکے سے واقف ہو جائیں، اور اس کے قول کا اعتبار نہ کریں، اول یہ کہ دراسات مطبع لاہور کے صفحہ ۲۱۰ میں ہے:

"اور جب یہ بات ثابت ہوئی تو معلوم ہوا کہ جس نے حدیث تمسک کی صحت کا اقرار کیا اس نے ائمہ (یعنی بارہ امام) کے معصوم ہونے کا التزام کیا، یہاں تک کہ ان سے خطا کا صادر ہونا محال جانا جیسے مہدی علیہ السلام نزدیک شیخ کے اور یہ معصومیت امت میں اہل بیت کے اماموں ہی کو ہے۔ انتہیٰ۔"

سو بارہ امام کو معصوم جاننا عین مذہب روافض ہے، اہل سنت کے نزدیک (انسانوں میں) سوائے نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ ان کے شیخ مجہول کون ہیں۔ اور اسی صفحہ میں حدیث "اصحابی کالنجوم" کو موضوع لکھا ہے (جس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ حدیث لائق عمل نہیں، اور کل صحابہ ہدایت پر اور لائق اتباع نہیں حالاں کہ یہ غلط ہے اور سوے ادبی ہے۔) اور جو حدیث کہ اتباع حضرت سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما میں وارد ہے اس سے جواز مراد لیتا ہے (یہ بھی غلط ہے بلکہ اتباع ان کا ضروری ہے) اور کہتا ہے کہ یہ حدیث ان کے خطا پر نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتی (غلط محض)۔ اور تیسری حدیث علیکم بسنتي الخ کے جواب میں کہتا ہے:

---

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، فصل في بيان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنيفة إلى أنه يقدم القياس على حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، ج:۱، ص:۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت. ۱۲ .

اگرچہ یہ حدیث حسن ہے مگر یہ بھی ان کی عدم خطا پر دلالت نہیں کرتی (بالکل مہمل بات ہے)۔

اور صفحہ ۳۱۳/۲ میں لکھا ہے: ''کہ گواہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عدم ارث کے باب میں ان کے مصیب ہونے کی قطعاً دلیل نہیں اس لیے کہ اس تقدیر پر خطا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی قطعاً لازم آتی ہے۔'' انتہی۔ (یعنی وہ تو قطعاً معصوم ہیں)۔

اور صفحہ ۱۹۸/ میں لکھا ہے: ''کہا اسے شیخ نے کہ امام مہدی علیہ السلام جب نکلیں گے تو سوائے فقہا کے اور کوئی ان کا دشمن صریح نہ ہوگا، اگر تلوار ان کے ہاتھ میں اس وقت نہ ہو تو یہ فقہا ان کے قتل کا فتویٰ دیتے لیکن وہ تلوار کے زور سے غالب آئیں گے اور فقہا خوف کے مارے ان کا حکم مانیں گے، نہ دل سے، جیسے حنفی، شافعی اور یہ لوگ بلادِ عجم میں لڑیں گے اور ان میں بہت لوگ ہلاک ہوں گے، انتہی ملتقطاً۔''

سو یہ باتیں اہل سنت کے عقائد کے بالکل خلاف ہیں اور فقہائے حنفیہ و شافعیہ وغیرہ پر محض افترا اور رجم بالغیب ہے۔ ہرگز اہلِ سنت مقلدینِ ائمہ اربعہ امام مہدی علیہ السلام کے دشمن نہ ہوں گے، بلکہ دل و جان سے ان کی اطاعت کو فرض جانیں گے۔ یہ واہیات پیشین گوئی ان کے شیخ مجہول کی ہے اور سوء اعتقادی مؤلف دراسات کی ہے۔ اللّٰھم احفظنا.

اور صفحہ:۲۱۹ میں لکھا ہے کہ: ''مجھ کو بعض اہل علم سے معلوم ہوا ہے کہ کہا اس نے جو شخص امام عصر یعنی مہدی علیہ السلام کی محبت صادق میں مرا ہے اور اس نے امام کا زمانہ نہیں پایا سو پھر ان کے زمانہ میں خدا اس کے زندہ ہونے کا حکم کرے گا اور ان کی حضور سے نعمتِ عظمیٰ حاصل کرے گا۔'' انتہیٰ۔

اور معلوم ہے کہ یہ عقیدۂ رجعت، عین مذہبِ شیعہ شنیعہ ہے، اس عقیدے کا رد شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بصفحہ ۲۵۴/ خوب کیا ہے۔

اب صاحب دراسات کے تقیے کا حال سنو کہ وہ مقلد امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا بایں ہمہ بنتا ہے، چناں چہ صفحہ ۳۲۳/ میں امام کی خوب تعریف کی ہے اور وہ یہ ہے:

''یہ بارہویں دراسات بیچ احوال ظاہر کرنے عمدہ عادت امام اجل ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں اور لازم کر لینا ادب کا ان کے ساتھ اور ان کے مذہب کے ساتھ اور ان سے برائی کا دور کرنا اور رد کرنا اس کا جو ان کے حق میں لوگوں نے کہا ہے۔'' انتہیٰ۔

اور اسی صفحہ میں ہے: ''بے شک میں نے امام کے مذہب کو نہیں چھوڑا مگر جب کہ صحیح حدیث کے خلاف ہوا ہے اور یہ عین ان کے مذہب پر عمل در آمد ہے۔'' انتہیٰ۔

امام کی تعریف میں دفتروں کے دفتر بن گئے

اور صفحہ: ۲۳۴/ میں ہے: "میں ان کے مناقب کا ذکر نہیں کرتا کیوں کہ ان کے مناقب کا مخالف وموافق قائل ہے اور ان کے ذکر سے سب شہر اور دیار بھرے پڑے ہیں اور ان کے مناقبوں میں دفتروں کے دفتر بن گئے ہیں اور میرے باپ دادا ان کے علم اور ادب کے پرورش یافتہ ہیں۔" انتہیٰ۔

غرض کہ امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی خوب تعریف کی ہے۔

اور صفحہ: ۳۲۵/ میں ہے: "اور نہیں پٹا کسی مقلد مذہب ابی حنیفہ کی گردن میں سوائے امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے۔" انتہیٰ۔

اور صفحہ: ۳۲۷/ میں ہے: "اور اس کی مثالوں میں سے جو کہ معمول بہا میرے نزدیک ہے گردن کا مسح ہے وضو میں، سو بے شک اس کی سند میں نے نہیں پائی نہ مرفوع اور نہ موقوف اور باوجود اس کے میں گردن کا مسح کرتا ہوں۔" (یعنی بسبب حسن ظن کے امام کے حق میں)۔

چناں چہ اس کو بھی لکھا ہے کہ: "امام کے حق میں حسن ظن ان کی بلند نظر اور باریک بینی کی جہت سے اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اور تابعین پر ان کا قول مقدم ہو۔" انتہیٰ۔

اور صفحہ : ۳۲۱/ میں ہے: "اور تحقیق مذہب امام اجل ابی حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی تقدیم حدیث ضعیف کی قیاس پر ہے جیسا کہ حکایت کیا ملا علی قاری نے شرح مشکاۃ میں ابن حزم سے اور اس کی مثالوں میں سے ایک یہ لکھا ہے کہ قہقہہ سے درمیانِ نماز کے وضو اور نماز دونوں جاتے رہتے ہیں، گو اس میں یہ حدیث (کہ ایک نابینا ایک بار جماعت کے وقت آیا اور کنویں میں گر پڑا تو صحابہ قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور وضو دونوں کے لوٹانے کا حکم فرمایا) ضعیف ہے۔ لیکن امام نے قیاس کو ترک کیا اور حدیث ضعیف کو مقدم رکھ کر قہقہہ سے نماز اور وضو کے اعادہ کا حکم دیا اور نبیذ تمر سے وضو کرنے میں اگرچہ ضعیف حدیث قصۂ ابن مسعود کی ہے، پر اس کو مقدم رکھ کر قیاس کو ترک کیا، لیکن پھر بھی خطیب وغیرہ (متعصب) کہتے ہیں کہ بعض حدیث کو چھوڑ کر قیاس کیا ہے، اور ان کو یہ معلوم نہ ہوا کہ امام نے ان احادیث کو بباعث ہونے اور احادیث زیادہ صحیح کے چھوڑا ہے۔" انتہیٰ، مختصراً۔

سو یہاں پر یہ باتیں امام کے حق میں صحیح کہیں لیکن مسح گردن میں یہ کہنا "کہ مجھ کو حدیث نہ مرفوع اور نہ موقوف معلوم ہوئی" بے علمی اور عدم تتبع یا دھوکے پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ عظیم محدث وفقیہ علامہ عینی نے اپنی بنایہ شرح ہدایہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کی ہے۔ اور شرح معانی الآثار میں مسح گردن کی حدیث ہے، اور تاریخ

اصبہان میں ابو نعیم نے بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما حدیث مسح گردن کو نقل کیا ہے۔(۱)

اور یہ بھی غلط کہا ہے کہ میں نے جہاں حدیث صحیح کے خلاف امام کا مذہب پایا ہے وہاں مذہب کو چھوڑ دیا ہے، کیوں کہ یہ بات دریافت کرنا مجتہد کا کام ہے، اس لیے کہ حدیث کے صحیح اور قابلِ عمل ہونے سے متعلق جو شرطیں ہیں ان سب کی معرفت صاحبِ اجتہاد و قیاس ہونے پر موقوف ہے۔ کسی حدیث متصل میں کہیں انقطاعِ باطنی ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ حدیثِ صحیح میں کوئی ایسی علتِ خفیہّ ہے جو اس کی اس صحت اور معارض سے سلامتی میں خلل انداز ہے، یا حدیث متعدد معنوں پر دلالت رکھتی ہے تو کس معنیٰ کو ترجیح ہے؟ ان باتوں کا علم مرتبۂ اجتہاد حاصل ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور انھیں کوئی مجتہد ہی جان سکتا ہے۔ پہلے اپنا مجتہد ہونا ثابت کر لیتا پھر یہ کہتا بلکہ مروجہ کتابوں کا جب علم نہیں تو مجتہد ہونے کا دعویٰ یعنی چہ۔

اس تقریر کے بیان ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ کہیں شیعوں کا عقیدہ رکھتا ہے اور مقلدین اہلِ سنت و جماعت کو دشمن اہلِ بیت سمجھتا ہے، اور کہیں مقلد مذہب حنفی بنتا ہے اور کہیں مجتہد و محدث بنا ہے کہ بعض جگہ اقوال شیخ ابن الہمام وغیرہ کے رد کے لیے دلیلیں واہی لایا، اس کے حق میں یہ مثل صادق آتی ہے ؎

گہ بت شکنی، گاہ بہ مسجد زنی آتش — از مذہبِ تو گبر و مسلماں گلہ دارد

فائدہ: اس کی تحقیق اس واسطے کی گئی کہ مؤلف اور نواب صدیق حسن خاں صاحب کے نزدیک یہ کتاب معتبر ہے: جس کا خلاصہ یہ ہے کہ (مقلدین کے سمجھانے کے واسطے کافی ہے) سو اس سے عوام و خواص کو واقف ہونا چاہیے۔ اب ہم پھر بحث ما نحن فیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

میزان شعرانی میں ہے: ” امام ابو جعفر شیز اماری نے کہا: کہ شرط مذکور کے ساتھ قیاس کرنے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کچھ خصوصیت نہیں، بلکہ سب علما بلا انکار اوقات مشکلہ میں قیاس کرتے ہیں، جب کہ اُس مسئلہ میں نص نہیں پاتے بلکہ انھوں نے قیاس کو چار دلیلوں (کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس) میں سے ایک دلیل کہا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: جس وقت ہم کسی مسئلے میں دلیل قرآن و حدیث سے نہیں پاتے تو اس وقت غیر پر قیاس کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ سو جس نے امام ابی حنیفہ پر قیاس کی وجہ سے طعن کیا تو البتہ اس کو سب اماموں پر اعتراض کرنا پڑے گا، اس واسطے کہ وہ سب کے سب نص اور اجماع نہ پانے کے وقت قیاس کرتے ہیں۔ سو ہماری

(۱)- وروى أبو نعيم في "تاريخ أصبهان" بإسناده إلى ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من توضأ ومسح عقبه وقي الغل يوم القيامة. (بنايه شرح هدايه، كتاب الطهارات، ج:۱، ص:۲۲۰، دار الكتب العلمية، بيروت.)

کُل تقریر سے معلوم ہوا کہ امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ باوجود نص کے کبھی قیاس نہیں کرتے، جیسا کہ بعض متعصب گمان کرتے ہیں۔" انتہیٰ۔(۱)

اور امام شعرانی نے امام کے قیاس کے بارے میں متعدد جگہ لکھا ہے بخوفِ طوالت ترک کیا گیا۔ مؤلف وغیرہ اگر اس کتاب کا ہی مطالعہ کر لیتے اور طالبِ حق ہونا منظور ہوتا تو کبھی قیاس کے مسئلہ میں نہ پھسلتے۔

قال: اور دلیل اس کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو کہ ابو داؤد اور ترمذی اور دارمی میں روایت ہے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ معاذ کو یمن کی طرف بھیجا (یعنی قاضی اور حاکم کرکر) فرمایا (یعنی امتحان کے لیے) کس طرح حکم کرے گا تو جب کہ پیش آئے گا واسطے تیرے کوئی قضیہ، کہا حکم کروں گا میں بموجب کتاب اللہ کے، فرمایا اگر نہ پاوے گا (یعنی صراحۃً کتاب اللہ میں)، کہا پس حکم کروں گا میں بموجب سنت رسولِ خدا کے۔ فرمایا اگر نہ پاوے تو بیچ سنت رسولِ خدا کے، کہا حکم کروں گا اپنی عقل سے اور نہ قصور کروں گا میں کہا معاذ نے یا روایت کرنے والے نے معاذ سے پس مارا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اوپر سینۂ معاذ کے۔ (ص:۱۳۰)

اقول: وباللہ التوفیق: یہاں پر بھی مؤلف نے عوام کو دھوکا دیا اور عمداً ''لا تقربوا الصلوٰۃ'' پر عمل کرنے کے لیے ''وأنتم سکاریٰ'' کو چھوڑ دیا اور ترجمہ حدیث کا پورا پورا نہ کیا۔ یعنی فقط آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ معاذ رضی اللہ عنہ پر ہاتھ مارنا نقل کیا باقی عبارتِ حدیث کا ترجمہ اس لیے نقل نہ کیا کہ جاہل اردو خواں جان لیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کے مارے ہاتھ مبارک اپنا سینۂ معاذ رضی اللہ عنہ پر مارا، مگر یہ نہ جانا کہ اہلِ سنت دیکھ کر اس دھوکے کو سب پر ظاہر کر دیں گے، فقط عوام کے بہکانے کے واسطے یہ کام اختیار کیا کہ پیچھے جو ہو سو ہو، ایک بار تو قابو میں آکر تبرا اور طعنِ ائمہ میں شریک ہو جائیں گے۔ اس لیے ہم اظہارِ حق کے واسطے عبارت متروکۂ حدیث ظاہر کر دیتے ہیں اور پھر اس حدیث کی بحث شروع کریں گے۔ سو معلوم ہو کہ وہ عبارت یہ ہے کہ بعد مارنے ہاتھ مبارک کے سینۂ معاذ رضی اللہ عنہ پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللّٰه -صلی اللہ علیہ وسلم- لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللّٰه. (۲)

روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔ اور ترمذی میں یوں ہے:

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، فصل في بيان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنيفة إلى أنه يقدم القياس علىٰ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم. (ج:۱، ص:۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت) ۱۲

(۲)- سنن أبي داؤد، كتاب الأقضية، باب اجتهاد الرأي فى القضاء، حديث ۳۵۸۹، ص:۶۰۸، دار احياء التراث العربي، بيروت. ۱۲.

قَالَ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللّٰه -صلی اللّٰه علیه وسلم-(۱)
خلاصہ دونوں فقروں کا ایک ہی ہے، اگر چہ ابو داؤد میں ایک لفظ زائد ہے، اور وہ خلاصہ یہ ہے کہ فرمایا آں حضرت ﷺ نے اُس خُدا کی تعریف ہے جس نے قاصد رسول اللہ ﷺ کو موافق مرضی رسولِ خدا ﷺ کے کر دیا (یعنی یہ فیصلہ موافق مرضی رسولِ خدا ﷺ کے ہے اور فیصلے کا یہی حق ہے) اور آں حضرت ﷺ کی عادت تھی کہ مخاطب کی تسلی کے واسطے اپنا ہاتھ مبارک اس کے سینہ پر مار کر دعا مانگا کرتے تھے۔ چناں چہ ایک صحابی گھوڑے سے گر پڑتے تھے، آں حضرت ﷺ نے اُن کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مار کر دعا فرمائی، سو وہ بات جاتی رہی، اسی طرح آں حضرت ﷺ نے ہاتھ مبارک اپنا سینۂ معاذ رضی اللہ عنہ پر مار کر شکریہ ادا کیا اور بہت خوش ہوئے اور اطمینان قلب معاذ فرمایا، نہ اس لیے ہاتھ مارا کہ اس فیصلے سے ناراض ہوئے جو مقصود مؤلف کا ہے اور عوام کو دھوکا ہے۔

قال: جواب اس کا تین طرح پر ہے اول یہ حدیث ضعیف ہے نہیں قائم ہوئی ساتھ اس کے حجت اس لیے کہ کہا ترمذی نے، اسناد اس حدیث کی نزدیک میرے متصل نہیں ہے۔ (ص:۱۳۰)

اقول وباللہ التوفیق: اول طرح کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ترمذی کے نزدیک متصل نہیں ہے، سو اول طرح کے جواب کا رد چار طرح پر ہے:

دلیل حجت حدیثِ مرسل

اول: یہ کہ ترمذی کے نزدیک متصل نہ ہو تو کچھ خرابی نہیں؛ کیوں کہ انھوں نے اپنے علم کی نفی کی اور عدم علم کسی شخص کا دلیل عدم وجود شے پر نہیں؛ اور ایک کے علم کی نفی سے دوسرے کے علم کی نفی لازم نہیں آتی۔

دوم: بر تقدیر تسلیم عدم اتصال حدیث کا ضعف ثابت کرنا ضعیف ہے؛ کیوں کہ غایت یہ ہے کہ وہ حدیث مرسل ہو گی، بلکہ امام بخاری نے اسی حدیث کی نسبت کہا ہے کہ مرسل ہے، اور کہا دار قطنی نے کہ مرسل اصح ہے۔ چناں چہ خود مؤلف نے لکھا ہے: سو مرسل حدیث کا معمول بہا ہونا ائمہ مجتہدین وفقہاے محدثین متقدمین کا مذہب ہے۔ چناں چہ امام نووی نے شرح مسلم کے صفحہ ۹ر میں امام مالک وابی حنیفہ واحمد واکثر فقہاے محدثین سے مرسل حدیث کا حجت ہونا لکھا ہے۔[۲] اور ابو داؤد نے جو رسالہ کہ اہلِ مکہ کی طرف لکھا تھا، اس میں لکھا ہے کہ قدماے ائمہ حدیث مرسل کے عامل تھے، جب امام شافعی آئے تو انھوں نے کلام کیا۔ سو ظاہر ہے کہ امام شافعی اور ان کے متبعین بعض محدثین کا مرسل

---

(۱)- سنن ترمذي، باب ما جاء في القاضي كيف يقضي، ج:۱، ص:۱۵۹، مجلس بركات ، جامعه اشرفيه، مباركپور. ۱۲

(۲)- أما المرسل.... و مذهب مالك و أبي حنيفة و أحمد و أكثر الفقهاء أنه يحتج به. مقدمة المنهاج فی شرح صحيح مسلم بن الحجاج ، ص:۲۵، مجلس بركات، جامعه أشرفيه، مباركپور، ۱۲

حدیث کو حجت نہ ٹھہرانا امام مالک و ابی حنیفہ وغیرہ فقہاے محدثین کے مقابلے میں کیوں کر پذیرا ہو گا۔ اور امام بخاری تو ان کے شاگرد کے شاگرد ہیں، ان کا مرسل کو حجت نہ ماننا کون عاقل سنتا ہے۔ ہاں! جو کوئی بغیر موجود ہونے دلیل یعنی قرآن و حدیث صحیح و اجماع صحابہ و تابعین کے امام شافعی و امام بخاری وغیرہ کی تقلید کرے جس کو مؤلف مذموم کہتا ہے تو کرے، غیر پر کہ عامل بالحدیث والقرآن ہے کیوں کر حجت ہو گا؟ اور انکا قیاس بغیر از دلیل کیوں کر معتبر شمار ہو گا، اور ان کا یہ ماننا بھی تو قیاس سے ہے، جس کو مؤلف برا کہتا ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ حدیث مرسل پر زیادہ بھروسا چاہیے؛ کیوں کہ جب ثقہ نے اس کو مرسل کیا تو اس حدیث کی صحت پر بھروسا کیا بخلاف مرفوع کرنے کے کہ جیسا سنا بیان کیا اور ذمہ سے فارغ ہو گیا، اور کوئی وجہ بغیر دلیل کے حدیث کے ترک پر نہیں ہے۔

سوم: جو اس حدیث کے مُخَرِّج ہیں مثل ترمذی اور ابو داؤد کے وہ اپنی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہم نے کوئی حدیث وضعی اس میں داخل نہیں کی۔

کہا ترمذی نے کتاب العلل میں:

"اور سب حدیثیں جو اس کتاب میں ہیں معمول بہا ہیں، اور اُسی پر عمل کیا بعض اہل علم نے سوائے دو حدیثوں کے (کہ اُن پر کسی نے عمل نہیں کیا) ایک حدیث ابن عباس کہ آں حضرت ﷺ نے ظہر اور عصر کو مدینہ میں بغیر خوف اور بارش کے جمع کیا، اور دوسری حدیث یہ کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: جس وقت کوئی شراب پیے تو اسے کوڑے مارو اگر چوتھی بار پیے تو قتل کر ڈالو۔ ان دونوں حدیثوں کے معمول بہا نہ ہونے کی وجہ ہم نے اسی کتاب میں بیان کر دی ہے۔" انتہیٰ۔(۱)

اور ابو داؤد نے اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی بلکہ سکوت کیا اور انھوں نے مقدمے میں لکھا ہے کہ جس حدیث پر میں نے سکوت کیا ہے لائق عمل ہے۔ پس جب کہ مُخَرِّج حدیث موضوع نہ کہیں بلکہ معمول بہا لکھیں، اور امام بخاری و دارقطنی مرسل کہیں، جس کا حجت اور معمول بہا ہونا اچھی طرح ثابت ہو گیا تو اب وہ لوگ کے جو ان سے کم درجہ کے ہیں اور تدقیق وصحت حدیث میں ان کے برابر نہیں اہل علم اُن کی کب سنتے ہیں، اور فقہا میں اس حدیث کا مشہور ہونا خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے گو بہ اعتبار بعض سند کے، بعض کے نزدیک ضعیف ہو، اور ممکن ہے کہ بہ اعتبار سند کے ضعیف ہو لیکن قرائن و دلائل سے قوی ہو اور اس کے شواہد قرآن و احادیث صحیحہ و اقوال صحابہ وغیرہ میں موجود ہیں، جیسے صحتِ حدیث بہ اعتبارِ رواۃ خلافِ اجماع کام نہیں دیتی۔ اسی طرح پر احادیث ضعیفہ بہ باعث کثرت طرق و قرائن خارجیہ کے درجۂ حسن لغیرہ تک پہنچ جاتی ہیں، چناں چہ اصولِ حدیث میں مصرح ہے اور

---

(۱)- كتاب العلل للترمذي، مشموله جامع الترمذي، ج:۲، ص:۲۳۵، مجلس بركات، جامعه أشرفيه، مبارك پور. ۱۲

پہچاننا ایسی باتوں کا فقیہ و مجتہد خوب جانتے ہیں، اور وہ بڑے عاقل ہیں۔ جو لوگ کہ فقیہ نہیں ان کی بات ماننا بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔ اور حاشیہ ابو داؤد کا جو حوالہ دیا ہے اور موضوع ہونے کا بھی اس محشی نے ذکر کیا ہے، مگر اُس کی آخر عبارت کو مؤلف نے عمداً ترک کر دیا، وہ یہ ہے کہ اخیر میں لکھا ہے:

"پر میں یہ کہتا ہوں کہ اِس حدیث پر عمل کرنے کے لیے حضرت عمر بن الخطاب و ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایتیں ہیں۔ اور بے شک بیہقی نے ان آثار کو اپنی کتاب میں اس حدیث کے بعد واسطے قوت دینے اس حدیث کے ذکر کیا ہے۔" انتہیٰ۔(۱)

یعنی یہ حدیث گو ایسی ہے لیکن بباعث تائید کرنے عمل صحابہ کے کہ قیاس کا جواز اُن سے ثابت ہے قوی ہو گئی ہے اور حدیث ضعیف بہ جہت قرائن کے قوی ہو جاتی ہے، کیا معلوم نہیں کہ ایک دو بال طاقت رسی کی نہیں رکھتے، لیکن جب چند بال جمع کیے جائیں تو قوی رسّی تیّار ہو جاتی ہے اور کار آمد ہو جاتی ہے۔

چہارم: مقلدینِ ائمہ فقط اسی حدیث سے قیاس ثابت نہیں کرتے اس کو تمثیلاً بیان کر دیتے ہیں اس وجہ سے کہ اس میں ادلہ کی ترتیب کو مذکور ہے، بلکہ مقلدینِ ائمہ کے نزدیک تو قیاس کرنا آیت و احادیث صحیحہ متفق علیہا اور عمل صحابہ و تابعین وغیرہ سے ثابت ہے۔ چناں چہ اوپر اس کا ذکر بخوبی ہو چکا، پس مؤلف کا اس بات پر خوش ہونا کہ قیاس کے بارے میں جو حدیث مقلدین ائمہ کے پاس تھی، جب ہم نے ضعیف ثابت کر دی تو قیاس کرنا تمام مجتہدین کا باطل ہوا، محض بے علمی اور جی کا سمجھانا ہے۔

قال: دوم معارض ہے معاذ کی حدیث کے یہ حدیث صحیح جو کہ بخاری میں روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ عبد اللہ بن حذافہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا سردار بنا کر کہیں جہاد کو بھیجا۔ الخ۔(ص:۱۵)

اقول وباللہ التوفیق: یہاں پر مؤلف کا اجتہادِ بے بنیاد بھی سننے کے قابل ہے، مؤلف اس حدیث کا تعارض حدیث معاذ سے (جو اوپر گزر چکی ہے) ثابت کرتا ہے، حالاں کہ معارض تو جب ہو کہ اس حدیث سے نفی قیاس کی ظاہر ہو، اور نفی قیاس کی اس حدیث سے ثابت کرنا قیاس فاسد اور اجتہاد کا سد باب ہے، بلکہ یہ حدیث تو سابق حدیث معاذ کے موافق ہے اور اس کی مؤید ہے، بیان اس کا ظاہر ہے، کیوں کہ لشکر کے سردار نے اس خیال سے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری تابع داری ان پر واجب کر دی ہے ظاہر حکم کا لحاظ کر کے اُن سے کہا کہ تم آگ میں گھس جاؤ اور حقیقت

---

(۱)- قلت: لكن الحديث له شواهد موقوفة عن عمر بن الخطاب و ابن مسعود و زيد بن ثابت وقد أخرجها البيهقي في سننه عقب تخريجه لهذا الحديث تقوية له. حاشيه أبو داؤد، كتاب القضاء، باب اجتهاد الراي في القضاء، ج:٦، ص:٥٠٥ ١٢

حال کو معلوم نہ کیا اور لشکر نے ظاہر حکم کو عموم پر نہ رکھا اور اس حکم کو خاص کر لیا (جیسا سابق حدیث قصۂ ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما میں بیان ہوا) اور دل میں سوچا کہ ہم تو ایمان اس واسطے لائے ہیں کہ دوزخ کی آگ سے بچیں پھر دنیا میں خود آگ میں کیوں جائیں، بلکہ جیسے آتش آخرت سے بچنا چاہیے، اسی طرح دنیا کی آتش سے احتراز ضروری ہے اور غرض نبوی بھی سمجھ گئے کہ آپ کا حکم عمدہ کام کی تابع داری میں ہو گا۔ سو امیرِ لشکر نے ظاہر نص پر عمل کیا جو واقع کے خلاف تھا، اور لشکر نے قیاس صحیح سے جو واقع میں عمدہ تھا اُس نص ظاہر کو خاص کر لیا، سو اس وقت قیاس کو جو لشکر نے کیا آں حضرت ﷺ نے پسند فرمایا، یہاں تک کہ فرمایا: اگر تم (موافق ظاہر نص اور حکم سردار کے) آگ میں گھس جاتے (اور اس قیاسِ صحیح پر جو تم نے کیا ہے، عمل نہ کرتے) تو ہمیشہ قیامت تک آگ میں رہتے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث عین دلیل قیاس پر عمل کرنے کی ہے نہ کہ عدم جواز قیاس پر۔ پھر یہ کہنا (کہ حدیث صاف صاف دلالت کرتی ہے اس پر کہ قیاس پر چلنے والا مرتکب گناہ کا ہے) اس شخص کو مفید ہو گا جو بالکل عقل سے صاف و پاک ہے، اور تعصب و کینۂ فقہا و مجتہدین و صحابۂ کبار بلکہ آں حضرت ﷺ و کلامِ الٰہی کی جہت سے اس کے سر پر خاک ہے۔ اور جو شخص عقل مند ہے وہ صاف اس سے عمل بالقیاس کو عمدہ اور معمول بہا سمجھے گا۔“

قال: سوم بہت سے حضرت کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ دین کے مقدمے میں قیاس کرنا حرام ہے۔ الخ۔ (ص:۱۵)

اقول بتوفیقہ: بہت سے حضرت کے اصحاب اور تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین وغیرہ فقہا و مفسرین رضی اللہ عنہم بلکہ قرآن شریف و صحیح احادیثِ رسولِ خدا ﷺ سے امر دین میں قیاس کا مشروع ہونا ثابت ہے، چناں چہ اوپر حال اس کا تصریحاً گزر چکا، اور جو کہیں تابعین و تبع تابعین و بعض صحابہ سے ممانعت ہے، جیسا کہ مؤلف نے لکھا ہے تو وہ ممانعت اس قیاس سے متعلق ہے کہ جو مخالف صریح نص قطعی کے ہو، جیسا کہ امام نووی وغیرہ کے اقوال سے اوپر مذکور ہو چکا، ورنہ بڑی خرابی ہو گی۔ کیوں کہ جن سے ممانعت منقول ہے خود وہی وقتِ ضرورت صحیح قیاس کرتے ہیں۔ سو جو شخص مطلق قیاس کی نفی کرے گا، اس پر لازم آئے گا کہ صحابہ وغیرہ بلکہ آں حضرت ﷺ و قرآن شریف کی نسبت سوءِ ظن کر کے زمرۂ اہلِ سنت و جماعت سے نکل جائے اور بے اعتبار ہو جائے، جیسے ظاہر یہ فرقے کا اعتبار کچھ نہیں ہے۔ بعد وضوحِ بحث قیاس کے معلوم ہو گیا کہ قیاس ایک دلیل ہے ادلۂ اربعہ میں سے جس کے اہل سنت و جماعت عامل ہیں اور منکر اس کا، خارق اجماع اور غیر معتبر اور بدعتی ہے۔ اہل سنت و جماعت کو اس سے پرہیز لازم ہے۔

اب ہم شروع کرتے ہیں اعظم مقاصد کو جس پر دارو مدار اہل سنت و جماعت مقلدینِ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا ہے، اور وہ تقلید مذہب معین ہے۔ اور جو جو دھوکے اور مغالطے مؤلف اور اس کے مثل دیتے ہیں اور عوام کالانعام کو ان

دھوکوں سے بہکا کر زمرۂ اہل سنت وجماعت سے خارج کر کے زمرۂ اہل ہوا وبدعت میں داخل کرتے ہیں، ان سب سے بخوبی واقف کرایا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

قال: چوتھا مغالطہ اور ایک مغالطہ مقلدینِ ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث کے جو جو مسئلے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان پر حدیث پر چلنے والے عمل کر ہی لیں گے، لیکن جو جو مسئلے کہ حدیث سے ثابت نہیں، ان کے لیے کیا کریں گے۔ آخر کار فقہ کی کتابوں پر ہی چلیں گے، اور کسی نہ کسی امام ہی کے مقلد بنیں گے۔(ص:۱۷)

اقول بتوفیق اللہ: یہ مغالطہ بھی مؤلف کا افترائے محض ہے، کیوں کہ مقلدین ائمہ غیر مقلدین پر اس طرح اعتراض نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہ یوں کہتے ہیں کہ جس حدیث یا آیت پر غیر مقلدین کا عمل ہوگا، دو حال سے خالی نہیں، یا وہ حدیث و آیت متفق علیہ فی العمل والاعتقاد ہے (یعنی مقلدین وغیر مقلدین سب کا عمل و اعتقاد میں اس پر اتفاق ہے) یا نہیں۔ اول سے ہم کو بحث نہیں۔ بر تقدیر ثانی ہم پوچھتے ہیں کہ اس حدیث یا آیت پر عمل کس طرح کیا، اپنی رائے سے یا غیر کی تقلید سے۔ اول شق پر بدون ملکہ اجتہاد کے جس کے لیے چند شرائط شاہ ولی اللہ وغیرہ علمانے لکھی ہیں اتباع بالرائے ہو گا، جس کی ممانعت قرآن شریف میں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

[1] اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ۝ (۲)

اور ثانی شق پر کسی مجتہد کی تقلید سے عمل کیا یا کسی ایسے محدث کے کہنے سے کیا جو مجتہد سے کم درجے کا ہے اول شق پر مدعا ثابت ہے اور بر تقدیر ثانی اعلیٰ کی تقلید چھوڑ کر ادنیٰ کی تقلید کرنی پڑے گی، جس کی ممانعت آں حضرت ﷺ کے قول سے مفہوم ہے۔ چناں چہ طبرانی نے روایت کی ہے:

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَلّٰى مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ فِيهِمْ مَنْ هُوَ اَوْلٰى بِذٰلِكَ وَاَعْلَمُ مِنْهُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ.

---

(۱)- کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ اس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا تو کیا تم اس پر داروغہ ہوگے یا یہ سمجھتے ہو کہ اکثر ان میں سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں؟ نہیں وہ مانند چارپایوں کے ہیں، بلکہ وہ ان سے زیادہ رستہ بھولے ہوئے ہیں۔ ۱۲ منہ

(۲)- پ:۱۹ قرآن مجید، سورۃ الفرقان، آیت: ۴۳، ۴۴

انتھی. (۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا والی ہوا، پھر اس نے کسی شخص کو عامل بنایا جب کہ یہ جانتا ہے کہ دوسرا شخص اس سے اولیٰ اور زیادہ علم والا ہے تو اس نے بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خیانت کی۔

اور حاکم نے بھی اسی مضمون کی حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ صحیح الاسناد ہے۔ لیکن صاحبِ فتح القدیر نے لکھا ہے: کہ اس میں حسین بن قیس ضعیف ہے، اور عقیلی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ قول عمر بن الخطاب کا معروف ہے۔ اور جو طبرانی نے حدیث نقل کی ہے اس میں حسین بن قیس نہیں۔ انتہیٰ۔ (۲)

سو وہ ضعیف نہیں ہے، چناں چہ ہم نے پہلے نقل کر دی ہے اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو دس شخصوں پر عامل بنایا اور اس بات کو جانتا ہے کہ ان دس میں ایک ایسا شخص ہے جو اس عامل سے افضل ہے، تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت مسلمانوں کی خیانت کی۔ انتہیٰ۔ (۳)

بہر حال قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حجت شرعی ہے۔ اور صاحبِ ہدایہ نے اس مقام میں اسی طرح لکھا ہے اور یہی حدیث سند میں لائے ہیں، چناں چہ لکھا ہے:

وَيَنْبَغِي لِلْمُقَلِّدِ أَنْ يَخْتَارَ مَنْ هُوَ الْأَقْدَرُ وَالْأَوْلَى. (۴)

یعنی مقلد کو چاہیے کہ قضا کے لیے اس کو تجویز کرے جو قضا کی لیاقت اوروں سے عمدہ رکھتا ہو، انتہیٰ۔

اور مقلد سے یہاں پر مقصود وہ ہے جو تفویض قضا کا اختیار رکھتا ہو جیسے خلیفہ و سلطان، سو اس سے عموماً سمجھا گیا کہ اس کو پیشوا بنانا چاہیے جو اس کے نزدیک افضل ہو اس لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایامِ مرضِ موت میں

---

(۱)- فتح القدير، كتاب أدب القاضي، ج:۷، ص:۲۳۹، وقال: أخرجه الطبراني من غير طريق حسين هذا، مرکز اهل سنت، برکات رضا، گجرات. ۱۲

(۲)- مصدر سابق

(۳)- روى ابو يعلى الموصلي في مسنده عن حذيفة رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: عن حذيفة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم: أيما رجل استعمل رجلاً على عشرة أنفس و علم أن فى العشرة من هو افضل منه فقد غش الله تعالىٰ و رسوله و جماعة المسلمين. (فتح القدير، كتاب أدب القاضي، ج:۷، ص:۲۴۰) ۱۲

(۴)- هدايه، كتاب أدب القاضي، ج:۳، ص:۱۱۶، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مباركپور.

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے واسطے معین کیا تھا، کیوں کہ آپ کے نزدیک وہ افضل صحابہ تھے، اور زمانۂ صحابہ و تابعین میں جو ایک دوسرے سے مسئلہ پوچھ لیا کرتا تھا تو وجہ اس کی یہ تھی کہ اول تو سب جگہ افضل ملتا نہ تھا، دوسرے جمیع وقائع کے مسائل اس وقت جمع نہ ہوئے تھے، اس لیے ضرورۃً بعض مسائل کسی سے اور بعض کسی سے حسب اتفاق پوچھ لیتے تھے، بخلاف ائمۂ اربعہ مجتہدین کے کہ سب مسائل فرعیہ مجتمع ہر ایک مجتہد ائمہ اربعہ کے مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ پس اب اگر کسی شخص نے کسی امام کو افضل سمجھ کر اس کی تقلید کی تو، بغیر ضرورتِ شرعیہ وغیرہ کے جس کو آگے ہم بیان کریں گے، دوسرے کے مسائل پر اس کا چلنا اس حدیث کے خلاف جانا ہے۔ سو مقلدین مذہب حنفیہ پر کہ وہ اس حدیث کے عامل ہیں اور افضل ائمہ رابعہ کی تقلید کرتے ہیں، ہرگز اعتراض نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ ان کے امام علم وفضل میں اور بہ باعث تابعی ہونے کے باقی ائمۂ ثلاثہ پر بے شک سب کے نزدیک فضیلت رکھتے ہیں، بخلاف غیر مقلدین کے کہ ائمۂ اربعہ سے جو کم درجے کے ہیں، مثلاً امام بخاری وغیرہ محدثین کی تقلید کرتے ہیں، وہ اس حدیث کا بے شک خلاف کرتے ہیں۔ پس بعد وضوح تقریر کے معلوم ہوا کہ مقلدین ائمہ عامل بالحدیث والقرآن ہیں نہ کہ غیر مقلدین بلکہ وہ مخالف ہیں صریح آیات واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

قال: جواب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غور سے ازراہِ تحقیق قرآن وحدیث کی طرف نظر کرے اور دیکھے تو ہر ایک مسئلہ قرآن اور حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے، کسی مسئلہ کے لیے بھی کسی کو مسائلِ فقہیہ کی حاجت نہیں۔ (ص:۱۷)

اقول وباللہ التوفیق: مؤلف نے جواب یہ دیا ہے کہ فقہ کے مسائل مستنبطہ میں کتب فقہ کی ضرورت نہیں اور کہا کہ اگر کوئی شخص الخ۔ سو "کوئی شخص" سے ظاہراً مراد عام ہے، خواندہ ہو یا ناخواندہ، بر تقدیر ناخواندہ ہونے کے اگرچہ ساری عمر غور کرتا رہے، کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا، اور بر تقدیر خواندہ ہونے کے مقصود کمال تحصیل علم فقہ و حدیث وغیرہ ہے یا صرف تحصیل کتب حدیث و ترجمۂ قرآن و تفسیر۔ اول شق پر بھی خواہ کتنی ہی تحقیق قرآن و حدیث میں کرے، بغیر ملکۂ اجتہاد کے، جس کے چند شرائط علما نے لکھے ہیں، مسائل استنباط نہ کر سکے گا، بلکہ فقہی کتابوں کے مسائل جانے بغیر ان کا معلوم کرنا ہرگز متصور نہ ہو گا۔ کیوں کہ بغیر ملکۂ اجتہاد کے اس کو استنباط کی طاقت کہاں ہے۔ اسی لیے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے:

غَيْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ كَانَ عَالِمًا يَلْزَمُهُ التَّقْلِيْدُ لِمُجْتَهِدٍ مَّا. انتهى. (۱)

یعنی غیر مجتہد مطلق کے لیے اگرچہ عالم ہو کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ انتہیٰ۔

(۱)- فواتح الرحموت، شرح مسلم الثبوت، خاتمة الإجتهاد بذل الطاقة من الفقيه، مسئلة غير المجتهد ولو عالماً يلزمه التقليد. ج:۲، ص:۴۳۴، دار الكتب العلمية، بيروت. ۱۲

اور بر تقدیر صرف تحصیل حدیث و ترجمۂ قرآن بدون تفقہ کے بطریق اولیٰ ان مسائل کو جو صراحۃً کتاب اللہ و احادیث میں نہیں ہیں، کسی نہ کسی کتابِ فقہ سے معلوم کریں گے اور انھیں کتب کی تقلید کرنا پڑے گی، بلکہ جو مسائل کتب حدیث میں بھی پائے جاتے ہیں، ان میں بھی محدثین کی تقلید ہوگی اور مجتہدین کی تقلید کو جو بالیقین محدثین محض سے افضل ہیں چھوڑنا ہوگا، اور اپنی طرف سے جس حدیث پر موافق خواہش نفس کے عمل کریں گے تو خود گم راہ ہوں گے، اوروں کو گم راہ کریں گے۔ چناں چہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا کہ غیر مجتہد کا حکم مردود ہے، اور اس کے مسئلے پر فتویٰ نہیں ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ جب تک سامانِ اجتہاد موجود نہ ہو، ظاہر حدیث پر چلنا جائز نہیں۔ چناں چہ پہلے عقد الجید سے معلوم ہو چکا پس یہ دعویٰ کرنا کہ غور سے از راہِ تحقیق سب مسئلے قرآن و حدیث سے ثابت ہو سکتے ہیں، ادعاے محض اور دروغ بے فروغ ہے، کیوں کہ سیکڑوں مسئلے مختلف فیہا اور مجتہد فیہا کا پتہ قرآن و حدیث میں صراحۃً نہیں ہے۔ من جملہ ان کے مسائل جزئیہ فرائض وغیرہ کے کہ جن کا تفصیلاً پتہ نہ محدثین کی کتب میں ہے اور نہ قرآن شریف میں ہے، اور ان میں بڑے بڑے پیشواے غیر مقلدین بھی سواے تقلید امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ اور کتب فقہ کے ہرگز نہیں بتا سکتے، اگر چہ صحاح ستہ وغیرہ حدیث کی کتابیں اپنے پیش نظر رکھ کر ساری عمر غور سے دیکھتے رہیں، ایسے ہی اکثر فتوے کتب متداولۂ فقہ سے دیتے ہیں۔ درجۂ اجتہاد و استنباط اللہ تعالیٰ نے مجتہدین مثل ائمہ اربعہ کے حصے میں رکھا ہے، اسی واسطے ملقب بہ امام و پیشواے انام ہوئے اور دین محمدی میں اپنی عمریں صرف کرنے والے، اللہ کے ہاں درجہ پانے والے ہوئے، پس ثابت ہوا کہ مجتہد کے سوا جتنے نیچے کے درجے ہیں ان پر مجتہد کی تقلید ضروری ہے اور بغیر تقلید کے ان کو چارہ نہیں، اس لیے شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں جس کا ذکر پورا پورا اپنے موقع پر آئے گا، لکھا ہے:

”لہٰذا مقلد را در اتباع شریعت از توسط مجتہد ناگزیر ہست۔ انتہی وھو المطلوب۔“(۱)

قال: اس لیے کہ تقلید کے معنیٰ یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ نہ دریافت کرنا کہ آیا یہ حکم خدا اور اس کے پیغمبر کی طرف سے ہے یا نہیں ہے۔ (ص:۱۸)

اقول وباللہ التوفیق: یہاں پر مؤلف نے تقلید کے معنیٰ بہ سبب ناواقفیت کے غلط کیے، سو یہ بھی دھوکا ہے، اس لیے کہ جس تقلید میں بحث ہے وہ ماننا حکم مجتہد کا نہیں بلکہ اس کے قول کو اس وجہ سے قبول کرنا کہ یہ حکم خداوندی بیان کرتے ہیں اور خدا سے ڈرنے والے اور بڑے عالم ہیں۔ مثلاً کوئی شخص نماز میں کوئی امر بھول گیا، اس وقت اس نے کسی مجتہد سے مسئلہ دریافت کیا سو جو جواب اس نے دیا اس کو حکم خدا اور رسول سمجھ کر عمل کرے گا نہ کہ اس مجتہد کا حکم جان کر، پس یہ کہنا ”کہ یہ دریافت نہ کرنا کہ آیا یہ حکم خدا اور رسول کا ہے یا نہیں“ محض دھوکا اور غلطی اور جہالت ہے۔

---

(۱)۔ اسی واسطے مقلد کو اتباعِ شریعت میں وسیلہ پکڑنا مجتہد کا ضروری ہے۔ ۱۲ منہ

تحقیق معنیٰ تقلید

مؤلف اور ہم مشرب اس کے ابھی تک معنیٰ تقلید سے واقف نہیں، بلکہ جاہل ہیں اور لوگوں کو ورطۂ[1] ضلالت و جہالت میں ڈالتے ہیں، اس لیے ہم معنیٰ تقلید کے اچھی طرح بیان کر دیتے ہیں، تا کہ عامی بھی معلوم کر لیں اور ان کے دھوکے سے بچیں۔ کہا شرح مسلم الثبوت میں:

(اَلتَّقْلِيْدُ: الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ مِنْ غَيرِ حُجَّةٍ) مُتَعَلِّقٌ بِالْعَمَلِ، وَالْمُرَادُ بِالْحُجَّةِ حُجَّةٌ مِّنَ الْحُجَجِ الْاَرْبَعِ، وَاِلَّا فَقَوْلُ الْمُجْتَهِدِ دَلِيْلُهُ وَ حُجَّتُهُ (كَأَخْذِ الْعَامِيْ) مِنَ الْمُجْتَهِدِ (وَ) أخْذِ (الْمُجْتَهِدِ مِنْ مِثْلِهِ فَالرُّجُوْعُ إِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ) وَ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ (الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ، أَوْ إِلَى الْإِجْمَاعِ لَيْسَ مِنْهُ) فَإِنَّهٗ رُجُوْعٌ إِلَى الدَّلِيْلِ (وَكَذَا) رُجُوْعُ (الْعَامِيِّ إِلَى الْمُفْتِيْ وَالْقَاضِيْ إِلَى الْعُدُوْلِ) لَيسَ هٰذَا الرُّجُوْعُ نَفْسُهٗ تَقْلِيْداً وَ إِنْ كَانَ الْعَمَلُ بِمَا أَخَذُوْا بَعْدَهٗ تَقْلِيْداً (لِإِيْجَابِ النَّصِّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمَا) فَهُوَ عَمَلٌ بِحُجَّةٍ لَا بِقَوْلِ الْغَيْرِ فَقَطْ (لٰكِنَّ الْعُرْفَ) دَلَّ (عَلٰى أَنَّ الْعَامِيَّ مُقَلِّدٌ لِلْمُجْتَهِدِ) بِالرُّجُوْعِ إِلَيْهِ (قَالَ الْإِمَامُ) إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ (وَعَلَيْهِ مُعْظَمُ الْأُصُوْلِيِّيْنَ) وَ هُوَ الْمُشْتَهِرُ الْمُعْتَمَدُ عَلَيْهِ.(۲)

ترجمہ: تقلید: دوسرے (یعنی مجتہد) کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا (یعنی اگر کوئی شخص مجتہد کے قول کی دلیل معلوم کیے بغیر اس پر عمل کرتا ہے تو یہ تقلید ہے) اور دلیل سے مراد ہے ادلۂ اربعہ: (کتاب، سنت، اجماع، قیاس) میں سے کوئی دلیل، ورنہ مجتہد کا قول بھی مقلد کے لیے دلیل اور حجت ہے۔ جیسے عامی یعنی غیر مجتہد کا مجتہد سے یا مجتہد کا مجتہد سے پوچھ لینا۔ نبی کریم ﷺ کی طرف یا اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں، بلکہ یہ تو دلیل کی طرف رجوع ہے۔ اسی طرح عامی کا مفتی کی طرف اور قاضی کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا کہ خود یہ رجوع، تقلید نہیں اگرچہ مفتی سے حکم دریافت کر کے اس پر عمل کرنا تقلید ہے، اس لیے کہ عامی اور قاضی پر یہ رجوع از روے نص واجب ہے تو یہ ایک دلیل پر عمل ہے صرف قولِ غیر پر عمل نہیں، لیکن عرف یہ ہے کہ عامی مجتہد کی طرف رجوع کرے تو وہ اس کا مقلد ہے۔ امام الحرمین نے فرمایا: اسی پر اکثر اہلِ اصول ہیں اور یہی مشہور و معتمد ہے۔

---

(۱)-ورطه: بهنور. ۱۲

(۲)-فواتح الرحموت، شرح مسلم الثبوت، خاتمه، الإجتهاد بذل الطاقة من الفقيه، ج:۲، ص:۴۳۲، دار الكتب العلمية، بيروت. ۱۲

اور کہا سید سمہودی نے عقد الفرید میں:

(اَلتَّقْلِيْدُ : قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَيْرِ بِأَنْ يَّعْتَقِدَ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهٖ فَاَمَّا مَعَ مَعْرِفَةِ دَلِيْلِهٖ فَلَا يَكُوْنُ إِلَّا الْمُجْتَهِدُ لِتَوَقُّفِ مَعْرِفَةِ الدَّلِيْلِ عَلٰى مَعْرِفَةِ سَلَامَتِهٖ مِنَ الْمُتَعَارِضِ بِنَاءً عَلٰى وُجُوْبِ الْبَحْثِ عَنِ الْمُعَارِضِ وَمَعْرِفَةُ السَّلَامَةِ عَنْهُ مُتَوَقِّفَةٌ عَلَى اسْتِقْرَاءِ الْاَدِلَّةِ كُلِّهَا وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا الْمُجْتَهِدُ وَمَنْ لَمْ يُوْجِبِ الْبَحْثَ عَنِ الْمُعَارِضِ وَاكْتَفٰى بِمُجَرَّدِ مَعْرِفَةِ الدَّلِيْلِ كَمَنْ أَجَازَ التَّمَسُّكَ بِالْعَامِّ قَبْلَ الْبَحْثِ عَنِ الْمُخَصِّصِ فَلَمْ يَكْتَفِ بِمَعْرِفَتِهٖ مِنْ غَيْرِ مُجْتَهِدٍ إِذْ لَا وُثُوْقَ بِمَعْرِفَةِ غَيْرِهٖ فِيْ الْاَدِلَّةِ الظَّنِّيَّةِ وَيَجِبُ التَّقْلِيْدُ عَلٰي مَنْ لَمْ يَبْلُغْ رُتْبَةَ الْاِجْتِهَادِ الْمُطْلَقِ عَامِيًا مَحْضاً أَوْ غَيْرَهٗ انتهىٰ.بِقَدْرِ الْحَاجَةِ. (۱)

ترجمہ: تقلید یہ ہے کہ دوسرے کا قول اس کی دلیل جانے بغیر مان لیا جائے۔ دلیل جان کر ماننا یہ مجتہد کا کام ہے، اس لیے کہ دلیل کا جاننا موقوف ہے یہ جاننے پر کہ وہ دلیل معارض سے سلامت ہے، کیوں کہ معارض کی تلاش ضروری ہے۔ اور معارض سے سلامتی کا علم اس پر موقوف ہے کہ تمام دلیلوں کی چھان بین اور پوری تفتیش ہو جائے۔ یہ قدرت صرف مجتہد کو حاصل ہوتی ہے۔ اور جو لوگ معارض کی تلاش واجب نہیں کہتے اور صرف دلیل کا جاننا کافی سمجھتے ہیں۔ جیسے وہ لوگ جو مخصص کی تلاش سے قبل، عام سے تمسّک جائز کہتے ہیں۔ وہ بھی غیر مجتہد سے دلیل جاننے کو کافی نہیں مانتے، اس لیے کہ ظنّی دلیلوں میں غیر مجتہد کے علم پر کوئی اعتماد نہیں۔ اور جو مرتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچا اس پر تقلید ضروری ہے، خواہ وہ محض عامی ہو یا غیر عامی، یعنی عالم، محدث۔ انتہیٰ۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجتہد کی تقلید بغیر دلیل کے نہیں ہے کیوں کہ اس سے سوال کرنا نص قرآنی سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (۲)

یعنی وقت لاعلمی کے اہل ذکر سے کہ (وہ مجتہد ہیں مسائل اجتہادیہ میں) پوچھ لیا کرو اب ان سے پوچھنا مسئلے کا دلیل سے ہوا، ہاں! البتہ ان کے قول پر عمل کر لینا بے معرفت دلیل ہوگا یعنی یہ نہیں کہ اس مسئلے کی دلیل مقلد کو معلوم ہونا ضرور ہے؛ کیوں کہ بر تقدیر معلوم ہونے کے اس مسئلے میں وہ مجتہد ہو جائے گا اور نہ مجتہد پر ضرور ہے کہ اس مسئلے کو دلیل کے ساتھ اس پر ظاہر کرے، کیوں کہ جو مسئلہ اس کے نزدیک حق ہو اس کا بیان کر دینا اس پر ہے۔ اور

(۱)-انتصار الحق، ص:۱۰۰، نقلاً عن عقد الفرید، ۱۲ منه

(۲)- پ:۱۷، سورۃ الانبیاء۲۱، آیت:۷

چوں کہ مجتہد کا ماخذ ادلۂ اربعہ ہے اور مقلد کو بھی یقین ہے کہ جس سے میں پوچھتا ہوں وہ مبین احکام شارع ہے پس یہ کیوں کر ہو گا کہ بغیر اس بات کے یقین کے کہ یہ حکم شارع کا ہے، اس کے کہنے کو مان لے گا، اور جب مجتہد نے اس کو شرع سے نکالا ہے تو مقلد کا عمل بلا دلیل نہ ہو گا، گو اس کو دلیل معلوم نہیں، بلکہ وہ مجتہد سے مسئلے کا سوال کر کے اور اس کے جواب پر یقین کر کے دلیل سے بری الذمہ ہو گیا، اور حکمِ شارع بجالایا۔ دیکھو کوئی مسئلہ کسی مولوی سے کوئی جاہل پوچھتا ہے تو وہ مولوی جو کہتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، لیکن یہ بھی وہ جانتا ہے کہ مولوی اپنی طرف سے نہیں کہتا، بلکہ حکمِ خدا اور رسول بتاتا ہے۔ اسی طرح مجتہد کے حق میں مقلد کا حال ہے۔ اب بعد وضوح معنی تقلید کے، واضح ہو گیا کہ مؤلف دھوکا دے کر جاہلوں کو حکم شارع سے روکتا ہے۔

سوال: مقلد جس امام کے مذہب کی تقلید کرتا ہے، ضرور ہے کہ اس مجتہد سے کسی نہ کسی مسئلے میں خطا واقع ہو گی، سو خطا کی صورت میں اگر چہ مجتہد کو ایک اجر ملتا ہے، لیکن مقلد کو اس میں تقلید کیوں کر جائز ہو گی، مثلاً قیاس سے کوئی مسئلہ اس کے امام نے نکالا ہے اور اس مقلد کو حدیث صحیح اس کے خلاف مل گئی ہے، پس اس میں تقلید اپنے امام کی کیوں کر جائز ہو گی، اور اس میں خوف و خطر ہو گا یا نہیں؟

جواب: دریافت کر لینا کہ فلاں مسئلے میں امام سے خطا ہوئی ہے کام مجتہد کا ہے، ولو فی مسئلۃٍ اور اس کو جائز ہے خلاف اسی خاص مسئلے میں۔ چناں چہ اس کا بارہا استثنا اس کتاب میں کیا گیا ہے، اور جب کہ وہ شخص مقلد محض ہے، کسی قسم کا اجتہاد اس کو نہیں ہے تو اس کو اگر چہ حدیث صحیح اس کے زعم میں ملے، لیکن کیوں کر معلوم کرے گا کہ امام کا قیاس غلط ہے، جائز ہے کہ قیاس آیت یا دوسری صحیح حدیث سے کیا گیا ہو، اور یہ حدیث بہ باعث علت خفیہ کے اس کے نزدیک قابل تاویل یا موجب عدم حجت ہو، اور جب کہ اس کا امام باوجود خطا کے ماجور ہے تو مقلد اس کا بھی بے خوف و خطر ہے۔ جیسا کہ شاہ عبد العزیز تحفۂ اثنا عشریہ کے صفحہ ۲۰۶ / میں فرماتے ہیں:

"و مجتہد بر خطا معاقب نیست بلکہ ماجور بیک اجر است چناں چہ در معالم الاصول شیعہ بایں تصریح نمودہ پس خطاِ محتمل او در رنگ صواب متیقن شد کہ اصلا خوفے و خطرۂ ندارد، نہ در حق او، و نہ در حق مقلد او۔ ایں قدر شرط است کہ اجتہاد در محل اجتہاد باشد یعنی مقابل قرآن صریح و خبر متواتر یا مشہور و اجماع امت واقع نشود باز دیدیم کہ رواۃ اخبار و مجتہدین اہل سنت ہم مشہور بہ تقویٰ و عدالت و دیانت اند۔ انتہیٰ۔"[1]

---

(۱)- ترجمہ: مجتہد کے لیے خطا پر عقاب نہیں بلکہ اسے ایک اجر ملے گا، جیسا کہ خود شیعہ نے معالم الاصول میں اس کی تصریح کی ہے۔ تو مجتہد کے احتمالی خطا یقیناً درستی کے رنگ میں ہے، جس پر نہ مجتہد کے لیے کوئی خوف و خطر ہے نہ اس کے مقلد کے لیے، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ اجتہاد محلِ اجتہاد میں ہو، یعنی کسی صریح آیت یا خبر متواتر یا مشہور یا اجماع امت کے مقابل نہ ہو، پھر یہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ اہل سنت کے محدثین اور ادیانِ حدیث اور مجتہدین سبھی تقویٰ اور عدالت و دیانت میں مشہور ہیں۔ انتہیٰ۔ ۱۲

تحقیق آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ

قولہ: تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن میں لکھا ہے کہ روایت کی ہے ابن سعد اور عبد بن حمید اور ترمذی نے اور حسن غریب کہا اس کو ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں۔ عدی بن حاتم سے کہا کہ: آیا میں نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس، حالاں کہ وہ پڑھتے تھے سورۂ براءت (کی یہ آیت) "اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أرباباً من دون الله" یعنی ٹھہرایا ہے اپنے مولویوں اور درویشوں کو مالک اپنا ورا اللہ سے، خبر دار ہو تحقیق وہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) ان کی پرستش تو نہیں کرتے تھے، لیکن ان کا یہ حال تھا کہ جس چیز کو ان کے واسطے حلال کر دیتے تھے اس کو حلال جانتے تھے، اور جس چیز کو ان کے واسطے وہ حرام کر دیتے تھے اس کو حرام جانتے تھے۔ (ظفر المبین، ص:۱۹)

اقول وباللہ التوفیق: ان سب تحریرات کا چوں کہ ماخذ ایک ہے، اس لیے جب اس ماخذ کا جواب دے دیا جائے تو ان سب عبارات کا جواب بھی ہو جائے گا۔ اور یہاں پر تقریر انیف جناب مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی دام فیضہم کی تبرکاً لکھنی مناسب سمجھی، وہ یہ ہے اولاً یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس آیت شریف و حدیث منیف سے صاف ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل بہ سبب اتباع کرنے احبار و رہبان کے بیچ تحلیل ما حرمہ اللہ اور تحریم ما احل اللہ کے مشرک و کافر قرار دیے گئے، پس ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تحلیل اور تحریم محرمات و مباحات یقینیہ ضروریہ کی تھی یا ایسے محرمات و مباحات کی جن کی حرمت و اباحت محل نظر و موقع اجتہاد ہے۔ شق اول پر جناب مولوی[1] صاحب (بلکہ جمیع غیر مقلدین) کو ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کی نسبت بھی تحلیل و تحریم محرمات و مباحات یقینیہ ضروریہ کی ثابت کرنا چاہیے، حتیٰ کہ ان کے مقلدین بہ سبب اتباع کرنے کے ایسی تحلیل و تحریم میں مشرک و کافر قرار پائیں اور بدون اثبات اس امر کے مقلدین ائمہ کو مشرک قرار دینا قیاسِ ناکام اور اجتہاد ناسرانجام ہے، ورنہ آج کل کے عاملین بالحدیث کی نسبت بھی کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ یہ مصداق ہیں اس آیت شریف کے:

[2] وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (۳)

اور اس آیت شریف کے:

---

(۱)- مراد اس سے مولوی نذیر حسین ہیں۔ ۱۲ منہ

(۲)- اور کون زیادہ گم راہ اس شخص سے ہے کہ جس نے اپنی خواہش کی اتباع کی ہے، بغیر ہدایت کے خدا کی طرف سے بے شک اللہ قوم ظالمین کو ہدایت نہیں کرتا۔ ۱۲ منہ

(۳)- قرآن مجید، پ: ۲۰ سورۃ القصص، آیت: ۵۰

(۱) اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰٮهُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا ۙ﴿۴۳﴾ اَمۡ تَحۡسَبُ اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿۴۴﴾ (۲)

اور شق ثانی پر لازم آتا ہے معاذ اللہ کافر اور مشرک ہونا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا، جنھوں نے اتباع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا، بیچ واقع ہونے طلقات ثلاثہ کے لفظ أنتِ طالقٌ ثلثًا سے۔ یا لازم آتا ہے کافر ہونا مولوی صاحب (بلکہ جمیع غیر مقلدین) کا اور ان کے اکابر مثل قاضی شوکانی وابن قیم وغیرہ کا جنھوں نے تقلید کی داؤد ظاہری وَمَن مِّثْلُہ، کی بیچ نہ واقع ہونے طلقات ثلثہ کے لفظ مذکور سے، اس لیے کہ بالضرورۃ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تحریم ما احلہ اللہ کی ظہور میں آئی، یا داوٗد ظاہری ومن مثلہ سے تحلیل ما حرمہ اللہ کی وقوع میں آئی۔ شق اول بدیہی البطلان ہے۔ پس حسب زعم جناب مولوی صاحب (بلکہ جمیع غیر مقلدین) شق ثانی متعین ہو گئی۔ اور ثانیاً یہ کہا جاتا ہے کہ جب مقلدین بہ سبب اتباع کے مشرک قرار پائے پس ائمہ اربعہ جنھوں نے تحریم وتحلیل کی بطریق اولیٰ کافر ہوں گے اور جو ائمہ اربعہ کی نسبت کفر تجویز کرے اس کو چاہیے کہ اپنی فہم ودانش کو متہم کرے اور اپنے ایمان واسلام کی خبر لے۔ انتہیٰ کلامه في "الكلام الرشيق" في ثبوت الحق الحقيق-(۳)

قولہ: قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی ایسی تقلید کو شرک کہا ہے اور اثبات میں آیت قُل یَا اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْ إلٰی کلمة. الخ. تفسیر مظہری میں نیچے آیت قُل یَا اَہْلَ الْکِتٰبِ کے ہے۔ (ص:۲۱)

اقول وباللہ التوفیق: تعجب ہے کہ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ باوجودے کہ حنفی المذہب ہیں مؤلف نے انھیں کی تقریر سے ان کو نعوذ باللہ مشرک بنا دیا، کیا خوب سمجھ اور کیا عمدہ عقل ہے، مگر تم کو تو تقلید صاحب المعیار سے کام ہے خواہ وہ خلافِ واقع یا خلاف مقصود ہو، دیکھو ہم تمھیں ان کی عبارت جو تفسیر میں لکھی ہے، سنا کر تمھارے مدعا کو غلط بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ تفسیر مظہری میں قاضی صاحب نے آیت وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ الآیۃ۔ اور حدیث عدی بن حاتم نقل کر کے اس کے بعد یہ فرمایا ہے:

فَمَا كَانَ مِنْ إِطَاعَةِ الرَّسُوْلِ فَهُوَ إِطَاعَةُ اللّٰهِ لَا غَيْرُ . قَالَ اللّٰه تعالىٰ : (مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ) وَكَذَا مَا كَانَ مِنْ إِطَاعَةِ الْعُلَمَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالسَّلَاطِيْنِ وَالْحُكَّامِ عَلي

(۱)- کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ اس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا تو کیا تم اس پر داروغہ ہو گے یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں کے اکثر سنتے ہیں، یا سمجھتے ہیں، نہیں وہ مانند چارپایوں کے ہیں، بلکہ وہ ان سے زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔ ۱۲ منہ

(۲)- قرآن مجید، پ:۱۹، سورۃ الفرقان، آیت: ۴۳، ۴۴

(۳)- ص:۱۳،۱۴۔ ۱۲ منہ

مُقْتَضَى الشَّرْعِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ (اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ) الآية وَمَا كَانَ مِنْهَا عَلٰى خِلَافِ مُقْتَضَى الشَّرْعِ فَهُوَ الْاِتِّخَاذُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ. عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ" رواه الشيخان. انتهى. (۱)

یعنی جوکہ رسول کی اطاعت ہو وہ بعینہ اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اللہ کی اطاعت کی اور ایسی ہی ہے علما و اولیا اور بادشاہ اور حاکم کی اطاعت جو موافق شریعت کے ہو (یعنی وہ بھی خدا اور سول کی اطاعت ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تابع داری کرو اللہ اور رسول کی اور ان کی جو تم میں سے حاکم ہیں (یعنی موافق شریعت کے) اور جو حکم ان کا خلافِ شرع ہے اس پر عمل کرنا خدا بنا لینا ہے، ہمارے بعض کا بعض کو، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی کی تابع داری خدا کے گناہ میں نہیں ہے، تابع داری عمدہ کام میں ہی ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا، انتہیٰ۔

دیکھو قاضی صاحب نے اطاعتِ علما کو کہ جن میں مجتہدین بطریق اولیٰ داخل ہیں عین اطاعت خدا اور سول فرمایا ہے نہ کہ شرک اور بعض ہمارے بعض کو نعوذ باللہ خدا تو جب بناتے کہ ہم ائمہ مجتہدین کی اطاعت بالاستقلال کرتے اور جو امر وہ خلاف شرع عمداً بتاتے ان کو مان لیتے۔ حاشاللہ ہمارے علمائے مجتہدین مثل علمائے یہود و نصاریٰ نہیں کہ ثمن قلیل لے کر احکامِ خداوندی بدل ڈالیں، بلکہ ہم اہلِ سنت ان کو مبین احکامِ الٰہی جانتے ہیں اور شریعتِ محمدیہ پر چلنے کے واسطے عمدہ وسیلہ ٹھہراتے ہیں، اسی واسطے امام قرطبی نے آیت:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ الآية (۲)

کے تحت مقلدینِ ائمہ مجتہدین کو حکم آیت "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ" سے نکالا ہے، اور اس کو واضح کر کے بتلایا ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:

اِنَّ التَّقْلِيْدَ الْمَذْمُوْمَ هُوَ اَخْذُ قَوْلِ اَهْلِ الزَّيْغِ وَالْبُطْلَانِ بِلَا دَلِيْلٍ وَتَمَسُّكٍ لَيْسَ تَمَسُّكُهُمْ فِيْهِ إِلَّا قَوْلُهُمْ إِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَّ إِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُهْتَدُوْنَ. وَهُوَ كَالْيَهُوْدِ وَ النَّصَارىٰ وَالْفِرَقِ الضَّالَّةِ مِنَ الرَّوَافِضِ وَالْخَوَارِجِ فَمَنْ قَلَّدَهُمْ كَانَ مِثْلُهُمْ فِي الضَّلَالَةِ

---

(۱)- تفسير مظهري، پ:۳، آل عمران زیر آیت: وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ . ٦٤، ج:۲، ص:٦٧، مکتبہ زکریا، دیو بند. ۱۲

(۲)- قرآن مجید، پ:۲، سورۃ البقرۃ، آیت:۱۷۰

وَأَمَّا الْاِتِّبَاعُ إِلٰى أَهْلِ الْحَقِّ وَالتَّقْلِيْدِ بِهِمْ فَهُوَ أَصْلٌ مِنْ أُصُوْلِ الدِّيْنِ وَ عِصْمَةٌ مِّنْ عِصَمِ الْمُسْلِمِيْنَ يَلْتَجِئ إِلَيْهِ الْمُقَصِّرُ عَنْ ذٰلِكَ النَّظَرِ. انتهى. (۱)

بے شک بری تقلید وہ ہے کہ گم راہوں اور اہل باطل کے قول پر بغیر کسی دلیل اور تمسک کے عمل کریں اور دلیل میں صرف یہ کہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا، سو ان کے قدم بقدم چل کر راہ پاتے ہیں اور وہ فرقہ یہود و نصاریٰ اور گم راہ فرقہ مثل روافض اور خارجیوں کے ہے، سو جو شخص ان کی تقلید کرے گا گم راہی میں انھیں کا سا ہو گا، مگر اہل حق کی اطاعت اور ان کی تقلید عین دین کا اصول اور مسلمانوں کے لیے گم راہی سے بچاؤ ہے جو نظر واجتہاد سے قاصر ہے، وہ اس کی پناہ لیتا ہے۔ انتہیٰ۔

دیکھو علماے مجتہدین اہل حق کی تقلید کو عین اصولِ دین فرماتے ہیں۔ اور یہ جو قاضی صاحب نے کہا ہے کہ جب حدیث صحیح غیر منسوخ مل جائے اور کوئی ائمہ ثلاثہ میں سے اس کی طرف گیا ہو اور فتویٰ ابو حنیفہ کا خلاف اس کے ہو، اس وقت حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ انتہی، مُسلّم ہے۔ اور حنفیوں کا یہی مذہب ہے مگر یہ اُس شخص کے حق میں ہے کہ مقلد تھا اور پھر بہ باعث پہنچ جانے کے درجۂ اجتہاد کو گو خاص اُسی مسئلے میں بعد تتبع و استقرا کے ہو پھر اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں امام کا تو صرف قیاس ہے اور اِدھر صحیح حدیث غیر منسوخ ہے تو اس وقت بے شک اس پر اس مسئلے میں کوئی تقلید واجب نہیں کہتا، بلکہ اُس کا عمل اُس وقت حدیث ہی پر ہو گا، مگر یہ بات آج کل درجۂ امکان میں ہے، وقوع میں نہیں آئی اور اگر اس کو عموماً رکھا جائے کہ حدیث صحیح من حیث الروایۃ کسی حدیث کی کتاب میں دیکھ کر عمل کرنا جائز ہے تو یہ غیر مسلّم ہے۔ اس لیے کہ صحتِ حدیث فقط من حیث الروایۃ پر موقوف نہیں، جائز ہے کہ من حیث الروایۃ صحیح ہو لیکن کوئی علت قادحۂ غامضۂ خفیہ ایسی ہو کہ بدون مجتہد کے اس کا دریافت کرنا ممکن نہ ہو، پس بلا درجۂ اجتہاد اس کو غیر منسوخ اور صحیح کیوں کر جانا جائے گا اور جو جو ایسی روایتیں ائمہ سے بھی منقول ہیں وہ اسی کے حق میں صحیح ہو سکتی ہیں جو درجۂ اجتہاد کو پہنچا ہو، اس کا ذکر کچھ آگے عن قریب آتا ہے، فانظر۔

پس معلوم ہوا کہ تقلید مجتہدین بقول قاضی صاحب ہرگز شریک نہیں، یہ سوے فہمی طائفہ محدثہ غیر مقلدین کی ہے کہ وہ فہم معانی ظاہرہ اہل علم سے محروم ہیں اور باقی عبارت ان کی جو مؤلف کو مضر تھی، اس کو ترک کر دیا اس لیے ہم کو سنانا ضرور ہوا کہ خاص کر تقلید ائمہ کی فضیلت کو قاضی صاحب نے کس طرح بیان فرمایا ہے، دیکھو وہ اس کے بعد فرماتے ہیں:

”وَ إِنَّمَا قُلْتُ فِي الْعَمَلِ بِالْحَدِيْثِ أَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ قَدْ ذَهَبَ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِّنَ

---

(۱)- انتصار الحق، ص: ۱۲۷. ۱۲ منه

الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ كَيْ لَا يَلْزَمَ الْعَمَلُ عَلٰى خِلَافِ الْإِجْمَاعِ، فَإِنْ أَهْلَ السُّنَّةِ قَدِ افْتَرَقَ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلٰثَةِ أَوِ الْأَرْبَعَةِ عَلٰى أَرْبَعَةِ مَذَاهِبَ وَلَمْ يَبْقَ مَذْهَبٌ فِيْ فُرُوْعِ الْمَسَائِلِ سِوٰى هٰذِهِ الْأَرْبَعَةِ فَقَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ الْمُرَكَّبُ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلٍ يُخَالِفُ كُلَّهُمْ ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا) وَ أَيْضاً لَا يَحْتَمِلُ كَوْنُ الْحَدِيْثِ مُخْتَفِيًّا عَنِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَ عَنْ أَكَابِرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ تَلَامِذَتِهِمْ فَتَرْكُهُمْ قَاطِبَةً الْعَمَلَ بِحَدِيْثٍ دَلِيْلٌ عَلٰى كَوْنِهٖ مَنْسُوْخًا أَوْمُأَوَّلًا .“ انتهى. (۱)

اور میں نے جو کہا ہے وہ حدیث ایسی ہو کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی اس حدیث کے عمل کی طرف گیا ہو، سو وہ اس وجہ سے کہ عمل اُس حدیث پر خلاف اجماع واقع نہ ہو، اس لیے کہ بے شک اہلِ سنت متفرق ہوئے بعد تیسری یا چوتھی صدی کے چار مذہب پر اور فروعی مسائل میں سوائے ان چار مذہب کے اور کوئی مذہب باقی نہ رہا، سو بے شک اجماع مرکب اس بات پر منعقد ہوا کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہو باطل ہے، اور بے شک فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت گم راہی پر اتفاق نہ کرے گی، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو راہِ مومنین کے علاوہ کی پیروی کرے تو اس کو پھیر دیں گے ہم جدھر وہ پھرا اور ڈالیں گے اس کو جہنم میں اور وہ برا ٹھکانہ ہے، اور یہ بھی احتمال نہیں کہ وہ حدیث چاروں اماموں سے اور ان کے بڑے بڑے شاگردوں سے پوشیدہ رہی ہو سو ان کا اس حدیث کو چھوڑ دینا یقیناً اس پر دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے یا اس کی کوئی تاویل ہے۔ انتہیٰ۔

اب طالب انصاف غور سے قاضی صاحب کا کلام دیکھے کہ تقلید ائمہ کو شرک بتاتے ہیں، تقلید ائمہ پر اجماع اہل سنت بیان فرماتے ہیں اور حدیث مذکور پر عمل کے واسطے قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ امام کا قول اس وقت ترک کیا جائے گا جب اس حدیث پر باقی تین ائمہ میں سے کسی نے عمل بھی کیا ہو ورنہ وہ حدیث متروک العمل ہو گی، کیوں کہ اہلِ سنت چار مذہب میں منحصر ہیں، اور جو عمل ائمۂ اربعہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔

اب ایک مسئلہ غیر مقلدین جو بہ قول قاضی صاحب بلکہ بہ اتفاق جمیع اہل سنت باطل ہے، بیان کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ مردوں کو نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا خلافِ ائمۂ اربعہ ہے، بلکہ جمیع اہل علم کے مخالف ہے، کسی کا مذہب سینہ پر ہاتھ باندھنے کا نہیں۔

---

(۱)- تفسير مظهري، آل عمران زیر آیت: وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ . آیت ٦٤، ج:۲، ص:٦٨، ٦٧، زکریا بك ڈپو، دیو بند. ۱۲

دیکھو ترمذی میں ہے:

وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ. وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ. وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ. وَكُلُّ ذَلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ. انتهى (۱)

اور عمل اس حدیث پر اہل علم اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے نزدیک ہے، کہتے ہیں کہ مرد اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر نماز میں رکھے، بعضوں نے کہا ناف کے اوپر، اور بعضوں نے کہا ناف کے نیچے اور یہ دونوں امران کے نزدیک جائز ہیں، انتہیٰ.

ترمذی نے اہل علم کے دو گروہ کیے اور کسی کا مذہب سینہ پر ہاتھ باندھنے کا بیان نہیں کیا۔

اور کہا امام نووی نے شرح مسلم میں:

وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ، هَذَا مَذْهَبُنَا الْمَشْهُورُ، وَبِهِ قَالَ الْجُمْهُور (مِنْ عُلَمَائِنَا)، وَقَالَ أَبُوْ حَنِيفَةَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيّ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ (هُوَ أَجَلُّ شُيُوْخِ الْبُخَارِيْ) وَأَبُوْ إِسْحَاقَ الْمَرْوَزِيُّ مِنْ أَصْحَابِنَا (أي الشافعية): يَجْعَلُهُمَا تَحْت سُرَّتِه، وَعَنْ عَلِيّ بْن أَبِي طَالِب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رِوَايَتَانِ كَالْمَذْهَبَيْنِ، وَعَنْ أَحْمَد رِوَايَتَانِ كَالْمَذْهَبَيْنِ، وَرِوَايَةٌ ثَالِثَةٌ أَنَّهُ مُخَيَّر بَيْنهمَا وَلَا تَرْجِيحَ، وَبِهَذَا قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِر، وَعَنْ مَالِك رَحِمَهُ اللهُ رِوَايَتَانِ: إِحْدَاهُمَا يَضَعُهُمَا تَحْت صَدْره، وَالثَّانِيَةُ يُرْسِلهُمَا وَلَا يَضَعُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى، وَهَذِهِ رِوَايَةُ جُمْهُور أَصْحَابه وَهِيَ الْأَشْهَرُ عِنْدهمْ، وَهِيَ مَذْهَبُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَعَنْ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللهُ أَيْضًا اِسْتِحْبَابُ الْوَضْعِ فِي النَّفْلِ، وَالْإِرْسَالِ فِي الْفَرْضِ، وَهُوَ الَّذِي رَجَّحَهُ الْبِصْرِيُّونَ مِنْ أَصْحَابه . (۲)

اور دونوں ہاتھوں کو سینہ کے نیچے رکھے اور ناف کے اوپر رکھے، یہ ہمارا مذہب مشہور ہے اور یہی ہمارے جمہور علما کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ (جو امام بخاری کے بڑے ستادوں میں سے

---

(۱)- ترمذي، أبواب الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء فى وضع اليمين على الشمال في الصلاة، ج:۱، ص:۳٤، مجلس بركات، أشرفيه. ۱۲

(۲)-المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج على هامش مسلم -كتاب الصلاة. باب: وضع يده اليمنىٰ على اليسرىٰ، الخ. ج:۱، ص:۱۷۳، مجلس بركات، جامعه أشرفيه. ۱۲

ہیں)اور ہمارے اصحابِ شافعیہ میں سے ابو اسحاق مروزی نے کہا کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے اور حضرت علی سے دو روایتیں، دونوں مذہبوں کے موافق آئی ہیں اور امام احمد سے دو روایتیں دونوں مذہب کی طرح ہیں اور تیسری روایت یہ ہے کہ دونوں میں سے جو چاہے اختیار کرے کوئی ترجیح نہیں۔ یہی امام اوزاعی اور ابن منذر کہتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ سینہ کے نیچے رکھے اور دوسری یہ کہ دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دے اور ایک دوسرے پر نہ رکھے اور یہی روایت امام مالک کے جمہور مقلدین کی ہے اور یہی مذہب لیث بن سعد کا ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ نفلوں میں ایک ہاتھ کا دوسرے پر رکھنا مستحب ہے اور فرضوں میں چھوڑنا اور اسی کو بصرہ والوں نے جو اُن کے مقلدین ہیں، ترجیح دی ہے انتہٰی۔

اور صحیح مسلم نے بھی سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ رکھنے کا باب باندھا ہے، سو معلوم ہوگیا کہ جو لوگ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں ائمہ اربعہ بلکہ جمیع محدثین مثل مسلم و بخاری و ترمذی وغیرہ کے خلاف کرتے ہیں، سو ایسا عمل باطل ہے، اگر کوئی کہے کہ صحیح ابن خزیمہ میں حدیث سینہ کی ہے سو کہا جائے گا کہ اسی حدیث سے امام نووی وغیرہ نے سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھنا مراد لیا ہے اور محدث و مجتہد وغیرہ فقہا معنٰی حدیث کے خوب سمجھتے تھے۔ اگر حدیث کے ظاہر معنٰی مقصود ہوتے تو ہرگز خلاف نہ کرتے اور کیا عجب کہ امام مسلم وغیرہ کے نزدیک یہ حدیث قابلِ حجت نہ ہو، اس لیے اپنی صحیح میں اس کو نہیں لائے اور اپنے مذہب مشہور پر اکتفا کر کے باب مقرر کر دیا۔ اگر کوئی کہے کہ امام شافعی کا مذہب سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ہے چناں چہ فقہ وغیرہ میں لکھا ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت جو فقہ میں لکھی گئی غیر مشہور ہے۔ مشہور وہی ہے جو امام نووی سے نقل کی گئی؛ اس لیے کہ وہ اپنے مذہب سے خوب واقف ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مشہور مذہب سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر ہے۔ سو غیر مشہور روایت پر اعتماد کیوں کر ہوگا اور امام نووی نے کسی کا مذہب سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا، پس نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا عمل جسے غیر مقلدین جزوِ عمل بالحدیث گردانتے ہیں، اس کا بطلان قاضی صاحب کے کلام سے معلوم ہوا۔ اور ایسے ہی باطل ہوا غیر مقلدین کا وہ عمل اور قول کہ لفظ ”أنت طالقٌ ثلثًا“ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے، تین نہیں ہوتی اور نہ وہ عورت مرد پر حرام ہوتی ہے، کیوں کہ یہ مسئلہ ائمۂ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے کہ ایک دفعہ تین طلاق دینے سے عورت حرام ہو جاتی ہے اور وہ طلاق مغلظہ ہوتی ہے جس سے نکاح میں حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی قول حضرت سیدنا عمر بن الخطاب کا ہے جس پر صحابہ نے اتفاق کیا۔ چناں چہ مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، پس یہ قول ان کا مردود ہوا، اسی واسطے ابن الہمام نے اس مسئلہ کو ثابت کر کے اس پر اجماع ثابت کیا ہے اور آگے چل کر جہاں صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے کہ طلاق ثلاثہ دینے کے بعد بغیر حلالہ کے یا ناکح ثانی کی موت کے وہ

زوجِ اول کی طرف رجوع نہیں کرسکتی۔ وہاں پر ابن الہمام مذکور فرماتے ہیں تین طلاق میں فرق مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کا نہیں یعنی غیر مدخول بہا کا بھی یہی حکم ہے اور بعض نے اس کے خلاف کہا ہے۔ مگر یہ اجماع اور نص کے خلاف ہے، جو شخص اس مسئلہ میں انکار کرے اور کہے کہ تین طلاق غیر مدخول بہا کی ایک ہوتی ہے تو اس کی اگر کفر کی نسبت کی جائے تو بعید نہیں۔

چناں چہ فتح القدیر کی جلد ثانی کے صفحہ ۲۴۹ر میں لکھا ہے۔ پس ایسے ایسے مسئلوں سے غیر مقلدین کو توبہ کرنی چاہیے۔ مؤلف اپنی طرف سے قاضی صاحب کے کلام کو تقلید کے شرک ہونے کی سند میں لایا تھا، خدا کی اعانت اور فضل سے اُلٹا تقلید کا ثبوت ان کے کلام سے بوجہ احسن ہوا، بلکہ دو ایک مسئلہ تمثیلاً جو معمول بہا غیر مقلدین کے تھے باطل ہو گئے۔

شد غلامے کہ آب جُو آرد آبِ جو آمد و غلام ببرد[1]

قولہ: اور کہا عبد الوہاب شعرانی نے میزان شعرانی میں کہ سنا میں نے سردار علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ سے کہ فرماتے تھے کہ جو مومن کہ ہمیشہ ایک ہی مذہب پر رہے وہ نہیں کامل ہو سکتا ساتھ شریعت کے۔ ص:۲۵

اقول: وباللہ التوفیق۔ اگر اس عبارت کا یہ مطلب سمجھے ہو کہ ہر مومن جو کہ عامی ہو اور اجتہاد کے درجہ کو نہ پہنچا ہو، اس کو چاہیے کہ کبھی کسی مذہب کا مسئلہ عمل میں لاوے اور کبھی کسی کے مذہب پر عمل کرے تب اس کا عمل شریعت پر پورا ہوتا ہے۔ سو یہ سمجھنا غلط محض ہے، کیوں کہ اس عبارت کا صاف صاف مطلب اگر ظاہر پر ہی رکھا جائے تب بھی غایت مافی الباب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقلد کو چاہیے کہ ہمیشہ ابتدا سے انتہا تک ایک مذہب پر نہ رہے، سو اس پر عمل کرنے کے لیے ایک دو مسئلہ بھی بعض وقت میں اگر دوسرے مذہب کے عمل میں لائے گا تو اس کا عمل شریعت پر کامل ہو جائے گا، باوجودے کہ حنفی المذہب یا شافعی المذہب مثلاً ہمیشہ رہا ایک دو مسئلہ میں ایک دو وقت میں اگر دوسرے مذہب پر عمل کرے گا تو اس کا اعتبار نہ ہو گا، سو وہ مقلد مذہب معین کا ہی رہے گا جو ہمارا مقصود ہے۔

اور اول معنٰی پر علاوہ خلاف ظاہر عبارت کے دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب مقلد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس مذہب پر چاہا عمل کیا تو یہ تلفیق ہے اور وہ باطل ہے، اسی واسطے ترصیع میں لکھا ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ اَنْ يَّكُوْنَ حَنَفِيًّا فِيْ بَعْضِ الْمَسَائِلِ وَ شَافِعِيًّا فِيْ بَعْضٍ آخَرَ انتهيٰ.
یعنی بعض مسائل میں حنفی ہونا اور بعض میں شافعی ہونا خیر میں داخل نہیں۔ انتہیٰ۔

اس کو مولوی وحید الزماں نے مقدمۂ شرح وقایہ اردو میں لکھا ہے اور بطلان کی وجہ یہ ہے کہ جب چاروں مذہبوں کے ہر ہر مسئلہ کو حق پر جاننا اور عمل اس پر صحیح اور درست جاننا تو ہر ایک یقیناً حق نہ ہو گا، بلکہ اس کا عمل ناحق پر ہو گا

(۱)- غلام نہر کا پانی لینے گیا۔ نہر کا پانی ایسا آیا کہ غلام ہی کو بہالے گیا۔

اور اس کا عمل حرام پر یقیناً ہو گا۔ بیان اس کا یہ ہے کہ مثلاً ایک مسئلہ ہے ایک امام کے نزدیک اس کا کرنا حلال ہے اور دوسرے کے نزدیک اس کا کرنا حرام ہے، سو اگر ایک کا مقلد رہا اور ظن سے اپنے امام کے قول کو حق جانا تو احتمالِ حرام ہے اور جب دونوں کو عمل میں لایا تو یقیناً مرتکبِ حرام ہوا، جس سے پرہیز لازم ہے سو موصل الی الحرام حرام ہو گا۔

اور دوسری خرابی یہ ہے کہ صاحبِ میزان کے شیخ علی الخواص کی دوسری عبارتیں جو اسی میزان شعرانی میں موجود ہیں وہ تقلید مذہب معین پر صریح دال ہیں، پس تعارض ہو گا اور کلام عاقل کا محمل صحیح نکال کر تطبیق دینی مناسب ہے نہ کہ تعارض ثابت کرنا، جس سے تساقط لازم آوے، مگر ان لوگوں کو تو اپنے کام سے کام ہے، خواہ ان کی دوسری عبارت اپنی دشمنِ صریح ہو۔ یعنی اپنے مطلب کی بات (گو عندالتحقیق ان کے خلاف ہو) ہمیشہ نقل کرتے رہیں گے اور یہ نہ دیکھیں گے کہ دوسری عبارتوں کا جواب کیا دیں گے اور مطابقت کیوں کر ہو گی، مطابقت حصۂ مقلدین ہے، سو ہم یہاں پر ان کی اس عبارت کی یوں تاویل کر کے مطابقت کر دیتے ہیں کہ یہاں مومن سے مراد صاحبِ ترجیح ہے جو مسائل کے ماخذ میں نظر کر سکتا ہے، بلا شک جب اس کو ایک مذہب کا کوئی مسئلہ ایسا معلوم ہو کہ اس کے خلاف میں دلیل قوی ہے اور وہ پھر بھی اس دلیل پر عمل نہ کرے تو اس کا عمل شریعت پر پورا نہ ہو گا، اب مطابقت ہو جائے گی اور مقلد محض اپنی اصل پر رہے گا کہ مجتہد معین کی تقلید کے بغیر اس کو چارہ نہیں اس تاویل پر میزان شعرانی کی دوسری عبارتیں صراحۃً دال ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اول روایت:

وَكَانَ سَيِّدِيْ عَلِيٌّ نِالْخَوَاصُ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِذَا سأَلَهٗ إِنْسَانٌ عَنِ التَّقْلِيْدِ بِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ اَلْاٰنَ هَلْ هُوَ وَاجِبٌ اَمْ لَا؟ يَقُوْلُ لَهٗ: يَجِبُ عَلَيْكَ التَّقْلِيْدُ بِمَذْهَبٍ مَا دُمْتَ لَمْ تَصِلْ إِلٰى شُهُوْدِ عَيْنِ الشَّرِيْعَةِ الْاُوْلٰي خَوْفًا مِنَ الْوُقُوْعِ فِي الضَّلَالِ وَعَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ الْيَوْمَ. إِنْتَهٰي. (۱)

اور میرے سردار علی الخواص رحمہ اللہ سے جب کہ کوئی شخص پوچھتا تھا کہ آج کل مذہب معین کی تقلید واجب ہے یا نہیں؟ تو فرماتے تھے کہ تجھ پر ایک مذہب کی تقلید واجب ہے جب تک کہ تو عین شریعت اولیٰ (یعنی درجۂ اجتہاد) تک نہ پہنچ جائے، کیوں کہ اس کے بغیر گم راہی میں پڑنے کا خوف ہے۔ اور اسی پر مسلمانوں کا آج کل عمل ہے (یعنی مذہب معین کی تقلید پر مسلمانوں کا عمل ہے) سو معلوم ہوا کہ مذہب معین کی تقلید چھوڑنے کی صورت میں گم راہی کا خوف ہے، جس میں غیر مقلد عمداً گرتے ہیں اور لوگوں کو گراتے ہیں۔

(۱)-المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، خطبة الکتاب، ج:۱، ص:٤٤، دار الکتب العلمیة، بیروت.۱۲

اور **دوسری روایت** خود صاحب میزان شعرانی کی اسی طرح کی ہے، وہ یہ ہے:

"فَإِنْ قُلْتَ فَهَلْ يَجِبُ عَلَى الْمَحْجُوْبِ عَنِ الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْعَيْنِ الْأُوْلٰى لِلشَّرِيْعَةِ التَّقْلِيْدُ بِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ ؟ فَالْجَوَابُ: نَعَمْ! يَجِبُ عليه ذٰلِكَ لِئَلَّا يَضِلَّ فِيْ نَفْسِهِ يُضِلَّ غَيرَه." انتهي. (۱)

اگر تو کہے کہ جو شخص کہ عین شریعتِ اولیٰ پر مطلع نہیں ہے (یعنی غیر مجتہد ہے) اس پر ایک مذہب معین کی تقلید واجب ہے ؟ تو میں کہوں گا؛ ہاں! اس پر مذہب معین کی تقلید واجب ہے تا کہ نہ خود گم راہ ہو اور نہ دوسروں کو گم راہ کرے۔ انتہیٰ۔

جو شخص غیر مجتہد ہو کر مذہب معین کی تقلید نہ کرے وہ گم راہ ہے اور دوسروں کو گم راہ کرتا ہے

تیسری روایت میزان شعرانی کی یہ ہے:

"وسمعت سيدي عليا الخواص رحمه الله يقول إنما امر علماء الشريعة الطالب بالتزام مذهب معين، و علماء الحقيقة المريد بالتزام شيخ واحد تقريبا للطريق." انتهي. (۲)

اور میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ علمائے شریعت نے طالب شریعت کو مذہب معین کے لازم پکڑنے اور علمائے حقیقت نے مرید کو ایک مرشد کے مرید ہونے کا اس لیے حکم کیا ہے کہ راہِ حق کے قریب ہو جائیں۔ انتہیٰ۔

(یعنی بغیر تقلید مذہب معین کے اور بغیر ایک مرشدِ خاص کے، راہِ حق سے قریب نہیں ہوتا)

چوتھی روایت میزان شعرانی میں یہ ہے:

"وَسمعتُ سيِّدِيْ عَلِيًا الخَوّاصَ رحمهُ اللّٰهُ تعالیٰ يَقُولُ كُلُّ مِن نُورِ اللّٰهُ تعالیٰ قَلبَهٗ عَلِمَ أنَّ سُكوتَ العُلَماءِ عَلٰى مَن انْتَقَلَ مِنْ مَذْهَبٍ إلٰى (مذهبٍ) آخَرَ إنَّمَا هُوَ لِعِلْمِهِمْ بِأنَّ الشَّرِيعَةَ تَعُمُّهُمْ كُلُّهُمْ وتَشْمُلُهُمْ فُيُحْمَلُ قَوْلُ مَنْ يُرجِّحُ قَولَ إمَامِهِ عَلىٰ أنَّهٗ لَمْ يَبْلُغْ إلىٰ مَقَامِ الْكَمَالِ حَالَ قَوْلِهِ ذٰلِكَ وَقَدْ قَدَّمْنَا فِيْ إيْضَاحِ الْمِيْزَانِ: وَجُوْبَ إعْتِقَادِ التَّرْجِيْحِ عَلٰى كُلِّ مَنْ لَمْ يَصِلْ إلٰى الإشرافِ عَلى العينِ الأولٰى مِنَ الشَّرِيعةِ. وَبِهِ صَرَّحَ

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۲۹، دار الكتب العلمية، بيروت.۱۲

(۲)-الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۳۰، دار الكتب العلمية، بيروت.۱۲

إمامُ الحرمينِ وإبنُ السمعانيِ وَالغَزالِيِ وَالْكيا الهَراسيُّ وَغيرُهُم. وَقالُوا لِتَلامِذَتِهِمْ يَجِبُ عَليكُمْ اَلتَّقليدُ بِمذهبِ إمامكُمْ اَلشَّافعيِّ وَلا عُذرَ لكُم عِندَ اللّٰهِ تَعالٰى فى العُدُولِ عنه. انتهىٰ. وَلَا خُصُوصيّةَ لِلإمامِ الشَّافعي فِي ذٰلكَ عندَ كُلِّ مَنْ سَلِمَ مِنَ التعصُّبِ بَل كلُّ مُقلِّدٍ من مُقلديْ الأئمّةِ يجبُ عليهِ إعتقادُ ذٰلكَ فيْ إمامهِ مادامَ لمْ يَصِلْ إلٰى شَهودِ عينِ الشريعةِ الأولٰى. انتهىٰ.(۱)

اور میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے جس شخص کا دل اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا ہے وہ جانتا ہے کہ جو، ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کی طرف گیا اس سے متعلق علمانے اس لیے سکوت فرمایا ہے کہ شریعت تمام مذاہب (ائمۂ اربعہ) کو شامل ہے، سو جس نے اپنے امام کے قول کو ترجیح دی ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس قول کے وقت وہ ابھی درجۂ کمال یعنی اجتہاد کو نہیں پہنچا اور پہلے ہم نے ایضاح میزان میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ جب تک مجتہد نہ ہو اپنے امام کے حق میں یہ اعتقاد واجب ہے، یعنی اس کے قول کو دوسرے مجتہد کے قول پر ترجیح دے اور اس کی تصریح امام الحرمین اور ابن السمعانی اور امام غزالی اور کیا الہراسی وغیرہ رحمہم اللہ نے کی ہے اور اپنے شاگردوں سے کہا ہے کہ تم پر اپنے امام، امام شافعی کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور تمھارا کچھ عذر اللہ کے نزدیک اس سے پھر جانے میں مقبول نہیں ہے۔ انتہیٰ۔ اور کچھ امام شافعی رحمہ اللہ کی خصوصیت غیر متعصب کے نزدیک اس بارے میں نہیں بلکہ جو ائمۂ اربعہ میں سے کسی کا مقلد ہو اس کو اسی بات کا اپنے امام کے بارے میں اعتقاد رکھنا واجب ہے جب تک کہ وہ درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچے۔ انتہیٰ۔

اب غور سے دیکھو کہ وہی میزان شعرانی اور اس کے مؤلف ہیں کہ مؤلف کے صریح مخالف ہیں، بلکہ غیر مقلدینِ زمانہ جو یقیناً غیر مجتہد ہیں ضال اور مضل فرماتے ہیں فاین المفر اور جہاں کہ وجوبِ تقلید نہیں ہے، یا سکوتِ علما ہے تو وہاں پر مجتہد مُراد ہے، اس پر ہم بھی تقلید واجب نہیں کہتے، چناں چہ اسی میزان شعرانی میں فرماتے ہیں:

”فإنْ وصَلْتَ إلىٰ شَهودِ عينِ الشريعةِ الأولىٰ فَهناكَ لَا يَجِبُ عَليكَ التَّقليدُ بِمذهبٍ لأنّك ترىٰ اتِّصالَ جميعِ مذاهبِ المجتهدينَ بِهَا وليسَ مذهبٌ أولىٰ بِهَا مِن مَذهبٍ.“ انتهىٰ. (۲)

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، ، خطبة الكتاب، ما قبل فصل فى بيان استحالة خروج شئ من أقوال المجتهدين عن الشريعة، ج:۱، ص:۵۳، ۵۴، دار الكتب العلمية، بيروت.۱۲

(۲)-الميزان الكبرىٰ الشعرانية، ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد شعرانى، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۴۴، دار الكتب العلمية، بيروت.۱۲

اگر تو عین شریعتِ اولیٰ تک پہنچ گیا ہے تو اس وقت تجھ پر ایک مذہب کی تقلید واجب نہیں ہے، کیوں کہ تجھ کو تمام مجتہدین کا مذہب شریعت کے ساتھ ایک سا ملا ہوا معلوم ہوتا ہے اور کوئی مذہب دوسرے مذہب سے (اس وقت) بہتر نہیں ہے۔ انتہیٰ۔

اور اوپر کی عبارت میں علما کا سکوت کرنا منتقل مذہب پر یا اس واسطے ہے کہ وہ مجتہد ہو گیا یا موافق علم قائل کے ہے، کیوں کہ غیر مجتہد کے مذہب چھوڑنے پر علمانے انکار کیا ہے اور اس کو معیوب سمجھا ہے بلکہ حکم تعزیر کا دیا ہے، چناں چہ عن قریب اس کا ذکر آتا ہے۔

قولہ: رد المحتار شرح در مختار میں ہے: جب (اپنے) مذہب کے خلاف صحیح حدیث ہاتھ لگے تو اس حدیث پر عمل کیا جاوے اور یہ اس کا مذہب بن جاوے گا اور کوئی حدیث پر عمل کرنے کے باعث سے اپنے حنفی پن سے باہر نہ آئے گا۔ (ص:۲۱)

اقول: وباللہ التوفیق۔ اس قولِ رد المحتار کے تو اہل سنت وجماعت قائل ہیں، مگر یہ حکم اس کا علی الاطلاق نہیں کیوں کہ اس بات کا کما حقہ دریافت کرنا مجتہد کا کام ہے، گو ایک ہی مسئلہ میں ہو، سو جب وہ مجتہد ہو گیا اس وقت اپنے اجتہاد کے باعث اگر مذہب کو حدیث کے خلاف پائے گا تو اس پر اسے عمل کرنا ضروری ہو گا، غیر مجتہد میں یہ بات بدون تقلید کے متصور نہیں؛ کیوں کہ صحت وضعفِ حدیث کا حکم کرنا تقلید سے ہو گا، پھر اس امام کے مذہب کو ترک کرنا جو بالیقین قوتِ اجتہادیہ وعلم میں اس مقلد سے افضل ہے اور مبینِ احکامِ شارع ہے، کیوں کر ہوگا۔ اور ظاہر حدیث پر عمل کر لینا اس کو جائز نہ ہو گا۔ چناں چہ بہ روایت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ابن حاجب کی جو عبارت سابقاً نقل کی ہے، معلوم ہو چکا، پس معلوم ہوا کہ یہ حکم غیر مجتہد پر نہیں۔ علاوہ اس کے رد المحتار کی دوسری روایتیں ہیں اس کے برخلاف ہیں اور تطبیق اس میں ہے، کیوں کہ ان روایات میں انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جائز نہیں رکھا۔ اور اگر اس روایت کو اسی طور پر رکھا جائے جیسا کہ مؤلف نے سمجھا ہے تو بھی مخل نہیں کیوں کہ صاحبِ رد المحتار نے مذہب معین کی تقلید سے منع نہیں کیا بلکہ کہا ہے کہ اگر خلافِ مذہب کسی مسئلہ میں عمل حدیث پر کیا تب بھی وہ مقلد ہی رہے گا، سو مدعا حاصل ہے کہ بہر صورت مقلد رہا، نہ کہ غیر مقلد اور دوسرا جن مسائل میں غیر مقلدین خاص کر حنفیہ سے اختلاف کرتے ہیں وہ بہ فضل الٰہی حنفیہ کے نزدیک احادیث صحاح وآیات وبینات سے ثابت ہیں، بلکہ کوئی مسئلہ کسی امام مجتہد کا ایسا نہیں ہے کہ اصول شرع کی طرف رجوع نہ کرے، چناں چہ ذکر اس کا آگے آئے گا۔

وہ روایتیں رد المحتار کی جو غیر مجتہد پر تقلید کا وجوب اور مذہب معین پر ہمیشہ رہنا ثابت کرتی ہیں، یہ ہیں:

صاحبِ رد المحتار نے شہادت کے قبول اور عدم قبول کے باب میں کہا:

”قَالَ فِي الْقِنْيَةِ مِنْ كِتَابِ الْكَرَاهِيَةِ : لَيْسَ لِلْعَامِّيِّ أَنْ يَتَحَوَّلَ مِنْ مَذْهَبٍ إِلَى مَذْهَبٍ وَيَسْتَوِي فِيهِ الْحَنَفِيُّ وَالشَّافِعِيُّ ، وَقِيلَ لِمَنِ انْتَقَلَ إِلَى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ لِيُزَوِّجَ لَهُ أَخَافُ أَنْ يَمُوتَ مَسْلُوبَ الْإِيمَانِ لِإِهَانَتِهِ لِلدِّينِ لِجِيفَةٍ قَذِرَةٍ .وَفِي آخِرِ هَذَا الْبَابِ مِنَ الْمِنَحِ : وَإِنِ انْتَقَلَ إِلَيْهِ لِقِلَّةِ مُبَالَاتِهِ فِي الِاعْتِقَادِ وَالْجَرَاءَةِ عَلَى الِانْتِقَالِ مِنْ مَذْهَبٍ إِلَى مَذْهَبٍ كَمَا يَتَّفِقُ لَهُ وَيَمِيلُ طَبْعُهُ إِلَيْهِ لِغَرَضٍ يَحْصُلُ لَهُ فَإِنَّهُ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ اهـ .“ انتہی. (۱)

قنیہ کتاب الکراہیۃ میں کہا: عامی (غیر مجتہد) کو نہ چاہیے کہ ایک مذہب چھوڑکر دوسرا مذہب اختیار کرے اور اس میں حنفی شافعی برابر ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جو شخص مذہب شافعی کی طرف مذہب حنفی یا دوسرا کوئی مذہب چھوڑکر اس لیے جائے کہ شافعی کے ہاں نکاح کرے تو مجھ کو خوف ہے اس بات کا کہ بے ایمان ہوکر مرے، کیوں کہ اس نے دین کی اہانت ایک مردار خبیث کے واسطے کی۔ اور اس باب کے آخر میں منح سے روایت ہے کہ اگر بے پروائی کی وجہ سے دل میں اعتقاد رکھ کر اور دلیری کر کے ایک مذہب سے دوسرے کی طرف چلا گیا، جیسا اس کو اتفاق پڑا اور اس کی طبیعت نے چاہا کسی غرض دنیاوی سے تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

دوسری روایت ردالمحتار میں امام ابو بکر جوزجانی سے ہے، قال فی الدر المختار:

حنفي ارْتَحَلَ إِلَى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ يُعَزَّرُ . انتهى. أَيْ إِذَا كَانَ ارْتِحَالُهُ لَا لِغَرَضٍ مَحْمُودٍ شَرْعًا ، لِمَا فِي التَّاتَارْخَانِيَّة : حُكِيَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ خَطَبَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ (أي ظاهرية) ابْنَتَهُ فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ الْجُوزَجَانِيِّ فَأَبَى إِلَّا أَنْ يَتْرُكَ مَذْهَبَهُ فَيَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ ، وَيَرْفَعَ يَدَيْهِ عِنْدَ الِانْحِطَاطِ وَنَحْوِ ذَلِكَ فَأَجَابَهُ فَزَوَّجَهُ ، فَقَالَ الشَّيْخُ بَعْدَمَا سُئِلَ عَنْ هَذِهِ وَأَطْرَقَ رَأْسَهُ : النِّكَاحُ جَائِزٌ وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْهِ أَنْ يَذْهَبَ إِيمَانُهُ وَقْتَ النَّزْعِ ؛ لِأَنَّهُ اسْتَخَفَّ بِمَذْهَبِهِ الَّذِي هُوَ حَقٌّ عِنْدَهُ وَتَرَكَهُ لِأَجْلِ جِيفَةٍ مُنْتِنَةٍ، وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا بَرِئَ مِنْ مَذْهَبِهِ بِاجْتِهَادٍ وَضَحَ لَهُ كَانَ مَحْمُودًا مَأْجُورًا. أَمَّا انْتِقَالُ غَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ بَلْ لِمَا يَرْغَبُ مِنْ غَرَضِ الدُّنْيَا وَشَهْوَتِهَا فَهُوَ الْمَذْمُومُ الْآثِمُ الْمُسْتَوْجِبُ لِلتَّأْدِيبِ وَالتَّعْزِيرِ لِارْتِكَابِهِ الْمُنْكَرَ فِي الدِّينِ. وَاسْتِخْفَافِهِ بِدِينِهِ وَمَذْهَبِهِ ا هـ مُلَخَّصًا . وَإِنَّمَا أَطَلْنَا فِي ذَلِكَ لِئَلَّا يَغْتَرَّ بَعْضُ الْجَهَلَةِ بِمَا يَقَعُ فِي الْكُتُبِ

---

(۱)-رد المحتار. کتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، ج:۸، ص: ۲۰۰، دار الکتب العلمية، بيروت. ۱۲

مِنْ إِطْلَاقِ بَعْضِ الْعِبَارَاتِ الْمُوهِمَةِ خِلَافَ الْمُرَادِ فَيَحْمِلُهُمْ عَلَى تَنْقِيصِ الْأَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِينَ ، فَإِنَّ الْعُلَمَاءَ حَاشَاهُمُ اللهُ تَعَالَى أَنْ يُرِيدُوا الِازْدِرَاءَ بِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ أَوْ غَيْرِهِ ، بَلْ يُطْلِقُونَ تِلْكَ الْعِبَارَاتِ بِالْمَنْعِ مِنَ الِانْتِقَالِ خَوْفًا مِنَ التَّلَاعُبِ بِمَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِينَ ، نَفَعَنَا اللهُ تَعَالَى بِهِمْ ، وَأَمَاتَنَا عَلَى حُبِّهِمْ آمِينَ . يَدُلُّ عَلَى ذٰلِكَ مَا فِي الْقِنْيَةِ رَامِزًا لِبَعْضِ كُتُبِ الْمَذْهَبِ : لَيْسَ لِلْعَامِّيِّ أَنْ يَتَحَوَّلَ مِنْ مَذْهَبٍ إِلَى مَذْهَبٍ ، وَيَسْتَوِي فِيهِ الْحَنَفِيُّ وَالشَّافِعِيُّ ." انتهى ملخصاً. (۱)

درِ مختار میں کہا: حنفی شافعی مذہب کی طرف پھر گیا تو اسے تعزیر کی جائے انتہیٰ۔ یعنی جس وقت کہ تارک مذہب کی شرعاً غرض نیک نہ ہو، اس لیے کہ تاتارخانیہ میں روایت ہے کہ ایک شخص کا یوں قصہ ہے کہ وہ مقلد امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا تھا اور اس نے پیغام نکاح کا ایک اصحاب (ظواہر) حدیث کے یہاں بھیجا اور یہ واقعہ امام ابی بکر جوزجانی کے وقت میں تھا، سواس نے انکار کیا مگر اس طرح پر راضی ہوا کہ تو اپنا مذہب چھوڑ دے اور خلف الامام فاتحہ پڑھے اور رفع یدین کرے، سواس مقلد حنفی نے اس بات کو قبول کر کے نکاح کر لیا، بعد اس کے شیخ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو سر نیچے کر کے یہ کہا کہ نکاح تو جائز ہو گیا لیکن مجھ کو اس کی موت کے وقت اس کے ایمان جانے کا خوف ہے، کیوں کہ اس نے اپنے مذہب کو جو اس کے نزدیک حق تھا خفیف جانا اور اس کو مردار چیز (یعنی طلب دنیا) کے لیے چھوڑ دیا۔ اور اگر کوئی شخص اپنے مذہب سے بہ سبب اُس اجتہاد کے جو اس پر ظاہر ہوا ہے جدا ہو تو عمدہ اجر کا باعث ہے لیکن چھوڑنا غیر مجتہد کا مذہب کو بلا دلیل بلکہ غرض اور خواہش دنیا کی جہت سے بے شک برا ہے اور وہ گناہ گار اور لائقِ تعزیر ہے، کیوں کہ اس نے دین میں بری چیز کا ارتکاب کیا اور اپنے دین و مذہب کو حقیر سمجھا اور ہم نے اس بارے میں اس لیے طول کیا ہے کہ بعض جاہل ان عبارتوں سے کہ ظاہر میں خلاف مقصود ہیں دھوکے میں آکر ائمہ مجتہدین کی تحقیر نہ کریں۔ علما اس سے دور ہیں کہ وہ مذہب امام شافعی وغیرہ کی تحقیر کا قصد کریں، بلکہ وہ اس لیے ان باتوں کو بیان کرتے ہیں کہ مذہب اپنا چھوڑنا نہ چاہیے اس لیے کہ اس میں خوف ہے اس بات کا کہ مذاہبِ مجتہدین کھیل نہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ہم کو ان سے نفع دے اور ان کی محبت پر موت دے۔ آمین۔ قنیہ میں اس کی طرف دلالت ہے بعض کتب مذہب سے کہ غیر مجتہد کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف پھرنا نہ چاہیے، اس میں حنفی شافعی برابر ہیں۔ انتہی۔

(۱)-رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فيما إذا ارتحل إلي غير مذهبه، ومطلب العامي لا مذهب مذهب له، ج:٤، ص:٨٠، دار الفكر، بيروت. ١٢

تیسری روایت علامہ قاسم اور ابن غرس اور صاحب بحر کی اسی رد المحتار میں ہے:

”وَقَالَ الْعَلَّامَةُ الْقَاسِمُ فِي فَتَاوَاهُ : وَلَيْسَ لِلْقَاضِي الْمُقَلِّدِ أَنْ يَحْكُمَ بِالضَّعِيفِ ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ التَّرْجِيحِ فَلَا يَعْدِلُ عَنِ الصَّحِيحِ إِلَّا لِقَصْدٍ غَيْرِ جَمِيلٍ وَلَوْ حَكَمَ لَا يَنْفُذُ لِأَنَّ قَضَاءَهُ قَضَاءٌ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ هُوَ الصَّحِيحُ وَمَا وَقَعَ مِنْ أَنَّ الْقَوْلَ الضَّعِيفَ يَتَقَوَّى بِالْقَضَاءِ الْمُرَادُ بِهِ قَضَاءُ الْمُجْتَهِدِ كَمَا بُيِّنَ فِي مَوْضِعِهِ اهـ . وَقَالَ ابْنُ الْغَرْسِ وَأَمَّا الْمُقَلِّدُ الْمَحْضُ فَلَا يَقْضِي إِلَّا بِمَا عَلَيْهِ الْعَمَلُ وَالْفَتْوَى اهـ . وَقَالَ صَاحِبُ الْبَحْرِ فِي بَعْضِ رَسَائِلِهِ : أَمَّا الْقَاضِي الْمُقَلِّدُ فَلَيْسَ لَهُ الْحُكْمُ إِلَّا بِالصَّحِيحِ الْمُفْتَى بِهِ فِي مَذْهَبِهِ وَلَا يَنْفُذُ قَضَاؤُهُ بِالْقَوْلِ الضَّعِيفِ.“ انتہی. (۱)

اور علامہ قاسم نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ قاضی مقلد کو جائز نہیں کہ ضعیف روایت پر فیصلہ کرے؛ کیوں کہ وہ اہلِ ترجیح نہیں ہے سو صحیح روایت سے بغیر برے قصد کے رجوع نہ کرے گا، اور اگر اس ضعیف روایت پر حکم کیا تو وہ جائز نہ ہو گا، اس لیے کہ یہ حکم اس کا ناحق ہے، اور وہ جو ہے کہ قولِ ضعیف قضا کے باعث قوی ہو جاتا ہے تو اس سے قضاے مجتہد مقصود ہے، چناں چہ اپنے مقام پر اس کا بیان ہے۔ اور ابن الغرس نے کہا: بہر حال مقلد محض کو چاہیے کہ مسئلہ مفتی بہ پر حکم کرے۔ اور صاحب بحر نے اپنے بعض رسالوں میں کہا: بہرحال قاضی مقلد کو اپنے مذہب کے صحیح مفتیٰ بہ کے سوا کسی اور قول پر فیصلہ کا کچھ اختیار نہیں اور قولِ ضعیف پر اُس کی قضا معتبر نہ ہو گی۔ انتہیٰ۔

قال: دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں لکھا ہے کہ کہا ابن عز نے ہدایہ کے حاشیہ میں: جو شخص کہ رسولِ خدا کے سوا کسی اور خاص ایک ہی شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ اسی کی بات صحیح واجب الاتباع ہے اور کسی کی ائمہ میں سے نہیں ہے، پس وہ گم راہ جاہل ہے، بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے۔ اسے صفحہ ۲۴ر میں دیکھو۔

اقول: وبہ احول یہ وہی صاحب دراسات ہیں جن کا ذکر اوپر گزرا اور اسی دراسات میں ابن الحاجب کا قول نقل کیا ہے۔ غير المجتهد يلزمه التقليد و إن كان عالماً . انتهى. غیر مجتہد کو تقلید لازم ہے اگرچہ وہ عالم کیوں نہ ہو انتہیٰ۔

اور اس کے بعد خود صاحبِ دراسات لکھتا ہے:

”فنقول إن اراد العلامة بغير المجتهدِ العالمَ من ليس له رتبه الاجتهاد ولو في

(۱)- رد المحتار، کتاب القضاء ، مطلب الحکم والفتویٰ بما هو مرجوح خلاف الإجماع، ج:۸، ص:۹۸، دار الکتب العلمیة، بیروت. ۱۲

جزئى واحد مثلا و هو العالم الملحق بالعامي الصرف من حيث لزوم التقليد عليه في جميع المسائل فكلامه في موافقة قول المحققين و حماية الدليل الواضح لا كلام عليه." انتهى.

سو ہم کہتے ہیں کہ اگر علامہ کے غیر مجتہد کے لفظ سے یہ مراد ہے کہ جو عالم رتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچے اگر چہ ایک ہی مسئلہ میں مثلاً کیوں نہ ہو وہ عالم عامی صرف جیسا ہے اس بات میں کہ اس پر جمیع مسائل میں مجتہد کی تقلید لازم ہے تو ان کا یہ کلام قول محققین کے موافق اور دلیل واضح کی حمایت میں ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے یعنی بہت صحیح ہے۔ انتہیٰ۔

اور بعد چند سطور کے علامہ زرکشی سے نقل کیا ہے۔ بحر الزرکشی میں ہے کہ علم کی دو قسمیں ہے۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ اس میں خاص عام سب شریک ہیں اور وہ بالیقین ضروریات دین سے ہے اور وہ مثل متواتر کے ہے اس میں کسی کی تقلید جائز نہیں جیسے رکعات کا شمار اور نماز کا تعین اور ماں اور بیٹی کی حرمت اور لواطت اور یہ امور ایسے ہیں کہ عامی کو ان کے سمجھنے میں کچھ مشقت نہیں اور ان کے اعمال سے کوئی روکتا نہیں اور ایک قسم علم کی خاص ہے اور اس میں لوگ تین طرح کے ہیں۔ اول قسم محض عامی ہے اور جمہور کے نزدیک فروع مسائل شرعیہ میں اس پر تقلید واجب ہے اور اس کا وہ علم کہ درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو مفید نہیں ہے۔ انتہیٰ۔ اور تقلید مروج اہل اسلام میں نہیں ہے مگر مجتہد معین کی؛ کیوں کہ بر تقلید جمیع مجتہدین کے دین کھیل ہو گا اور نیز بر تقدیر اعتقاد اس کے کہ سب مسئلہ سب مجتہدوں کے حق اور واجب الاتباع ہیں، حق متعدد ہو جائے گا اور بعض صورت میں حرام حلال جمع ہو گا جو بالاتفاق باطل ہے۔ اور محشی ہدایہ کا یہ کہنا کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بغیر قاضی بنانا کفر و جہل وغیرہ ہے، کیسا بے معنیٰ کلام ہے۔ خود محشی صاحب صحابی تو نہیں ہیں پھر سوائے تقلید اپنے استاد وغیرہ کے کہ بالاتفاق ایسے لوگ قاضی کہلاتے ہیں قاضی بنانا کفر ہو گا۔ سو یہ معنیٰ بالکل بے معنیٰ ہیں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی اپنے ہی امام کو مجتہد مستقل محق اور دوسروں کو باطل قرار دے تو موجب کفر ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ کون مسلمان خیال کرتا ہے کہ میرا مجتہد جمیع مسائل میں ایسا حق پر ہے کہ باقی ائمہ بطلان پر ہیں حاشاللہ کوئی اس کا معتقد نہیں بلکہ علمائے محققین کی غرض یہ ہے کہ چاروں مذہب اہل سنت کے حق ہیں اور حق درمیان چاروں کے دائر ہے اور وہ ایک ہی ہے مگر ظن غالب سے اپنے اپنے امام کے مسائل کو حق جاننا چاہیے اور اس میں خطا کا بھی احتمال ہے، لیکن ساتھ اس کے یہ بھی ہے کہ دوسرے مجتہد کے مسائل میں احتمال حق ہے اور ظن غالب سے نہیں، کیوں کہ اس تقدیر پر جو مقلد ہو گا مذبذب اپنے مذہب میں ہو گا یا آزاد کہ دین میں کھیل کو دہی لازم آئے گا جو باطل ہے عند الکل، سو یہ ابن عز وغیرہ کا کہنا بنا بر مقصود مؤلف کے بالکل علمائے محققین کے خلاف ہے، اور ذہول ہے حقیقت حال سے، اور سوئے ظن سے علمائے محققین بلکہ جمیع امت محمدیہ کو کافر بنانا ہے اعاذنا اللہ منہ۔

قال: امام طحاوی جو کہ اکابر حنفیوں اور تیسری صدی کے علما میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ کیا جو کچھ ابو حنیفہ نے کہا ہے میں وہی کہوں گا اور کیا کند ذہن اور تعصب والے کے سوائے کوئی اور بھی تقلید کرتا ہے۔(ص:۲)

اقول: بتوفیق اللہ۔ یہ قصہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کسی متعصب شافعیہ وغیرہ نے اس کو درج کیا ہے؛ کیوں کہ یہ کلمہ حقارت کا ہے اور خاص کر ایسا شخص کہ مقلد امام ابی حنیفہ کا ہو امام کے حق میں ہرگز ایسا کلمہ کہہ نہیں سکتا اور اگر صحیح بھی ہو تو وہ مجتہد فی المذہب ہو گئے تھے، مقابلے میں کسی مقلد حنفی کے کہا ہوگا، ورنہ یہ قصہ ایسا نہیں کہ اہل علم اس کو نقل کریں، مگر غیر مقلدین کو اہانت ائمۂ دین میں عین فخر اور ترقی خذلان آخرت کا موجب ہے جس کا بدلہ خدا کے یہاں اور اس کا نقل کرنا ایسا ہے جیسا کہ صحابۂ کرام وغیرہ رضی اللہ عنہم کے جدال باہمی کو نقل کرنا اور لوگوں پر حقارۃً ظاہر کرنا، سو اس سے اہلِ سنت کو پرہیز ہے اور ایسے قصے لکھنے معیوب جانتے ہیں، اور بر تقدیر صحت یہ کہنا امام طحاوی کا کہ بجز کند ذہن کے کوئی اور بھی تقلید کرتا ہے انتہیٰ، درست ہے اور واقع میں پہلے امام طحاوی کند ذہن تھے اور جب امام ابی حنیفہ کی کتابیں پڑھیں اور بہ باعث ملکۂ اجتہاد فی البعض کے مذہب شافعی چھوڑا، سو یہ بہ باعث برکت مذہب امام علیہ الرحمہ کے تھا، چناں چہ میزان شعرانی میں ہے:

”قالَ جلالُ الدينِ السُّيوطيْ: وأظنُّ أنَ هذَا هُو السببُ فيْ تحوُّلِ الطَّحاوِيِّ حنفيًّا بعدْ أنْ كَانَ شافعيًّا، فإنهٗ كانَ يقرءُ علٰى خالهِ الإمامُ المزنيِّ فتَعسَّرَ يَوماً عليهِ الْفهمُ فَحلَفَ المزنيُّ أنَّهٗ لَا يجئُ منهُ شيءٌ فانتقلَ إلٰى مذهبِ الإمامِ أبىْ حنيفةَ (رحمه الله) ففتحَ اللّٰهُ تعالىٰ عليهِ وَصنَّفَ كتاباً عظيماً شرَحَ فيهِ مَعانيَ الاٰثارِ وكان يقولُ لو عاشَ خاليْ ورآنيْ اليوم لكفَّرَ عن يمينهٖ .“ انتهىٰ.(۱)

جلال الدین سیوطی نے کہا اور میں گمان کرتا ہوں کہ اسی وجہ سے جو کہ امام طحاوی شافعی سے حنفی ہو گئے تھے، وہ اپنے ماموں امام مزنی سے پڑھا کرتے تھے سو ایک دن سمجھنا سبق کا ان پر مشکل ہوا اور مزنی نے قسم کھائی کہ تجھ کو کچھ نہیں آنے کا، بعد اس کے ابو حنیفہ کے مذہب کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا اور ایک بڑی کتاب تصنیف کی اور اس میں معانی الآثار کو بیان کیا اور پھر کہا کرتے تھے کہ اگر آج میرے ماموں (یعنی امام مزنی شافعی) زندہ ہوتے تو بے شک اپنی قسم کا کفارہ دیتے۔ انتہیٰ۔

سو معلوم ہوا کہ بہ باعث برکت امام ابو حنیفہ کے یہ درجہ حاصل ہوا، سو وہ ایسے کلمات امام کے حق میں کیوں کر کہیں گے، کیوں کہ وہ تو مذہب حنفی کی تائید خوب کرتے ہیں، چناں چہ شاہ عبد العزیز ”بستان المحدثین“ میں

(۱)-الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۵۳، دار الكتب العلمية، بيروت.۱۲

فرماتے ہیں:

بہر حال تصانیفِ مفیدہ در مذہب حنفی دارد و بزعم خود در نصرت ایں مذہب مساعی جمیلہ بتقدیم رسانیدہ واز تصانیف اووسعت علم او معلوم می شود۔ انتہیٰ۔(۱)

بعض مسائل میں مذہب سے انتقال کا حکم

اور شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ نے بجواب سوالات عشرہ شاہ بخارا سوال ششم کے بارے میں جو عمل بمذہب شافعی سے مسئول تھا، لکھا ہے، وہ یہ ہے:

"جواب سوال سادس آں کہ اگر حنفی المذہب بر مذہب شافعی عمل نماید در بعضے احکام بیکے از سہ وجہ جائز است اول آں کہ دلائل کتاب وسنت در نظر او دراں مسئلہ مذہب شافعی راترجیح دہد (وایں ترجیح بجز مجتہد ولو فی بعض المسائل غیر رانصیب نہ)

دوم در ضیقے مبتلا شود کہ گزارہ بدون مذہب شافعی نماند مثل احکام میاہ دریں دیار یا احکام مفقود۔

سوم آں کہ شخصے باشد صاحب تقویٰ واو راعمل بہ احتیاط منظور افتد و احتیاط در مذہب شافعی یابد مثل صدقہ دادن زائد از قدر دو آثار یا گوشت طاؤس نخوردن وعلی ہذا القیاس لیکن دریں سہ وجہ شرط دیگر ہم است و آں آنست کہ تلفیق واقع نہ شود یعنی بسبب ترکیب مذہب صورتے متحقق شود کہ بہر دو مذہب روانباشد مانند آں کہ فصد را ناقض وضو نہ داند باز بہماں وضو نماز عقب امام بے قراءت فاتحہ بگزارد کہ در ہیچ مذہب روانشد، وضو بر حنفی باطل گشت و نماز بر مذہب شافعی و اگر سوائے ایں وجوہ ثلثہ ترک اقتدائے حنفی نمودہ اقتدا بشافعی کرد ، یا بالعکس (چناں کہ غیر مقلد می کنند) قریب بحرام است زیرا کہ لعب ست در دین۔" انتہیٰ۔(۲)

---

(۱)- ترجمہ: بہر حال امام طحاوی کی مذہب حنفی میں مفید تصانیف ہیں، اپنے خیال میں انھوں نے اس مذہب کی نصرت میں مساعیِ جمیلہ پیش کی ہیں۔ ان کی تصانیف سے ان کے علم کی وسعت معلوم ہوتی ہے۔ ۱۲

(۲)- ترجمہ: چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر حنفی المذہب تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں، بعض احکام میں مذہب شافعی پر عمل کرے تو جائز ہے۔

اول یہ کہ اس کی نظر میں کتاب وسنت کے دلائل اس مسئلہ میں مذہب شافعی کو ترجیح دے رہے ہوں۔ (یہ ترجیح صرف مجتہد کا کام ہے، اگرچہ وہ بعض مسائل میں ہی مجتہد ہو)۔

دوم کسی ایسی سختی وتنگی میں مبتلا ہو کہ مذہب شافعی پر عمل کیے بغیر گزارہ نہ ہو، جیسے اس دیار میں پانی کے احکام یا مفقود کے احکام۔

سوم: وہ شخص صاحبِ تقویٰ ہو اور احتیاط پر عمل کرنا چاہتا ہو، اور اسے احتیاط کی صورت مذہب شافعی میں ملے، جیسے دو سیر

پس غیر مقلد بدون حصول درجۂ اجتہاد کے اور بلا ضرورت شدیدہ کے عمل غیر مذہب پر جائز رکھتے ہیں بلکہ مباح جانتے ہیں سو دین میں کھلواڑ کرتے ہیں جو حرام ہے۔

ہاں! امام طحاوی نے البتہ بعض جگہ امام کا خلاف کیا ہے، سو وہ اس واسطے کہ مجتہد فی المذہب تھے، مگر بایں ہمہ جیسے اختلاف صاحبین کا بعض جگہ معمول بہا حنفیہ کے نزدیک ہے، ان کا اختلاف مقبول اور مروج نہیں ہوا، چناں چہ اُسی جگہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"باید دانست کہ مختصر طحاوی دلالت می کند کہ وے مجتہد منتسب بود و محض مقلد حنفی نبود زیرا کہ دراں مختصر چیزہا اختیار کردہ کہ مخالف مذہب ابی حنیفہ است - رحمۃ اللہ علیہ - و لہٰذا آں مختصر در فقہاے ایں مذہب کہ محض مقلد اند چنداں شیوع پیدا نہ کردہ۔ انتہیٰ۔

یعنی جاننا چاہیے کہ مختصر طحاوی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجتہد منتسب تھے اور مذہب حنفی کے نرے مقلد نہ تھے اس لیے کہ اس مختصر میں وہ مسائل بھی اختیار کیے ہیں جو مذہب امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف ہیں، اس لیے وہ مختصر اس مذہب کے فقہا میں کہ محض مقلد ہیں، زیادہ رواج نہ پا سکی۔ انتہیٰ۔

سو معلوم ہوا کہ بعض جگہ خلاف کیا ہے بہ باعث درجۂ اجتہاد کے اور طعن نہیں کیا اور اگر صحیح بھی رکھا جائے تو ان کے طعن سے کیا ہوتا ہے بڑے بڑے امام مثل امام شافعی و امام مالک و ابن المبارک جیسے امام کی تعریف علم، اجتہاد وغیرہ میں کرتے ہیں، پھر ان سے کم درجہ والوں کا طعن کس شمار میں ہو گا۔

قال: اور شیخ محی الدین بن عربی نے خاتمہ فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ جس بات کی میں تجھے وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تو عام ہے تو تجھ کو جو اللہ تعالیٰ نے دلیل دی ہے اس کے برخلاف کرنا حرام ہے۔ الخ (ص:۲۵)

اقول: وباللہ التوفیق۔ شیخ رضی اللہ عنہ کی وصیت مجتہد کے بارے میں یہ ہے کہ تم کو دوسرے کی تقلید جائز نہیں اور مقلد محض تقلیدِ علما کی وصیت فرماتے ہیں اور جو مسئلے قیاس محض سے جیسے حکما وغیرہ بتلاتے ہیں اس سے منع

سے زیادہ صدقۂ فطر دینا یا مور کا گوشت نہ کھانا۔ اور اسی طرح کے امور۔ لیکن ان تینوں صورتوں میں ایک شرط اور بھی ہے، وہ یہ کہ تلفیق نہ ہو۔ تلفیق یہ ہے کہ دو مذہبوں کو لینے سے ایسی صورت پیدا ہو جو دونوں میں سے کسی مذہب میں روانہ ہو۔ جیسے فصد کو ناقضِ وضو نہ جانے اس لیے فصد لگوانے کے بعد پہلے ہی وضو سے امام کے پیچھے نماز بے قراءتِ فاتحہ ادا کرے۔ یہ صورت کسی مذہب میں جائز نہ ہوئی۔ مذہبِ حنفی کی رُو سے پہلا وضو جا چکا ہے اور مذہبِ شافعی کی رُو سے امام کے پیچھے قراءتِ فاتحہ ترک کرنے کی وجہ سے نماز نہ ہوئی۔

ان تینوں صورتوں کے بغیر اگر حنفی کی اقتدا چھوڑ کر شافعی کی اقتدا کرے یا برعکس (جیسا کہ غیر مقلد کرتا ہے) تو یہ قریب بہ حرام ہے، اس لیے کہ دین میں کھلواڑ ہے۔ انتہیٰ ۱۲

کرتے ہیں نہ کہ مجتہد کے قیاس سے کہ وہ مبین احکام الٰہی ہے، اسی طرح ان کا دوسرا قول حدیث کے عمل میں مجتہد کے حق میں ہے اور بارہا ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں کہ ایسی عبارتیں اسی کے حق میں ہیں ورنہ دوسری جگہ یہی صاحب اس کے خلاف کیوں ذکر فرماتے؟ چناں چہ دوسری جگہ شیخ موصوف فرماتے ہیں اور صاحب میزان شعرانی[1] نے اس کو نقل کیا ہے، وہ یہ ہے کہ:

"شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں اور دیگر حضرات اہل کشف نے بھی ذکر کیا ہے کہ انسان جب ایک مذہب کا مقید ہوکر مقاماتِ قوم کے طریقے پر چلتا ہے اور دوسرے مذہب پر نہیں چلتا تو ضرور ہے کہ ہوتے ہوتے یہ اُس مذہبِ امام کے ماخذ تک پہنچا دیتا ہے، سو اس وقت تمام ائمہ کے اقوال ایک ہی دریا میں دیکھتا ہے، پھر اس سے قیدِ مذہب اس وقت جاتی رہتی ہے اور سب مذاہب کی صحت کا حکم کرتا ہے بخلاف اس کے جو اس سے پہلے عقیدہ تھا۔" انتہیٰ۔

سو معلوم ہوا کہ مذہب معین کی تقلید مقام اجتہاد تک پہنچاتی ہے نہ یہ کہ آزادی سے ولی ہوتا ہے۔

قال: اور ملا علی قاری نے شرح عین العلم میں لکھا ہے کہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ حنفی بنے یا مالکی یا شافعی بنے یا حنبلی، بلکہ انھیں یہ تکلیف دی ہے کہ وہ سنت کے بموجب عمل کریں اگر عالم ہوں یا علما کی پیروی کریں اگر ناواقف ہوں۔ (ص:۲۶)

اقول: وباللہ التوفیق۔ یہاں پر مؤلف نے صاحبِ معیار کی تقلید اختیار کی حالاں کہ صاحب معیار خوب جانتے ہیں کہ ملا علی قاری حنفی وجوب تقلید مذہب امام معین کے قائل ہیں، پھر بھی وہ عبارت کہ جو ان کی نہ تھی نقل کر دی تاکہ عوام الناس جانیں کی حنفی بھی وجوب تقلید کے قائل نہیں اور اصل میں وہ عبارت ان کی نہیں، دوسروں کی دلیل میں نقل کرتے ہیں، مگر مؤلف کو تو تقلید صاحب معیار سے کام ہے اور اس کی تقلید ضروری ہے گو صریح خطا پر ہو، اب ہم احقاقِ حق کے واسطے شرح عین العلم کی عبارت پوری پوری نقل کرتے ہیں اور جس عبارت کو اس کے مؤلف اور مقتدا نے چھوڑ دیا ظاہر کر کے بیان کر دیتے ہیں۔ دیکھو ملا علی قاری شرح عین العلم میں فرماتے ہیں:

"محل خلاف میں نہیں یعنی اس میں انکار نہیں مگر اس صورت میں کہ تلفیق لازم ہو جائے، کیوں کہ وہ ممنوع ہے، سو جو مسئلہ کہ اس میں جائے خلاف اور اجتہاد ہے اس پر انکار نہیں، جیسے شافعی کا سوسمار کھا لینا سو حنفی کو اس پر انکار جائز نہیں اور ایسی ہی ضبع (ایک جانور کفتار نام ہے، عظیم البطن بجّو) اور جس پر وقت ذبح عمداً بسم اللہ نہیں کہی گئی اور نہ شافعی کو جائز ہے کہ حنفی پر انکار کرے نبیذ تمر پینے کے سبب جو کہ نشہ نہ دِلاوے اور ذوی الارحام کی میراث دِلانے پر اور اُس

---

(۱)- اصل عبارت عربی میزان شعرانی کی انتصار الحق کے ص: ۲۵۴ میں ہے۔ ۱۲ منہ

گھر میں بیٹھنے پر جو پڑوس کے شفعہ کی وجہ سے لیا ہے وغیر ذٰلک جن میں اجتہاد کو دخل ہے، ہاں! اگر شافعی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ نبیذ پیتا ہے یا بغیر ولی کے نکاح کرتا ہے اور اپنی اُسی زوجہ کے ساتھ وطی کرتا ہے یا حنفی دوسرے حنفی کو دیکھے کہ شطرنج کھیلتا ہے یا سرخ کپڑا پہنتا ہے یا وہ کام کرتا ہے کہ دونوں اماموں (ابو حنیفہ و شافعی رحمہا اللہ) کے نزدیک حرام ہے اور تیسرے امام کے نزدیک حرام نہیں سو یہ محل نظر ہے جیسا کہ احیاء العلوم (مصنفہ امام غزالی) میں ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ اس پر انکار ہے، کیوں کہ محققین علما سے کوئی ادھر نہیں گیا کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کے اجتہاد کے موافق چلنا جائز ہے، اسی طرح جس شخص نے غور و فکر کے بعد ایک عالم مجتہد کو سب سے بہتر پا کر اس کی تقلید کی، اس کے لیے دوسرے مجتہد کے مذہب کو لینا جائز نہیں، کہ مذاہب میں سے جو باتیں اس کے خیال میں اچھی اور آسان معلوم ہوں، انھیں چھانٹ لے۔ بلکہ ہر مقلد پر اپنے پیشوا مجتہد کی تقلید ہر مسئلہ میں واجب ہے، کیوں کہ اپنے مجتہد کی مخالفت کرنی (بغیر ملکۂ اجتہاد کے) سب محققین کے نزدیک بالاتفاق ممنوع ہے اور وہ مخالفت کی وجہ سے گنہ گار ہوتا ہے، لیکن تقلید غیر مجتہد کی بعض مسائل میں (وقت ضرورت) جائز ہے اور جس وقت اس نے عذر کیا کہ میں مقلد امام شافعی رحمہ اللہ کا ہوں یا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا سو اس وقت اس پر کوئی انکار نہیں ہے۔"(۱)

(یہاں تک کلام ان کا تمام ہوا اب دوسروں کی دلیل نقل کرتے ہیں)۔

"اور بے شک ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ نہیں انکار مگر شراب اور خنزیر اور اس چیز میں کہ قطعاً حرام ہے، جیسے کھانا مردار اور خون کا یا جو متفق علیہ حرام ہے سو ان مسائل میں جس مذہب پر عمل کرے جائز ہے اور یہ کہنا ان پر بہ باعث محبت اور رحم کے ہے اور ان کے کلام کی وجہ شاید یہ ہے کہ اللہ سبحانہ جیسے اولیٰ کو دوست رکھتا ہے، ایسے ہی رخصت اور سہولت کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم ناواقف ہو سو جو شخص عالم کے تابع ہو اللہ سے صحیح و سالم ملاقی ہوا اور یہ بھی معلوم ہے۔"

اور یہ دلیل بھی انھیں کی ہے:

"کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس بات کی تکلیف نہیں دی کہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنے۔ انتہیٰ بقدر الحاجۃ۔"

سو اب بخوبی واضح ہوا کہ یہ دلیل اوروں کی ہے اور اہل ذکر سے مراد مطلق عالم نہیں ہے، بلکہ مجتہد ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ غیر مجتہد کی انتہا مجتہد تک ہی ہو گی سو اول سے فرد کامل ہی لیا جائے تو خوب ہے ورنہ پھر اسی کی طرف ناچار آنا پڑے گا اور یہ کہنا ان کا کہ اللہ تعالیٰ نے تکلیف حنفی شافعی وغیرہ کی نہیں دی اگر اس سے غرض یہ ہے کہ بالذات اور بالتصریح نہیں دی تو مسلم ہے، مگر مفید خصم نہیں ورنہ کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں تکلیف اس بات کی

---

(۱)- انتصار الحق، ص:۲۳۸. ۱۲ منه

نہیں دی کہ بخاری ومسلم وغیرہ صحیح کتابیں اور واجب العمل ہیں، جو جواب اس کا ہوگا، ادھر سے بھی وہی سمجھنا چاہیے۔ علیٰ ہذا القیاس بعض مسائل اجماعی اس قسم کے ہیں کہ تصریح ان کی نص قرآنی واحادیث سے ظاہر میں ہم کو معلوم نہیں اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دوسری جگہ شرح عین العلم میں لکھا ہے:

”فلَوْ الْتزمَ أحدٌ مذهبًا كأبِيْ حنيفةَ أوِ الشَّافعيَّ رحمهمَا اللّٰهُ لَزِمَ عليهِ الإسْتمرَارُ فَلا يُقَلِّدُ غيرَهٗ فيْ مسئلةٍ مِّنَ المْسائلِ .“ انتهىٰ.(۱)

اگر کسی نے ایک مذہب کو لازم کر لیا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہو یا امام شافعی کا سو اس پر لازم ہے کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے اور کسی بھی مسئلے میں کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہ کرے (یعنی جب تک اشد ضرورت نہ ہو یا ملکۂ اجتہاد نہ ہو)

قال: اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی اس بات کے مقر ہیں کہ طریقہ متقدمین کا یہی تھا کہ کسی ایک کی خاص کر تقلید نہیں کرتے تھے۔ الخ۔ (ص:۲۷)

اقول: وباللہ التوفیق۔ یہاں پر بھی مؤلف نے مؤلف معیار کی تقلید اختیار کی اور یہ عبارت دونوں کو مفید نہیں؛ کیوں کہ شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متقدمین کا طریق یہ تھا کہ التزام مذہب معین واجب نہ جانتے تھے، بلکہ مجتہدین اپنے اجتہاد پر اور عوام فتوائے مجتہدین پر لا علی التعیین عمل کرتے تھے اور اس عمل متقدمین پر کلام ابن حزم کا سند لاتے ہیں، بعد اس کے خود فرماتے ہیں:

”وَاِنَّمَا حَدَثَ ذٰلِكَ بعدَ تِلكَ القُرُونَ مِنْ غَيْرِ اِنْكَارِ اَحَدٍ فَحَلَّ ذٰلِكَ مَحَلَّ الْاجماعِ .“ انتهىٰ.

یعنی مجتہد معین کا مذہب ان قرون کے بعد ظاہر ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا سو یہ مذہب مجتہد معین پر عمل کرنا بمنزلۂ اجماع کے ہوا۔ انتہیٰ۔

بعد اس کلام کے شیخ مرحوم نے طریق متقدمین کی دلیل ذکر کی ہے، وہ یہ ہے:

”دَلِيْلُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ سُبْحَانَهٗ.“

اب مقامِ غور ہے کہ اس تقریر سے تقلید مذہب معین کی برائی کہاں ثابت ہوتی ہے، بلکہ یہ مسئلہ شیخ مرحوم کے نزدیک ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا سو یہ نقل کرنا خصم کو مضر نہیں اور ان کی دلیل انھیں پر حجت ہوگئی اور وہ ترجیح اور خیریت مختار متاخرین کی جو شیخ مرحوم کے نزدیک ہے جس کو مؤلف اور صاحب معیار چھوڑ گئے یہ

---

(۱)-شرح عین العلم، انتصار الحق، ص:۲۳۷- ۱۲ منه

ہے کہ ”شرح سفر سعادت“ میں فرماتے ہیں:

”ایں چہارتن از امامانِ دین و مقتدایانِ ملت اند کہ ضبط و ربط احادیث و اقوال صحابہ و سلف و تطبیق و توفیق میان آں ہانمودہ و تفسیر و تاویل و بیان ناسخ و منسوخ کردہ و غایت بذل مجہود دریں باب فرمودہ استنباط احکام بقیاس و اجتہاد از نصوص کتاب و سنت نمودہ اند و غیر مجتہدان را جز تابع ایشاں بودن چارہ و سیلے نیست و مشائخ طریقت و بزرگان ایشاں ہم بریں مذاہب بودہ اند، یارب مگر آنہانے کہ از ایشاں بپایۂ اجتہاد رسیدہ موافق یا مخالف ایشاں برائے خود اجتہادے می نمودہ باشند واللہ اعلم۔ بالجملہ مذاہب حق و طرق وصول بمنزل مقصود و ابواب در آمد خانۂ دین ایں چہار است ہر کہ راہی ازیں راہہا و درے ازین درہا اختیار نمودہ براہ دیگر رفتن و درے دیگر گرفتن عبث و یاوہ باشد و کارخانۂ عمل را از ضبط و ربط بیرون افگندن و از راہ مصلحت بیرون افتادن است و اگر قصد سلوک طریق ورع و احتیاط دارد ہم از مذہب واحد مختار روایتے کہ دلیلش احسن و اقویٰ و فائدہ اش اعم و اتم و احتیاط دراں اکثر و اوفر بود اختیار کند و براہِ رخصت و مساہلہ و حیلہ اندوزی نرود ایں طریقۂ متاخراں است و شک نیست کہ ایں طریقہ محکم تر و مضبوط تر است۔ انتہیٰ۔

اور اخیر اس بحث کی اس جملہ پر ختم کرتے ہیں:

”لیکن قرار داد علما و مصلحت دید ایشاں در آخر زماں تعیین و تخصیص مذہب است و ضبط و ربط کارِ دین و دنیا ہم دریں صورت بود از اول مخیر است ہر کدام را کہ اختیار نماید صورت بندد، لیکن بعد از اختیار یکے، بجانب دیگرے رفتن بے تو ہم سوئے ظن و تفرق و تشعب در اعمال و احوال نخواہد بود (چناں چہ دریں فرقۂ محدثہ است) قرار داد متاخرین علما بریں است وهو المختار و فيه الخير. انتهىٰ.“(۱)

یعنی یہ چاروں حضرات (امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد رحمہم اللہ) دین کے امام اور مذہب کے پیشوا ہیں کہ ضبط اور ربط احادیث اور اقوال صحابہ اور متقدمین کے اور مطابقت اور موافقت ان میں کر دی ہے، اور تفسیر اور تاویل اور ناسخ اور منسوخ کا بیان کر دیا ہے اور نہایت کوشش اس بارے میں فرما کر احکام کو قیاس و اجتہاد کے ذریعہ کتاب اللہ اور سنت سے نکالا ہے غیر مجتہد لوگوں کو سوائے ان کی پیروی کے چارہ نہیں، اور طریقت کے مشائخ اور بزرگ بھی انھیں مذاہب پر رہے ہیں، ہاں! البتہ ان لوگوں میں جو اجتہاد کے درجے کو پہنچے انھوں نے ان کے موافق یا مخالف اپنی رائے سے اجتہاد کیے ہوں گے واللہ اعلم۔ القصہ سچے مذہب اور منزل مقصود میں پہنچنے کے طریقے اور دین کے گھر میں آنے کے دروازے یہی چاروں ہیں جو کوئی ان راستوں میں سے ایک کو اختیار کر کے اور دروازوں کی طرف جائے تو بیہودہ پن اور عبث بات ہے اور کارخانۂ عمل کو ضبط اور ربط سے باہر ڈالنا ہے اور مصلحت کے طریقے سے نکل جانا

(۱)-شرح سفر السعادة، مطبوع نول كشور، ص: ۲۰، ۲۱، ۲۲ــــــ ۱۲ منه

ہے، اگر قصد پرہیزگاری اور احتیاط کا رکھتا ہے تب بھی ایک مذہب سے جو روایت کہ مختار ہو اس کی دلیل اچھی اور قوی ہو اور اس کا فائدہ عام تام ہو اور احتیاط اس میں بہت ہو اختیار کرے اور رخصت اور سستی اور حیلہ جوئی نہ کرے یہ طریقہ متاخرین کا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ طریقہ بڑا مضبوط اور محکم ہے۔ انتہیٰ۔

لیکن قرار داد اور مصلحت علما کی آخر زمانے میں معین کرنا اور خاص کر لینا مذہب کا ہے۔ اور ضبط و ربط دین و دنیا کے کاموں کا اس میں ہے۔

پہلے سے اختیار ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے لیکن ایک مذہب اختیار کرنے کے بعد دوسرے مذہب کی طرف جانا بدظنی ، وہم، اعمال اور احوال کے انتشار و تفرقہ کے بغیر نہ ہو گا۔ (چناں چہ اس نئے فرقے میں ہے) قرار داد علمائے متاخرین کی اس میں ہے اور یہی اختیار کیا گیا ہے اور اسی میں خیر ہے۔ انتہیٰ۔

قال: اور مولوی اسماعیل شہید نے تنویر العینین میں لکھا ہے: کیوں کر جائز ہو گا لازم کر لینا ایک شخص مقرر کی تقلید کو باوجود قدرت کے رجوع کرنے پر ان روایتوں کی طرف جو منقول ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے صاف صاف دلالت کرتی ہیں خلاف پر اس امام کی بات کے، جس کی تقلید کی ہے تو پھر اگر نہ چھوڑا کسی نے اپنے امام کی بات کو تو اس کے دل میں شرک گھسا ہوا ہے۔ الخ۔ (ص:۲۳)

اقول: وباللہ التوفیق۔ اول تو تنویر العینین مولوی صاحب کی تصانیف ہونے سے مولوی صاحب کے بعض معتقدین انکار کرتے ہیں اور بر تقدیر تسلیم مولوی صاحب کا کلام اس میں ہے کہ باوجود قدرت کے رجوع کرنے پر احادیث صحیحہ کے خلاف امام کے جو کوئی عمل احادیث پر نہ کرے تو یہ حکم ہے سو ایسا شخص جو استنباط مسائل پر قدرت اور اجتہاد کی فہم رکھتا ہو البتہ اس کا باوجود قدرت اجتہاد کے امام کے مذہب کو نہ چھوڑنا برا ہو گا۔ جس پر ہم بھی ان مسائل میں تقلید واجب نہیں کہتے اور اس کو بارہا مستثنیٰ کر چکے ہیں اور اگر اس حکم کو غیر مجتہد کے واسطے بھی رکھا جائے تو یہ جمہور علمائے محققین کے خلاف ہے، چناں چہ پیش تر اس کا ذکر ہو چکا اور اب بھی ہوتا ہے اور ایسی حالت میں ان کا کلام کئی وجہ سے غیر معتبر ہے، ایک یہ کہ احکام مستنبطۂ مجتہدین اصولِ شریعت کی طرف رجوع کرتے ہیں، چناں چہ خود مولوی صاحب موصوف بھی اس کے مقر ہیں اور اپنے رسالہ "ایضاح الحق" میں فرماتے ہیں:

"مسئلہ ثانیہ احکام مستنبطۂ مجتہدینِ سابقین خواہ بایں وجہ باشد کہ فلاں امر واجب است یا مندوب یا مباح یا مکروہ یا حرام الخ۔ ہمہ از قبیل سنت حکمیہ است ہرگز در قسمے از اقسام بدعت نیست چہ حکم مذکور از قبیل محدثات اصلا نیست چہ جائے کہ از بدعات باشد انتہیٰ۔"(۱)

---

(۱)- عبارت ایضاح الحق، مطبع افضل المطابع، ص:۳۷ ۱۲ منه

ترجمہ: دوسرا مسئلہ: مجتہدین سابقین کے استنباط کیے ہوئے احکام خواہ اس طرح ہوں کہ فلاں کام واجب یا مندوب یا مباح یا مکروہ یا حرام ہے۔ الخ۔ سب کے سب سنتِ حکمی کی قبیل سے ہیں۔ ہرگز بدعت کی اقسام میں سے کسی قسم میں نہیں، اس لیے کہ حکم مذکور نو پیدا چیزوں سے بالکل نہیں، بدعات سے کیا ہو گا؟

اور اسی ایضاح الحق میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”مسائل اجماعیہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوات والتحیات والتسلیمات در ہر قرن کہ بوجود آید از قبیل مطلق سنت است۔ انتہیٰ“(۱)

دیکھو اگر بقول مولوی صاحب غیر مجتہد بباعث عدم قدرت علی الاجتہاد اپنے امام کا مذہب نہ چھوڑے تب بھی اپنے مجتہد کے احکام مستنبطہ پر خواہ کسی قسم کے ہوں عمل کرنے سے سنت حکمیہ کا عامل ہو گا نہ کہ بدعت کا اور شرک تو بہت دور ہے، بلکہ یہاں پر احادیث صحیحہ وغیر صحیحہ کی قید نہیں لگائی مطلقاً کوئی شخص کسی مجتہد کے مسئلے پر عمل کرے گو وہ احادیث کے مخالف ہو تو بھی مطلق سنت سے خارج نہ ہو گا، پھر تنویر العینین کا کلام کیوں کر صحیح ہو گا کہ وہ مخالف دوسرے علمائے محققین کے بھی ہے، پس بموجب حکم: خُذْمَا صفا ودع ما كدر. (۲) کے جو بات کہ عمدہ اور موافق ہے اور جو تاویل عمدہ ہو اختیار کرنی چاہیے اور امام شعرانی نے لکھا ہے کہ:

”میرے سردار علی الخواص فرماتے تھے کہ یہاں پر کوئی قول علما (مجتہدین) کا ایسا نہیں کہ اصل شریعت کی طرف رجوع نہ کرے اور یہ بات سوچنے والے پر ظاہر ہے؛ کیوں کہ یہ قول یا تو آیت کی طرف یا حدیث کی طرف یا اثر کی طرف یا قیاسِ صحیح کی طرف جو کہ اصل صحیح پر ہو رجوع کرے گا۔ انتہیٰ۔(۳)

اور ایسا ہی شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں لکھا ہے:

”وَاِذَا تَحقَّقَ عِنْدَكَ مَا بَيَّنَّاهُ عَلِمْتَ اَنَّ كُلَّ حُكْمٍ يَتكَلَّمُ فِيْهِ الْمُجْتَهِدُ بِاجْتِهَادِهٖ مَنْسُوْبٌ اِلٰى صَاحِبِ الشَّرْعِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيْمَات.“ انتهىٰ.(۴)

اور جب تجھ کو اس بات کی تحقیق ہو چکی جو ہم نے بیان کیا تو جان لیا ہو گا کہ ہر وہ حکم جس میں مجتہد اپنے اجتہاد سے کلام کرتا ہے وہ صاحبِ شرع علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف رجوع کرتا ہے انتہیٰ۔

دوسرے خود مولوی صاحب صراطِ مستقیم میں جو کہ ان کے پیر و مرشد سید احمد کے روبرو تصنیف کی تھی، فرماتے ہیں:

---

(۱)-ایضاح الحق، ص:۴۹ ۱۲ منه

ترجمہ: امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیات والتسلیمات کے اجماعی مسائل جس قرن میں بھی وجود پذیر ہوں، مطلق سنت کی قبیل سے ہیں۔ ۱۲

(۲)-اچھی صاف چیز کو لے اور میلی کو چھوڑ دے۔ ۱۲

(۳)-الميزان الكبرىٰ الشعرانية، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:٤٤، دار الكتب العلمية بيروت. ۱۲

(۴)-عقد الجيد، شاه ولي الله دهلوي، باب في بيان اختلاف المجتهدين، ص:٣٦، المكتبة الحقيقة، تركي.

”ودر اعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر وخوب است لیکن علم پیغمبر منحصر در علم یک شخص از مجتہدین نداند۔ انتہی۔“(۱)

سو اظہر من الشمس ہے کہ تمام اہلِ اسلام میں تقلید مذہب معین ائمہ اربعہ میں سے ایک کی رائج ہے جس کو مولوی صاحب بہتر وخوب فرمارہے ہیں، پس شرک ہونا اس کا چہ معنیٰ دارد اور مولوی صاحب موصوف رسالۂ منصب امامت میں حدیث علماء أمتی كأنبياء بنی اسرائیل کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

”پس مشابہ بہ انبیا در علم احکام یا مجتہدین مقبولین باشند یا ملہمین محفوظین و از بسکہ استناد بسوے کشف و الہام در اوائل امت معروف نبودہ پس مشابہ بانبیا دریں فن مجتہدین مقبولین اند پس ایشاں را از ائمۂ فن باید شمرد مثل ائمۂ اربعہ ہر چند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ اند، فاما مقبول در میان جمہور امت ہمیں چند اشخاص اند پس گویا مشابہت تامہ دریں فن نصیب ایشاں گردیدہ۔ بناءً علیہ در میان جماہیر اہل اسلام از خواص و عوام ملقب بہ امام معروف گردیدند و بقوت اجتہاد موصوف۔ انتہیٰ۔“(۲)

تیسرے ظاہر حدیث پر عمل کرنا بغیر ملکۂ اجتہاد کے جائز نہیں چناں چہ پہلے ہم اس کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے نقل کر چکے ہیں، سو جو بات کہ جائز نہ ہو اس کے نہ کرنے سے شرک کے کیا معنیٰ، پس ظاہر ہوا کہ مولوی صاحب کا یہ کلام مجتہد فی بعض المسائل یا اصحاب ترجیح کے حق میں ہو سکتا ہے ورنہ اول سوءِ ظن مولوی صاحب موصوف کی طرف جائے گا کیوں کہ بہتر وخوب چیز کو بلکہ جو عند المحققین مثل استاذ مولوی صاحب کے یعنی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے واجب ہے، شرک کہنا بے شک مذموم ہے، پس ضرور ہوا کہ وہی معنیٰ لیں جو موافق محققین کے ہیں اور جن سے مولوی صاحب کی طرف سوءِ ظن نہ ہو وہ معنیٰ کہ مؤلف نے سمجھا ہے جس سے علاوہ مخالفتِ علما کے سوءِ ظن لازم آتا ہے یا تساقط۔

---

(۱)-ترجمہ: اعمال میں چاروں مذاہب کی پیروی جو تمام اہلِ اسلام میں رائج ہے بہتر اور خوب ہے، لیکن پیغمبر کا علم مجتہدین میں سے کسی ایک کے علم میں منحصر نہ جانے۔ ۱۲

(۲)-رسالہ منصب امامت، مطبع فاروقی، ص: ٤١ ۱۲ منہ

ترجمہ: تو علمِ احکام میں انبیا کے مشابہ، مجتہدین مقبولین ہوں گے یا الہام والے محفوظ حضرات۔ چوں کہ اوائل امت میں کشف والہام کی جانب استناد معروف۔ نہ تھا اس لیے اس فن میں انبیا کے مشابہ مجتہدین مقبولین ہیں، تو ان حضرات کو امام فن شمار کرنا چاہیے، جیسے چاروں ائمہ۔ یوں تو بیش از بیش مجتہدین گزر چکے ہیں، لیکن جمہور امت کے درمیان مقبول یہی چند حضرات ہیں۔ گویا پوری مشابہت انھیں نصیب ہوئی، اسی بنا پر جماہیر اہلِ اسلام کے درمیان، خواص ہوں یا عوام سب کے نزدیک یہ امام کے لقب سے مشہور اور قوت اجتہاد سے موصوف ہوئے۔ انتہیٰ

قال: اور مولوی اسماعیل شہید نے تقلید شخصی معین کو بدعت حقیقی قرار دیا ہے اور شعبہ رفض کا ٹھہرایا ہے۔ چناں چہ ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت کی تصریح میں فرماتے ہیں بخلاف قسم ثانی کہ ہر کس را تحقیق احکام قیاسہ و اشغال صوفیہ و قوانین عربیہ میں عربیہ ضرور نیست و ارادہ و تقلید شخصی معین از مجتہدین و مشائخ در ارکان دین نہ بلکہ ہمیں قدر کافیست. الخ۔ (ص:۲۸)

اقول: وباللہ التوفیق۔ مسلمانو! جائے غور ہے اس تعصب اور افترا کا کیا ٹھکانا ہے، ذرا دیکھو تو مولوی صاحب نے اس ساری عبارت میں کہیں اشارۃً بھی تقلید مذہب معین کو بدعت حقیقی یا شعبۂ رفض کہا ہے مگر خدا تعالیٰ نے فہم و عقل سے ان لوگوں کو بری کر دیا ہے تو خواہ مخواہ افترا اور دھوکے پر کمر باندھ کر اپنی باتوں کو جو دلوں میں بھری ہوئی ہیں اوروں کے کلام کے پیرایہ میں ظاہر کرتے ہیں، فارسی داں اس عبارت کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ مولوی صاحب کی یہ رائے ہے کہ اپنے تئیں مقلد شخص معین کا مجتہدین اور مشائخ سے بنانا ضروریاتِ دین سے نہیں یعنی واجب نہیں سو وجوب کی نفی سے یہ کب لازم آیا کہ تقلید شخص معین بدعت حقیقی ہوگئی جائز ہے کہ مستحب یا سنت ہو بلکہ خود مولوی صاحب کا کلام جو پہلے مذکور ہوا مذاہب مروجہ کے بہتر ہونے پر دال ہے اور مؤلف اس عبارت کا ایک حصہ عمداً چھوڑ گیا اور خیانت اختیار کی وہ یہ ہے کہ اس عبارت کے اخیر میں فرماتے ہیں:

”حاصل کلام ایں کہ احکام فقہیہ کہ مجتہدین سابقین مسلم الاجتہاد (مثل ائمۂ اربعہ) آں را بقیاسات صحیحہ استنباط نمودہ اند بے شک از قبیل سنت است اما از جنس سنت حکمیہ کہ در جنب سنت حقیقیہ (کہ بر مجتہد ظاہر گردد) بجوے نمی ارزد پس افراط و غلو دراں از قبیل بدعت است۔ انتہیٰ۔“(۱)

سو افراط و تفریط ہر حکم شارع میں ایسا ہی ہے مگر اس کا پہچاننا اجتہاد اور نظر پر موقوف ہے، سو مقلد کا مجتہد کے حکم پر عمل کرنا بے شک قبیل سنت حکمیہ سے ہوگا اور مؤلف نے بدعت سے شاید بدعت حقیقی سمجھا ہے۔ اور یہ ان کی خوش فہمی ہے اور جس عبارت سے شعبۂ رفض سمجھا ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ مولوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:

”و امتیاز از شافعیان و چشتیاں مثل امتیاز از کفار و روافض از لوازم ترین شمردہ شود انتہیٰ۔“(۲)

اس کا مطلب بھی ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کی یہ غرض ہے کہ شافعیوں اور چشتیوں سے فرق اور امتیاز اس طرح کرنا جیسا کہ امتیاز کفار اور رُفَّاض سے کیا جاتا ہے ضروریات سے نہیں یعنی یہ فرق باہمی ضروری نہیں سو مؤلف

---

(۱)- ترجمہ: حاصل کلام یہ کہ ایسے فقہی احکام جنھیں مسلم الاجتہاد مجتہدین سابقین جیسے ائمہ اربعہ نے صحیح قیاسات سے استنباط کیا ہے، وہ بلا شبہہ سنت کی قبیل سے ہیں، مگر وہ سنتِ حکمیہ کی جنس سے ہیں، سنتِ حکمیہ اس سنتِ حقیقیہ کے سامنے جو مجتہد پر عیاں ہوتی ہے، کوئی قیمت نہیں رکھتی، تو اس میں افراط و غلو بدعت کی قبیل سے ہے۔ انتہیٰ ۱۲

(۲)- ترجمہ: اور شافعیوں اور چشتیوں کے فرق کو کفار اور روافض کے فرق کی طرح ضروریات سے شمار کیا جائے۔ ۱۲

نے جو دیکھا کہ لفظ رافضی آ گیا ہے تو یہ گمان فاسد خیال کیا کہ آؤ مقلدین اہل سنت کو بھی رافضی بناڈالیں اور مولوی صاحب کا حوالہ دیں۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

اور حقیقت پوچھو تو اصل میں جو لوگ تقلیدِ معین مجتہدین ائمہ اربعہ پر اعتراض کرتے ہیں ان میں البتہ شعبۂ رفض ہے چناں چہ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کے کلام سے آگے واضح ہو گا۔

اب ہم مولوی صاحب کے اصل کلام میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا یہ فرمانا کہ ضروریات سے نہیں اکثر علمائے محققین مثل استاذ الاستاذ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کہ وہ تقلید مذہب معین کو واجب فرماتے ہیں مخالف ہے اور اس کا ذکر عن قریب ان کے احوال کے تحت آتا ہے اور یہ کہنا (کہ امتیاز شافعیوں اور چشتیوں سے مثل امتیاز کفار و روافض کے سمجھنا) اول تو اس میں یہ ہے کہ یہ تشبیہ اپنے محل پر نہیں، کیوں کہ کوئی اہلِ سنت باہمی تمیز ایسی نہیں سمجھتا اور یہ جب ہو کہ ہر ایک دوسرے کو مثل کفار و رفاض سمجھے واذ لیس فلیس، دوسری تمیز باہمی مقلدین ائمہ اربعہ کے برابر علما فضلا میں جاری ہے دیکھو بڑے بڑے مصنفین اہل فقہ و تفسیر وغیرہ کوئی حنفی کوئی شافعی وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں اور ممتاز ہیں، بلکہ یہ بات ضروری اس معنیٰ کر ہو گئی ہے کہ اجماع مومنین ائمہ اربعہ پر جب متحقق ہوا اور ان سب کے مخالف قول، غیر مقبول ہوا جیسا کہ پہلے گزر چکا تو اہل سنت و جماعت کا فرقہ انھیں مذاہب اربعہ میں منحصر ہوا، پس اب اگر باہمی تمیز اپنے اپنے مذہب کی نہ ہو گی تو معلوم نہ ہو گا کہ یہ شخص مقلد مذہب معین ہے یا غیر مقلد اور یہ بھی معلوم ہے کہ تقلید مذہب معین کی واجب ہے سو یہ امتیاز کرنا کہ میں حنفی ہوں یا شافعی واسطے رفع اشتباہ غیر مقلدی کے کہ بدعت مذمومہ ہے واجب اور ضروری ہوا، اسی طرح جب کسی خاندان کا مرید ہو گا اسی خاندان کی طرف منسوب ہو گا۔ چناں چہ بہت سے اولیاء اللہ کا یہی طریقہ ہے، بلکہ خود پیر و مرشد مولوی صاحب یعنی سید احمد بھی ایک خاندان سے بیعت تھے، پس واسطے رفع اشتباہ اور تہمت کے یہ امتیاز باہمی واقع ہے اور یہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے:

”وانتقال را از مذہبے بمذہبے یا طریقۂ بطریقۂ مثل ارتداد و ابتداع و بغی موجب قتل وہتک معدود کردہ شود۔ انتہیٰ۔“(۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ ترکِ تقلیدِ مذہب دو طرح پر ہے، ایک تو درجۂ اجتہاد کو پہنچ کر، سو اس کو کوئی بُرا نہیں کہتا، بلکہ درجۂ اجتہاد مل جانے کے وقت کسی مجتہد کی تقلید بالاتفاق حرام ہے، اور ایک وہ قسم ہے کہ بغیر ملکۂ اجتہاد کے ایک مذہب سے منتقل ہونا، تو معتبر فتاویٰ سے گزر چکا کہ ایسے شخص کو تعزیر دی جائے اور ترک تقلید کو حضرت مجدد

(۱)– ترجمہ: اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانا یا ایک طریقے سے دوسرے طریقے کی طرف جانا مثل مرتد ہو جانے اور بدعتی اور سرکشی کے کہ موجب قتل اور ہتک عزت، شمار کیا جائے۔ ۱۲

الف ثانی رحمہ اللہ نے جو کہ پیرانِ پیر مولوی صاحب موصوف کے ہیں، الحاد بھی فرمایا ہے، چناں چہ اپنے رسالہ مبدا و معاد [۱] میں در بارۂ فاتحہ خلف الامام کے لکھا ہے:

”آخر الامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب الحاد است حقیت مذہب حنفی در ترک قراءت ماموم ظاہر ساخت، انتہیٰ۔“(۲)

اور پورا کلام ان کا ضمن روایات میں آئے گا اور ہم پہلے امام ابو بکر جوز جانی سے نقل کر چکے ہیں کہ جب ایک حنفی نے اپنے مذہب کو بطمع نکاح چھوڑ دیا تھا تو انھوں نے اس مسئلے سے استفتا کے وقت فرمایا تھا کہ نکاح تو ہو گیا لیکن مجھ کو خوف ہے کہ یہ شخص موت کے وقت بے ایمان ہو کر مرے، کیوں کہ اس نے اپنے مذہب کی حقارت دنیا کی طمع سے کی اور قتل کرنا تو کسی نے نہیں لکھا اور یہ سب زجر اور تشدید علمائے محققین کی اسی واسطے ہے کہ بغیر اس کے دین کھیل کود ہو جائے گا اور جو کسی کے جی میں آئے گا کرے گا۔ جس کی طرف مولوی صاحب بلا رہے ہیں اور لکھتے ہیں:

”بلکہ مذاہب و طرق را مثل دکاکین عطاراں باید شمرد و خود را از منسلکان جند محمدی باید ساخت پس چناں چہ سپاہیان را عنوان سپہ گری شعار ست و اعلاے کلمۂ سلطانی کاروبار و وقتیکہ بہ دواے محتاج می شوند از ہر دکانے کہ بدست آید می گیرند۔ انتہی۔“(۳)

سو مجتہدین کو دوکان داروں، عطاروں اور مقلدین کو سپاہیوں کے مثل قرار دیا ہے، پس اس مثال میں یہ ہے کہ کسی سپاہی کو مثلاً کوئی بیماری ہوئی سو ایک عطار کے ہاں سے اس نے دَوا لی اور جب آگے بڑھا تو دوسرے دُکان دار عطار سے کہا کہ یہ دوا کیسی ہے، علیٰ ہذا القیاس، سب دوکانوں پر گیا۔ اگر سب نے کہا کہ تمھارے حق میں مفید ہے تو اس کو تسکین ہو گئی لیکن بہ باعث مختلف افہام کے بعض وقت اگر ایک دوا جو ایک دوکان دار سے مفید جان کر لی ہے، دوسرا اس کو بتلاتا ہے کہ یہ تیرے حق میں زہر کا حکم رکھتی ہے، سو اب اس حکم اور مولوی صاحب کی رائے کے موافق وہ بے چارہ کیا کرے یا تو اس کو زہر جان کر کھالے یا بے دوا مرے اور دقت اٹھائے، پس اسی طرح مجتہدین کی مثال سمجھ لو اور جیسے ملا علی قاری نے امام الحرمین سے لکھا ہے کہ درصورت عدم وجوب کے آزادی کی حالت میں حلت اور حرمت اٹھ جائے

---

(۱)- انتصار الحق، ص:۹۵۔ ۱۲ منہ

(۲)- ترجمہ: آخر اللہ تعالیٰ نے مذہب کی رعایت کی برکت سے۔ کہ مذہب سے منتقل ہونا الحاد ہے۔ مقتدی کے ترکِ قراءت کے بارے میں مذہبِ حنفی کی حقانیت ظاہر فرمادی۔ ۱۲

(۳)- ترجمہ: بلکہ مذاہب اور طرق کو عطاروں کی دوکانوں کی طرح سمجھنا چاہیے اور اپنے کو محمدی لشکر میں چلنے والوں کی طرح رکھنا چاہیے، تو جیسے فوجیوں کے لیے عنوان سپہ گیری شعار ہے اور سلطان کا بول بالا کرنا ان کا کروبار، انھیں جب کسی دوا کی ضرورت ہوتی ہے، جس دوکان سے بھی ملے لے لیتے ہیں۔ ۱۲

گی کیوں کہ مثلاً ایک امام کے نزدیک ایک چیز حلال ہے اور دوسرے کے نزدیک وہی چیز حرام ہے سو حلت و حرمت دونوں کا معتقد ہونا پڑے گا، جو بالاتفاق حرام ہے۔ علاوہ یہ کہ جس وقت اس نے ایک عطار کو اپنی سمجھ میں ایسا جانا کی دوا بہت عمدہ دیتا ہے اور تشخیص بھی خوب کرتا ہے اور وہ یا اس کی دوکان ہر جگہ اور ہر وقت مل سکتی ہے، پھر اب کیا ضرور ہے کہ دوسری دُکان تلاش کرے، اور بر تقدیر تلاش ضرور ہوگا کہ اپنے عطار معتبر کو غیر معتبر سمجھے گا، یا اس سے مستغنی ہوگا، جس سے اس کا خود اعتبار جاتا رہے گا اور اکثر سپاہیوں کے مخالف ہو کر دشمنی پیدا کرے گا، پس ایسی مثالیں دینی اپنے موقع پر نہیں اور یہ کہنا مولوی صاحب کا:

"وعنوان و شعار خود محمدیت خالصہ وتسنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بمذہب خاص و انسلاک درطریقۂ مخصوصہ۔ انتہیٰ۔" (۱)

عجیب بات ہے، جتنے فرقے امتِ محمدیہ کے ہیں سب اپنے تئیں محمدی خالص کہتے ہیں، تاہم امتیاز مذہب کا کرتے ہیں بدون امتیاز کے حق و باطل میں تمیز کی صورت اور کون ہوگی، اسی واسطے امت محمدیہ کے تہتر فرقے علاحدہ علاحدہ ممتاز ہیں اور بقول مولوی صاحب رافضی اور کفار سے تمیز ہونی چاہیے، حالاں کہ رافضی بھی محمدی اپنے تئیں کہتے ہیں، پھر اگر محمدی مشہور کرے گا تو رافضی سے بھی تمیز نہ ہوگی، گو کفار سے ہو جائے اور لا مذہب جو اپنے تئیں مذہب محمدی سے مشہور کرتے ہیں غالباً اسی قول مولوی صاحب سے سند پکڑتے ہیں، لیکن بقول استاد مولوی صاحب یعنی بقول شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے اپنے تئیں مذہب انبیا اور ملائکہ اور خدا سے نسبت کرنا بڑی بے وقوفی ہے چناں چہ تحفۂ اثنا عشریہ میں ہے جو ردِ شیعہ میں لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

"لہٰذا مذہب را بسوے خدا و جبریل و ملائکہ وانبیا نسبت کردن کمال بے خردی ست۔ انتہیٰ۔" (۲)

اور مذہب کے معنیٰ کی تحقیق اور دربارۂ ائمۂ اربعہ شیعہ کے اعتراض کے جواب ان کی عبارت کے تحت آگے آرہا ہے۔

اور بے وقوفی کی وجہ یہ ہے کہ مذہب اور چیز ہے اور دین اور چیز ہے، گو لغت میں ایک ہیں پر اصطلاح اہل شرع میں مذہب اور چیز ہے، یہاں اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ بہ اعتبار اصطلاح شرع مذہب اور دین میں نسبت صنف اور نوع کی ہے، یعنی مذہب صنف ہے اور دین نوع، پس ظاہر ہے کہ جب نوع بولیں گے تو جمیع اصناف کو شامل ہوگا، تخصیص کسی صنف کی بدون قرینہ بینہ کے ممکن نہیں، سو اس کی مثال عام فہم یوں سمجھ لینی چاہیے کہ مثلاً ایک شخص ہندوستانی پنجاب میں گیا، وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اس نے کہا کہ میں خالص ہندوستان کا رہنے والا ہوں، تب پھر انھوں نے کہا کہ ہندوستانی ہونا آپ کا تو ظاہراً معلوم ہوتا ہے پر یہ بتلایئے کہ ہندوستان میں کون سی

---

(۱)- ترجمہ: اور طریقہ اپنا خالص محمدی اور تسنن قدیم رکھنا چاہیے، نہ خاص مذہب اور خاص طریقے پر۔ ۱۲ منہ

(۲)- ترجمہ: اس لیے مذہب میں خدا اور جبرئیل اور فرشتوں اور پیغمبروں کی طرف نسبت کرنا بڑی بیوقوفی ہے۔ ۱۲ منہ

جگہ کے رہنے والے ہو، آیا دہلی یا لکھنؤ کے یا دوسرے شہر کے۔ پھر وہ صاحب یہی بار بار کہیں کہ میں تو خالص ہندوستانی ہوں، سو اس ہندوستانی کی بے وقوفی میں کیا تامل ہوگا۔ اسی طرح محمدی کہنے میں سب مذہب والے شامل رہیں گے پھر اگر سنی کہے گا جب بھی اس میں چار گروہ ہیں، ان میں تمیز چاہیے، ورنہ غیر مقلدی سے بچنا دشوار ہوگا، جو آج کل جرح وقدح اور طعن کا موجب، اہل سنت کے نزدیک ہے۔ سو بعد تقریر ہذا کے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا کلام جو علما کے موافق ہے وہ معتبر ہے اور وہ تقلید مذہب معین کے بہتر وخوب ہونے کے قائل ہیں اور باقی کلام ان کا اس کے مخالف قابل عمل نہیں کما ھو ظاہر، یا وہ مؤول ہے جیسا کہ ہم نے جابہ جا بیان کیا۔

قال: اور مولوی اسماعیل شہید صراط مستقیم میں فرماتے ہیں، پس در ہر مسئلہ کہ صحیح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دراں نہ کند۔ (ص:۳۶)۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ یہ وہی صراط مستقیم ہے جس کی عبارت پہلے گزری سو واضح ہو کہ یہ کلام مولوی صاحب کا غیر مجتہد میں تو صحیح نہیں، بغیر تقلید کے اس کا حدیث کو صحیح غیر منسوخ جاننا غیر متصور ہے اور فقط اس کا زعم بدون ملکۂ اجتہاد کے پہلے عمل بالحدیث کی رخصت نہیں دیتا، چناں چہ، شاہ ولی اللہ سے بروایت ابن حاجب معلوم ہو چکا، باقی مجتہد میں بھی یہ قول صحیح نہیں، کیوں کہ فقط دو امر کو واسطے صحت عمل کے حجت لکھا ہے، حالاں کہ فقط یہ دو امر کافی نہیں بلکہ غیر معارض اور غیر مرجوح ہونا حدیث کا بھی شرط ہے۔ چناں چہ شرح نخبۃ الفکر میں جو اصولِ حدیث کی کتاب ہے، مذکور ہے:

”پھر حدیث مقبول معمول بہ اور غیر معمول بہ پر منقسم ہے، کیوں کہ اگر معارض سے سالم ہے تو محکم ہے اور اگر کوئی اس کا مثل معارض ہے، سو اگر جمع ممکن ہے تو قسم مختلف الحدیث ہے اور اگر جمع ممکن نہیں تو اس کی تاریخ معلوم ہے یا نہیں، اگر معلوم ہو اور متاخر ثابت ہو تو وہ ناسخ ہوگا اور اول منسوخ اور اگر تاریخ معلوم نہیں تو پھر ایک دوسرے پر کسی کو ترجیح کسی وجہ سے ہے یا نہیں، اگر ترجیح ممکن ہے تو اس پر عمل ہے اور اگر نہیں تو نہیں۔ انتہیٰ ملتقطاً۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا یہ قول اصول محدثین کے مخالف ہے، کیوں کر قابل تسلیم ہوگا؟ ہاں اگر مولوی صاحب ہی کی تقلید بلا دلیل غیر مقلدین پر واجب ہے تو یہ اور بات ہے، دوسرے اگر غیر مجتہد اپنے مجتہد کے قول پر جو اس نے اجتہاد سے کہا ہے، ظاہر حدیث کے خلاف عمل کرے گا تو بھی موافق قول مولوی صاحب کے جو ایضاح الحق میں پہلے لکھ چکے ہیں، سنتِ حکمیہ پر عمل ہوگا، بدعت ہرگز نہ ہوگا، پس اس قول مولوی صاحب کو جو اکابر علمائے محققین کے موافق ہے، لینا صحیح ہے اور جو قول خلاف ہو اس کی تاویل کرنا چاہیے، اور اگر تاویل بھی ممکن نہیں تو اس کا ترک ضروری ہے، ورنہ تقلید میں بلا دلیل قدم دھرنا ہوگا، اور الٹا الزام اٹھانا پڑے گا۔

---

(۱)-شرح نخبۃ الفکر، مطبع فاروقی، دھلی، ص: ۳۰ تا ۳۳. ۱۲ منہ

قال: ایضاح الحق میں دوسری جگہ صفحہ ۲۶؍ میں بھی تقلید شخصی کے رد کا مضمون مولوی اسماعیل شہید نے خوب بسط سے لکھا ہے۔

اقول: خوب ہوا کہ نہ لکھا ورنہ اس کا جواب بھی پورا پا لیتے۔

قال: اور بحر العلوم عبد العلیم لکھنوی حنفی نے شرح تحریر میں لکھا ہے کہ تخصیص ایک مجتہد کے عمل کے باب میں دھینگا دھینگی ہے، اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے، بلکہ یہ تو شریعت کا بدل ڈالنا ہے۔ الخ۔ (ص:۲۸)

اقول: وباللہ التوفیق۔ ان کا یہ کلام اکثر علمائے محققین کے مخالف ہے، چناں چہ پیش تر ہم امام غزالی وغیرہ علما سے لکھ چکے ہیں کہ انھوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم پر امام شافعی کی تقلید واجب ہے اور تمھارا عذر خدا کے یہاں کوئی نہیں (کیوں کہ تم غیر مجتہد ہو) اور مذہب معین میں بڑی مصلحتیں ہیں، شریعت کا بدل ڈالنا ہرگز نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ امتِ محمدیہ امر باطل پر مجتمع ہے اور یہ خلاف صریح حدیث نبوی ﷺ ہے کہ آپ نے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّةَ مُحَمَّد عَلَى ضَلاَلَةٍ." (۱)

یعنی اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ کو گم راہی پر مجتمع نہ کرے گا، اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور امت میں ائمۂ مجتہدین کی مقبولیت سے یہ واضح حکم ملتا ہے کہ ان کی تابع داری ہو، چناں چہ حدیث نبوی ﷺ:

"إِتَّبِعُوْا السَّوَاد الْأَعْظَمَ فإنهٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِيْ النَّار. رواه ابن ماجة." (۲)

یعنی جماعت عظیم (مسلمانوں) کی تابع داری کرو، جس نے جماعت عظیم مسلمانوں کی تابع داری نہ کی تو وہ جہنم میں پڑے گا، اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اس پر دال ہے کہ اکثر مسلمانوں کا اتباع لازم ہے اور ان کا طریقہ لائق عمل ہے اور یہ خوب ظاہر ہے کہ دوسری صدی یا تیسری بعد کے مسلمان مذاہب ائمہ اربعہ پر مجتمع ہوئے اور معین مذہب کی تقلید نے رواج پایا اور اس میں مصلحت عظیم ہے جس کو محققین علما مثل شاہ ولی اللہ نے بیان فرمایا ہے، الغرض ان کا یہ کلام اکثر علمائے محققین کے اقوال کے خلاف ہے اور خود مولانا بحر العلوم مشہور حنفی ہیں، پھر مذہب واحد کی تخصیص کے انکار کے کیا معنیٰ ہیں۔ بلکہ علمائے محققین کے اتفاق کو خواہ وہ کسی زمانے میں ہو، اجماع کی طرح حجت بتاتے ہیں، چناں چہ شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

---

(۱)- ترمذي، ابواب الفتن، باب في لزوم الجماعة، ج:۲، ص:۳۹، مجلس بركات، أشرفيه، مبارك پور. ۱۲

(۲)- مشكوٰة، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، فصل ثاني، ص:۳۰، مجلس بركات أشرفيه مبارك پور. ۱۲

”علاوہ یہ کہ اتفاق علمائے محققین کا خواہ کسی زمانے میں ہو اگر چہ وہ غیر مجتہد ہوں، اجماع کی طرح حجت ہے، کیوں کہ عقل اس بات کا انکار کرتی ہے کہ اُن کا اجتماع (کسی امر پر) بغیر دلیل واضح کے دین میں ہو جائے خواہ انھوں نے اپنے مجتہدوں سے سنا ہو یا نہیں۔ انتہیٰ“(۱)

اور خوب ظاہر ہے کہ مدتوں سے علمائے محققین عرب وعجم کا اس پر اتفاق ہے کہ مذہب معین کی تقلید ضروری ہے، سو حجت کیوں کر نہ ہو گا اور دین کا بدلنا ہرگز نہ ہو گا، کیوں کہ سب ائمۂ دین ہدایت پر ہیں، جس امام کی تابع داری ہمیشہ کرتا رہے گا، ہدایت پر رہے گا، ورنہ آزادی کا طوق پہن کر جو جی میں آئے گا کرے گا اور فرقۂ محدثہ میں داخل ہو جائے گا اور اتباع اس کا بالرائے ہو گا، جس کی ممانعت قرآن وحدیث سے ظاہر و باہر ہے، چناں چہ پیش تر اس کا حال بخوبی بیان ہو چکا اسی واسطے علمائے محققین نے ایسے لوگوں کو تعزیر دینے کا حکم دیا ہے، جو کہ بدون ملکۂ اجتہاد کے دوسرے کے مذہب کو اختیار کریں، پس معلوم ہوا کہ ان کا یہ قول علمائے محققین بلکہ خود اپنے قول وعمل کے خلاف ہے، تو حجت کیوں کر ہو گا؟

قال: اور شیخ ابن الہمام حنفیوں کے رئیس نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ آپ پر خاص ایک معین مجتہد کے قول وفعل کو لازم پکڑنے سے اس کی تقلید واجب ہونے پر کوئی بھی تو دلیل نہیں بلکہ دلیل کا مقتضا تو یہ ہے کہ خواہ کوئی سا مجتہد ہو اس کے قول پر جس مسئلے میں حاجت پڑے عمل کیا جاوے۔ الخ (ص:۳۰)۱۲

اقول: وباللہ التوفیق۔ ابن الہمام نے فقہا و اصولیین کا قول بھی نقل کیا ہے جس کو مؤلف بہ تقلید صاحب معیار چھوڑ گیا اور وہ یہ ہے:

”وَقَالُوا الْمُنْتَقِلُ مِنْ مَذْهَبٍ إِلَى مَذْهَبٍ آخَرَ بِاجْتِهَادٍ وَبُرْهَانٍ آثِمٌ يَسْتَوْجِبُ التَّعْزِيرَ فَبِلَا اجْتِهَادٍ وَبُرْهَانٍ أَوْلَى.“ انتهیٰ. (۲)

یعنی فقہا نے کہا ہے کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانے والا جب کہ بسبب دلیل اور اجتہاد کے (اور مقصود اس دلیل و اجتہاد سے اس کی اپنی تلاش اور سمجھ ہے، اجتہاد اصطلاحی نہیں، کیوں کہ اس کو وہ حاصل نہیں، ایسا ہی ابن الہمام نے کہا ہے) گنہگار ہے اور موجب تعزیر دینے کے ہے تو بغیر دلیل اور اجتہاد (مذکور) کے بطریق اولیٰ مستحق تعزیر ہو گا۔ انتہیٰ۔

---

(۱)- فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، خاتمة: الاجتهاد بذل الطاقة من الفقيه، مسألة في جواز افتاء غير المجتهد بمذهب مجتهد الخ. ج:۲، ص: ٤٣٦. دار الكتب العلمية، بيروت. ۱۲

(۲)- فتح القدير، كتاب ادب القاضي، ج:۷، ص:۲۳۸، مركز اهل سنت، بركات رضا، گجرات. ۱۲

اور ان کے کلام کی توجیہ یوں کرتے ہیں: ”غالباً یہ ہے کہ ایسے ایسے الزامات فقہا کی طرف سے اس واسطے ہیں کہ لوگ رخصتوں کی تلاش سے باز رہیں۔ انتہیٰ۔“

اب تطابق یوں ہوگا کہ فقہا کا کلام مقلد عامی کو رخصت کی تلاش سے منع کرتا ہے، کیوں کہ اس میں تقییدات شرعی جاتی رہیں گی اور حلت وحرمت اٹھ جائے گی، چناں چہ پہلے اس کا ذکر بار بار ہو چکا اور ابن الہمام کا کلام اس میں ہے کہ اگر قصد تلّہی (دل بہلانا) وغیرہ نہ ہو بلکہ غرض محمود ہو تو جائز ہے یا ضرورت کے وقت یا یہ پہلے زمانے کا حال بیان کیا ہو اگر چہ یہ دلیل جو ابن الہمام نے ذکر کی ہے، اس بات پر دال ہے، لیکن دوسری دلیل جو کہ اجماع پر دال ہے، وہ اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ تقلید مذہب معین اختیار کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں اتباع سواد اعظم ہے اور ابن الہمام کی دلیل پہلے زمانے پر محمول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جگہ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ جب قاضی مجتہد بھول کر اپنے مذہب کے خلاف حکم کرے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حکم نافذ ہے اور اگر عمداً خلاف کرے تو نافذ نہیں اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں نافذ نہیں اور بعض فقہا نے فتویٰ قول امام پر دیا ہے اور بعض نے قول صاحبین پر، اور ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگوں پر اتباعِ ہوا غالب ہے اب جو کوئی اپنے مذہب کے خلاف حکم کرے گا تو سوا اتباع باطل کے نہ ہوگا تو چاہیے کہ دونوں صورتوں میں اس وقت قولِ صاحبین ہی مختار ہو چناں چہ عبارت اس کی یہ ہے:

”وَالْوَجْهُ فِيْ هٰذا الزَّمَانِ اَنْ يُفْتي بِقَوْلِهِمَا لِاَنَّ التَّارِكَ لِمَذْهَبِه عَمَدًا لَايَفْعَلُه اِلَّا لِهَوًيْ بَاطِلٍ لَا لِقَصْدٍ جَمِيْلٍ.“ انْتهٰي. (۱)

”یعنی اس زمانے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کیوں کہ اپنے مذہب کو جان کر چھوڑنے والا سوائے خواہش باطلہ کے نہ چھوڑے گا۔ انتہیٰ“

اور شامی میں ہے:

”وَفِيْ اٰخِرِ التَّحْرِيْرِ لِلْمُحَقِّقِ ابْن الْهُمَامِ مَسْئَلَةٌ لَايَرْجِعُ الْمُقَلِّدُ فِيْمَا قَلَّدَ فِيْهِ اِتِّفَاقًا.“ انتهیٰ. (۲)

”یعنی محقق ابن الہمام کی آخر تحریر میں ہے کہ مقلد جن مسائل میں کہ ایک کی تقلید کر چکا ان میں اتفاقاً رجوع جائز نہیں انتہیٰ۔“

---

(۱)- فتح القدير، كتاب ادب القاضى، كتاب القاضي الي القاضي، فصل آخر، ج:۷، ص:۲۵۸، امام ابن همام مركز اهل سنت، بركات رضا، پور بندر.

(۲)- رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فيما إذا ارتحل إلى غير مذهبه، ج:٤، ص:۸۰، دار الفكر، بيروت.

اور اسی تحریر میں فرماتے ہیں:

”اجماع اس پر منعقد ہوگیا ہے کہ جو مذہب ائمہ اربعہ کے مخالف ہو اس پر عمل جائز نہیں ہے انتہی۔“(۱)

اور بالفرض اگر مخالف بھی ہیں تو بھی فقہاے اصولیین کے مقابل ابن الہمام کیوں کر ہو سکتے ہیں اور مقلد ہونا شیخ ابن الہمام کا معروف و مشہور ہے۔

قال: کہا امام نووی نے دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ تعیین (مذہب) لازم نہیں بلکہ جس سے چاہے اور جس سے اتفاق پڑے فتویٰ پوچھ لے پر سہل نہ ڈھونڈا کرے۔ ص:۳۱

اقول: وباللہ التوفیق۔ سید سمہودی نے پوری عبارت امام نووی شافعی کی نقل کی ہے۔ وہ یہ ہے:

”سو اس بنا پر اس کو لازم ہے کہ ایک مذہب کو پسند کر لے اور ہر مسئلے میں اسی کی تقلید کرے اور نہیں جائز ہے دوسرے مذہب کا (جو مذکور ہوا ہے) اختیار کرنا بہ مجرد خواش نفس کے اور نہ اس کو کہ اپنے باپ دادا کو اس پر پایا ہے، یہ کلام ہمارے اصحاب فقہا کا ہے اور جس کو دلیل چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ مذہب معین اس کو لازم نہیں بلکہ جس سے چاہے فتویٰ پوچھ لے لیکن سہل کی تلاش نہ کرے اور شاید کہ جس نے منع کیا ہے وہ اس کے عدم تتبع رخصت اور سہولت پر یقین نہیں کرتا۔ انتہیٰ۔“(۲)

پس اول اخیر کی عبارت چھوڑ دی، اگر ذکر کرتا تو حقیقت معلوم ہوتی۔ بے شک جب یقین اس بات کا متصور نہیں تو انتقال بغیر ملکۂ اجتہاد کے جائز نہ ہو گا، دوسری جگہ نووی کا کلام اس کے مخالف ہے۔ چناں چہ ”روضۃ الطالبین“ (۳) میں ہے:

”اَمَّا الْاِجْتِهَادُ الْمُطْلَقُ فَقَالُوْا إِخْتَتَمَ بِالْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ حَتّٰى أوجبوا تقليد واحد من هٰؤلآءِ على أمة و نقل إمام الحرمين الإجماع عليه .“ انتهىٰ.

یعنی فقہا کا قول ہے کہ اجتہاد مطلق تو ائمۂ اربعہ پر ختم ہو گیا، یہاں تک کہ اب امت پر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ اور امام الحرمین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ انتہیٰ۔

تیسرے فقط ان کا قول جمیع فقہا و غیرہ پر ترجیح کیوں کر رکھتا ہے۔

چوتھے جو شخص ان کی شرح مسلم سے واقف ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ امام نووی جیسا کوئی پکا شافعی کم ہو گا۔

---

(۱)- انتصار الحق، ص: ۷۲.

(۲)- انتصار الحق، ص: ۲۳۵. ۱۲ منه

(۳)- عبارت شرح وقایہ کی...... مقدمے میں مولوی وحید الزماں نے نقل کی ہے۔ ۱۲ منہ

بخاری ومسلم کی صحیح صحیح حدیثوں کے خلاف اپنے مذہب پر جمے رہتے ہیں اور وہ معذور ہیں، کیوں کہ مقلد ہیں مجتہد نہیں، پھر اوروں پر ان کا یہ کلام کیوں کر حجت ہو گا جب، خود ان کا عمل اس پر نہیں۔

پانچویں اس دلیل کا تقاضا اگرچہ یہ ہے، مگر دوسری دلیل کہ اتباع سبیل مومنین کا ارشاد کر رہی ہے جس کو اجماع کہا جاتا ہے، وہ تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مذہب معین کی تقلید ہونی چاہیے، کیوں کہ امت محمدیہ کا جمع ہونا کسی امر دین پر دلیل قطعی ہے اس پر کہ ان کا اتباع کیا جائے۔

قال: اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ بعض شخص مقلد ہوکر اپنے امام کے قول کی پیروی کرتا ہے باوجود ے کہ اس کا مذہب دلائل سے الگ ہوتا ہے، گویا کہ وہ امام، پیغمبر ہے، اس کی طرف مرسل ہوا ہے۔ الخ (ص:۳۱)

اقول: وباللہ التوفیق۔ اگر یہ بعض شخص مجتہد ہے گو فی بعض المسائل یا اصحاب الترجیح سے ہے پھر بھی دلیل واضح کے باوجود جو اس کو نظر کرنے سے دلائل میں ملی ہے عمل نہیں کرتا تو البتہ یہ حکم اس کے حق میں ممکن ہے اور اگر غیر مجتہد ہے تو خود شاہ صاحب اس کے حق میں ظاہر حدیث پر عمل کرنا ناجائز نقل کرتے ہیں۔ چناں چہ عقد الجید میں ابن الحاجب سے نقل کرتے ہیں:

وَ فِيْ الْمَسْئَلَةِ قَوْلٌ اٰخَرُ وَ هُوَ أَنَّهٗ إِذَا لَمْ يَجْتَمِعْ اٰلَاتُ الْإِجْتِهَادِ لَا يَجُوْزُ لَهٗ الْعَمَلُ عَلَى الْحَدِيْثِ بِخِلَافِ مَذْهَبِهٖ لِأَنَّهٗ لَا يَدْرِيْ أَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ أَوْ مُؤَوَّلٌ أَوْ مُحْكَمٌ مَحْمُوْلٌ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَمَالَ إِلٰى هٰذَا الْقَوْلِ إِبْنُ الْحَاجِبِ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ وَ تَابِعُوْهٗ. انتھیٰ. (۱)

اور مسئلے میں ایک اور قول ہے، وہ یہ ہے کہ جس وقت تک اجتہاد کے اسباب موجود نہ ہوں، حدیث پر عمل کرنا خلاف مذہب کے جائز نہیں، کیوں کہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا مؤول یا محکم اپنے ظاہر پر ہے اس قول کو ابن الحاجب نے اپنی مختصر میں اختیار کیا اور ان کے متبعین کا بھی یہی قول ہے۔ انتہیٰ۔

اور واضح ہو کہ شاہ صاحب نے جو اس کا جواب دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متبحر فی المذہب کو جائز ہے سو متبحر فی المذہب کا حال دوسری روایتِ شاہ صاحب میں آتا ہے کہ اس کو اپنے اصحاب کے مذاہب پر فتویٰ دینا چاہیے، پس یہ قول جو مؤلف نے نقل کیا ہے غیر مفید ہے اور محمول ہے مجتہد فی بعض مسائل پر۔

قال: عقد الجید میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے کہا ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ تقلید حرام ہے. اور کسی کو حلال

---

(۱)- عقد الجيد باب اختلاف الناس فى الاخذ بهذه المذاهب الاربعة و ما يجب عليهم ، فصل في المتبحر في المذهب وهو الحافظ لكتب مذهبه و فيه مسائل، ص:٤٤، المكتبة الحقيقة، تركي. ۱۲

نہیں کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے۔ ص:۱۳۱۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ یہاں پر بھی مؤلف نے اپنی بے علمی اور دھو کا ظاہر کیا بلکہ شاہ صاحب پر افترا کیا ہے، عقد الجید کو کوئی صاحب خود دیکھ لیں کہ شاہ صاحب نے اول جہاں بیان کیا ہے کہ مذاہب اربعہ کے عمل میں بڑی مصلحت ہے اور اس کی تین وجہیں بیان کی ہیں، بعد اس کے گویا کوئی شبہہ کرتا تھا کہ ابن حزم نے تو تقلید کو حرام کہا ہے، آپ کس طرح حرام چیز میں مصلحت بیان فرماتے ہیں، پس اس دفع دخل کے لیے شاہ صاحب نے یہ عبارت بیان کی:

"فَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ ابْنُ حَزَم حَيْثُ قَالَ التَّقْلِيْدُ حَرَامٌ إِلٰى اٰخِرِهٖ."

یعنی جب ہم نے یہ تین مصلحتیں بیان کیں تو اب یہ سمجھو کہ وہ جو ابن حزم کا میلان ادھر ہوا ہے اور کہتا ہے کہ تقلید حرام ہے۔ الخ۔

"اِنَّمَا يَتِمُّ فِيْ مَنْ لَهٗ ضَرْبٌ مِّنَ الْإِجْتِهَاد وَلَوْ فِيْ مَسْئَلَةٍ وَاحِدَةٍ وَفِيْمَنْ ظَهَرَ عَلَيْهِ ظُهُوْرًا بَيِّنًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِكَذَا أَوْ نَهٰى عَنْ كَذَا وَ أَنَّه لَيْسَ بِمَنْسُوْخٍ." انتھیٰ.(۱)

یعنی اس کا یہ کہنا کہ تقلید حرام ہے، اس شخص کے حق میں ہو سکتا ہے کہ جس کو کسی قسم کا اجتہاد ہو، اگر چہ ایک ہی مسئلے میں ہو اور اس کے حق میں بھی ہو سکتا ہے جس کو ظہور بین (بہ باعثِ اجتہاد) اس امر کا ہو کہ نبی ﷺ نے اس بات کا امر کیا ہے یا اس کام سے منع کیا ہے اور وہ منسوخ نہیں ہے، انتہیٰ۔

اب غور کر کے دیکھو کہ یہ کلام شاہ صاحب سند میں لائے ہیں یا اس کا جواب دینے کے واسطے لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ بدون اس تاویل کے ان کا یہ کلام ناقص ہے اور غیر مقبول، پس جس کو مؤلف اپنے موافق دلیل سمجھ کر لایا ہے، الٹ کر مؤلف کے خلاف پڑ گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

باقی عبارتیں عقد الجید و انصاف و فیوض الحرمین کی سن لینی چاہئیں، جن سے جمیع کلام شاہ ولی اللہ صاحب کا جو مؤلف لایا ہے جواب شافی ہو جائے گا اور دانا آدمی تطبیق دے دیں گے۔

عقد الجید میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

---

(۱)- عقد الجید باب تأکید الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتشدید فی ترکها والخروج عنها، ص:۳۸، المکتبة الحقیقة، ترکی، ۱۲

مذاہبِ اربعہ پر عمل سے متعلق اختلاف اور اس کا بیان جو لوگوں پر واجب ہے

"اس بات کو جانو کہ لوگ ان مذاہب پر عمل کرنے میں چار مراتب پر ہیں:

اول تو مجتہد مطلق کا مرتبہ ہے جس کو صاحبِ مذہب کہتے ہیں۔ **دوسرا** مرتبہ مخرج کا، اور وہ مجتہد فی المذہب ہے۔ اور **تیسرا** مرتبہ متبحر فی المذہب کا کہ مذہب کو حفظ کرے اور جس پر یقین ہو فتویٰ دے اور اپنے فقہا کے مذہب کو یاد کرے۔ اور **چوتھا** مرتبہ صرف مقلد کا ہے کہ علمائے مذاہب سے (یعنی حنفی حنفی سے اور شافعی شافعی سے) فتویٰ پوچھے، اور ان کے فتوے پر عمل کرے، اور فقہا کی کتابیں ان مراتب کے شروط سے بھری پڑی ہیں۔ انتہی۔" (۱)

اب دیکھو کہ متبحر فی المذہب اور مقلد محض پر اپنے مذہب کے فقہا کی تقلید اور مقلد صرف پر اپنے مذہب کے علما سے فتویٰ لینا بیان فرماتے ہیں۔

اور **تیسری جگہ** عقد الجید میں لکھا ہے:

"وَالْمُرَجَّحُ عِنْدَ الْفُقَهَآءَ أَنَّ الْعَامِيّ الْمُنْتَسِبَ إِلٰى مَذْهَبٍ لَهٗ مَذْهَبٌ وَلَا يَجُوْزُ لَهٗ مُخَالَفَتُهٗ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ مُنْتَسِباً إِلٰى مَذْهَبٍ فَهَل يَجوز أن يَتَخَيَّرَ وَيَتَقَلَّدَ أَيَّ مَذْهَبٍ شَاءَفِيْهِ خِلَافٌ." انتهىٰ.(۲)

اور فقہا کے نزدیک غلبہ اس بات کو ہے کہ عامی (غیر مجتہد) کہ کسی مذہب کی طرف منسوب ہو تو اس کو اسی مذہب پر رہنا چاہیے اور اپنے مذہب کی مخالفت کرنا اس کو جائز نہیں اور اگر کسی مذہب کی طرف منسوب نہیں تو پھر اس کو جائز ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے۔ انتہیٰ۔

سو جو فقہا ایسے شخص کو بھی ایک مذہب کی طرف منسوب نہیں فرماتے وہ موافق ہیں جمہور علما کے کہ اتفاق ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید پر ہوا ہے۔

چوتھی جگہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

"اور الکیا الہریسی نے کہا کہ عامی پر واجب ہے کہ مذہب معین کو لازم کرے اور جمع الجوامع میں اس بات کو اختیار

---

(۱)- عقد الجيد، باب اختلاف الناس في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة و ما يجب عليهم من ذلك، ص:۳۹- المكتبة الحقيقة، تركي

(۲)- ايضاً، فصل في العامي، (باب) وهذا الذي ذكرناه، ص: ۵۰-

کیا ہے کہ مذہب معین واجب ہے اور نہ اختیار کرے بمجرد خواہش نفس کے بلکہ کسی مذہب کو اختیار کر لے اور ہر مسئلے میں اس مذہب پر عمل کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ یہ مذہب اور مذہبوں سے غالب ہے یا مساوی اور اس بات کا عقیدہ نہ رکھے کہ یہ مذہب مغلوب اور ضعیف ہے۔" انتہیٰ(۱)

پانچویں جگہ عقد الجید میں ہے، احتساب میں کہا ہے:

"اگر شافعی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ نبیذ پیتا ہے اور نکاح بغیر ولی کے کرتا ہے تو اس کو اس پر انکار کرنا چاہیے، اس لیے کہ ہر مقلد کو اپنے مجتہد کی پیروی لازم ہے اور اس کی مخالفت سے گنہ گار ہوتا ہے۔ اور اگر شافعی کسی حنفی کو دیکھے کہ سوسمار کھاتا ہے.... سو اس کو چاہیے کہ اس سے یہ کہے کہ یا تو اس بات کا عقیدہ رکھ کہ مذہب شافعی کی تابع داری اولی ہے یا اس کو کھانا چھوڑ دے (اس لیے کہ مذہب حنفی میں سوسمار جائز نہیں)۔ انتہیٰ"(۲)

چھٹی جگہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

"سراجیہ میں ہے، پھر فتویٰ مطلقاً قول امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ پر ہے، پھر قول ابی یوسف رحمہ اللہ پر، پھر قول محمد رحمہ اللہ پر، پھر زفر رحمہ اللہ کے قول پر پھر حسن بن زیاد رحمہ اللہ پر (یہ سب امام کے شاگرد ہیں) اور بعضوں نے کہا ہے کہ جس وقت امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ ایک طرف ہوں، اور صاحبین دوسری طرف تو مفتی کو اختیار ہے، اور جب مفتی مجتہد (فی المذہب) نہ ہو تو اول اصح ہے، کیوں کہ امام اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عالم تھے، یہاں تک کہ امام شافعی فرماتے ہیں لوگ سب کے سب فقہ میں امام ابی حنیفہ کے کنبہ ہیں (یعنی سب فیض یاب امام سے ہیں)۔" انتہیٰ۔(۳)

ساتویں جگہ عقد الجید میں مذاہب اربعہ عمل کے بارے میں فرماتے ہیں:

باب ان چاروں مذاہب کے اتباع کی تاکید اور ان سے علاحدہ ہونے کی جو ممانعت میں۔

"جان لینا چاہیے کہ ان چاروں مذاہب کی اتباع میں جو مروج اہلِ اسلام ہے، بڑی مصلحت ہے، اور ان سب سے جدا ہونے میں (مثل غیر مقلدین کے) بڑا ہی فساد ہے، اور ہم اس کو کئی طرح سے بیان کرتے ہیں۔

---

(۱)- عقد الجید، باب اختلاف الناس في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة و ما يجب عليهم من ذلك، ص:۵۰ - المكتبة الحقيقة، تركي

(۲)- ایضاً، باب اختلاف الناس في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة و ما يجب عليهم في ذلك، فصل في المتبحر في المذهب و هو الحافظ لكتب مذهبه، و فيه مسائل، ص:۴۷ -المكتبة الحقيقة، تركي

(۳)- ایضاًص:۴۸ -المكتبة الحقيقة، تركي

اول یہ کہ امت محمدیہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ معرفت شریعت میں متقدمین پر بھروسا کریں، سو تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر بھروسا کیا۔ ایسے ہی ہر زمانے میں علما اپنے متقدمین پر بھروسا کرتے رہے ہیں۔ اور عقل اس کو عمدہ جانتی ہے، کیوں کہ شریعت بدون نقل اور استنباط کے معلوم نہیں ہوتی اور نقل بغیر اس کے مضبوط نہیں ہوتی کہ اپنے متقدمین سے ہر زمانے میں بالاتصال حاصل کریں اور استنباط میں یہ امر ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کی شناخت ہو، تاکہ ان کے اقوال سے باہر نہ ہو اور اجماع کو نہ توڑے اور اس پر بنا رکھے۔ اور اس میں مدد سابقین سے چاہیے، کیوں کہ جتنے فن ہیں، مثلاً صرف، نحو، طب، شعر اور آہن گری اور تجارت اور زرگری، کسی کو حاصل نہیں ہوسکتے، مگر اسی طرح پر کہ اس کے اہل کی ملازمت اختیار کرے اور ماسوائے اس کے شاذ نادر ہے، اور وقوع میں نہیں، اگرچہ عقلاً جائز ہے۔ اور جب متقدمین کے اقوال پر بھروسا متعین ہوا تو ضرور ہے کہ ان کے اقوال معتبرہ روایاتِ صحیحہ سے مروی ہوں، یا مشہور کتابوں میں جمع ہوں، (مثل کتب فقہ مشہورہ معتبرہ) اور یہ بھی ان میں ہو کہ محتمل میں سے جو راجح ہو اور عموم سے جو خاص ہو، اور مطلق سے جو مقید ہو، بعض موضع میں اس کا بیان بھی ہو، اور جو مختلف ہو اس کو بھی جمع کیا جائے، اور ان کے احکام کی وجہ بیان ہو ورنہ ان پر اعتماد نہ ہوگا، اور زمانۂ متاخرین میں کوئی مذہب اس صفت کا سوائے مذاہب اربعہ کے نہیں پایا جاتا، مگر ایک مذہب امامیہ اور زیدیہ کا ہے (جو شیعہ وغیرہ ہیں) سو وہ بدعتی ہیں ان کے اقوال پر بھروسا نہیں (اسی طرح لامذہبوں کا حال ہے کہ ظاہریہ وغیرہ کی اتباع کرتے ہیں، سو یہ بدعتی، خارق اجماع ہیں ان کے اقوال کا کوئی بھروسا نہیں)۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوادِ اعظم کی تابع داری کرو اور جب سوائے مذاہب اربعہ کے سب مذاہب حقہ مٹ گئے تو ان کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے اور ان سے علاحدہ ہونا سوادِ اعظم سے علاحدہ ہونا ہے۔ انتہیٰ۔" (۱)

شاہ صاحب کے اس کلام سے تین باتیں معلوم ہوئیں کہ ان مذاہب اربعہ سے علاحدہ یعنی کسی کا پابند نہ ہونا تین خرابیوں کا موجب ہے، ایک تو فسادِ عظیم کا ہونا دوسرے جو مذہب کہ ان کے سوا کوئی نکالے وہ بدعتی ہے، تیسرے ان کے سوا اور طریقہ اختیار کرنا سوادِ اعظم سے (جس کی تابع داری کے لیے آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے اتباع مومنین فرض کیا ہے) نکل جانا ہے۔ اور یہ موجبِ وبال ہے۔ سو یہ تینوں باتیں غیر مقلدین میں موجود ہیں، فساد کا ہونا ظاہر کہ برادری میں باہمی ایسا نفاق پڑا کہ چھوٹا بڑا بخوبی جانتا ہے، اور یہ شاہ صاحب کا فرمانا موافق آیت: "وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا" کے ہے، یعنی زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، سو ظاہر ہے کہ اچھی

(۱)- عقد الجيد، باب تأكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة والتشديد في تركها والخروج عنها، ص: ۳۷-المكتبة الحقيقة، تركي

طرح سے اصلاح زمین میں تھی، رافضی، خارجی وغیرہ مدتوں سے علاحدہ ہیں، مگر یہ فرقہ محدثہ لا مذہب لہم نے عمل بالحدیث کے فریب سے لوگوں کو بہکانا اور فساد برپا کرنا شروع کیا۔ دوسرا کوئی لا مذہب یہ نہیں کہتا کہ میں فلاں مذہب پر عمل کرتا ہوں بلکہ اس کو شرک بتاتے ہیں ہر جگہ، کہتے ہیں کہ ہم عامل بالحدیث ہیں، حالاں کہ عامل غیر حدیث ہیں اور مُحدّث نہیں مُحدِث ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ بدون درجۂ اجتہاد کے حدیث پر عمل ممکن نہیں اور ناجائز ہے اور سوائے اس کے خود گم راہ ہونا، اوروں کو گم راہ کرنا ہے۔ یہ امر بھی ثابت ہوا کہ خارج ہونا تقلید ائمہ اربعہ مروجہ سے خروج سوادِ اعظم سے ہے، کیوں کہ سوادِ اعظم انھیں ائمہ اربعہ کی تقلید (معین) پر مجتمع ہے، سو یہاں تک تو روایات عقد الجید کی ہوئیں۔ اب دوسری جگہ انصاف میں فرماتے ہیں:

”قَدْ تَوَاتَرَ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا بَلَغَهُمُ الْحَدِيْثُ يَعْمَلُوْنَ بِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنَّ يُلَاحِظُوْا شَرْطاً، وَبَعْدَ الْمِائَتَيْنِ ظَهَرَ فِيْهِمِ التَّمَذهبُ لِلمجتَهدينَ باعيانهِمْ، وقَلَّ مَن كَانَ لَا يَعتَمِدُ عَلي مَذهَبِ مجتهدٍ بعينهٖ و كانَ هذَا هُوَ الوَاجبُ في ذٰلك الزّمان.“ انتهیٰ.(۱)

یعنی بے شک صحابہ و تابعین سے بہ تواتر یہ بات ثابت ہے کہ جس وقت ان کو کوئی حدیث ملتی تھی بلا لحاظ شرائط اس پر عمل کرتے تھے۔ اور بعد دو سو برس کے (سنہ ہجری سے) اہل سنت وجماعت میں مجتہدین کا مذہب معین ظاہر ہو گیا اور وہ لوگ کم تھے جو مذہب معین پر اعتماد نہ رکھتے تھے (سو کم کا اکثر کے مقابل کیا اعتبار؟) اور یہ مذہب معین کا پابند ہونا اس زمانہ میں واجب ہو گیا. انتہیٰ۔

اگر کوئی شخص کلامِ شاہ صاحب پر اعتراض کرے کہ بعد دو سو برس کے وجوب تقلید مذہب معین کیوں ہوا تو جواب اس کا یہ ہے کہ دیکھو شاہ صاحب نے خود لکھا ہے کہ دو سو برس سے پہلے بدون لحاظ شرائط کے صحابہ و تابعین حدیث پر عمل کرتے تھے، مگر اب دیکھو محدثین متاخرین نے شرائط جو حدیث کے قبول وعدم قبول میں لگائے ہیں ان کے موافق چلنا واجب ہے، ورنہ احادیث کا صحیح و غیر صحیح ہونا معلوم نہ ہو گا، سو جو جواب ان شرائط کے وجوب کا ہے وہی جواب تقلید مذہب معین میں سمجھ لو، بلکہ دوسری جگہ انصاف میں شاہ صاحب ہندوستان وماوراء النہر والوں پر مثلاً امام ابو حنیفہ کی تقلید ان پر جو عامی (غیر مجتہد) ہو واجب فرماتے ہیں اور اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

---

(۱)- كتاب الانصاف في بيان سبب الاختلاف، باب حكاية حال الناس قبل المأة الرابعة و بيان سبب الاختلاف بين الأوائل والأواخر في الانتساب إلى مذهب من المذاهب و عدمه الخ. ص:۱۹، المكتبة الحقيقة، تركي.

ہندوستان اور ماوراء النہر والوں پر مثلاً امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے

"اسی پر ایک امام معین کی تقلید کے وجوب کا قیاس کرنا چاہیے، اس لیے کہ کبھی وہ واجب ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی، پس جب کہ انسان جاہل (غیر مجتہد یا غیر متبحر یا غیر صاحب ترجیح) ہو ملک ہندوستان یا ماوراء النہر میں (مثلاً) اور وہاں کوئی عالم شافعی اور حنبلی اور مالکی نہ ہو اور نہ کوئی کتاب ان مذاہب سے ہو تو اس پر واجب ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تقلید کرے، اور حرام ہے اس پر کہ ان کے مذہب سے نکلے، کیوں کہ اس وقت رسی اسلام کی اپنی گردن سے نکال دے گا، اور مہمل کا مہمل رہ جائے گا۔ بخلاف اس صورت کے کہ وہ حرمین میں ہے، کیوں کہ وہاں پر سب مذاہب کا پہچاننا اس پر آسان ہے۔ انتہیٰ۔"(۱)

لیکن وہاں بھی ایک ہی مذہب کا پابند ہو کر رہے گا، چناں چہ پہلے وجوب معین مذہب کا وجوب مطلق بیان ہو چکا، فرق اتنا ہے کہ وہاں ائمہ اربعہ سے جس کا بھی مذہب اختیار کرے گا ہو سکتا ہے اور یہاں پر یہ نصیب نہیں، پس دیکھو کہ ہندوستان میں حالاں کہ صحاح ستہ وغیرہ اس وقت بھی موجود تھیں، کیوں شاہ صاحب نے اس بات کا امر نہ کیا کہ کسی عالم صحاح ستہ کے دیکھنے والے سے پوچھ کر عمل کرے، بلکہ امام کی تقلید کا حکم کیا اور یہ اس لیے کہ سب جزئیاتِ مسائل فقہیہ اس ملک میں سوائے فقہ امام کے اور کسی امام کے نہیں ہیں اور نہ کوئی عالم شافعی وغیرہ یہاں ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ صرف ونحو کا پڑھنا عجمی لوگوں کو واجب ہے، عرب والوں کو نہیں اور خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت اور بھید سے علما کو تقلید پر جمع کر دیا ہے، چناں چہ تیسری جگہ انصاف میں فرماتے ہیں:

"وَبِالجُملةِ فالتمذهبُ للمجتهدينَ سرٌّ الهمهٗ اللّٰهُ تَعالٰى العُلَماءَ و جَمعهُمْ عليهِ مِنْ حيثُ يشعُرُونَ أولَا يَشعُرونَ. انتهىٰ."(۲)

القصہ مجتہدین کے مذہب پر چلنا ایک بھید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علما کو الہام فرمایا ہے اور اس پر ان کو مجتمع کر دیا ہے، خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں۔ اور "فیوض الحرمین" میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"دوسرا مشاہدہ یہ ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے معلوم کرا دیا کہ حنفی مذہب میں ایک عمدہ طریقہ ہے جو بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں جمع شدہ اور پختہ شدہ سنتِ معروفہ کے بہت موافق ہے۔ اور یہ اس طرح پر ہے کہ

---

(۱)- الانصاف في بيان سبب الاختلاف، باب حكاية حال الناس قبل المأة الرابعة الخ. ص:۲۲، المكتبة الحقيقة، تركي. ۱۲ محمد قاسم

(۲)- ایضاً، ص: ۲۰، المكتبة الحقيقة، تركي. ۱۲ محمد قاسم

عمل کیا جائے قول ثلثہ (امام و صاحبین) پر جو کہ قریب ترجحت میں ہو، پھر اس کے بعد ان حنفی فقہا کا مختار تلاش کیا جائے کہ جو علماے حدیث سے ہیں، پس بعض مسائل جن سے تینوں حضرات نے سکوت کیا ہے اور حدیثیں ان پر دال ہیں، سو ضرور ہے کہ ان کا اثبات ہو اور یہ کل مذہب حنفی ہے۔'' انتہیٰ

یعنی مذہب حنفی اس مجموعہ کا نام ہے پس باطل ہوا جاہلین کا یہ اعتراض کہ کہتے ہیں کہ امام کے شاگرد امام کے مخالف ہیں اور دوسرا جواب اس کا ضمن روایات میں آئے گا اور یہ طریقہ جو شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں مجتہد فی المذہب میں ہے، کیوں کہ اسی کو اتنی تلاش ہوسکتی ہے اور جو شاہ صاحب نے وصیت میں لکھا ہے مجتہد کے حق میں ہو سکتا ہے، ورنہ مرجّح نہیں۔ اب کوئی صاحبِ علم بلکہ اردو خواں بھی سمجھ لے گا کہ شاہ صاحب وجوب تقلید مذہب معین کے قائل ہیں اور جو عبارتیں بظاہر خلاف معلوم ہوتی تھیں ان کی ہم نے تاویل صحیح کر دی، اگر یوں نہ کیا جائے تو دونوں کلاموں کا ساقط ہونا لازم آئے گا اور جو کلام ہم نے نقل کیے ہیں وہ تاویل کے قابل نہیں اور وہ کلام جو مؤلف لایا ہے قابلِ تاویل ہے۔

قال: اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں نیچے آیت: ''مَا اَلفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا'' کے لکھا ہے: دریں آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق۔ اول آں کہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کہ را تقلید می کنی نزد تو محق است یا نے اگر محق بودن و رانمی شناسی پس باوجود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید می کنی و اگر محق بودن او رامی شناس بیپس بہ کدام دلیل می شناسی اگر بہ تقلید دیگرے می شناسی سخن دراں خواہد رفت و تسلسل لازم خواہد آمد و اگر بعقل می شناسی پس آں راچرا معرفت حق صرف نہ می کنی وعار و تقلید برخود گوارامی داری۔ طریق دوم آں کہ کسے را کہ تقلید می کنی اگر ایں مسئلہ را او ہم بہ تقلید دانستہ است پس تو او برابر شدید او راچہ ترجیح ماند کہ تقلید او می کنی و اگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتی تمام می شود کہ تو ہم آں مسئلہ را ہمہاں دلیل بدانی و الا مخالف او باشی نہ مقلد او چوں تو ہم آں مسئلہ رابدلیل دانستی تقلید ضائع شد۔ ص:۳۶

اقول: وباللہ التوفیق۔ یہاں پر پھر مولانا مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی عم فیضہ کی تقریر دل پذیر لکھنا تبرکاً مناسب سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے: مولانا موصوف نے اس مقام پر فقط مشرکین عرب کا حال بیان کیا ہے یا بعض جہال مسلمین کا جو ہنود وغیرہ کے ترک نکاح بیوگان میں پیرو ہیں (اور ایسے ہی تفسیر کبیر میں یہ دلیل ایسی تقلید کے بطلان میں وارد ہے بلکہ شاہ صاحب نے بعینہ اسی کو نقل کیا ہے اور ان کا یہ فرمانا کہ پس آں راچرا در معرفت حق صرف نمی کنی انتہیٰ اسی طرف اشارہ ہے)۔ پس یہ کہنا کہ مقلدین ائمہ اربعہ کا حال مشرکین عرب کے مماثل ہے، ادعاے صرف ہے اور جناب مولانا کے کلام سے استنباط کرنا اس مماثلت کا استنباط مولانا کے کمال قوتِ اجتہادیہ پر شاہدِ عدل ہے (اس مولانا

سے مقصود مولوی نذیر حسین ہے اور یہ ان کا استنباط ثبوت الحق الحقیق میں ہے اور مؤلف نے بھی تقلیداً اس کا ذکر ضروری سمجھا)۔"

حاصل طریق اول کا یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کہ امام کو محق جانتا ہے یا مبطل۔ اگر محق ہونا نہیں جانتا پس باوجود احتمال مبطل ہونے کے کیوں تقلید کرتا ہے اور اگر محق ہونا معلوم ہے پس کس دلیل سے معلوم ہوا، اگر دوسرے شخص کی تقلید سے پس دیگر میں کلام کیا جائے گا اور ایسے ہی شخص ثالث میں حتی کہ تسلسل لازم آئے گا اور اگر محق ہونا عقل سے جانا تو عقل کو معرفت حق میں کیوں نہیں صرف کرتا تا کہ عارِ تقلید سے بچے۔ انتہیٰ۔

اب ہم کہتے ہیں کہ یہ دلیل چار وجہوں سے مخدوش ہے۔

اولاً اس لیے کہ مقلد نے جس عقل سے اجمالاً اپنے امام کا محق ہونا دریافت کرلیا ہے، کیا ضرور ہے کہ وہ عقل احکام اجتہادیہ کی تحقیقات دریافت کرنے میں بھی کافی ہو۔ جناب مولانا کے صدہا متبع اجمالاً ان کو محق جانتے ہیں حالاں کہ احکامِ اجتہادیہ تحقیقاً دریافت کرنے کی ان کو لیاقت نہیں۔

اور **ثانیاً** اس لیے کہ اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس عقل سے اپنے امام کا محق ہونا دریافت کیا ہے اس عقل کو احکامِ تقلیدیہ کے تحقیقاً دریافت کرنے میں صرف کرنا چاہیے تا کہ عار تقلید سے بچ جائے۔ اب اس سے یہ کب لازم آیا کہ اس عقل کے صرف نہ کرنے کی تقدیر پر بھی تقلید کرنا باطل ہے، واجب ہونا تحقیق احکام کا حکم ہے علاحدہ اور واجب یا مستحسن ہونا تقلید کا احکام اجتہادیہ میں بر تقدیر نہ حاصل کرنے، ان احکام کے حکم ہے جدا۔ ایک کے واجب ہونے سے دوسرے کا مطلقاً ترک کرنا کب لازم آتا ہے؟ دیکھو نمازِ جمعہ کا ادا کرنا فرض ہے۔ اب اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ جمعہ کے ادا نہ کرنے کی تقدیر پر بھی ادا کرنا ظہر کا نہ چاہیے، بلکہ جمعہ ادا نہ کرنے کے تقدیر پر ظہر ہی کا ادا کرنا فرض ہوگا۔ اسی طرح جائز ہے کہ احکامِ اجتہادیہ کی تحقیق واجب ہو لیکن اس تحقیق کو ترک کرنے کی تقدیر پر ان احکام میں تقلید ہی کرنا فرض ہو، بلکہ یہی حق ہے اور جناب شاہ صاحب کی عبارت سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، اس لیے کہ عارِ تقلید سے بچنے کا فائدہ صَرفِ عقل فی تحقیق الاحکام پر جب ہی مرتب ہوسکتا ہے کہ بدون صرف کرنے عقل کے عار تقلید لازم ہو ورنہ کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ میں تو بدون تحقیق احکام کے بھی عار تقلید سے بچا ہوا ہوں مجھے تحقیقِ احکام کیا ضرور ہے۔

ثالثاً اس لیے کہ اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ کوئی عامی وجاہل کسی عالم وخواندہ سے کوئی مسئلہ دریافت نہ کرے کیوں کہ جب اس عامی نے کوئی مسئلہ کسی سے دریافت کیا تو اس عامی سے پوچھا جائے گا کہ اس عالم کے محق ہونے کو جانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں جانتا پس باوجود احتمال مبطل ہونے کے کیوں پوچھتا ہے اور اگر جانتا ہے تو کیوں کر اگر کسی

دوسرے سے پوچھ کر تو اس دوسرے میں کلام کیا جائے گا اور ایسے ہی شخصِ ثالث میں حتیٰ کہ تسلسل لازم آئے گا اور اگر عالم کا محق ہونا عقل سے دریافت کیا تو عقل کو معرفت مسئلہ میں کیوں نہیں صرف کرتا تا کہ پوچھنے کے عار سے بچے، حالاں کہ یہ جناب مولانا کے مسلک کے خلاف ہے۔ چناں چہ اس رسالے کے اخیر میں فرمایا ہے کہ:

"جاہل ناواقف پر مسئلہ کا پوچھنا اور سیکھنا فرض ہے۔ انتہیٰ۔"(۱)

اور نیز جناب شاہ صاحب مرحوم کے مسلک کے خلاف ہے انھوں نے اسی تفسیر فتح العزیز میں مجتہدین شریعت کے، اتباع کو عوام امت پر فرض فرمایا ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:

"کسانیکہ اطاعت آں ہا بحکم خدا فرض است شش گروہ اند ازاں جملہ مجتہدین شریعت و شیوخ طریقت اند کہ حکم ایشان بطریق واجب مخیر نیز لازم الاتباع است بر عوام امت۔" انتہیٰ مختصراً (۲)

اور نیز مشرب جناب امام فخر الدین رازی کے مخالف ہے چناں چہ اسی تفسیر کبیر میں جس میں یہ دلیل تحریر فرمائی ہے ارشاد فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْعَامِيَّ يَجِبُ عَلَيْهِ تَقْلِيْدُ الْعُلَمَاءِ فِيْ اَحْكَامِ الْحَوَادِثِ." انتھیٰ.(۳)

رابعاً اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ احکامِ شرعیہ میں جناب رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام کا اتباع باطل ہو، اس لیے کہ جناب رسول مقبول علیہ الصلاۃ والسلام کا محق ہونا اگر کسی کے کہنے سے جانا تو تسلسل لازم آیا اور جو عقل سے جانا تو چاہیے کہ ایسی عقل سے جملہ احکام شرعیہ کا ادراک کریں اور قلادۂ اتباع نبوی کو اپنی گردن سے دور ڈالیں۔

"اور حاصل طریق دوم یہ ہے کہ مقلد جس مسئلے میں تقلید کرتا ہے، اس مسئلے کو امام مقلد نے بالتقلید جانا ہے یا بالدلیل۔ اگر بالتقلید جانا تو مقلد و امام دونوں برابر ہو گئے اور امام کو کچھ ترجیح نہیں رہی، پس مقلد کیوں تقلید کرتا ہے اور اگر امام نے بالدلیل جانا ہے پس تقلید اس وقت تمام ہوتی ہے کہ مقلد نے بھی اس مسئلہ کو بالدلیل جانا ہو وَاِلَّا مخالف امام کے ہوگا نہ مقلد اور جو مقلد نے بھی اس مسئلہ کو بالدلیل جانا تو تقلید ضائع ہوئی۔" انتہیٰ۔

سو یہ دلیل بھی دو وجہوں سے مجروح ہے۔ **اولاً** اس لیے کہ اس دلیل کی بنا اس پر ہے کہ تقلید علم بالدلیل اور عدم علم بالدلیل کا ملزوم ہے یعنی ملزوم نقیضین ہے اور یہ باطل ہے، اس لیے کہ لزومِ نقیضین ہونے کی تقدیر پر تقلید امور

---

(۱)-رسالہ ثبوت الحق الحقیق۔

(۲)-ترجمہ: وہ لوگ جن کی تابع داری خدا کے حکم سے فرض ہے، چھ گروہ ہیں، ان میں سے مجتہدین شریعت اور مشائخ طریقت ہیں ان کا حکم بھی بطریق واجب مخیر عام امت پر واجب ہے۔ ۱۲

(۳)-ترجمہ: بے شک عامی پر احکامِ جزئیات میں علما کی تقلید واجب ہے۔ ۱۲ منہ

مستحیلہ سے ہوگی حالاں کہ تقلید امور اختیاریہ سے ہے اور امورِ اختیاریہ کا مستحیل ہونا باطل ہے۔ وھو ظاہرٌ۔

اور ثانیاً اس لیے کہ اس دلیل سے مطلق تقلید کا اور اتباعِ نبوی کا بھی باطل ہونا لازم آتا ہے حالاں کہ یہ واجب ہے بالاتفاق، اور تقریر لزوم کے ادنیٰ تامل سے ظاہر ہے (یعنی اسی دلیل کو بطلان اتباع مطلق تقلید اور اتباعِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر جاری کر سکتے ہیں۔) انتہیٰ۔

اور یہاں ایک اور دلیل ہے کہ جو مؤلف مصباح الادلہ نے حاشیۂ مصباح پر لکھی ہے اور وہ دلیل عبارت فتح العزیز و تفسیر کبیر سے اخذ کی ہے اور استنباط کیا ہے۔ اگرچہ مولانا کی تقریر سے اس کے ماخذ کا جواب ہوگیا تو جو اس پر متفرع تھا وہ خود باطل ہوگیا، مگر دوستوں کے نشاط خاطر کے واسطے اس کو علاحدہ باطل کرنا مناسب سمجھا، اور مولانا نے بھی اس مضمون کا رد کیا ہے۔ اور وہ دلیل مؤلف مصباح کی یہ ہے:

آپ سے گزارش ہے کہ امام ابو حنیفہ کے قول کا اخذ کرنا کیوں واجب ہے اور اس کو دیگر مجتہدین کے اقوال پر کس نے ترجیح دی ہے تو کیا کہیے گا، اگر یہ کہیے کہ امام صاحب کے قول کو لینا اور دوسرے مجتہدین کے اقوال پر ترجیح دینا کسی دوسرے مجتہد مثل امام محمد کے کہنے سے ہے تو پھر امام محمد کے قول کے واجب الاخذ ہونے میں کلام منتقل ہوگا کہ ان کا قول کس کے کہنے سے واجب الاخذ ہوا اور اس کو اقوال دیگر مجتہدین پر کیوں ترجیح ہوئی، اگر کہیے کسی تیسرے مجتہد کے کلام سے مثل ابی یوسف کے تو پھر اس تیسرے میں کلام کیا جائے گا کہ اس تیسرے کا قول کس کے کہنے سے واجب الاخذ ہوا، اگر کہیے کہ چوتھے کے کہنے سے تو پھر اس میں بھی اسی طرح کلام ہوگا۔ پس آپ اگر اول مجتہد کی طرف رجوع کر کے تشریف لائیں گے اور کہیں گے کہ اس اخیر مجتہد کے قول کا واجب الاخذ ہونا اول مجتہد کے کلام سے لیا ہے تو دور لازم آئے گا اور آگے آگے ہی تشریف شریف چلی جائے گی تو تسلسل جاری رہا اور یہ دونوں امر باطل ہیں تو مجبوراً آپ کو قول و فعلِ رسول کی طرف پھرنا پڑے گا جو عین ہمارا مدعا ہے۔

ہر چہ دانا کند، کند نادان   لیک بعد از تاملِ بسیار   انتہیٰ۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ قطع نظر لزوم اور مفاسد مذکورہ کے ہم ان حضرت سے پوچھتے ہیں کہ صحتِ حدیث صدقِ راوی پر موقوف ہے یا نہیں۔ شق ثانی پر لازم آتا ہے کہ کذاب اور وضاع لوگوں کی حدیثیں بھی مقبول ہوں حالاں کہ وہ بالاتفاق باطل ہیں اور بر تقدیر شق اول ہم پوچھتے ہیں کہ راوی مثلاً امام بخاری کا صادق ہونا کس طرح پر معلوم ہوا، اگر یہ کہیے کہ امام بخاری کا صادق ہونا دوسرے امام مثلاً مسلم کے کہنے سے معلوم ہوا تو پھر امام مسلم کے صادق القول ہونے میں کلام ہوگا۔ اگر کہیے کہ تیسرے محدث مثلاً ترمذی کے قول سے معلوم ہوا تو پھر اس کے صادق ہونے میں یہی کلام ہوگا، پھر اگر یہ کہیے گا کہ ابو داؤد کے کہنے سے تو اس میں یہی کلام شروع ہوگا، پس اگر آپ اول راوی یعنی امام بخاری

کی طرف رجوع کر کے تشریف شریف لائیں گے اور کہیں گے کہ اس اخیر محدث کا صدق اول راوی یعنی بخاری کے قول سے لیا ہے تو حضرتِ دَور سے ملاقات ہوگی اور اگر قدم بڑھا کر آگے آگے ہی تشریف شریف چلی جائے گی تو جناب تسلسل استقبال کریں گے، پس یا تو حضرت کی تشریف امام بخاری کا صدق ڈھونڈتے ڈھونڈتے لا الی النہایہ چلی جائے گی تو تسلسل لازم آئے گا یا لوٹ کر امام بخاری ہی سے صدق دریافت کرے گی، تو دور لازم آئے گا، سو یہ دونوں امر باطل ہیں، پس امام بخاری کا صدق بھی باطل ہوا جس سے احادیث بخاری کی صحت بھی جاتی رہی، سو مجبوراً عقل موید بالنقل ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، جس سے ہم نے اور کل جمہور عقلاے اہل اسلام نے جناب رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور امام معین کی تقلید کو قبول کیا ہے جو ہمارا عین منشا ہے۔

صد سال می تواں سخن زلفِ یار گفت　　　در بند آں مباش کہ مضموں نماندہ است

ایک اور تقریر دل پذیر جناب شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی ہے۔ یہ مذاہب ائمہ پر شیعوں کے طعن کا جواب دیتے ہوئے تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھی ہے۔ اس کو اس مقام پر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے:

"کید ہشتاد و پنجم آں کہ طعن می کنند بر اہل سنت و جماعت کہ ایشاں مذہب ابو حنیفہ و شافعی و مالک و احمد رحمہم اللہ اختیار می کنند و مذہب ائمہ (یعنی دوازدہ امام) را اختیار نمی کنند حالاں کہ ائمہ (مذکور) احق اند باتباع بچند وجہ:

اول ایں کہ اینہا جگر پارۂ رسول ﷺ اند و در خانۂ رسول پرورش یافتہ و آئین و رسوم شریعت را از طفلی یاد گرفتہ و مثل مشہور است کہ اهل البيت ادرى بما فيه۔(۱)

دوم آں کہ حدیث صحیح کہ نزد اہل سنت نیز معتبر ست امر باتباع ایشان وارد شدہ قال رسول اللہ ﷺ "مثل اهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها غرق."

سوم: آں کہ در بزرگی ائمہ و تقویٰ و عبادت و زہد ایشاں متفق علیہ ست سنی و شیعہ ہر دو قائل اند بخلاف دیگراں و ہر کہ بالاتفاق بایں بزرگی ہا موصوف باشد اولی و الیق باتباع ست از کسے کہ در بزرگی او اختلاف باشد۔

جواب ایں کید آں کہ امام نائب نبی ست و نائب نبی صاحب شریعت است نہ صاحبِ مذہب زیرا کہ مذہب نام راہے ست کہ بعضے امتیاں را در فہم شریعت کشادہ شود و بعقل خود چند قاعدہ قرار دہد کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ از ماخذ آں نماید، ولہٰذا محتمل صواب و خطا می باشد و چوں امام معصوم از خطاست (بزعم شیعہ) و حکم نبی دارد نسبت مذہب بہ او نمودن ہیچ معقول نمی شود، ولہٰذا مذہب را بسوے خدا و جبرئیل و دیگر ملائکہ و انبیا نسبت کردن کمال بے خردی ست (چناں چہ لا مذہباں خود را بمذہب محمدی مشہور می کنند پس ایں ہم کمال بے خردی شد) بلکہ

(۱)۔ترجمہ: یعنی گھر کا آدمی جو گھر میں ہو اس کو خوب جانتا ہے۔ ۱۲

فقہاے صحابہ را کہ نزد اہلِ سنت یقین افضل اند از ابو حنیفہ و شافعی رحمہم اللہ صاحب مذہب نمی دانند بلکہ افعال و اقوال آں ہارا ماخذ فقہ و دلائل احکام می شمارند، و آں ہارا وسائط وصول علم شرعی ازغیب می آرند۔ و نیز اتباع فقہاے مذکورین اتباع ائمہ ست کہ ایشان فقہ و مذہب و قواعد استنباط را از حضرات ائمہ فرا گرفتہ اند و سلسلۂ تلمذ خود را بایں بزرگواران رسانیدہ۔ پس رتبۂ ائمہ نزد اہل سنت رتبۂ پیغمبر و صحابۂ کبار است کہ اتباع آں ہا مقصود دارند لیکن نسبت مذاہب باآں ہا نمی نمایند (بجہت عدم معقولیت) و اگر از حال شیعہ نیک بشگافیم ایشاں ہم اتباع کسانے می کنند کہ خود را بائمہ منسوب می سازند و ادعاے اخذ علم از ایشاں می کنند نہ اتباع ائمہ بلاواسطہ ایں قدر تفاوت ست کہ متبوعان اہل سنت در اصول عقائد مخالف ائمہ نہ بودہ اند و ائمہ در حق آں ہا بشارت ہا دادند بخلاف متبوعان شیعہ مثل ہشامین و احول طاق و ابن اعین و امثال ایں ہا کہ صریح در عقائد اصلیہ مخالف ائمہ گزشتہ اند بہ جسمیت باری تعالیٰ وید او و غیر ذٰلک قائل اند و حضرات ائمہ از ایشان تبری نمودہ اند و شہادت بر بطلان عقائد ایشاں دادہ و بہ دروغ گوئی و افترا نسبت کردہ چناں چہ ہمہ ایں مطالب را در باب سوم و چہارم از روایات معتبرۂ شیعہ نقل کردہ خواہد شد و حقیقۃ الامر ایں ست کہ منصب امام اصلاح عالم است و ازالۂ فساد پس در ہر فن کہ قصور یابد آں را تکمیل فرماید وانچہ برروش صواب باشد بر حال خود بگزارد تا تحصیل حاصل و اہمال ضروریات لازم نیاید۔ پس حضرات ائمہ در زمان خود اہم مہمات مقدمۂ سلوک و طریقت را ساختہ اند و مقدمۂ شریعت را بر ذمۂ یاران رشید و مصاحبان حمید خود حوالہ فرمودہ اند و خود متوجہ عبادت و ریاضت و تربیت باطن و تعیین اذکار و اوراد و تعلیم ادعیہ و صلوٰۃ و تہذیب اخلاق و القاے فوائد سلوک بر طالبین و ارشاد بر طریق گرفتن حقائق و معارف از کلام اللہ و کلام رسول مشغول بودہ اند و بسبب ایثار عزلت و حب خلوت کہ لازم ایں شغل شریف ست التفاتے باستنباط و اجتہاد نداشتہ اند لہٰذا دقائق علم طریقت و غوامض حقیقت و معرفت از ایشاں بسیار منقول شدہ و اہل سنت سلاسل ولایت را منحصر در ذوات عالیات ایشاں داشتہ اند و حدیث ثقلین نیز بہ ہمیں طریق اشارہ می فرماید زیرا کہ کتاب اللہ براے تعلیم ظاہری شریعت کافی ست و علم لغت و اصول کہ تعلق بوضع و عقل دارد در امداد فہم شریعت بسندہ است حاجت بارشاد اماے نیست وانچہ محتاج بتعلیم امام است دقائق سلوک طریقت است کہ صراحۃً از کتاب اللہ مفہوم نمی شود و حضرات ائمہ نیز ایں اشارہ را فہمیدہ عنانِ عنایت خود را مصروف ہمیں امر ضروری ساختہ اند و امر اول را بطریق اجمال القا فرمودہ بعلم و عقل مجتہدین واگزاشتہ و لہٰذا باجماع شیعہ و سنی کسے از ائمہ تالیف و تصنیف کتابے و تاصیل اصول و تفریع فروع ہیچ عملے نکردہ تا بکتاب او و فنِّ مدون او استغنا واقع شود بلکہ روایات مسائل و احکام در یاران ائمہ (مثل مجتہدین ائمہ اربعہ و غیرہ) منتشر بودہ اند و قواعد استنباط در جزئیات مخفی و مستور ماند لابد شخصے می باید کہ آں ہمہ روایات را جمع سازد و قواعد را تتبع نمودہ جدا نویسد و آئین و رسم اجتہاد را بنیاد نہد پس معلوم شد کہ چناں چہ نسبت

مذہب باما معنی ندارد ہم چناں اتباع امام بلا واسطہ نیز غیر مجتہد را امکان ندارد لہٰذا مقلد را در اتباع شریعت از توسیط مجتہد ناگزیر است (پس تقلید مجتہد واجب گردید) وشیعہ ہر چند در اول امر اتباع ائمہ را ادعامی نمایند لیکن در مسائل غیر منصوصہ از ائمہ علمائے مجتہدین خود مثل ابن عقیل عضامری وسید مرتضیٰ وشیخ شہید رامتبوع می سازند وبر اقوال آں ہا گو مخالف روایات صحیحہ واخبار بین از ائمہ باشد فتویٰ می دہند، چناں چہ در باب فروع بطریق نمونہ انشاء اللہ نبذی ازاں مسائل مذکور خواہد شد وچوں تقلید مجتہدین کہ بر اقوال او مخالف بعضے از روایات ائمہ بودہ باشند نزد ایشاں ہم جائز شدہ پس اہل سنت را از اتباع ابو حنیفہ وشافعی رحمہم اللہ چہ گناہ لازم(۱) آید بیش ازیں نیست کہ بعضے اقوال ایشاں مخالف بعضے از روایات ائمہ اندو فی الواقع ایں مخالفت باوصف اتفاق در اصول وقواعد ضرورے نمی کند واز حیز اتباع نمی برآرد چناں چہ محمد بن الحسن شبیانی وقاضی ابو یوسف رحمہا اللہ شاگردانِ ابو حنیفہ رحمہ اللہ وتابعان او یند وجا ہا خلاف او اختیار کردہ اند وعلیٰ ہذا القیاس در جمیع مذاہب انتہیٰ۔(۲)

یعنی مکر ۸۵ یہ کہ اہل سنت وجماعت پر طعن کرتے ہیں کہ یہ لوگ ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک واحمد رحمہ اللہ کا مذہب اختیار کرتے ہیں اور مذہب ائمہ کا (یعنی حسنین کا) اختیار نہیں کرتے، حالاں کہ ائمہ مذکور بہت اتباع کے لائق ہیں کئی وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ یہ ائمہ رسول کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور حضرت کے گھر میں پرورش پائی ہے اور طریقے اور رسمیں شریعت کی بچپن سے یاد کرلی تھیں اور مثل مشہور ہے کہ گھر کا آدمی گھر کی چیز خوب جانتا ہے، دوسرے یہ کہ حدیث صحیح میں، جو اہل سنت کے نزدیک بھی معتبر ہے، ان کی تابع داری کا حکم وارد ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا بچ رہا اور جو پیچھے رہا ڈوب گیا، تیسرے یہ کہ ائمہ کی بزرگی اور ان کا تقویٰ اور عبادت اور زہد سب کے نزدیک ہے، سنی شیعہ دونوں قائل ہیں بخلاف اوروں کے۔ اور جو بالاتفاق اِن بزرگیوں سے موصوف ہو بہتر اور بہت لائق ہے کہ اُس کی تابع داری کی جائے، اُس شخص کی بہ نسبت جس کی بزرگی میں اختلاف ہو۔

اس مکر کا جواب یہ ہے کہ امام نبی کا نائب ہے اور نبی کا نائب صاحب شریعت ہے، نہ صاحب مذہب اس لیے کہ مذہب (اصطلاح شرع میں) اس طریقہ کا نام ہے کہ کسی امتی کو شریعت کی سمجھ (خدا کی طرف سے) دی جائے اور وہ اپنی عقل (خداداد) سے چند قاعدے مقرر کرے پھر موافق اُن قواعد کے مسائل شرعیہ کو اُن کے ماخذ (کتاب وسنت وغیرہ) سے نکالے اسی واسطے صواب اور خطا کا احتمال رہتا ہے اور جب کہ امام خطا سے معصوم ہے، (شیعہ کے زعم میں)

---

(۱)- پس رد ہوا قول جہلا کا کہ تقلید ائمہ اربعہ کی بدعت یا شرک ہے اور موجبِ گناہ ہے۔ ۱۲ منہ

(۲)- تحفہ اثنا عشریہ، ص:۵۷ منہ

اور نبی کا حکم رکھتا ہے مذہب کی نسبت اُس کی طرف کرنا کچھ عقل کی بات نہیں، اسی لیے مذہب کو خدا اور جبرئیل اور دیگر ملائکہ اور انبیا علیہم السلام کی طرف نسبت کرنا بڑی بے وقوفی ہے (جیسے لامذہب اپنے تئیں محمدی مشہور کرتے ہیں سو یہ بھی بڑی بیوقوفی ہے) بلکہ فقہاے صحابہ کو جو اہلِ سنت کے نزدیک ابو حنیفہ و شافعی رحمہما اللہ سے یقیناً افضل ہیں، صاحب مذہب نہیں جانتے بلکہ ان کے افعال اور اقوال کو فقہ اور دلائل احکام کا ماخذ جانتے ہیں اور ان کو غیب سے وصول علمِ شرعی کا وسیلہ سمجھتے ہیں اور فقہاے مذکورین کی تابع داری بھی بعینہ ائمہ کی تابع داری ہے کیوں کہ ان فقہانے فقہ اور مذہب اور استنباط کے قواعد حضرات ائمہ سے لیے ہیں اور سلسلہ اپنی شاگردی کا اِن بزرگواروں تک پہنچایا ہے سو مرتبہ ائمہ کا اہل سنت کے نزدیک پیغمبر اور صحابۂ کبار کا سا ہے کہ اُن کا اتباع مقصود رکھتے ہیں، لیکن مذہب کی نسبت اُن کی طرف نہیں کرتے (بہ باعث بیوقوفی کے کہ اس میں ہوتی ہے) اور اگر ہم شیعوں کا حال اچھی طرح بیان کریں تو یہ بھی ایسے لوگوں کا اتباع کرتے ہیں جو اپنے کو ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان سے علم حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، شیعہ بھی ائمہ کا اتباع بلاواسطہ نہیں کرتے۔ اتنا فرق ہے کہ اہل سنت کے پیشوا اصول عقائد میں ائمہ کے مخالف نہیں ہوئے اور ائمہ نے ان کے حق میں بشارتیں دی ہیں بخلاف شیعہ کے پیشواؤں کے جیسے ہشامین اور احول طاق و ابن اعین وغیرہ کہ صریح عقائد اصلیہ میں ائمہ کے مخالف ہوئے ہیں اور خدا کے جسم ہونے کے اور ہاتھ وغیرہ کے قائل ہوئے ہیں اور حضرات ائمہ نے ان سے بے زاری ظاہر کی ہے اور ان کے عقائد کے بطلان پر گواہی دی ہے اور ان کو جھوٹا اور مفتری بتایا ہے، چناں چہ ان باتوں کو تیسرے اور چوتھے باب میں شیعوں کی معتبر روایات سے نقل کیا جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ امام کا کام یہ ہے کہ جہان کی اصلاح کرے اور فساد کو دور کرے، پس جس فن میں کہ قصور پاوے اسے پورا کرے اور جس فن کا طریقہ اچھا ہو اس کو اپنے حال پر چھوڑے تا کہ تحصیل حاصل اور ضروری چیز کو چھوڑنا نہ پڑے سو حضرات ائمہ نے اپنے زمانہ میں جو بڑا مشکل کام مقدمۂ سلوک اور طریقت کا تھا، اختیار کیا تھا اور شریعت کے مقدمہ کو اپنے عمدہ دوستوں اور شاگردوں کے حوالے کر دیا تھا اور خود عبادت اور ریاضت اور تربیت باطن اور وظیفوں اور وِردوں کا مقرر کرنا اور دعا اور نمازوں کی تعلیم اور درستی اخلاق طالبین کو فوائد سلوک کی تلقین اور کلام اللہ و کلام رسول سے حقائق و معارف اخذ کرنے کی تفہیم کی طرف متوجہ اور مشغول ہوئے اور گوشہ نشینی اور محبت خلوت کے باعث جو اس شغل شریف میں ضروری ہے، استنباط اور اجتہاد کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اس لیے علم طریقت کی باریکیاں اور حقیقت و معرفت کے اسرار ان سے بہت منقول ہوئے ہیں اور اہل سنت نے ولایت کے سلسلوں کو ان بزرگواروں کی عالی ذات میں منحصر کیا ہے، اور حدیثِ ثقلین بھی اسی طرف اشارہ فرماتی ہے، اس لیے کہ کتاب اللہ ظاہری شریعت کی تعلیم کے واسطے کافی ہے اور لغت اور اصول کا علم کہ وضع اور عقل سے تعلق رکھتا ہے، شریعت کے سمجھنے کی مدد کے واسطے کافی ہے، امام کے ارشاد کی حاجت نہیں اور جس میں کہ امام کی تعلیم کی حاجت ہے وہ سلوک طریقت کے دقائق

ہیں کہ ظاہر کتاب اللہ سے سمجھ میں نہیں آتے اور حضرات ائمہ نے بھی اِسی اشارہ کو سمجھ کر اپنی توجہ اِس ضروری امر کی طرف پھیری اور پہلی بات کو مجملاً تعلیم فرما کر مجتہدین کے علم اور عقل پر چھوڑ دیا۔ اسی لیے باتفاق سنی وشیعہ ائمہ میں سے کسی نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی، اور نہ کوئی اصول سازی اور تفریع فروع کی کہ اُن کی کتاب اور فن تصنیف شدہ سے استغنا حاصل ہو، بلکہ مسائل اور احکام کی روایات ائمہ کے دوستوں (مثل ائمہ اربعہ مجتہدین) میں منتشر رہیں اور قواعد استنباط، جزئیات میں پوشیدہ رہے اس لیے ضرور ایک شخص ایسا چاہیے کہ اُن سب روایتوں کو جمع کرے اور قواعد کو تلاش کر کے علاحدہ لکھے اور اجتہاد کے آئین واصول مقرر کرے، سو معلوم ہوا کہ جیسے مذہب کی نسبت ائمہ کی طرف بے معنیٰ بات ہے ایسے ہی ائمہ کا اتباع بھی بغیر واسطہ کے غیر مجتہد کو ممکن نہیں، اسی لیے مقلد کو اتباع شریعت میں وسیلۂ مجتہد ہونا ضرور ہے (سو مجتہد کی تقلید واجب ہوئی)۔ اور شیعہ ہر چند اول اول ائمہ کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن مسائل غیر منصوصہ میں اپنے علمائے مجتہدین مثل ابن عقیل اور عضامری اور سید مرتضیٰ اور شیخ شہید کو پیشوا بناتے ہیں اور ان کے اقوال پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ اقوال ائمہ کی روایات صحیحہ کے بالکل مخالف ہوں، چناں چہ فروع کے باب میں انشاء اللہ نمونے کے طور پر کچھ مسائل ذکر کیے جائیں گے اور جب ان کے نزدیک ایسے مجتہد کی تقلید جائز ہوئی جس کے اقوال ائمہ کی بعض روایات کے مخالف ہوں، تو پھر اہلِ سنت کو اتباعِ ابو حنیفہ وشافعی رحمہا اللہ میں کیا گناہ ہے۔ غایت یہ کہ ان کے بعض اقوال روایاتِ ائمہ کے مخالف ہیں اور حقیقت میں یہ مخالفت اصول میں متفق ہوتے ہوئے کچھ ضرر کی بات نہیں اور دائرۂ اتباع سے باہر نہیں۔ چناں چہ محمد بن الحسن شیبانی اور قاضی ابو یوسف رحمہا اللہ شاگرد اور تابع امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہیں اور بہت جگہ اختلاف (مسائل فروعیہ میں) کرتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس جمیع مذاہب میں ہے۔ انتہیٰ۔

تنبیہ: شاہ صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ مذہب محمدی سے اپنے کو مشہور کرنا بڑی بیوقوفی ہے اور مقلد پر تقلید مجتہد کی ضروری ہے، اور اتباعِ ابو حنیفہ وشافعی میں کچھ گناہ نہیں، پس اُس کا بدعت یا شرک ہونا باطل ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لا مذہب جو ابو حنیفہ وشافعی وغیرہ رحمہم اللہ کی تقلید بری سمجھتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں اُن میں اور روافض میں کچھ فرق نہیں ہے، مثل مشہور ہے سگ زرد برادر شغال۔

قال: قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ عمل بالحدیث میں لکھا ہے، جو کوئی ایک ہی مذہب پر اڑا رہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور یہ جانے کہ اسی کی بات صحیح اور واجب الاتباع ہے نہ کسی اور کی تو وہ شخص گم راہ جاہل ہے۔ (ص:۳۶)

اقول: بتوفیقہ، قاضی ثناء اللہ صاحب ایک خاص شق کو برا کہہ رہے ہیں، وہ یہ کہ اپنے امام کو اور اماموں سے ایسا غلبہ دے کہ اوروں کو بطلان پر سمجھے اور کسی صورت میں خواہ بہ ضرورت شدیدہ یا ملکۂ اجتہاد کے، (اگرچہ وہ ایک

مسئلہ میں حاصل ہو) دوسرے مجتہد کے قول پر یا حدیث صحیح پر عمل کرنا درست نہ جانے، سو اس کو ہم بھی برا کہتے ہیں۔

اور اگر یہ غرض ہے کہ اپنے امام کو ظن غالب سے بھی مصیب نہ جانے، تو یہ بات اکثر علمائے محققین کے خلاف ہے، چناں چہ پہلے ہم میزان شعرانی سے نقل کر چکے ہیں کہ ہر مذہب والے کو چاہیے کہ اپنے امام کو اولیٰ بالاتباع جانے، دوسرے جب تقلید مذہب معین باجماع اکثر مومنین معتبرین واجب ہوئی اور یہ مقلد ایک امام کی تقلید کر چکا تو پھر جو دوسرے مجتہد کے قول پر بغیر ضرورت شدیدہ یا بغیر حصول ملکۂ اجتہاد کے عمل کرے گا تو واجب کا تارک ہوگا، بلکہ تعزیر کے لائق ہوگا جیسا کہ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

تیسرے قاضی صاحب کی تفسیر سے پہلے ہم مومنین اہل سنت کا اجماع اور مذاہب اربعہ کی نقل لکھ چکے ہیں اور وہ نہیں ہے مگر بایں طور کہ مذہب امام واحد کی تقلید ضروری ہے اور ہر مقلد اپنے امام کو احق بالاتباع جانتا ہے، سو وہ اس اعتقاد میں گم راہ جاہل کیوں کر ہوگا، جس کی علمائے محققین اجازت دیتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ اِس کلام کے اول معنیٰ لینا صحیح اور ثانی غلط صریح ہیں۔

قال: اور ملا علی قاری حنفی نے اپنے رسالہ سم القوارض میں لکھا ہے یعنی اور فتویٰ ظہیریہ میں روایت کی گئی ہے۔ ابی حنیفہ سے کہ تحقیق انھوں نے کہا نہیں حلال سے واسطے کسی کے کہ فتویٰ دے ساتھ قول ہمارے کے جب تک کہ نہ جانے کہاں سے کہا ہے ہم نے اور کہا ملا علی قاری نے پس جب کہ نہ جائز ہوے تقلید امام کی بغیر دلیل کے بیچ احکام کے پس کیوں کر جائز ہوگی تقلید مقلدین کے کہ وہ نہیں پہنچے ہیں مجتہدین کے مرتبہ کو ہاں جائز ہے واسطے عامی کے کہ یہ تقلید کرے عالم کی اگرچہ وہ عالم مقلد ہو واسطے ضرورتِ دین کے۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ یہاں پر بھی مؤلف، مؤلفِ معیار کی تقلید کر کے غلطی میں پڑا، اصل حال اِس عبارت کا یہ ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ عبارت ظہیریہ جس میں امام کا قول ذکر کیا گیا ہے وہ صرف دلیل فقہا کے قول پر ذکر کی ہے، اور اس قول فقہا کو مؤلف معیار حذف کر گیا۔ اگر ذکر کرتا تو سمجھنے والے سمجھ جاتے، لیکن ان کو تو دھوکا سے کام ہے نہ کہ اظہارِ حق مقصود ہے، سو وہ عبارت یہ ہے:

”أجمع الفقهاء و العلماء على أن المفتي يجب أن يكون من أهل الإجتهاد فإن لم يكن من أهل الإجتهاد لا يحل له أن يفتي فيما لا يحفظ قولا من اقوال المتقدمين.“ انتهيٰ.

یعنی اصول بزدوی میں ہے کہ فقہا اور علما نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مفتی کو اہل اجتہاد سے ہونا ضروری ہے، سو اگر وہ اہل اجتہاد سے نہیں ہے تو اس کو اِس امر میں فتویٰ دینا جائز نہیں، جس میں اسے متقدمین کے اقوال سے کوئی قول

یاد نہ ہو، انتہیٰ۔

اور ان کے اس اتفاق پر ظہیریہ سے بطور دلیل نقل کیا ہے:

”وفي الظهيرية روى عن ابي حنيفة أنه قال لا يحل لأحد أن يفتي بقولنا مالم يعلم من اين قلنا.“ انتهىٰ.

یعنی یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ مفتی کو مجتہد ہونا ضرور ہے، سو یہ امام کے اس قول سے ماخوذ ہے جو ان سے مروی ہے کہ جب تک مفتی کو ماخذ ہمارے حکم کا معلوم نہ ہو ہمارے قول پر فتویٰ نہ دے اور ماخذ کا معلوم کرنا مجتہد کا کام ہے، اگرچہ فی الجملہ ہو، پس ثابت ہوا کہ مفتی کو مجتہد ہونا ضرور ہے، سو مقامِ غور ہے کہ اِس کلام کو غیر مجتہد سے کیا ربط ہے کہ مقصود مخالفین کا بر آئے اور اگر مطلق رکھا جائے تو تکلیف مالا یطاق لازم آئے گی، کیوں کہ غیر مجتہد کو ماخذ کے علم پر قدرت کہاں ہے۔ اور ملا علی قاری کا یہ قول (پس جب احکام میں امام کی تقلید بغیر دلیل کے جائز نہ ہوئی تو ان مقلدین کی تقلید کیوں کر جائز ہوگی، جو درجۂ مجتہدین تک نہ پہنچے۔ انتہیٰ۔) مجتہد کے حق میں ہے، کیوں کہ مجتہد کو تقلید مقلدین نہیں چاہیے۔

دوسرے ملا علی قاری نے پھر کہا ہے کہ ہاں عامی کے واسطے جائز ہے کہ عالم کی تقلید کرے اگرچہ وہ عالم مقلد ہو یہ اجازت امر دین میں ضرورت کے سبب ہے۔ سو دیکھو کہ عامی پر علمائے مقلدین کی تقلید کو جائز رکھا ہے اور وہ نہیں رجوع کریں گے مگر تقلید مجتہد کی طرف کیوں کہ وہ عالم مقلد خود کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہے، سو یہ عامی بھی بالواسطہ مجتہد کا مقلد ہوگا۔

تیسرے تصریحات ملا علی قاری کی، دربارۂ وجوب تقلید امام معین، سابقاً بالتصریح گزر چکیں۔ فتذكر ولا تكن من الغافلين.

جواب قول شیخ محی الدین

اور شیخ محی الدین رحمہ اللہ نے جو امام صاحب سے نقل کی ہے کہ دین میں رائے سے بچو اور سنت کی پیروی کرو، سو امام صاحب حق فرماتے ہیں اور ان کے مقلدین بھی اس امر کے قائل ہیں محض رائے فلاسفہ وغیرہ کو نص کے مقابلہ میں نہیں مانتے، اور قیاس شرعی محض رائے اور عقل کا ڈھکوسلا نہیں، کیوں کہ قیاس شرعی کو تو خود امام صاحب ضرورت کے وقت عمل میں لاتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ صرف اس عقل کی ممانعت ہے جو خلافِ شرع ہو، ورنہ خود ہی منع کرنا اور خود ہی اِس پر عامل ہونا شانِ عاقل سے بعید ہے، چہ جائے کہ مجتہد ہوکر ایسا کرے۔

الیواقیت والجواہر میں روایت امام شعرانی کا جواب

اور جو روایت امام شعرانی کی الیواقیت والجواہر سے نقل کی ہے سو وہ مفتی کے حق میں ہے کہ اس کو چاہیے کہ جب تک میری دلیل معلوم نہ کرے فتویٰ نہ دے اور وہ نہیں ہو گا مگر مجتہد۔ چناں چہ ابھی ملا علی قاری سے اِسی مضمون کو ہم لکھ چکے اور یہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ رائے میری ہے، جو اس سے احسن لائے ہیں وہ اولی ہے، سو جو شخص کہ اس کی رائے امام سے بڑھ کر ہو گی وہ بھی تو مجتہد ہو گا، آج کل کے غیر مقلد یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم امام سے احسن الرائے ہیں، بلکہ بڑے بڑے محدث و فقیہ امام صاحب کے افضل الرائے ہونے کے قائل ہیں، چناں چہ ابن المبارک سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

روضۃ العلما میں امام زندوسی کی روایت کا جواب

اور امام زندوسی نے روضۃ العلما میں امام صاحب سے جو نقل کیا ہے کہ میرے قول کو کتاب اللہ وسنت رسول وصحابہ کے ہوتے ہوئے چھوڑ دو، انتہی۔ تو یہ مجتہد کے حق میں ہو سکتا ہے کیوں کہ عامی کو کیا معلوم ہے کہ یہ امام کا قول محض قیاس سے ہے۔ جائز ہے کہ صحیح حدیث یا آیت یا قول صحابہ کے موافق ہو اور اس عامی کو اس کی خبر نہ ہو کیوں کہ جمیع احکام ضروری کا احاطہ کرنا وظیفہ مجتہد کا ہے، کما سیأتی۔

جواب قول امام مالک رحمہ اللہ

امام مالک کے قول کا جو امام شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں نقل کیا ہے، اگر یہ مطلب لیتے ہو کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے اوروں کے قول قابلِ رد ہیں، (یعنی ان کو رد کر دیں تو کچھ مضایقہ نہیں) تو یہ بات بدیہی البطلان ہے، کیوں کہ سنتِ صحابہ پر چلنے کا حکم آں حضرت ﷺ سے ثابت ہے، پس کچھ اور معنیٰ ہوں گے، وہ یہ ہیں کہ رسول ﷺ کا کلام اگر یقیناً یا ظن غالب سے معلوم ہو گیا تو اس میں چون وچرا نہیں، بخلاف کلام صحابہ وغیرہ کے کہ اگر وہ صریح حدیث یا آیت کے خلاف ہے تو تاویل کر سکتے ہیں، اور اس سے قول مجتہدین کا بطلان بھی مطلقاً لازم نہیں آتا، بلکہ اس وقت جب اس کا صریح حدیث و آیت کے خلاف ہونا کسی مجتہد کے نزدیک ثابت ہو جائے تو اب اس سے تقلید کا بطلان سمجھنا جہالت سے خالی نہیں۔

جواب قول امام شافعی رحمہ اللہ

اور ایسی ہی روایت امام شافعی کی ہے کہ اپنے شاگرد مزنی سے کہا تھا کہ حدیث کے ہوتے ہوئے میرا قول

ترک کرو، کیوں کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے، اور ان کو اپنے امام کے ماخذ پر اطلاع ہوتی تھی ورنہ غیر مجتہد کو تو تقلید کے سوا چارہ نہیں، اور عقد الجید مین جو مزنی شاگرد امام شافعی کا قول لکھا ہے (یعنی جو شخص شافعی کا علم مقصود رکھتا ہے میں اس کو جتلائے دیتا ہوں کہ شافعی نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے، انتہیٰ) امام مزنی کے حق میں ہے کہ وہ شاگردان کے اور مجتہد فی المذہب تھے اور وہ ان کے مثل پر حجت ہے، نہ غیر مجتہد پر، کیوں کہ اگر ان کا اپنی تقلید سے منع کرنے کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ میرے کسی مسئلہ پر خواہ صحیح یا غیر صحیح ہو عمل نہ کرو تو یہ صریح باطل ہے، کیوں کہ انھوں نے مسائل لوگوں کے عمل کے واسطے نکالے تھے، نہ کہ منع کے واسطے، سو یہ اور عجیب بات ہے کہ مجتہد کہے کہ میری کوئی بات ماننے کے قابل نہیں، اب اجتہاد کس بات کے لیے تھا، پس یہ سمجھنا محض جہالت اور موجب خجالت ہے، بلکہ ان کا اصلی مطلب یہ ہے کہ مجتہد کو ہماری بات جو اس کے اجتہاد کے خلاف ہو ماننی ضرور نہیں، علاوہ اس کے، اس وقت تک تقلید معین پر اجماع نہیں ہوا تھا، اجماع تو دو سو برس کے بعد ہوا سو حجت ہے، کیوں کہ امام الحرمین وابن سمعانی اور امام غزالی و کیا الہراسی وغیرہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم پر تقلید اپنے امام شافعی کی واجب ہے اور تمھارا عذر خدا کے یہاں مقبول نہ ہوگا، چناں چہ پہلے اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور امام شافعی کا یہ قول کہ سنت کے مقابل کسی کا قول معتبر نہیں اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے سو یہ درست ہے اور مقلدین کثرہم اللہ تعالیٰ بھی مسلمان ہیں، وہ بھی اس کو مانتے ہیں اور مؤلف کی شاید یہ غرض ہوگی کہ مقلدین مسلمان نہیں، نعوذ باللہ منہ اور یہ جواب امام شعرانی نے الیواقیت الجواہر میں دیا ہے۔

جواب قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

امام احمد کہا کرتے تھے کہ کسی کو اللہ اور رسول کے ساتھ گنجائش نہیں ہے اور میزان شعرانی کے صفحہ ۶۸ر میں ہے:

"وبلغنا أن شخصاً استشاره في تقليد احد من علمآء عصره فقال: لا تقلّدني ولا تقلد مالكا ولا الاوزاعي ولاالنخعي ولا غيرهم. وخذ الأحكام من حيث اخذو." اھ(۱)

یعنی ایک شخص کے جواب میں یہ بھی کہا کہ میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالک کی اور نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور احکام کو وہاں سے لینا جہاں سے انھوں نے لیا ہے، کتاب اور سنت سے انتہیٰ۔

سو اس کا جواب خود امام شعرانی نے میزان شعرانی میں اسی مضمون کو نقل کر کے دیا ہے اور وہ یہ ہے:

---

(۱)- الميزان الكبرى الشعرانية، ابوالمواهب عبد الوهاب بن احمد شعراني، فصل في ما نقل عن الإمام أحمد من ذمه الراى و تقيده بالكتاب والسنة، ج:۱، ص:۷۶، دار الكتب العلمية، بيروت.

”قلت : وهو محمولٌ على من له قدرة على استنباط الأحكام من الكتاب والسنة وإلا فقد صرح العلماء بأن التقليد واجب على العامي لئلا يضل في دينه .“(۱) واللّٰہ اعلم. انتہیٰ

یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ اُس شخص کے واسطے ہے کہ جس کو کتاب اللہ و حدیث سے استنباطِ احکام کی قدرت ہے ورنہ علمانے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عامی غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے کہ اپنے دین میں کہیں گم راہ نہ ہو، انتہیٰ۔

اور ظاہر ہے کہ اگر تقلید جائز نہ ہو گی تو بے چارہ جاہل گم راہ ہو گا، اور سنیے امام احمد بن حنبل تو یہ فرماتے ہیں کہ جب تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہ اور صاحبین ایک قول پر اتفاق کریں تو اس کی مخالفت جائز نہیں، چناں چہ جامع الرموز میں ہے:

” وسيجئ أنه لا يقضى مما يخالف قول اصحابنا و في الانساب عن أحمد بن حنبل إذا كان في المسئلة قول العلمآء الثلثة (يعني الإمام أبا حنيفة و أبا يوسف و محمداً رحمهم الله) لم يسع لاحد أن يخالفهم .“ انتھیٰ.(۲)

یعنی قریب آئے گا یہ کہ ہمارے اصحاب کے اقوال کے مخالف قضانہ کی جائے اور انساب میں امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ جس وقت کسی مسئلہ میں تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا قول ہو تو کسی کو گنجائش نہیں کہ اُس کے خلاف کرے۔ انتہیٰ۔

اور دوسرا قول امام احمد بن حنبل کا جو انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ محدث سے مسئلہ پوچھو اور جو فقیہ قیاسی باتیں کہے، اُس سے نہ پوچھو کیوں کہ حدیث ضعیف بھی قیاس سے بہتر ہے، سو یہ مقلدین امام ابی حنیفہ پر ہرگز حجت نہیں، بلکہ خود امام احمد بن حنبل وغیرہ پر حجت ہے، کیوں کہ امام ابی حنیفہ کے نزدیک ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے، بخلاف محدثین دیگر مثل امام بخاری وغیرہ کے کہ مرسل اور ضعیف حدیث کو قیاس کے مقابلہ میں نہیں مانتے اور اس پر شاہد ہے وضو کا ٹوٹ جانا قہقہہ سے نماز میں کہ ہمارے مذہب میں بہ باعث حدیث ضعیف کے معمول بہ ہے، اور دوسروں کے یہاں جو بڑے عامل بالحدیث کہلاتے ہیں، اس مسئلہ میں قیاس پر عمل ہے، اور اس حدیث ضعیف پر عمل نہیں۔ اس لیے عینی شارح ہدایہ نے تعجباً امام احمد بن حنبل کی نسبت لکھا ہے کہ باوجود ے کہ حدیث ضعیف کے مقدم ہونے کے قائل ہیں، مگر یہاں پر قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ غرض ہماری یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسا عمل حدیث پر کرتے ہیں

---

(۱)-الميزان الكبرى الشعرانية ، ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد شعراني ، فصل في ما نقل عن الإمام أحمد من ذمه الراى و تقيده بالكتاب والسنة ، ج :۱ ، ص :۷٦ ، دار الكتب العلمية ، بيروت . ۱۲

(۲)- انتصار الحق ، ص : ۱۵۲ — ۱۲ منه.

ایسا اوروں کے یہاں نہیں، لیکن معترضین جاہلین کو امام کے مسائل سے واقفیت کہاں ہے، کہ یہ سمجھ ان کو نصیب ہو۔

قال: اور جلال الدین سیوطی نے کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں لکھا ہے کہ مباح نہیں کیا ہے مالک اور ابی حنیفہ اور شافعی نے ہرگز واسطے کسی کے تقلید اپنی، پاکی ہے اللہ کو، ان سے بلکہ وہ تحقیق منع کرتے تھے اس سے اور نہیں فراخی کرتے تھے واسطے کسی کے بیچ اس کے۔ (ص:۴۰)

اقول: بتوفیقہ۔ اِس عبارت کا اگر یہی مطلب ہے کہ انھوں نے اپنی تقلید سے عامی لوگوں کو منع کیا ہے تو یہ ظاہر نصِ قطعی کے خلاف ہے، جس کو مؤلف نے بھی بصفحہ ۱۷، وقت لاعلمی کے بموجب آیت: ''فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ''، یعنی اہلِ ذکر سے پوچھو اگر تم ناواقف ہو ایسے محل پر بسبب لاچاری کے تقلید کا حکم دیا ہے۔

دوسرے اصول کا ضبط کرنا اور تفریع فروع اور کتابوں کا تصنیف کرنا اور لوگوں میں رواج دینا اور فتویٰ دینا اور مسائل سکھانا صریح اس پر دلالت کرتا ہے کہ ائمہ نے لوگوں کو اپنی تقلید کی طرف بلایا ہے، اِس کا انکار امر بدیہی کا انکار ہے۔

تیسرے خود جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا ہے، چناں چہ شاہ ولی اللہ رحمہ نے عقد الجید میں اس کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے:

''اور الکیا الہریسی نے کہا کہ عامی پر واجب ہے کہ مذہب معین کو لازم پکڑے اور جمع الجوامع (مصنفۂ جلال الدین) میں اس بات کو اختیار کیا ہے کہ مذہب معین واجب ہے اور محض خواہشِ نفس پر نہ اختیار کرے بلکہ کسی ایک مذہب کو اختیار کرلے اور ہر مسئلہ میں اُس مذہب پر عمل کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ یہ مذہب اور مذہبوں سے غالب ہے یا مساوی ہے، اور اس بات کا عقیدہ نہ رکھے کہ یہ مذہب مغلوب وضعیف ہے۔'' انتہیٰ(۱)

اور جزیل المواہب میں بعض مفتی مالکیہ سے نقل کرتے ہیں:

''أليومَ من يحولُ من مذهبِهِ (بغيرِ ضرورةِ دِينيةٍ) فبِئس ما صنَعَ. انتهىٰ.''(۲)

یعنی جو کوئی آج کل اپنے مذہب سے بغیر ضرورتِ شرعیہ کے پھرا اس نے بہت برا کیا، انتہیٰ۔

سو خیال کی بات ہے کہ دوسری جگہ مذہب معین کو واجب فرماتے ہیں، بلکہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کو بہت بُرا لکھتے ہیں۔

---

(۱)- عقد الجيد، شاه ولي الله دهلوي، باب اختلاف الناس في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة و ما يجب عليهم من ذٰلك، ص: ، المكتبة الحقيقة، تركي.

(۲)- انتصار الحق، ص: ۳۲۷ - ۱۲ منه

چوتھے، وہ خود شافعی المذہب ہیں اور ایسے مشہور ہیں کہ سب اہلِ علم ان کو جانتے ہیں اور ان کی تصنیفات سے ان کا مذہب معلوم ہو جاتا ہے، پھر باوجود اس کے انھوں نے امام شافعی کی تقلید کیوں اختیار کی۔

پانچویں، اگر اماموں سے ایسا منقول ہے تو اس کا مطلب وہی ہے جو ہم نے بار بار بیان کیا کہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید نہ چاہیے، ورنہ کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ کہیں امام بخاری وغیرہ محدثین صحاح ستہ والوں نے بھی نہیں کہا کہ ہماری تقلید کرنا اور ہماری بات کو صحیح جاننا، سو جب تک ان سے تصریح نہ دکھاؤگے بموجب تمھارے ہی قول کے عمل حدیث پر ممکن نہ ہوگا، کیوں کہ ہم کو احادیث بواسطہ انھیں محدثین کے پہنچی ہیں، مگر ان کا قول کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ انھوں نے کہا ہو کہ ہماری کتاب پر عمل کرنا، سو جو جواب اس کا ہوگا اسی کو اِدھر سے بھی سمجھ لینا اور جو ہم نے بیان کیا ہے کہ مجتہد کو دوسرے کی تقلید نہیں چاہیے، یا وہ تقلید حرام ہے کہ خلاف نص وغیرہ کے ہو سو اسی کی طرف محققین گئے ہیں اور ان کے اقوال کی تاویلیں کرتے ہیں، چناں چہ سید سمہودی شافعی نے لکھا ہے، ناقلاً عن الصیدلانی۔

”اور ابن حزم اس بات کا دعویٰ کرنے کے درپے تھے کہ تقلید مطلقاً کے منع پر اجماع ہے، اور اس کو حکایت کیا شافعی و مالک وغیرہ سے اور کہا کہ ہمیشہ امام شافعی اپنی سب کتابوں میں اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کرتے تھے، ایسا ہی مزنی نے امام شافعی سے روایت کیا اور کہا صیدلانی نے سوائے اس کے نہیں کہ امام شافعی نے جو تقلید سے منع کیا ہے تو اس کو منع کیا ہے جو رتبۂ اجتہاد کو پہنچ گیا ہو، مگر وہ شخص کہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچا اس کو سوا تقلید کے چارہ نہیں۔ انتہیٰ۔“(۱)

سو معلوم ہوا کہ یہ عبارت مفید مولّف نہیں اور وہ تطبیقات روایات علما سے ناواقف ہے اور خود بھی جلال الدین سیوطی جزیل المواہب میں لکھتے ہیں:

”إعلم أن اختلاف المذاهبِ فی هذه الملة نعمة کبيرة و فضيلة عظيمةٌ و له سر لطيف ادرکه العالمون و عمی عنه الجاهلون حتي سمعت بعض الجهال يقول النبي صلی الله عليه وسلم جاءَ بشرع واحد فمن اين مذاهِبُ اربعة.“ انتهیٰ۔(۲)

پس مذاہب اربعہ کو برا کہنے والا جاہل ہے، اس کو حقیقت اور بھید مذاہب کا غیر معلوم ہے، سو جو شخص مذاہب کو

---

(۱)- یہ عبارت سید سمہودی کی "انتصار الحق" کے ص: ۱۰۴ میں ہے۔ ۱۲ منه

(۲)- ترجمہ: معلوم رہے کہ اس دین میں فقہی مذاہب کا اختلاف بڑی نعمت اور عظیم فضیلت ہے۔ اور اس میں ایک لطیف رمز ہے جس سے علما آشنا ہیں اور جُہلا بے خبر ہیں یہاں تک کہ میں نے بعض جاہلوں کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایک شریعت لائے تھے پھر یہ چار مذہب کیسے بن گئے۔“ انتہیٰ

عمدہ کہے وہ ان ائمہ کی تقلید کو ناجائز کیوں کر کہے گا۔

قال: اور شیخ الشیوخ طحطاوی محمد عبد العظیم رومی ابن ملا فروخ مکی حنفی نے قول سدید میں لکھا ہے یعنی جاننا چاہیے کہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے الخ۔ (ص:۴۱)

اقول: وباللہ التوفیق۔ یہاں پر غرض مؤلف کی یہ ہے کہ قول سدید محمد عبد العظیم کی ہے اور وہ طحطاوی کے استاد کے استاد ہیں، مگر جو شخص عربی داں ہے وہ اس مضمون کو اس عبارت سے ادا نہ کرے گا اور مولوی نذیر حسین نے بھی ثبوت الحق الحقیق میں لکھا ہے، قولِ سدید شیخ الشیوخ سید احمد طحطاوی کی ہے۔ غرض اس سے یہ ہے کہ بایں لیاقت دعوائے اجتہاد یعنی چہ؟ خیر اصلی بات کے درپے ہونا چاہیے، وہ یہ ہے کہ مؤلف نے پوری عبارت قول سید کی نقل نہ کی، کیوں کہ اس میں اپنا مطلب فوت ہوتا تھا، اب ہم پوری پوری عبارت[1] لکھ دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

”جان لے اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو اس بات کی تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنے بلکہ ان پر اس بات کو واجب کیا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ جو شریعت لائے ہیں اس پر ایمان لائیں لیکن اتنی بات ہے کہ شریعت پر عمل کرنا اس کے سمجھنے پر موقوف ہے اور اس کے لیے کئی طریقے ہیں سو جو امور کہ اس میں عام اور خاص یعنی مجتہد اور غیر مجتہد شریک ہیں، جیسے نماز اور زکات اور حج اور روزہ اور وضو کا اجمالاً دریافت کرنا اور ایسے ہی زنا اور لواطت اور قتل نفس وغیر ذلک کہ ان کا جاننا ضروریاتِ دین سے ہے، کسی مجتہد پر اور کسی مذہب معین پر موقوف نہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ان باتوں کا اعتقاد رکھے، سو جو شخص اول زمانہ میں تھا اس پر یہ امور پوشیدہ نہ تھے اور جو لوگ زمانۂ متاخرین میں تھے ان کو ان امور کا علم ہونے کے لیے اجماع اور تواتر اور آیات اور سنن اور احادیث اور اقوال کتب معتبرہ کی ضرورت تھی مگر وہ علوم جن تک نظر و استدلال کے بغیر رسائی نہیں ہوتی، سو جو کہ بباعث موجودگی سامان (اجتہاد) کے اِن امور پر قادر ہیں پس ان پر وہ کام کرنا واجب ہے جیسے ائمہ مجتہدین اور جو لوگ کہ ان امور پر قادر نہیں (یعنی غیر مجتہدین) ان پر ایسے لوگوں کی پیروی واجب ہے جو انھیں وہ امور بتائیں جن کے وہ مکلف ہیں۔ اور وہ بتانے والے نظر اور اجتہاد اور عدالت والے ہوں (یعنی ائمہ مجتہدین) اور عاجز پر یہ تکلیف نہیں کہ وہ بحث مسائل کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو تکلیف اس کی طاقت سے بڑھ کر نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم جانتے نہیں تو علما سے مسائل پوچھ لو۔ انتہیٰ۔“

اب بخوبی معلوم ہوگیا کہ جو مسائل ضروری بدیہی العلم ہیں ان میں تقلید مذہب معین کی کرنا ضروری نہیں، اور جو مسائل اجتہاد اور نظر سے تعلق رکھتے ہیں ان میں تقلید مذہب معین کی ضروری ہے، کیوں کہ مؤلف قول سدید نے اول نفی تقلید مذہب معین کی ضروریاتِ مسائل میں کی اور بعد میں تقلید کو غیر مجتہد پر واجب کیا، سو وہ نہ ہوگی مگر مقابل

---

(۱)-اصل عبارت قول سدید کی انتصار الحق کے صفحہ ۱۳۷ر میں ہے۔

اول کے، یعنی تقلید مذہب معین کی اور یہ جو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تکلیف حنفی شافعی وغیرہ ہونے کی نہیں دی، سو ظاہر ہے کہ اولاً و بالذات جناب باری نے گو کسی امام کے اتباع کا خاص کر حکم نہیں فرمایا، لیکن جب کہ غیر مجتہد کو احکام شرعیہ اجتہادیہ کا بجالانا نصّاً اتباع پر موقوف ہے، تو تبعاً و بالعرض ائمہ کا اتباع بھی واجب ہو گا، کیوں کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔

ثانیاً، تم خود لکھ چکے ہو کہ محمد عبد العظیم حنفی ہیں، سو اگر ان کی یہ غرض تھی کہ شافعی حنفی وغیرہ مذہب بدعت سیئہ ہیں اور کسی کا مقید خاص کر نہیں ہونا چاہیے، تو خود وہ کیوں حنفی مشہور ہوئے، کیا یہ نصیحت اوروں کو تھی۔

ثالثاً، اگر یہی دلیل بطلان مذہب معین کی ہے تو کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اتباع کتب صحاح ستہ مثل بخاری و مسلم وغیرہ کا کہیں ارشاد نہیں فرمایا اور اس کی تکلیف نہیں دی اور کہیں نہیں فرمایا کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں، اور نہ اس کو رسول ﷺ نے فرمایا اور جب اتباع بخاری وغیرہ نہ ہو گا تو اتباع نبوی بھی جاتا رہے گا، کیوں کہ اتباعِ نبوی کتب احادیث پر موقوف ہے، سو اس کا جو جواب اُدھر سے ہو گا اِدھر سے بھی وہی سمجھنا چاہیے، پس جیسے اتباعِ نبوی، اتباعِ کتبِ احادیث پر موقوف ہے ایسے ہی اتباع مسائل اجتہادیہ اتباعِ مجتہدین پر موقوف ہے، جس پر علمائے محققین اور امتِ محمدیہ کا اتفاق ہے، وہ نہیں ہے مگر مذہب معین کی تقلید سو واجب ہو گی، پس اب بوضوح تمام دھوکا مؤلف کا معلوم ہو گیا۔

قال: اور ابن عبد البر کہا کرتے تھے کہ کسی امام سے حکم دینا التزام مذہب معین کا اپنے اتباع کو مروی نہیں ہے، بلکہ ایک دوسرے کے فتوے پر عمل کرنے کی تقریر اور اجازت منقول ہے، اور تھے کہتے امام ابن عبد البر یہ بات بھی کہ نہیں تو پہنچا ہم کو کسی حدیث صحیح میں اور نہ ضعیف میں کہ تحقیق رسول خدا ﷺ نے حکم کیا ہو کسی کو اپنی امت میں سے ساتھ التزام مذہب معین کے۔ (ص:۴۱)

اقول: بتوفیق اللہ۔ ابن عبد البر کا یہ فرمانا مجتہد کے حق میں ہے گو فی البعض ہو اور خود بھی وہ اِسی درجہ پر تھے، کما فی المیزان، ورنہ عامی کو تو سوائے تقلید کے چارہ نہیں اور مذہب معین اختیار کرنے پر امت کا اتفاق اس کے حق ہونے کی دلیل کامل ہے۔ اور ائمہ کا منع کرنا یا اجازت غیر کی دینی حق میں مجتہد کے ہے ورنہ تفریع فروع اور مسائل کا استنباط صریح دال اس پر ہے کہ ائمہ نے لوگوں کو تقلید کی طرف بلایا ہے گو صراحۃً منقول نہیں ورنہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ عامی کو مجتہد استفسار مسئلہ کے وقت یہ فرمائے کہ دوسرے کے پاس جاؤ، میری تقلید حرام ہے، علیٰ ھذا القیاس۔ دوسرا تیسرا مجتہد کہے گا، پس وہ بے چارہ حیران ہو گا کہ اچھے مجتہد ہیں، مسئلہ نہیں بتاتے، سو یہ مطلب سمجھنا خبط ہے ہم اس کو بارہا کہہ چکے، مگر چوں کہ مؤلف بھی بار بار ذکر کرتا ہے، ہم سے بھی رہا نہیں جاتا اور یہ فرمانا ابن عبد البر کا کہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں التزام مذہب معین کا امر نہیں ہے، اگر ایسی ہی تصریحات حدیث میں ضروری ہیں تو

اتباع بخاری ومسلم وغیرہ کا بھی جاتا رہے گا، کیوں کہ کسی حدیث صحیح وضعیف میں اِن کے التزام کے واسطے ارشاد نہیں ہوا، پس جو جواب اس کا ہوگا اِدھر سے بھی وہی سمجھ لو۔

ثانیاً، ابن عبد البر خود مالکی مذہب پر تھے، جائز ہے کہ وہ التزام کو جائز نہ رکھتے ہوں نہ کہ اصل تقلید کے استحسان میں کلام کرتے ہوں، بلکہ ان کے کلام سے نفی لزوم کی پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ صحابہ کے وقت میں التزام مذہب معین کا کیوں نہ ہوا، اس کی وجہ کیا ہے، سو جواب اِس کا یہ ہے کہ:

"(۱) شیخ علامہ شرف الاسلام ابی الفتح بغدادی شافعی نے کتاب اصول میں فرمایا لیکن ان کا یہ قول کہ صحابہ نے کسی کو امام معین کی تقلید کی تکلیف نہیں دی، سو یہ بات (اس وقت میں) اس لیے جائز تھی کہ ان میں سے کسی نے اصول اور قواعد کو جو احکام و وقائع اور حادثات میں کافی ہوں، ظاہر نہیں کیا تھا، اس لیے کہ وہ ممالک فتح کرنے میں مشغول تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی فضیلت عطا کی فرمایا تھا اور ان ائمہ کو جو ان کے بعد آئے تہذیب اصول اور تفریع مسائل کی فضیلت عطا کی اور بے شک صحابہ کو نفس اجتہاد میں ایک دوسرے پر تفاوت نہیں تھا، بلکہ وہ اجتہاد میں برابر تھے، اسی واسطے اُن پر تقلید کا وجوب نہیں تھا۔ انتہیٰ۔" (۲)

صحابہ کے زمانہ میں مذہب متعین نہ ہونے کی وجہ

قال: اور امام شعرانی نے میزان شعرانی میں لکھا ہے اور روایت کی ہے، بیہقی نے مجاہد اور عطا سے کہ تحقیق وہ دونوں کہا کرتے تھے کہ جو ہے سو اپنے کلام میں ماخوذ ہے اور اس کا کلام قابل رد کے ہے بجز رسول اللہ ﷺ کے، کہا امام شعرانی نے، اسی طرح مالک بن انس رحمہ اللہ سے ہے۔ انتہیٰ۔

اقول: حضرت مجاہد اور عطا نے سچ فرمایا ہے کہ بجز رسول اللہ ﷺ کے دوسرے کا کلام قابل رد کے ہے نہ کہ وہ مردود اور مطرود ہے، ورنہ مردود ہونا لازم آئے گا اُن صریح احادیث نبوی ﷺ کا جو سنت صحابہ پر عمل کی ہدایت کرتی ہیں، اور ایسے ہی تابعین و تبع تابعین کے اُن مسائل اجتہادیہ کا بھی جو قابل قبول ہیں اور خاص کر جس پر اجماع امت کا ہو تو، بموجب حدیث "اتبعوا السواد الاعظم" کے اُس کا ماننا ضروری ہے، بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ کلام آں حضرت کے مقابل میں دوسرے کا کلام قابل رد ہے، اگر آں حضرت ﷺ کا قول یقیناً معلوم ہو جائے

---

(۱)- مگر اجتہاد میں تفاوت نہ ہونے سے شاید مقصود نفس اجتہاد ہے ورنہ بعض صحابہ اجتہاد و فقہ میں بہت بڑھے ہوئے تھے، مثل خلفائے راشدین وعبادلۂ ثلاثہ وغیرہ فقہائے صحابہ کے اور ظاہر ہے کہ اس وقت صحابہ میں سے جو کوئی جس کو زیادہ فقیہ وعالم جانتا تھا، اسی پر اعتقاد رکھتا تھا، مثلاً اتباع عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ پس تقلید ان کی اس وقت بھی تھی۔ ۱۲

(۲)- یہ عبارت انتصار الحق کے ص: ۹٤ میں ہے۔ ۱۲ منہ

گا تو پھر گنجائش چوں و چرا کی نہ رہے گی، ہاں تعارض احادیث وحکم ناسخیت ومنسوخیت طریقہ مجتہدین کا ہے، سو ان کو اس کی اجازت ہے، کیوں کہ وہ اہل اس کے ہیں، سو معلوم ہوا کہ ایسے ایسے کلام تقلید ائمہ مجتہدین کے رد میں لانا کمال سفسطہ ہے اور تفقہ فی الدین سے محرومی کا باعث تفقہ کے لیے خداوند کریم نے مقلدین ائمہ اربعہ ”کثرھم اللّٰہ الی یوم القیامۃ“ کو مختص فرمایا ہے، خصوصاً امام سید العلما ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب سب سے اول مدون ہوا، اور آخر تک رہے گا، چناں چہ امام شعرانی علیہ الرحمہ میزان شعرانی میں فرماتے ہیں:

”فكَمَا كَانَ مذهبُ الإمامِ أبيْ حنيفةَ أوّلُ المَذاهبِ المدوّنةِ تدويْنًا فكَذٰلِكَ يَكُوْنَ اٰخرُهَا إنقراضاً و بذٰلكَ قالَ أهلُ الكشفِ.“ انتهىٰ.(۱)

سو جیسے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب سب مذاہب سے اول جمع ہوا ہے ایسے ہی سب سے اخیر تک رہے گا۔ اہلِ کشف (اولیاء اللہ) نے بھی یہی کہا ہے، انتہیٰ۔

سو خرابی پر خرابی ہے اُس پر جو ایسے مذہب کی توہین اور ایسے امام کی مذمت کے درپے ہو۔ سچ ہے۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

قال: تقلید شخصی کی برائی میں بہ سبب خوف طول ہونے کتاب کے، صرف اسی قدر علما کے اقوال پر اکتفا کیا گیا ہے، اس لیے کہ جو آدمی حق کا متلاشی ہوگا، خوب سمجھ لے گا کہ تقلید شخص معین کی بہت ہی بری اور قبیح چیز ہے، اور متعصب بیوقوف کو اگر دفتروں کے دفتر دکھلا دیں تو بھی اس کو کچھ فائدہ نہیں ہونے کا اور متعصب وہی ہوتا ہے جو عقل کا اندھا ہو اور اندھے کے سامنے رونا اپنی آنکھیں کھونا ہے۔

اقول: بتوفیق اللہ۔ آپ تقلید شخصی کی برائی میں اور بھی زیادہ طول کرتے تو خوب ہوتا، جیسا کہ بفضلہٖ ادھر سے آپ کی ہر ہر بات کا جواب کافی دیا گیا، بلکہ انھیں اقوال سے جو دوسری جگہ صراحۃً آپ کے دعوے کے مخالف تھے، ہم نے اپنے دعویٰ کو ثابت کر دیا، ایسا ہی اُن عبارتوں کا جواب جو آپ نے اپنے زعم میں چھپا رکھا ہے، معقول دیا جاتا کہ وہ باعث، تقویت مذہب معین کا ہو جاتا، اگر کوئی متدین اور دین دار مسلمان اس رسالہ کو بغور دیکھے گا تو حق و باطل میں تمیز کر لے گا اور خوب سمجھ لے گا کہ یہ دھوکا اور فریب دہی غیر مقلدین کی ہے اور جس کو ادنیٰ سی تمیز ہے، وہ جانتا ہے کہ جس امر کے اچھے ہونے پر اکثر علمائے دین کا ہزاروں برس سے اتفاق ہو، وہ برا اور قبیح ہرگز نہیں ہو سکتا، اور بموجب فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے میری امت گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی، ہرگز مذہب معین کی تقلید گمراہی نہ ہو گی، ورنہ کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا کذب لازم آئے گا، و ھو باطلٌ۔ پس قبیح ہونا تقلید مذہب معین کا بھی باطل ہے

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد شعراني، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۳۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

اور ایک شاہ راہ میں ہزاروں آدمی ایک مقام مقصود کی طرف جارہے ہیں، مگر آپ سا عقل مند اُن سے الگ ہوکر جاتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے کہ آؤ یہ راستہ ٹھیک ہے تو اب چاہے وہ آنکھیں اپنی پھوڑے یا سر پیٹے، کون سنے گا بلکہ سب یہی کہیں گے کہ یہ بڑا بیوقوف ہے، سب کے ساتھ نہیں چلتا اور فرمایا حضرت ﷺ نے جماعتِ عظیم کی تابع داری کرو، اس لیے کہ جو ان سے الگ ہوا جہنم میں الگ کر کے ڈالا جائے گا، علما کے دلائل اور اقوال سے قطع نظر مذہب معین کی تقلید مثل آفتاب کے روشن ہے، جو کوئی آفتاب کے ہونے پر دلیل مانگے، بڑا اندھا ہے اور پھر باوجود اس کے آفتاب کو نہ مانے تو اس کے برابر مسلوب الحواس کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اتباع مومنین نصیب کرے، ورنہ بہت ہی خرابی کی بات ہے، اعاذنا اللہ منه۔ اور عجب تر یہ بات ہے کہ باوصف جاننے اس امر کے کہ اسی شاہ راہ تقلید پر چلنے سے لاکھوں آدمی صاحبِ ولایت اور مقرب بار گاہِ صمدیت ہو گئے، اس راہِ ہدایت کو نہیں مانتے ہیں، بلکہ ضلالت جانتے ہیں۔

اقول: اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ چاروں اماموں میں ایک کی تقلید اگر واجب نہ ہوتی تو بڑے بڑے عالم، فاضل، محدث، مفسر اور فقیہ ان میں سے کسی کے بھی مقلد نہ ہوتے۔ جواب اس کا دو طرح پر ہے، اول یہ کہ بجز متعصب علما کے ایک امام کی تقلید کیا تو کیا مباح تک بھی کوئی نہیں کہتا بلکہ خاص ایک ہی کی تقلید کو بعضوں نے شرک اور بعضوں نے کفر اور بعضوں نے حرام اور بعضوں نے باطل اور بعضوں نے قبیح لکھا ہے۔ چناں چہ صاحب تفسیر نیشاپوری۔ (ص:۴۲)

اقول: بحولہ و قوتہ۔ یہ بات مؤلف نے جو مقلدین کی نسبت کہی ہے، سچ ہے، گو یہ مغالطہ فی الواقع نہیں، مگر یہ بات درست کہی، ورنہ بیش تر مغالطے افترا و تراشیدہ محض ہیں، ہاں سچ ہے۔ الکذوب قد یصدق۔ جھوٹا کبھی سچ بھی کہہ دیتا ہے، لیکن اس کو مغالطہ سمجھنا مغالطہ دہی ہے، اس کا رفع اور تائید کلام صدق انتظام ضروری سمجھ کر پھر بیان کیا جاتا ہے کہ واقع میں اگر تقلید شخصی مذہب واحد کی ضروری نہ ہوتی تو بلا شبہہ بڑے بڑے فاضل و اکابر فقیہ و محدث و مفسر مقلد کسی مذہب معین کے نہ ہوتے، اس پر مؤلف صاحب بہ باعث مغالطہ دہی اور جہل مرکب کے فرماتے ہیں کہ بجز متعصب کے کوئی مباح تک بھی نہیں کہتا، سبحان اللہ۔

چہ دلاورست دُزدے کہ بکف چراغ دارد

مگر جس وقت کہ ہماری طرف سے الزامات کی بوچھار آتے دیکھیں گے تو بھاگنے کے بعد بھی کہیں ٹھکانا نہ ملے گا، ہم پوچھتے ہیں کیا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متعصب ہیں یا امام شعرانی (جن کے اقوال بے سمجھے بوجھے نقل کیے ہیں) جو تقلید مذہب معین کو واجب جانتے ہیں اور خروج اس سے خروج از سواد اعظم اور گم راہی فرماتے ہیں۔ کما مر تصریحھما و سیاتی بعدہ۔ ایضاً کیا مولوی اسماعیل دہلوی بھی متعصب ہیں جنھوں نے اتباع مذاہب مروجہ کو

بہتر وخوب کہاہے، آیا یہ مباح سے کم ہے یا بڑھ کر۔ کما مر۔ کیاامام الحرمین وامام غزالی وکیاالہراسی وغیرہ وغیرہ اکابر اہلِ سنت محدث وفقیہ ومفسر سب متعصب ہیں جو تقلید مذہب معین کو غیر مجتہد پر واجب فرماتے ہیں، اور جن جن کا آپ نے نام لیاہے، ان کی عبارات کی تاویلات صحیحہ کر دی گئیں اور ان کی دوسری عبارات مصرحہ مفید مدعا و مُضرِّ اہل ہوا بھی وہیں نقل کردیں، وسیاتی ما بقی۔ تاکہ عوام مغالطہ میں نہ پڑیں اور تماشے کی بات سنیے، مولوی نذیر حسین صاحب و مولوی صدیق حسن خاں کو بھی زمرۂ علمائے متقدمین میں شمار کیاہے اور بھوپالی صاحب کی نسبت بہت غلو کیاہے (کہ یہ آج کل بہ باعث کثرت تصنیف و تالیف کے پہلے علما پر بھی سبقت لے گئے ہیں) سچ ہے پیراں نمی پرند مریداں می پرانند، ان کی تصانیف رطب و یابس کی قلعی تصانیف مولوی عبد الحی صاحب رحمہ اللہ میں اچھی طرح کھول دی گئی ہے، حتی کہ ان کے معتقدین تھک کر قائل ہوئے کہ وناقل غیر ملتزم الصحۃ ہیں، پھر ان کا اعتبار کرنا صرف خوش فہمی و تقلید جامد زمرۂ غیر مقلدین ہے، اگر ایسے ایسے علمائے زماں مستند ہوسکیں تو ادھر سے ہزاروں علما و فضلائے معتبرین موجود ہیں کہ ان کے ذکر کو ایک علاحدہ دفتر چاہیے۔ہاں سچ یہ ہے کہ یہ زمانہ ایسا ہی ہے کہ جہل کی کثرت وعلم کی قلت ہے، جس طرح سے آپ لکھے نہ پڑھے، نام محمد فاضل بتائیں، بعض ہم مشرب گھر بیٹھے مؤلف بن بیٹھے ہیں، علیٰ ہذا، وہ دونوں حضرت بہ باعث رواج مسائل مخترعہ وخلافیہ زمانہ میں انگشت نما ہوگئے ۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں جہاں چوں نگیر دا جاڑے چناں

اور تفسیر نیشاپوری وغیرہ کے مطالب و استدلالات کا جواب سابق میں گزر چکاہے، فتذکرہ۔ یہاں پر اور بعض مفسرین سے ایسی آیتوں کے مطالب بیان کیے جاتے ہیں۔

علامہ بیضاوی اپنی تفسیر میں آیت: ''اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

" بأنَّ أطاعُوهُمْ فِي تَحريمِ مَاأحَلَّ اللّٰهُ وَتَحليلِ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ أوْ بِالسُّجودِ لَهُمْ ."(۱)

یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنے معبود اس طرح بنار کھاہے کہ وہ ان کی اطاعت کرنے لگے ان امور میں کہ جن کو خدانے تو حلال کیا تھا اور وہ حرام کہتے تھے، اور جن کو خدانے حرام کیا تھا، وہ حلال کہتے تھے، یا اس طرح کہ ان کو سجدہ کرنے لگے۔

اور آیت ''وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا'' کے تحت لکھاہے:

''وَهُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأمَّا طَاعَة الرَّسُلِ وَسَائِرِ مِنْ أمْرِ اللّٰهِ بِطَاعَتِهِ فَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ

(۱)- بیضاوي، امام قاضي ناصر الدين أبو سعيد عبد الله ابو عمر بيضاوي، سورة براءت، آیت:۳۱، ج:۳، ص:۱۴۱، دار الفكر، بيروت.

طَاعَة لِلّٰهِ تَعَالىٰ . "(۱)

یعنی وہ ایک معبود اللہ تعالیٰ ہے اور پیغمبروں اور ان سب کی اطاعت جن کے لیے خدا نے حکم دیا ہے تو وہ واقع میں خدا ہی کی پیروی ہے، انتہیٰ۔

اور مجتہدین شریعت بھی مامور بالاتباع ہیں، کما مر من التفسیر العزیزی وغیرہ۔ بلکہ اور مقام پر علامہ بیضاوی نے اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ چناں چہ کفار جو کہتے تھے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی چال نہ چھوڑیں گے، اِس کے جواب میں خدا فرماتا ہے:

"اَوَ لَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ ۝١٧٠"

یعنی کیا ان کے باپ دادا خواہ محض بے عقل اور گم راہ ہوں، تب بھی ان کی چال نہ چھوڑیں گے۔

اس مقام پر لکھا ہے:

" وَهُوَ دَليلٌ عَلَى الْمَنْعِ مِنَ التَّقليدِ لِمَنْ قدرَ عَلَى النَّظَرِ وَالْاِجْتِهَادِ . وَأَمَّا إِتِّبَاعُ الغَيرِ فِي الدِّينِ إِذَا عُلِمَ بِدليلٍ مَا أَنَّهٗ مُحِقٌ كَالأنبياءِ والمجتهدينَ فِي الأحكامِ ، فَهوَ فِي الحقيقةِ ليسَ بتقليدهٖ بَل إِتِّبَاعٌ لِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ. " انتهيٰ (۲)

یعنی یہ آیت دلیل ہے تقلید کے ممنوع ہونے پر اس شخص کے حق میں جو نظر و اجتہاد پر قادر (یعنی مجتہد) ہو لیکن دین میں دوسرے کی اطاعت جب کہ کسی دلیل سے اس کا حق پر ہونا ثابت ہو جائے، جیسے انبیا علیہم السلام اور مجتہدین (کہ احکام کے نکالنے میں کوشش کرتے ہیں) فی الواقع وہ تقلید نہیں ہے، بلکہ ان احکام کی تعمیل ہے جن کو خدا نے اپنے (قرآن میں) اتارا ہے۔ اب بخوبی معلوم ہوگیا کہ تقلید مجتہدین کی برائی میں مخالفین جو کتب تفاسیر وغیرہ سے عبارات نقل کر دیتے ہیں حالاں کہ ان کے مزعوم سے اجنبی ہیں محض مغالطہ ہے، پس قابل اعتماد نہیں۔

فصل - طرح طرح کے فوائد مباحث تقلید کے بیان میں

امام شعرانی کی میزان مباحث تقلید میں عجیب فوائد پر مشتمل ہے، اس میں سے یہاں پر بعض فوائد ضروریہ نقل کیے جاتے ہیں۔

---

(۱)-بیضاوي، امام قاضي ناصر الدین أبو سعید عبد الله ابو عمر بیضاوي، سورة براءت، آیت:۳۱، ج:۳، ص:۱٤۱، دار الفکر، بیروت.

(۲)- ایضاً، سورة بقرة، آیت:۱۷۰، ج:۱، ص:٤٤۷، دار الفکر، بیروت.

ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین ہدایت پر ہیں

دیکھ تو سہی اے بھائی اس عمدہ قاعدہ اور وضاحت کو اور کتنے اشکال زائل ہوئے اور احکام مضبوطہ کے فائدے حاصل ہوئے، بے شک اس میزان کو جب نظر انصاف سے دیکھے گا تو اس صحیح عقیدہ کی تحقیق ہو جائے گی کہ چاروں امام اور ان کے مقلدین رضی اللہ عنہم امر ظاہر اور باطن میں خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور ہرگز تو اس پر اعتراض نہ کرے گا جس نے ان میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کیا، اور نہ اس پر جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف چلا گیا۔ (علیٰ حسب الشرائط) اور نہ اس پر جو ان میں سے اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی بوقت ضرورت تقلید کرتا ہے، کیوں کہ تیرا اعتقاد یقیناً یہ ہو جائے گا کہ ان سب کے مذاہب احاطۂ شریعت مطہرہ میں داخل ہیں۔ چناں چہ اس کی تفصیل آئندہ آتی ہے

اختلاف ائمہ امت کے لیے رحمت ہے

شریعت مطہرہ فراخ ہے اور اس امت محمدیہ کے ائمہ ہدیٰ کے سب اقوال کو قبول کرنے والی ہے، اور یہ کہ ہر ایک ان میں سے دانا اور بینا صراط مستقیم پر ہے، اور ان کا اختلاف امت کی رحمت ہی کے لیے خدائے علیم و حکیم کی تدبیر سے پیدا ہوا ہے۔ انتہیٰ(۱)

مکلف کو تخییر مطلقاً نہیں

اے بھائی! اس بات سے بچنا کہ میزان کے دو مرتبوں کو سن کر جلدی یہ کہنے لگے کہ مطلقاً مخیر کر دیا، حتی کہ مکلف کو اختیار ہو جائے کہ جس حکم میں چاہے عزیمت یا رخصت پر عمل کرے، کیوں کہ تمھارے لیے پہلے بیان کر دیا ہے کہ ہر دو مرتبہ ترتیب وجوبی پر ہیں، نہ تخییر پر اس شرط کے موافق جو ابتدائے فصل ہفتم میں استثنا کے بیان میں آتی ہے، اور یہ کہ جو شخص عزیمت پر قادر ہے وہ فعل رخصت کی طرف نہ جائے۔ میرے پاس ایک طالب علم ایسے وقت میں آیا کہ میں مذاہب کے دلائل، اور اقوال علما لکھ رہا تھا، اس نے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ میں طالبین کے لیے اس لحاظ سے کہ سب امام ہدایت پر ہیں عزیمت اور رخصت کا اختیار دیتا ہوں، اس خیال سے مجھ پر اعتراض کے لیے لوگوں سے کہنے لگا کہ فلاں شخص کسی مذہب کا مقید نہیں اور یہ بہ طریق عیب کے کہا، نہ اس طور پر کہ مجھ کو ادلہ ائمہ پر اطلاع ہے، خدائے تعالیٰ اسے معاف کرے، کیوں کہ اس میزان عجیبہ کو نہیں سمجھا۔

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد شعراني، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۱۱، دار الكتب العلمية، بيروت. ۱۲ مشاهدی

تخییر مطلقاً دین میں کھیل ہے

سب بھائیوں کو معلوم ہو کہ مذاہب ائمہ میں سے کسی مذہب کی میں نے تقریر نہیں کی مگر اس طور پر کہ اس صاحب مذہب کے دلائل پر اطلاع حاصل کی ہے، نہ صرف حسن ظن وتسلیم سے، جیسا کہ بعض علما کرتے ہیں، اور جس کو اس بات میں شک ہو تو میری کتاب "منهج المبين في بيان أدلة المجتهدين" کو ملاحظہ کرے کہ یقیناً میرے صدق کو معلوم کرے گا (یہاں تک کہ یہ کہا ہے) اب تم کو معلوم ہوا کہ میں مکلف کو فعل عزیمت پر اس کے قادر ہونے کے باوجود رخصت اور عزیمت میں اختیار نہیں دیتا، کیوں کہ عزیمت اس کے حق میں متعین ہے۔ معاذ اللہ، کہ میں ایسا کہوں۔ کیوں کہ یہ تو دین میں گویا کھیل ہے۔ چناں چہ پہلے گزر چکا، رخصت تو اسی کے لیے ہوتی ہے جو فعل عزیمت مذکورہ پر قطعاً قادر نہ ہو، کیوں کہ اس وقت رخصت مذکورہ ہی اس کے حق میں عزیمت ہو جائے گی۔ انتہیٰ۔(۱)

غیر مجتہد کا اپنے مذہب میں سے ارجح قول پر عمل کرنا ہر زمانہ میں ہوتا آیا ہے

اگر کوئی کہے کہ تمہارے نزدیک کیا مقلد پر واجب ہے کہ اپنے مذہب کے دو قولوں میں سے جو ارجح اور غالب ہو اس پر عمل کرے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں اس پر یہ امر واجب ہے جب تک وہ اِس میزان کے مقام ذوق تک نہیں پہنچا (یعنی مجتہد نہیں ہوا)، چناں چہ اسی پر ہر زمانہ میں لوگوں کا عمل رہا ہے بخلاف اس صورت کے کہ مقام ذوق تک پہنچے اور سب علما کے اقوال اور ان کے علم کے دریاؤں کو دیکھنے لگے کہ شریعت اولیٰ کے چشمہ سے پھوٹتے ہیں، جو وہیں سے نکلتے ہیں اور پھر ادھر ہی کو آخر میں جاتے ہیں۔

تسلیم صحت اقوال ائمہ اربعہ

اگر کوئی کہے کہ صحیح اعتقاد ہونے میں کوئی اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ بطریق ذوق اس بات کو معلوم کرے کہ جمیع ائمہ ہدایت پر ہیں بلکہ تسلیم ویقین کا اعتقاد کافی ہے، چناں چہ اس پر ہر زمانہ میں عمل اکثر طالب علموں کا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ ائمہ کے حق میں یہ ادنیٰ درجہ ہے کہ ان کے اقوال کی صحت کو تسلیم کرے، مگر ہماری غرض اس میزان سے یہ ہے کہ اس سے ترقی کرے، یعنی مقلد بھی اُن دلائل پر مطلع ہو جن پر ائمہ

---

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیه، ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد شعراني، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۱٤، ۱۵، دار الكتب العلمية، بيروت.

واقف ہوئے ہیں، یا بہ طریق نظر و استدلال (جو خاصہ مجتہد کا ہے) یا بطریق کشف اور مشاہدہ کے - اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے کہ اپنے عمل کو وہاں سے لو جہاں سے ائمہ نے لیا ہے، اور تقلید پر قناعت نہ کرو، کیوں کہ یہ بصیرت سے چشم پوشی ہے۔(۱)

مطلب یہ ہے کہ اس درجہ کے حصول کی کوشش کرو جس کا ذکر آتا ہے۔

بعض علما کا مقلد ہونے کے باوجود لوگوں کی حالت کے موافق مذاہب اربعہ پر فتویٰ دینے کی وجہ

اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے علمائے کثیرہ کی جماعت سے نقل کیا ہے کہ وہ لوگوں کو (سائل کے حال کے موافق) مذاہب اربعہ پر فتویٰ دیتے تھے۔ خاص کر ایسے عوام کو جو کسی مذہب کے مقید نہ ہوتے تھے، اور اس کے قواعد اور نصوص سے ناواقف تھے اور یوں سمجھا کرتے تھے کہ اگر کسی عالم کا قول بھی ان کے موافق آپڑا تو مضائقہ نہیں۔

اگر کوئی کہے کہ ان علما سے یہ بات کیوں کر منقول ہوئی کہ وہ ہر مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، حالاں کہ وہ خود مقلد تھے، اور مقلد کا حال یہ ہے کہ اپنے امام کے قول سے باہر نہ ہو، تو **جواب** یہ ہے کہ احتمال اس امر کا ہے کہ یہ صاحب اجتہادِ مطلق منتسب کے مقام پر کہ اس کا اہل اپنے امام کے قواعد سے خارج نہیں ہوتا پہنچ گئے ہوں، مثل ابی یوسف، و محمد بن الحسن، و ابن القاسم، و اشہب، و مزنی، و ابن المنذر، و ابن سریج کے کہ یہ سب اگرچہ لوگوں کو ایسی بات کا بھی فتویٰ دیتے تھے کہ ان کے امام سے اس بارے میں تصریح نہ تھی، لیکن اپنے امام کے قواعد سے نکلے نہ تھے۔

اور جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: اجتہادِ مطلق دو قسم ہے۔ مطلق غیر منتسب، چناں چہ اس پر ائمہ اربعہ ہیں۔ اور مطلق منتسب چناں چہ اس پر بڑے بڑے ان کے شاگرد تھے۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ امام جلال الدین نے کہا کہ: ائمہ اربعہ کے بعد سوائے امام محمد بن جریر طبری کے کسی نے اجتہادِ مطلق غیر منتسب کا دعویٰ نہیں کیا، سو وہ بھی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ الخ

اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ علما جو لوگوں کو چاروں مذاہب پر فتویٰ دیتے تھے، تو ان کو خدا نے شریعتِ اولیٰ پر مطلع کر دیا ہو، اور دیکھ لیا ہو کہ ائمہ مجتہدین کے اقوال شریعت کے متصل ہیں (بہ نظر کشف وغیرہ) اور لوگوں کو فتویٰ بحکم ہر دو مرتبہ میزان کے دیتے ہوں، نہ مطلقاً تخییر کے طور پر، کما مر۔ اور قوی کو رخصت اور ضعیف کو عزیمت کا حکم نہ کرتے ہوں گویا وہ اہل مذاہب اربعہ کے قائم مقام ہیں۔ ان کے مذاہب کی تقریر میں، اور ان کو خدا نے ان

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، خطبة الکتاب، ج:۱، ص:۱۶، ۱۷، دار الکتب العلمیة، بیروت.

کے سب ادلّہ پر مطلع کر دیا ہو، اور ہم کو بے شک یہ بات پہنچی ہے کہ علماے سلف کی جماعت اس مقام پر پہنچی ہے مثل شیخ ابی محمد جوینی، اور امام ابن عبد البر مالکی کے۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ابو محمد نے ایک کتاب مسمیٰ بہ "محیط" تصنیف کی ہے اور اس میں کسی مذہب خاص کی تقلید نہیں کی ہے۔ چناں چہ زرکشی سے پہلے گزر چکا ہے، اور ایسا ہی ابن عبد البر کہا کرتے تھے کہ: ہر مجتہد مصیب ہے، اب یا تو اِن صاحبوں نے ایسا کہا یا کیا؛ اس لیے کہ شریعتِ کبریٰ پر مطلع ہوئے ہوں، اور جمیع علما کے اقوال وہیں سے متفرع جان لیے جس طرح کہ ہم بحمد اللہ مطلع ہوئے ہیں۔

عبادت تلفیقی بدون شرائط صحیح نہیں ہے

اور یا اس لحاظ سے کہا کہ شارع نے اس کے قول سے مجتہد کے اِس حکم کو کہ اس نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ مقرر کر دیا اور اس کو کہتا ہے کہ اگر تم نے کوئی شرط ان شروط سے چھوڑ دی تو تیری عبادت اِس مذہب پر، نہ غیر پر صحیح ہو گی، کیوں کہ تلفیق کے طور پر کہ چند مذاہب ملائے جائیں عبادت کرنا صحیح نہیں ہے مگر یہ کہ ان مذاہب کے شرائط مجتمع ہو جائیں۔ الخ۔ اور یہ اس کا کہنا دین کی احتیاط کے لیے اور اس بات کے خوف سے ہے کہ کسی بندۂ مسلمان کی عبادت میں نقصان لازم نہ آئے۔

مذاہب اربعہ پر فتویٰ دینے کے لیے ہر مذہب کے ارجح اقوال پر واقف ہونا ضروری ہے

اور اگر تو کہے کہ کیا اِس شخص کو جو مذاہب اربعہ پر فتویٰ دیتا ہے لائق ہے کہ مقلدین کو (اس کے مذہب سے) ارجح اقوال پر فتویٰ دے، یا جس قول پر چاہے۔ تو **جواب یہ** ہے کہ اس کو یہی لائق ہے کہ لوگوں کو سوائے ارجح اقوال کے فتویٰ نہ دے؛ کیوں کہ مقلد نے اس سے فتویٰ اس بات کا پوچھا ہے کہ اس کے امام کے مذہب کا ارجح قول بتلا دے، نہ یہ کہ جو اس کے علم میں صحیح ہو بتلا دے، ہاں! جب کہ مرجوح سائل کے طریقہ میں زیادہ احتیاط رکھتا ہو تو اس پر فتویٰ دینا جائز ہے اور کوئی حرج نہیں ہے، (یہ باعتبار مصلحت خاصہ کے ہے و إلاّ فتویٰ قول مرجوح پر خرق اجماع ہے، كما في الشامي وغيره)۔

اور جب کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد مطلق منتسب کا دعویٰ کیا تو لوگوں کو (یعنی شافعیہ) کو امام شافعی کے مذہب سے ارجح قول پر فتویٰ دیتے تھے، تب بعض نے کہا کہ: تم ان کو جو تمھارے نزدیک مرجح ہے، فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ تو کہا کہ: وہ مجھ سے اس بات کا فتویٰ نہیں پوچھتے بلکہ مجھ سے یہ پوچھا ہے کہ امام

شافعی اور ان کے اصحاب کس پر ہیں؟ اب وہ عالم لوگوں کو مذاہب اربعہ پر فتویٰ دے اِس بات کا محتاج ہوگا کہ ہر مذہب کے اقوال سے ارجح کو پہچان لے تب مقلدین کو فتویٰ دینے کے لائق ہوگا، ہاں جب کہ کسی سائل کو پہچان لے کہ اُسے اُس کے دین وعلم پر بھروسا ہے، اور اُس کا دل اس کے فتویٰ پر خوش ہے اگرچہ اس کے نزدیک مرجوح ہو، تو ایسا شخص ہر مذہب کے ارجح اقوال کا محتاج نہیں۔(۱) انتہیٰ۔ اس کو جان لے۔

مذہب کے مقید رہنے سے درجۂ ولایت کو پہنچ سکتا ہے

شیخ محی الدین نے فتوحات مکیہ میں ذکر کیا، اور دیگر اہلِ کشف نے کہ جب بندہ مقاماتِ قوم پر ایک مذہب کا مقید ہوکر چلتا ہے اور دوسرے کو نہیں دیکھتا تو ضروری ہے کہ یہ مذہب اس کو مقام معین تک پہنچا دے کہ اس کے امام نے وہاں سے لیا ہے، اس وقت جمیع اقوال ائمہ کو دیکھتا ہے کہ ایک ہی دریا سے نکلے ہیں ایسے حال میں اس سے ضرورتاً تقلید چھوٹ جاتی ہے، اور سب مذاہب کے صحت کا حکم کرتا ہے بخلاف اس کے کہ اس کا پہلے ہی سے ایسا عقیدہ تھا۔(۲)

شریعتِ اولیٰ سے واقف ہونے کے طریقے

فصل- اگر کوئی کہے کہ ایسے مقام پر پہنچنے کی ایسی سبیل بھی ہے کہ شریعتِ مطہرہ پر اس قسم کی اطلاع ہو جائے کہ انسان جمیع مذاہب کو جہاں سے مجتہدین نے اپنے مذاہب کو دیکھا ہے دیکھ لے، اور ان سب کی صحت کو بطور کشف ویقین مشاہدہ کرلے، نہ صرف ایمان وتسلیم کے طور پر اور نہ بطور گمان وتخمین؟ **تو جواب** یہ ہے کہ: ایسے مقام پر پہنچنے کی یہ سبیل ہے کہ ایسے شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہو، اور ایسے کی راہ پر چلے کہ وہ ہر حرکت وسکون میزان سے عارف ہو بشرطے کہ اپنے آپ کو اس کے سپرد اس قسم کا کرے کہ جس قسم کا وہ تصرف کرنا چاہے اِس کی جان ومال وعیال میں بطیب خاطر کرنے دے، لیکن جب کہ شیخ نے کہا (مثلاً) کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے، یا اپنا حق مال، یا وظیفہ سے اٹھا لے اور علاحدہ ہو جا، اس وقت یہ مرید توقف کرے تو اس کو شریعتِ مذکورہ تک پہنچنے کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی، اگرچہ عادتاً خدا کی عبادت ہزار سال تک کرتا رہے۔

اگر تو پوچھے کہ یہاں حالت سلوک میں (پیر کے ہاتھ پر) کوئی اور شرطیں بھی ہیں؟ **تو جواب** یہ ہے کہ ہاں! ان میں سے ایک یہ شرط ہے کہ رات دن میں ایک لحظہ بے وضو نہ رہے، اور مدتِ سلوک میں افطار نہ کرے یعنی صائم الدہر رہے، مگر بہ ضرورت شرعیہ، اور کوئی شے ایسی بالکل نہ کھائے کہ جس میں روح ہو، اور کچھ نہ کھائے مگر حالتِ

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، خطبة الکتاب، ج:۱،ص:۲۱، ۲۲، دار الکتب العلمیة، بیروت.
(۲)- ایضاً، خطبة الکتاب، ج:۱،ص:۲۰، دار الکتب العلمیة، بیروت.

اضطرار میں، اور کسی ایسے کا کھانا نہ کھائے، جو اپنی کمائی میں پرہیزگار نہ ہو۔ مثلاً وہ شخص نہ ہو کہ اس کو لوگ اس کی نیک بختی وزہد کی وجہ سے کے کھانا دیتے ہوں، اور مثلاً وہ شخص نہ ہو کہ ایسے سے لین دین کرتا ہے کہ جو پرہیزگار نہیں جیسے زمین دار لوگ اور امراوغیرہ، اور ایک لحظہ بھر خدا کی یاد سے غافل نہ رہے بلکہ ہمیشہ رات دن میں مراقبہ میں رہے، کبھی نفس کو مقامِ احسان پر حاضر کرے گویا وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے۔ کبھی احسان کے بعد نفس کو مقامِ ایقان پر حاضر کرے، اور اپنے رب کو دیکھے کہ وہ اس کی طرف ہمیشہ دیکھتا ہے بطور ایمان کے نہ بطریق شہود کے، کیوں کہ یہ مرتبہ تنزیہ خدائے عزوجل کے مقام کے لیے کمال تر ہے شہودِ عبد سے، گویا کہ وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے، کیوں کہ اس کو مشاہدہ نہ ہوگا مگر اسی کا کہ اس کے خیال میں قائم ہوا ہے، اور خدائے تعالیٰ ہر شے سے برتر ہے کہ دل میں اس کا خطرہ آئے، اس بات کو سمجھنا چاہیے۔

اُس کی کیفیت جو یہ راہ طے کرتا ہے

اگر کوئی کہے کہ اس میزان کے صاحب کے سلوک کی کیفیت کیسی ہوتی ہے؟ **تو جواب** یہ ہے کہ میں نے پہلے اس طریقہ کو خضر علیہ السلام سے بطور علم وایمان وتسلیم کے حاصل کیا، پھر سلوک میں اپنے سردار علی الخواص کے ہاتھ پر بیعت کی حتی کہ عین شریعت تک ذوق وکشف ویقین کے طور پر واقف ہو گیا، مجھے اس میں کچھ شک نہیں رہا، اور کئی سال تک مجاہدۂ نفس کیا ہے، اپنے لیے ایک رسی چھت میں لٹکا رکھی تھی، اور اپنی گردن سے اس کو باندھ رکھا تھا حتی کہ اپنے پہلو کو زمین پر نہ رکھتا تھا، اور پرہیزگاری میں مبالغہ کرتا تھا یہاں تک کہ جب اپنے مرتبہ کے موافق کھانا نہیں پاتا تھا تو مٹی کو چاٹتا تھا، اور میں مٹی میں ایک قسم کا چکنا پن مثل گوشت، یا گھی، یا دودھ کے پاتا تھا، اور مجھ سے پہلے اس بات میں ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ سبقت کر چکے ہیں کہ وہ بیس بیس روز تک مٹی چاٹا کرتے تھے جب کہ طعامِ حلال کو گم شدہ پاتے تھے کہ ان کے مقام کے لائق مشکل ہوتا تھا، علیٰ ہذا میں کسی امیر کی دیوار کے سائے کے تلے سے نہ گزرتا تھا، اور جب کہ سلطان غوری نے ایک رہ گزر مدرسہ اور قبۂ زرقا کے درمیان بنایا تو میں کاغذی بازار سے جاتا تھا، اور پانی کے بازار سے نکلتا تھا، اور اس کے سایہ کے تلے سے نہ گزرتا تھا سب ظالموں اور امرا واعوان کی عماراتوں کا یہی حکم ہے، اور میں کوئی چیز خوب ٹٹولے بغیر نہیں کھاتا تھا، اور رخصتِ شرعیہ پر کفایت نہیں کرتا تھا، اور میں بحمد اللہ اب تک اُسی حال پر ہوں لیکن مشاہدہ میں کسی قدر اختلاف ہے؛ کیوں کہ پہلے تو یہ حال تھا کہ اس کے مالک کے ہاتھ کی طرف دیکھ لیتا تھا، اور اب اس کے رنگ وبو وذائقہ کو دیکھتا ہوں تو حلال میں عمدہ خوشبو پاتا ہوں، اور حرام میں بدبو، اور شبہہ کی چیز میں حرام سے کچھ کم بدبو، ان علامات کو دیکھ کر چھوڑ دیتا ہوں، اس بات نے مالک کے ہاتھ کی طرف دیکھنے سے مستغنی کر دیا، اس پر بھروسا نہیں کرتا، خدا کا اِس پر شکر کرتا ہوں۔

سب مذاہب بجز ائمہ اربعہ کے مٹ مٹا گئے

اور جب کہ یہاں تک میری سیر ہو چکی تب میں دیدۂ دل سے عینِ شریعتِ مطہرہ پر کہ وہاں سے ہر عالم (مجتہد) کا قول متفرع ہوتا ہے واقف ہو گیا، اور ہر عالم کی جدول کو وہاں دیکھ لیا، اور سب کو صرف شرع (بدون خلط امر آخر) دیکھا اور جان لیا، اور محقق یہ امر ہوا کہ ہر مجتہد مصیب ہے بطور کشف و یقین نہ بطور ظن و تخمین کے؛ کیوں کہ کوئی مذہب شریعت میں ایک دوسرے سے اولیٰ نہیں ہے، اگرچہ میرے سامنے ہزار جھگڑالو جھگڑے کہ فلاں مذہب فلاں پر بلا دلیل غالب ہے، پر میرا دل تو ادھر نہیں جائے گا، ہاں اس کی خاطر کے لیے اس کی بات کہ دوں تو خیر؛ کیوں کہ وہ پردۂ غفلت میں ہے، اس سے کہوں گا کہ تمھارا مذہب تمھارے نزدیک غالب ہے نہ میرے نزدیک۔(۱)

مذاہب اربعہ قیامت کے مقدمات تک باقی رہیں گے

من جملہ ان امور کے کہ عین شریعت میں جدول ان مجتہدین کے میں نے دیکھے کہ وہ مذاہب پرانے ہو گئے لیکن خشک ہو گئے اور پتھر بن گئے، اور کسی جدول کو ان میں سے سوائے ائمہ اربعہ کے جاری نہیں دیکھا، اس کی تعبیر یہ سوچی کہ یہ مذاہب مقدماتِ قیامت تک باقی رہیں گے۔(۲)

شریعتِ اولیٰ پر پہنچنے کے لیے شیخ کا مرید ہونا

اگر تم کہو کہ اس شخص کا کیا حکم ہے کہ جو حلال کھائے، اور گناہ چھوڑے، اور اپنے طور پر شیخ کی بیعت کے بغیر مجاہدہ کرے تو کیا وہ شریعتِ اولیٰ کے مقام تک پہنچ سکتا ہے؟ **تو جواب** یہ ہے کہ کسی انسان کو مقاماتِ عالیہ تک پہنچنا صحیح نہیں مگر دو امر میں سے ایک ہونا چاہیے۔ یا تو جذب الٰہی ہو، یا سلوک شیخ صادق کے ہاتھ پر ہو؛ کیوں کہ انسانوں کے اعمال میں علتیں ہیں بلکہ اگر ان علل کے زوال پر قادر بھی ہو جائے تب بھی عین شریعت تک اس کا پہنچنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ وہ اپنے امام کی تقلید کے دائرہ میں مقید ہے، اور وہ امام ہمیشہ اس کو شریعت اولیٰ سے کہ اس کا امام وہاں سے واقف ہے روکتا ہے، ممکن نہیں کہ وہاں سے تجاوز کر کے مشاہدہ کرے، سوائے اس کے کہ دوسرے شیخ کے ہاتھ پر کہ اِس سے مقامِ اعلیٰ پر ہو، اکابر ائمہ عارفین سے جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ بیعت کر کے اِس راہ پر چلے، اور اس پر محال ہے یہ کہ بجز سلوک مذکور کے اس بات کا عقیدہ رکھے کہ ہر مجتہد مصیب ہے حتیٰ کہ اِس کا مساوی ہو شہود میں۔(۳)

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۲۷، ۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۲۷، ۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۲۷، ۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

”کل مجتهد مصیب“ کا اعتقاد خاص مجتہد کے حق میں ہے اور مصیب کا ایک ہونا مقلد کے حق میں

اور قول ”کل مجتهد مصیب“ کا ایسے شخص کے حق میں ہونا کہ جس کی سیر منتہی ہو چکی، اور تقلید سے نکل چکا، اور معلوم کر چکا بطور مشاہدہ کے کہ شریعتِ اولیٰ سے علما (مجتہدین) کے اقوال نکلے ہیں۔

اور قول اس شخص کا کہ کہتا ہے کہ مصیب ایک ہے لا علی التعیین اور باقی صواب کا احتمال رکھتے ہیں۔ اس شخص کے حق میں ہوا کہ جس کی سیر پوری نہیں ہوئی۔ اور کسی قول کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا (یعنی ابھی وہ مقلد ہے) اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر کرو۔ الحمد لله رب العالمين۔

اب تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ جو عالم شریعتِ اولیٰ کو طلب کرے تو اس پر شیخ کا مرید ہونا واجب ہے اگر چہ اس عالم کے دوست وغیرہ اِس کے علم و عمل و زہد و تقویٰ پر متفق ہوں اور اس کو قطبیت کبریٰ کا لقب دیں۔(۱)

شیخ کو مرید کے لیے مذہب معین کا حکم

اگر تم کہو کہ جب ولی کا دل تقلید سے علاحدہ ہوا اور سب مذاہب کو صحت میں بہ باعث اس کے کہ سب دریاے شریعت سے ہیں بطور کشف و یقین کے مساوی سمجھنے لگا تو اپنے مرید کو کیوں کر التزام مذہب معین کا کہ خلاف مذہب کے نہ دیکھے حکم کرتا ہے؟ **تو جواب یہ ہے** کہ شیخ اپنے مرید سے بطور شفقت یہ امر کرتا ہے کہ طریقِ قویم پر جلدی پہنچے اور اس کے دل کی پراگندگی مجتمع ہو جائے، اور ایک مذہب میں ہمیشہ چلے، پھر وہ چلنا اس کو تھوڑے زمانہ میں اس شریعت پر پہنچادے گا کہ جس پر اِس کا امام واقف ہوا ہے، اور وہاں سے اپنے مذہب کو لیا ہے؛ کیوں کہ مجتہد کی یہ شان ہے کہ اپنے قول کو دوسرے مجتہد کے قول پر بنا نہ کرے، اگر چہ اس کے مذہب کی صحت کو مانتا ہے؛ کیوں کہ اس میں اپنے مقلدین کے دل پریشانی سے بچتے ہیں۔(۲)

نتیجہ اس کا کہ جو اپنی عمر چند مذاہب میں صَرف کرے

اور اہلِ علم کا قول ہے کہ جو شخص ایک مذہب کا (مثلاً) ایک مدت تک مقید رہا، پھر ایک مدت دوسرے مذہب کا مقید رہا، علیٰ ہٰذا وہ شخص کہ ایک مقامِ بعید کے ارادہ پر سفر کو نکلا، جب کہ سفر کے تیسرے حصہ پر پہنچا اس وقت یہ خیال

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۲۸، ۲۹، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۲۹، ۳۰، دار الكتب العلمية، بيروت.

کیا کہ اگر اپنے مقامِ معہود کے لیے فلاں راہ سے چلتا تو اس راہ سے اور قریب پڑتا، پھر وہاں سے لوٹ کر دوسرے رَاستہ کے شروع پر جاکر اسی مکان (مقصود) کو چلنے لگا، پھر وہاں سے بھی مثلاً ایک ثُلث تک جاکر خیال کرنے لگا کہ اگر اور راستہ (تیسرے) سے چلتا تو اور بھی مقصود کے قریب ہوتا جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہوا علیٰ ہذا القیاس، اب ایسا شخص اکثر اپنی ساری عمر اسی چلنے میں فنا کر دیتا ہے، اور مقصود معین تک کہ وہ عین شریعت ہے جہاں تک اس کا امام، یا اس کے مذہب کے اصحاب ہیں نہیں پہنچتا۔(۱)

اپنا مذہب بلاوجہ چھوڑنے میں اپنے امام پر یک گونہ طعن ہے

سوا اس کے طالب (مقلد) کا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانے میں اس امام کی جس کے مذہب کو چھوڑا ہے توہین ہے، چناں چہ اس کی تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ آئندہ فصل میں جہاں اس کی بحث ہے آتی ہے، کیوں کہ اگر اس شخص کا اماموں کے بارے میں صحیح عقیدہ ہوتا، اور ان کو ہدایت پر جانتا تو دوسرے مذہب کی طرف نہ جاتا بلکہ اس امر کی گواہی دیتا کہ جس مذہب پر مقلد کا عمل ہو اس کو جنت کے دروازے تک پہنچادے گا۔ چناں چہ اس کا بیان اس باب کے اخیر میں میزان کی محسوس مثالوں میں ان شاءاللہ تعالیٰ آئے گا۔

اور میں نے اپنے سردار علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا کہ فرماتے تھے علماے شریعت نے جو طالب کو التزام مذہب معین کا اور علماے حقیقت نے مرید کو ایک شیخ کے مرید ہونے کا حکم کیا ہے تو اسی واسطے کہ جلد منزلِ مقصود تک پہنچیں۔(۲)

اگر تو کہے کہ پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ولی کامل کسی کا مقلد نہیں ہوتا اور اپنے علم کو اس جگہ سے لیتا ہے کہ جہاں سے مجتہدین نے لیا ہے، حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اولیا بعض ائمہ کے مقلد رہے ہیں، **تو جواب یہ ہے** کہ کبھی تو یہ تقلید اس لیے ہوتی ہے کہ وہ ولی مقامِ کمال تک نہیں پہنچتا، یا پہنچا بھی لیکن ادب کے لحاظ سے اس مذہب کا مقید رہتا ہے کیوں کہ پہلے اس مذہب کے موافق رہ چکا ہے، اور اس کے مجتہد کو خدا نے ایسا مقتدا بنادیا ہے کہ زمین میں اس کا مذہب مشہور ہو گیا ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ یہ ولی اس مجتہد کے قول کے موافق اس لیے ہو جاتا ہے کہ اس کو بھی اس کی دلیل کا ماخذ معلوم ہو جاتا ہے تو یہ موافقت بطور کشف اجتماع ہوا نہ بطور تقلید کے، اس صورت میں اس ولی کی تقلید شارع کی ہوئی نہ غیر کی، اور یہاں کوئی ولی نہیں مگر شارع سے اپنے علم کو لیتا ہے، اور اس پر حرام ہے کہ چلے وہاں پر جہاں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قدم اپنے آگے نہ دیکھے۔

---

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیه، خطبة الکتاب، ج:۱،ص:۲۸، ۲۹، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۲)- المیزان الکبریٰ الشعرانیه، خطبة الکتاب، ج:۱،ص:۲۹، ۳۰، دار الکتب العلمیة، بیروت.

میں نے ایک بار اپنے سردار علی الخواص رحمہ اللہ سے پوچھا کہ سیدی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کی تقلید کرنا، اور حضرت شیخ محمد حنفی شاذلی کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تقلید کرنا کیوں کر جائز ہوا حالاں کہ یہ دونوں بزرگ قطبیت کبریٰ سے مشہور ہیں، اور اس درجہ والا سوائے شارع کے اور کسی کا مقلد نہیں ہوتا؟ تو شیخ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ شاید یہ بات ان کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہوئی ہو، پھر جب کہ وہ اس مقام پر پہنچے ہوں تو لوگوں نے ان کو انھیں مذاہب کی طرف مقلد نہ رہنے کے باوجود بھی منسوب کر دیا ہو۔(۱)

سب مذاہب متوارثہ سے امام کا مذہب دیر تک رہے گا

پہلے بھی گزر چکا کہ جب خدا نے مجھ پر اس بات کا احسان کیا کہ میں نے عین شریعت پر اطلاع پائی، تو میں نے سب مذاہب کو پاس پاس دیکھا اور چاروں مذہب کی کُل جدولوں کو جاری دیکھا، اور باقی مذاہب کو جو پرانے ہو گئے تھے دیکھا کہ پتھر ہو گئے ہیں، اور ان ائمہ اربعہ کے مذاہب سے امام ابو حنیفہ کے مذہب کی جدول کو بہت بڑی دیکھا، اس کے قریب امام مالک کے مذہب کی جدول، اس کے قریب امام شافعی کی جدول، اس کے قریب امام احمد بن حنبل کی جدول، اور سب سے چھوٹی جدول امام داؤد کے مذہب کی دیکھی، اور وہ قرن خامس (پانچویں صدی) میں ختم ہو چکی، مجھ کو اس کی تعبیر یہ معلوم ہوئی کہ اِن مذاہب کے زمانہ زیادہ رہیں گے اور اس (آخر) کا کم زمانہ ہو گا، اور جیسا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب سب مذاہب سے پہلے جمع ہوا ہے علیٰ ہذا سب سے آخر ختم ہو گا، اور اہلِ کشف یہی کہتے ہیں۔(۲)

شریعت کے سب دلائل کا احاطہ مشکل ہے

میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا بارہا کہا کرتے تھے کہ عین شریعت دریا کے مثل ہے، جس طرف سے چلو بھرے گا تو وہی ایک دریا ہے، اور یہ بھی ان سے میں نے سنا کہ فرماتے تھے: بچتے رہو اس سے کہ کسی مجتہد کے قول کا انکار، یا تخطیہ جھٹ پٹ کرنے لگو، مگر اس کے بعد کہ شریعت کے سب دلائل اور جمیع لغات عرب کا احاطہ کر لو، کہ شریعت اس کو شامل ہے، اور اس کے معانی اور طریقہ کی واقفیت پیدا کرو، جب اِس قسم کا احاطہ کر لو، تب جس امر کا انکار کرتے ہو بجا اور بخیر ہے۔ لیکن یہ بات تم کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے؛ کیوں کہ طبرانی نے مرفوعاً[۳] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ:

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۳۱، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- الميزان الكبرىٰ الشعرانيه، خطبة الكتاب، ج:۱، ص:۳۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳)- ونصه: روى الطبراني مرفوعاً: "إن شريعتي جاءت على ثلث مائة و ستين طريقةً ما سلك أحد طريقة منها إلا نجا.

"میری شریعت تین سو ساٹھ طریقہ پر ہے، جو شخص جس طریقہ پر چلا نجات پا گیا۔" انتھی، الحمد للّٰہ رب العالمین۔(۱)

کسی مجتہد کی خطا بیان کرنی گویا شارع کی خطا ظاہر کرنی ہے

اس بات کو معلوم کرو کہ اس میزان کا موید وہ امر ہے جس پر اہلِ کشف کا اتفاق ہے، اور شیخ محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے مسح خف میں جہاں کلام کیا ہے اس کی تصریح کر دی ہے اور یوں کہا ہے کہ :

"کسی کو لائق نہیں ہے کہ کسی مجتہد کو خطاوار سمجھے، یا طعن کرے کیوں کہ اس شرع کو کہ وہ خدا کا حکم ہے مجتہد کے حکم نے مقرر کر دیا ہے، اب وہ خدا کی شرع ہوگئی کہ خدا نے اس کو مقرر کیا ہے، اور اس ممانعت میں اکثر اصحاب مذاہب پڑ جاتے ہیں، اس لیے کہ ان کو یہ جو ہم نے بتلا دیا ہے معلوم نہیں باوجود ے کہ وہ عالم ہیں، اور جس نے کسی خاص مجتہد کی خطا بیان کی تو گویا شارع کے حکم مقررہ کی خطا ظاہر کی۔"(۲) انتہیٰ

ائمہ اربعہ کے مقام پر بجز کشف کے کوئی نہیں پہنچا

اگر تو کہے، آج کل ائمہ مجتہدین (مثل ائمہ اربعہ کے) مرتبہ پر پہنچنا ممکن ہے، تو **جواب** یہ ہے کہ ہاں! ممکن ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اور ہم کو کوئی دلیل اس کے منع پر نہیں ملی، اور بعضوں نے کہا ہے کہ لوگ آج کل اس مقام تک فقط بطریق کشف پہنچ سکتے ہیں، نہ نظر و استدلال کے طریق سے؛ کیوں کہ اس مقام کا ائمہ اربعہ کے بعد کسی نے دعویٰ نہیں کیا، سوائے امام محمد بن جریر کے اور وہ بھی کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ چناں چہ گزر چکا اور بھی جنھوں نے اجتہادِ مطلق کا دعویٰ کیا ہے تو مقصود اس سے اجتہاد مطلق منتسب ہے کہ اپنے امام کے قواعد سے خارج نہیں تھے، مثلاً ابن القاسم و اصبغ کا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اور امام محمد و ابو یوسف کا امام ابو حنیفہ کے ساتھ، اور مزنی و ربیع کا امام شافعی کے ساتھ تعلق ہے۔(۳)

ائمہ اربعہ کے استخراج کردہ مسائل سے خارج مسائل کے استخراج کے عدم طاقت کی وجہ

ائمہ اربعہ کے بعد کسی کو یہ طاقت نہیں کہ اس قسم کے مسائل استخراج کرے کہ جو ان اماموں نے کتاب و

---

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، خطبة الکتاب، ج:۱،ص:۳۹، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۲)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، خطبة الکتاب، ج:۱،ص:۴۰، ۴۱، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۳)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، خطبة الکتاب، ج:۱،ص:۴۸، ۴۹، دار الکتب العلمیة، بیروت.

سنت سے نہ نکالے ہوں، ہمارے علم میں تو یہی ہے، اور جو شخص اس کا دعویٰ کرے تو ہم اس سے کہتے ہیں کہ چند مسائل ایسے نکال تو دے کہ ان ائمہ نے ان کا استخراج نہ کیا ہو، بے شک وہ مدعی اس بات سے عاجز ہو جائے گا، اس امر کو سوچ، اس کے باوجود ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ یہ امر خدا کی قدرت میں ہے، خصوصاً قرآن کے عجائبات و احکام فی الواقع منقطع نہیں ہوئے۔ فالحمد للہ رب العالمین. (۱)

اپنے مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانے کی صورتیں

اور میں نے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر دیکھی کہ جس میں سائل نے حکم اس شخص کا کہ ایک مذہب سے دوسرے کی طرف جائے، پوچھا تھا، اس کے جواب میں امام سیوطی نے یہ لکھا تھا کہ میری رائے میں مذہب چھوڑنے والے کے کئی حالات ہیں۔

ایک یہ ہے چھوڑنے کے لیے دنیاوی امر باعث ہوا ہے مثلاً کسی لائق عہدے کے ملنے کی ضرورت ہے، چناں چہ وظیفہ مقرر ہونا، یا بادشاہ سے قرب ہو جانا سو ایسے شخص کا حال مہاجر ام قیس کی طرح ہے؛ کیوں کہ یہی اس کا زیادہ مقصود ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس کا حال مہاجر ام قیس کی طرح نہیں ہو سکتا، کیوں کہ **اول:** تو وہاں پر کوئی محذور شرعی مثل اہانت یا تلعب بالدین لازم نہیں آیا تھا، بخلاف یہاں کے کہ مجرد ایسے دنیاوی امر کے لیے کہ جس کی ضرورت مرد متدین کو نہیں ہے، بصورت انتقال اپنے مذہب حق سے لعب کرنا اور اہانت لازم آتی ہے۔

دوم: وہاں پر ہجرت کرنا موجب ثواب عظیم، (بلکہ ضروری) تھا بخلاف یہاں کے کہ انتقال مذہب میں کچھ ثواب نہیں، خصوصاً جب کہ تلعب سے ہو اور نہ ضروری ہے۔

سوم: اس نے گو بغرض دنیاوی ہجرت کی تھی، لیکن بظاہر تو مہاجرین میں داخل ہو گیا تھا کہ بحکم حدیث قدسی: "لا یشقیٰ لھم جلیسھم." ثواب سے خالی نہیں تھا، بخلاف یہاں کے "فأین القیاس" پس جائز کیوں کر ہوگا، اسی لیے دوسرے علمائے محققین شافعیہ مثل امام غزالی، و امام الحرمین کہ بالیقین امام سیوطی سے افضل و محقق تر ہیں منع فرماتے ہیں، اور محققین حنفیہ بھی ایسے شخص کو زجر وغیرہ کا حکم دیتے ہیں، چناں چہ ایسی روایتیں پہلے گزر چکیں اور آئندہ بھی آتی ہیں۔

دوم یہ کہ دنیاوی امر باعث ہو لیکن وہ عامی ہے، فقیہ نہیں، اور مذہب کا صرف نام جانتا ہے، جیسے اکثر عوام، اور ارکان دولت، اور مدارس کے نوکر چاکر سو ایسے کا امر خفیف ہے جب کہ مذہب معین مزعوم سے دوسرے مذہب کی

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، ج:۱، ص:۴۸، ۴۹، دار الکتب العلمیة، بیروت.

طرف چلا جائے اور حرام کی نوبت تک نہ پہنچے، کیوں کہ وہ اب تک عامی ہے کوئی مذہب اس کا (معتد بہ) نہیں اور وہ نو مسلم کی طرح ہے کہ جس مذہب کو چاہے اختیار کرے۔

(اس میں بھی کلام سابق ہے اور مثل نومسلم رہنا اس کا بعد قبول مذہب کے غیر مسلّم ہے اور بڑی خرابی تلاعب دین ہے، فافهم)

سوم: اس کا باعث تو وہی امر دنیوی ہو لیکن اس کی لیاقت کے موافق کسی قدر زائد ملنے کی امید ہے، اور وہ دین میں فقیہ بھی ہے، اب صرف شہوت نفس وغرض دنیاوی سے دوسرے مذہب کی طرف جاتا ہے تو یہ امر بڑا سخت ہے، غالباً حرام کی حد تک پہنچا تا ہے، اس لیے کہ احکام شرعیہ کے ساتھ صرف دنیاوی غرض سے کھیل کیا، اور اس کو صاحبِ مذہب اول سے یہ اعتقاد نہیں تھا کہ وہ کمالِ ہدایت پر ہے؛ کیوں کہ اگر یہ عقیدہ رکھتا تو اپنے مذہب سے کبھی نہ پھرتا۔

(اور یہی دلیل؛ اول وثانی صورت میں جاری ہوسکتی ہے پھر تفرقہ صرف فقیہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم ہے)

چہارم: اس کا مذہب کو چھوڑنا دینی غرض سے ہے، لیکن وہ اپنے مذہب میں فقیہ تھا، اور دوسرے مذہب کی طرف اِس غرض سے گیا کہ اس کے نزدیک (بہ باعث حصول نوع من الاجتہاد) اس مذہب کے دلائل کی قوت اور وضاحت نظر آئی تو اس کو یا تو دوسرے مذہب کو اختیار کرنا واجب ہے، یا جائز ہے، چناں چہ رافعی نے کہا ہے اور ان کو علما نے ثابت رکھا جنھوں نے امام شافعی کے مذہب کو اختیار کیا۔ جب کہ امام شافعی مصر میں آئے، حالاں کہ پہلے وہاں اکثر لوگ مالکی مذہب پر تھے۔

پنجم: اس کا مذہب کو چھوڑنا دین کی غرض سے ہو، لیکن فقہ سے عاری تھا، اور اپنے مذہب سے مشغول ہوا تو اس سے کچھ حاصل نہ ہوا، اور دوسرے امام کے مذہب کو آسان پایا، حتی کہ جلدی سمجھ لینے اور فقیہ ہونے کی امید رکھتا ہے تو اس پر انتقال قطعاً واجب ہوتا ہے اور باز رہنا حرام ہے، کیوں کہ ایسے آدمی کا فقیہ بننا خواہ کسی امام کے مذہب سے ہو، ہمیشہ کے جاہل رہنے سے (ایک مذہب پر) بہتر ہے، اس لیے کہ اس کا اپنے مذہب پر رہنا برائے نام ہے، اور ایمان دار کے لیے جہل پر رہنا بڑا نقصان ہے، اور اس کی عبادت کا صحیح ہونا نادر ہے۔ الخ

امام جلال الدین سیوطی نے کہا کہ مجھ کو یہی گمان ہے کہ طحاوی نے اسی وجہ سے شافعی مذہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا تھا الخ (اس کا پورا حال پہلے گزرا)

ششم: غرض اس کی نہ دینی ہے نہ دنیاوی اب اگر عامی ہے تو جائز ہے (اس میں بھی کلام ہے، کیوں کہ ایسے جاہل کو سزا دینا مثل طامع دنیا کے بعض علما سے منقول ہے، کما سیاتی پس سد باب تلعب ضروری ہے) لیکن فقیہ کو مکروہ ہے، یا اس کو منع کیا جائے، کیوں کہ اس کو اپنے مذہب کی فقہ تو حاصل ہو چکی ہے، اب ایک اور زمانہ چاہیے کہ

دوسرے مذہب کی فقاہت حاصل کرے، جس سے اصلی مطلب سے رہ جائے گا اور کبھی دوسرے مذہب کے مقصود حاصل کرنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے گا، اس لیے ایسے آدمی کو یہ خیال چھوڑنا مناسب ہے۔[۱] انتہیٰ کلام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اس تقریر سے انتقال مذہب کی صورتیں معلوم ہوئیں، اول و ثانی و ششم میں امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مخالف اکابر محققین شافعیہ وغیرہ کی رائے ہے۔ پس احتیاط واعتماد ان اکابر کے اقوال پر ہے علاوہ اس کے غیر مقلدین کو یہ بھی حجت نہیں، کیوں کہ وہ تو کسی مذہب کے پابند رہنا تو کیا اس کی طرف منسوب ہونا بھی پسند نہیں رکھتے، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ ایک مذہب سے دوسرے کی طرف جانا چاہیے یا نہیں، وہ تو سرے سے کسی مذہب کے قائل ہی نہیں بلکہ عامل بالحدیث کہلاتے ہیں، پس انتقال مذہب کا بوجہ ضرورت شرعیہ یا دنیویہ ان کو حجت نہیں ہے۔

فصل: اس میں تعداد روایات علمائے متقدمین و متاخرین محققین کا ذکر ہے کہ ان میں سے بعض مثبت تقلید شخصی ہیں، اور بعض التزام مذہب معین پر دال ہیں، اور بعض مانع عمل مذہب غیر ائمہ اربعہ ہیں، اور بعض مبطل تخییر علی الاطلاق ہیں۔

(۱)-علامہ طحطاوی کی روایت: بعض مفسرین نے کہا، مسلمانو! اس فرقۂ ناجیہ کی پیروی ضروری سمجھو کہ جو اہل سنت وجماعت ہے، اس لیے کہ خدا کی توفیق اور مدد ان کی موافقت میں ہے، اور خرابی اور غصہ اللہ کا ان کی مخالفت میں ہے، اور یہ فرقۂ ناجیہ بے شک آج کل (بلکہ ایک مدت سے) چار مذاہب پر مجتمع ہو چکا ہے، اور وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہے اور جو شخص اس زمانہ میں (بلا ضرورتِ شرعیہ) اس فرقہ سے خارج ہو تو وہ اہل بدعت اور ناری ہے۔[۲]

(۲)-علامہ محقق سید سمہودی کی روایت شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہ وہ نقل کرتے ہیں امام فخر الدین رازی صاحبِ تفسیر کبیر سے، اور کلام ان کا یہ ہے: اور محقق حنفیہ کمال ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ عوام (یعنی غیر مجتہد) صحابہ کی تقلید نہ کریں، بلکہ ان کی تقلید کریں کہ جو صحابہ کے بعد کے لوگ ہیں کہ جنھوں نے سب مسائل کو جمع اور درست کیا ہے، اسی بنا پر بعض متاخرین نے منع کیا ہے کہ سوائے ائمہ اربعہ کے اور کسی کی تقلید کی جائے، کیوں کہ ان کے مسائل ضبط ہو چکے اور جو عموم کی تقیید و تخصیص ان میں ہوئی ہے اور مذاہب میں نہیں ہے، اس لیے کہ ان کے متبعین جاتے رہے اور یہی صحیح ہے[۳]، انتہیٰ۔

(۳)- شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت: ”تحریر“ میں یہ ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ ائمہ اربعہ کے

---

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیہ، خطبۃ الکتاب، ج:۱، ص:۵۲، ۵۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت. مشاھدی.
(۲)- انتصار الحق، مولانا ارشاد حسین رام پوری، ص:۶۵
(۳)- ایضاً، ص:۶۳

مخالف اور کسی کے مذہب پر عمل نہ ہونا چاہیے۔[۱] انتہیٰ

(۴)- صاحب اشباہ ونظائر کی روایت: کہ جس نے ائمہ اربعہ کے خلاف کیا تو اجماع کے خلاف کیا، انتہیٰ۔

(۵)- سید سمہودی کی روایت: "عقد الفرید" میں۔

(۶)- قاضی ثناء اللہ کی روایت: تفسیر مظہری کے صفحہ ۳۹۲ر میں۔

(۷)- امام فخر الدین رازی کی روایت تفسیر کبیر میں کہ عامی پر تقلید علما کی واجب ہے، انتہیٰ۔ اور اس کا مرجع مجتہد تک ہی ہو گا۔

(۸)- "مسلم الثبوت" کی روایت: وہ یہ ہے کہ غیر مجتہد مطلق اگر چہ عالم ہو، اس پر تقلید ان مسائل اجتہادیہ میں لازم ہے جن پر اس کو قدرت نہیں، تجزی کے طور پر اور مطلقاً (واجب ہے اِس کے مفقود ہونے پر کلیۃً)، ایسا ہی اس کی شرح میں ہے جو مولانا بحر العلوم سے ہے، اور "بدیع الاصول" میں ہے کہ فتویٰ پوچھنے والا اگر مجتہد ہے تو اس کا حال گزر چکا، اور اگر عامی ہے اور علم معتبر کی تحصیل رکھتا ہے، تو اس کا وظیفہ اتباع (مجتہد) ہے، اور یہی مختار ہے۔[۲]

(۹)- سید سمہودی کی روایت: ناقلاً عن الصیدلانی۔(۳)

(۱۰)- ابن ملا فروخ مکی حنفی کی روایت قولِ سدید میں۔(۴)

(۱۱)- علامہ ابن الساعانی کی روایت: وہ یہ ہے کہ علامہ ابن الساعانی نے دوسری جگہ بدیع میں کہ بے شک عالم معتبر اصول و فروع کا جب کہ رتبۂ اجتہاد کو نہ پہنچے اس پر تقلید (مجتہد کی) لازم ہے، جیسا کہ عامی محض پر، انتہیٰ۔(۵)

(۱۲)- علامہ جمال الدین محمد بن عبد الدائم برمادی کی روایت کہا کہ قنیہ میں ہے ؂

وَالرَّسْمُ لِلتَّقْلِيْدِ أَخْذُ مَذْهَبِ ... لِلْغَيْرِ دُوْنَ الْعِلْمِ بِالْمُسْتَوْجَبِ

وَيَلْزَمُ الْفَاقِدَ لِلْأَهْلِيَّةِ ... لِلْإِجْتِهَادِ فِيْ سِوٰى اَصْلِيَّةِ

یعنی تقلید کے بارے میں عادت (اہل علم کی) یہ ہے کہ دوسرے کا مذہب بدون علم ضروری کے اختیار کرنا، اور جو مجتہد نہیں اس پر لازم ہے (تقلید مذہب) سوائے اصلی یعنی ضروری احکام کے (کہ ان میں تقلید ضروری نہیں، مثل فرضیت نماز وزکات وغیرہ)۔

---

(۱)- انتصار الحق، مولانا ارشاد حسین رام پوری، ص:۷۲ منه

(۲)- ایضاً، ص:۱۰۱ منه

(۳)- ایضاً، ص:۱۰٤ منه

(۴)- ایضاً، ص:۱۵۳ منه

(۵)- ایضاً، ص:۱۲۲ منه

عامی کو تقلید نہ کرنا صرف عقائد میں ہے

(۱۳)- سید سمہودی کی روایت کہ ابن عبد النور سے نقل کرتے ہیں، ابن عبد النور نے اپنی کتاب حاوی میں بعض (علما) سے کہا: اِس پر اجماع منقول ہے کہ غیر مجتہد کو مجتہد کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اور یہ جو بعض سے منقول ہے کہ عامی تقلید نہ کرے تو وہ خاص کر علمِ عقائد میں ہے۔ انتہیٰ (۱)

مفتی کو مجتہد ہونا ضروری ہے

(۱۴)- شیخ ابن الہمام کی روایت فتح القدیر میں اس بات کو جان لے کہ جو شرائط قاضی میں مذکور ہوئیں، وہی مفتی میں بھی ہیں کہ سوائے مجتہد کے اور کسی کو فتویٰ دینا نہ چاہیے، اور اہلِ اصول اس پر متفق ہیں کہ مفتی کو مجتہد ہونا چاہیے، اور غیر مجتہد کہ مجتہدین کے اقوال یاد رکھتا ہے، مفتی نہیں، اس پر واجب ہے کہ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو مجتہد مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو حکایت کے طور پر نقل کر دے (یعنی یوں کہے کہ یہ مسئلہ امام کے نزدیک اِس طرح ہے)۔ اب معلوم ہوگیا کہ ہمارے وقت میں جو فتویٰ ہوتے ہیں (اصل میں) فتویٰ نہیں بلکہ وہ (صرف) مفتی (مجتہد) کے قول کا نقل کرنا ہے، کہ اس پر سائل عمل کرے، انتہیٰ۔ (۲)

بعض متقدمین سے مذہب معین کی تقلید کا ثبوت

(۱۵)- شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ محدث دہلوی کی روایت "بستان المحدثین" میں یہ ہے:

"و یحییٰ بن یحییٰ (مؤلف موطا منسوب بہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ و شاگرد خاص امام موصوف) را باوجود علم حدیث و فقہ ریاست ظاہر و تقرب نزد ملوک و اغنیا نیز دست دادہ و باوصف امانت و تدین و تورع نزد ایں گروہ خیلے معظم و مکرم بود، و ہیچ گاہ ولایت قضا و افتا و امثال ذلک کہ چنداں باعنوان علم منافات نہ داشت قبول نہ کرد، لیکن مرتبۂ او نزد ملوک و امرائے آں دیار زیادہ بر مرتبۂ ارباب ایں مناصب بود، ابن حزم در جائے نوشتہ است کہ ایں دو مذہب در عالم از راہ ریاست و سلطنت رواج و امتیاز گرفتہ اند، مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و مذہب مالک رحمہ اللہ تعالیٰ زیرا کہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ، قضائے کل ممالیک بدست آوردہ از طرف او قضاۃ می رفتند پس بر ہر قاضی شرط می کرد کہ عمل و حکم بہ مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ بکند، و در اندلس یحییٰ بن یحییٰ را نزد سلطان آں وقت بحدے مکنت و جاہ

(۱)- انتصار الحق، مولانا ارشاد حسین رام پوری، ص: ۱۲۲ منہ

(۲)- ایضاً، ص: ۲۲، ۹، ۱۹۳ منہ

حاصل گشت کہ ہیچ قاضی وحاکم بے مشورہ او منصوب نمی شد پس او غیر از یاران و ہمدماں خود را متولی نمی ساخت۔ انتہیٰ کلام ابن حزم۔

راقم حروف گوید سبب رواج مذہب امام مالک رحمہ اللہ در دیار مغرب و اندلس نزد جمہور مورخین آنست کہ علمائے آں بلاد برائے حج وزیارت اکثر بہ حجاز رحلت کردند وچوں بہ اوطان خود معاودت نمودند فضل وبزرگی امام مالک ووسعت علم وجلالت قدر ایشاں رامشاہدہ ونمودہ دفتر دفتر از اوصاف کمال آں بزرگ دراں بلاد بیان نمودند لہٰذا تعظیم امام مالک و تقلید ایشاں در اذہان مردم آں جا رسوخ و استقرار پیدا کرد واِلّا قبل ازاں ہمہ بر مذہب اوزاعی رحمہ اللہ بودند۔"(۱)

کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ امر ابن حزم کے مخالف نہیں، ہاں صرف حصر اس کا ممنوع ہے اگر بطور تائید کے کہ یحییٰ نے کی ہو مضایقہ نہیں علیٰ ہذا صرف قضاۃ کا مقرر کرنا کہ امام ابو یوسف یہی کرتے تھے باعثِ ترویج مذہب حنفی نہیں بلکہ اس کے ساتھ امام ابو حنیفہ سید العلماوالمجتہدین کی جلالت و عظمت وفقاہت دور ونزدیک مشہور تھی حتیٰ کہ ابن المبارک رحمہ اللہ محدث عظیم الشان فرماتے ہیں:

فَما في المشرقين له نظير ولا في المغربين ولا بكوفة.

---

(۱)- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد اور ان کی کتاب موطا کے مرتب یحییٰ بن یحییٰ کو علم حدیث وفقہ کے ساتھ ظاہری ریاست اور سلاطین واغنیا کی قربت بھی حاصل تھی وہ امانت، دیانت اور تقویٰ سے موصوف ہونے کے ساتھ اس طبقے کے نزدیک بہت بزرگ اور باعظمت تھے، انھوں نے کبھی قضایا افتا وغیرہ کا سرکاری منصب قبول نہ کیا، اگرچہ علمی امتیاز اور اُن عہدوں میں کوئی منافات نہیں۔ مگر سلاطین اور امرا کے نزدیک اِن مناصب والوں کے مرتبے سے زیادہ حضرت یحییٰ کا مرتبہ تھا۔ ابن حزم نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دو مذہبوں نے ریاست وسلطنت کی راہ سے عالم میں رواج و امتیاز پایا ہے۔ (۱) مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) مذہبِ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اس لیے کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام ممالک کی قضا کا اختیار حاصل کر رکھا تھا، قضاۃ ان کی جانب سے ہر طرف بھیجے جاتے تھے، وہ ہر قاضی کے لیے یہ شرط رکھتے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل اور فیصلہ کرنا ہو گا۔ اندلس میں یحییٰ بن یحییٰ کو سلطانِ وقت کے یہاں اس درجہ اعزاز ورسوخ حاصل تھا کہ ان کے مشورے بغیر کسی قاضی اور حاکم کا تقرر نہ ہوتا، وہ اپنے اصحاب اور ہم مذہبوں کے سوا کسی کو والی نہ بناتے۔ انتہیٰ کلامہ ابن حزم۔

راقم حروم (محدث دہلوی) کہتا ہے: دیارِ مغرب میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب رائج ہونے کا سبب جمہور مورخین کے نزدیک یہ ہے کہ ان بلاد کے علما حج وزیارت کے لیے حجازِ مقدس کا سفر کرتے، وہاں امام مالک کی فضیلت وبزرگی وسعتِ علم اور جلالتِ شان کا خود مشاہدہ کرتے اور اپنے وطن واپس آنے کے بعد ان کے اوصاف و کمالات میں دفتر کے دفتر بیان کرتے۔ اس طرح اس دیار کے لوگوں میں امام مالک کی تعظیم اور تقلید راسخ اور مستقل ہوتی گئی ورنہ اس سے پہلے وہاں کے سب لوگ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر تھے۔ انتہیٰ

پس اس بنا پر صرف حکومت کو رواج کا باعث سمجھنا بھی سمجھ میں نہیں آتا اور مشہور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ جس ملک کی طرف ایک دفعہ بھی نکل گئے، سب مذہب حنفی کے معتقد ہو گئے۔

”وبالجملہ آں چہ حق تعالیٰ یحییٰ بن یحییٰ را در اندلس از عظمت و جلال قبول قول و اطاعت امر بخشید، ہیچ کس را از علماے اندلس نہ بخشیدہ و ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم ابن بشکوال گفتہ است کہ یحییٰ بن یحییٰ مستجاب الدعوۃ بود و در وضع لباس و نشست و برخاست و ہیئت ظاہری نیز تتبع حضرت امام مالک رحمہ اللہ می نمود و آں چہ از امام مالک شنیدہ بود بموجب آں فتویٰ می داد و ہرگز بخلاف مذہب امام مالک رحمہ اللہ راضی نمی شد حالاں کہ دراں زمان تقیید بیک مذہب رائج نبود نہ در عوام و نہ در خواص (فلیف در زمانے کہ عموماً رواج یافتہ باشد) نوشتہ اند کہ یحییٰ بن یحییٰ در ہر مسئلہ اتباع امام مالک لازم گرفت مگر در چہار مسئلہ کہ مذہب لیث بن سعد مصری را اختیار می کرد۔ یکے آں کہ قنوت در صبح و دیگر صلاات جائز نمی داشت۔“(۱)

دوم: آں کہ بایک شاہد بقسم مدعی اثبات حق درست نمی داشت۔

سوم: آں کہ در صورتِ نزاع زوجین تحکیم حکمین را واجب نمی نمود۔

چہارم: آں کہ کرایہ گرفتن زمین زرعی بمحصول آں روا می داشت۔ و مردم آں دیار بسبب کمالِ اعتقاد حضرت امام مالک رحمہ اللہ دریں مخالفت قلیلہ ہم برو گرفت می کردند و انکار می نمودند۔ انتہیٰ۔

اور یہ مخالفت بھی بوجہ مجتہد فی البعض ہونے کی تھی باوجود اس کے شام کے علما گرفت کرتے تھے۔ ایک آج کل کے غیر مقلد بھی ہیں کہ انتقال مذہب یا لامذہب ہونے کی کچھ پروا نہیں رکھتے اور تلاعب دین کی پروا نہیں کرتے۔

---

(۱)۔ مختصر یہ کہ حضرت یحییٰ بن یحییٰ کو جو عظمت و جلالت اور مقبولیت و اطاعت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی وہ علماے اندلس میں سے کسی کو نہ ملی۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ ابن بشکوال کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن یحییٰ مستجاب الدعواۃ تھے۔ وہ لباس کی وضع، نشست و برخاست اور ظاہری حیات میں بھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیروی کرتے، امامِ مالک سے جو سنا تھا اسی کے مطابق فتویٰ دیتے اور مذہب امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف پر ہر گز راضی نہ ہوتے، حالاں کہ اس وقت ایک مذہب کی پابندی عوام و خواص میں رائج نہ ہوئی تھی (جب ایک مذہب کی پابندی عام طور پر رائج ہو گئی، اس وقت کیا حال ہو گا؟) علما نے لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ بن یحییٰ نے ہر مسئلہ میں اتباعِ امام مالک کا التزام کیا، مگر چار مسئلوں میں امام لیث بن سعد مصری کا مذہب اختیار کیا۔ (۱) صبح اور دیگر نمازوں میں قنوت جائز نہ کہتے۔ (۲) ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر مدعا علیہ کے خلاف کسی حق کا ثبوت درست نہ مانتے۔ (۳) زوجین کے نزاع کی صورت میں دو شخصوں کو حکم بنانا واجب نہ جانتے۔ (۴) زرعی زمین کا کرایہ اس کی پیداوار سے وصول کرنا جائز مانتے۔ اس دیار کے لوگ چوں کہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بہت زیادہ معتقد تھے، اس لیے حضرت یحییٰ بن یحییٰ کی اس قلیل مخالفت پر بھی گرفت کرتے اور اس پر نکیر کرتے۔ انتہیٰ

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(۱۶)- امام ابو یوسف و محمد و زفر و حسن بن زیاد رحمہم اللہ کی روایت: شامی نے کہا کہ ولو الجیہ میں جنایات کے باب میں ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے کوئی قول امام ابو حنیفہ کے خلاف نہیں کہا، بلکہ وہی کہا ہے جو امام نے کہا ہے (گو اس سے امام نے رجوع کیا ہو) اور امام زفر سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے کسی مسئلہ میں مخالفت نہیں کی، مگر اس مسئلہ میں کہ امام نے کہا ہے اور بعد میں رجوع کیا ہے، اس میں اشارہ یہ ہے کہ یہ اصحاب امام کے مخالف نہیں ہوئے، بلکہ جو کچھ کہا اجتہاد ورائے سے کہا ہے، وہ اپنے استاد کی موافقت سے ہے اور حاوی قدسی کے آخر میں ہے کہ جس وقت ان میں سے کسی کا قول لیا جائے (اور وہ مفتی بہ ہو) تو قطعاً معلوم ہو گا کہ اس مسئلہ میں امام کے قول کی پیروی ہے؛ کیوں کہ سب امام کے شاگردوں نے جو بڑے بڑے ہیں، مثل امام ابو یوسف و محمد و زفر و حسن بن زیاد رحمہم اللہ کے کہا ہے کہ ہم نے کسی مسئلہ میں کوئی ایسا قول نہیں کہا ہے کہ ہم کو اس کی روایت اپنے امام ابو حنیفہ سے نہ پہنچی ہو، اور اپنے اس قول پر سخت قسمیں کھائی ہیں۔ اب فقہ میں کوئی مذہب اور کوئی مسئلہ ایسا نہ ہو گا کہ امام کی طرف منسوب نہ ہو اور امام کے سوائے دوسرے کی طرف (مثل امام ابو یوسف و محمد کے) منسوب کرنا مجازاً ہے، اس میں موافقت ہے۔ انتہیٰ۔(۱)

اور اسی مضمون کو میزان شعرانی میں شیخ امام ابن الہمام سے نقل کیا ہے۔

(۱۷)- شیخ ابن الہمام کی روایت فقہا سے، کما مر۔

(۱۸)- انھیں کی روایت دوسری جگہ فتح القدیر میں کہ اس زمانہ میں تارک مذہب پر حرص وہوا غالب ہے، پس خلاف مذہب میں قول صاحبین کے موافق عدم جواز کا فتویٰ ہے۔ کما مر۔

(۱۹)- شیخ موصوف کی روایت آخر تحریر میں کہ مقلد جن مسائل میں ایک کی تقلید کر چکا ان میں اتفاقاً رجوع جائز نہیں، انتہیٰ۔ کما مر۔

(۲۰)- علی الخواص کی روایت میزان شعرانی میں۔

(۲۱)- خود امام شعرانی کی روایت میزان میں۔

(۲۲)- امام الحرمین کی روایت۔

(۲۳)- ابن السمعانی کی روایت۔

(۲۴)- امام غزالی کی روایت۔

---

(۱)- شرح عقود رسم المفتی، ص: ٦٥، مکتبہ سعیدیہ، سہارن پور.

(۲۵)- الہر اسی کی روایت، یہ سب میزان میں ہیں۔ کما مر۔

(۲۶)- ترصیع کی روایت کہ بعض مسائل میں شافعی رہنا اور بعض میں حنفی رہنا اچھا نہیں ہے۔

(۲۷)- علامہ شامی کی روایت قنیہ سے ردالمحتار میں کہ عامی کو جائز نہیں کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جائے، اس میں حنفی شافعی برابر ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جو شخص جورو کی خاطر مذہب چھوڑے اس کے بے ایمان ہو کر مرنے کا خوف ہے۔ معاذ اللہ۔

(۲۸)- ابو بکر جوزجانی رحمہ اللہ کے فتویٰ دینے کی روایت ردالمحتار میں۔

(۲۹)- علامہ قاسم کی روایت۔

(۳۰)- ابن الغرس کی روایت۔

(۳۱)- صاحب البحر کی روایت، یہ سب ردالمحتار میں ہیں۔

(۳۲)- ابن حاجب کی روایت دراسات میں۔

(۳۳)- صاحبِ دراسات کی روایت۔

(۳۴)- علامہ زرکشی کی روایت اسی دراسات میں۔

(۳۵)- ملا علی قاری کی روایت شرح عین العلم میں صاحب احیا کے موافق۔

(۳۶)- اسی شرح عین العلم کی روایت دوسری جگہ کہ جب کسی نے مثلاً ابو حنیفہ، یا شافعی کے مذہب کا التزام کیا تو اب کسی دوسرے کے مذہب پر کسی مسئلہ میں (بلا ضرورت) عمل نہ کرے۔

(۳۷)- شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی روایت شرح سفر السعادۃ میں۔

(۳۸)- اسی شیخ کی روایت دوسری جگہ۔ کما مر۔

(۳۹)- مولوی اسماعیل دہلوی کی روایت ایضاح الحق میں دو جگہ پر۔

(۴۰)- انھیں کی روایت رسالہ منصب امامت میں۔

(۴۱)- انھیں کی روایت صراطِ مستقیم میں۔

(۴۲)- مولانا محمد اسحٰق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت (جن کی کفش برداری کو مولوی نذیر حسین فخر سمجھتے تھے) رسالہ مائۃ مسائل، ص:۸۸ میں ہے:

سوال شصت ویکم: مذاہب اربعہ بدعتِ حسنہ است یا سیہ کدام سیئہ؟

جواب: اتباع مسائل مذاہب اربعہ بدعت نیست نہ سیئہ، ونہ حسنہ بلکہ اتباع آں ہا سنت است۔

سوال شصت دوم: مقلد ایشاں رابدعتی گویند یانہ؟

جواب: ہرگز مقلد ایشاں رابدعتی نہ خواہند گفت زیرا کہ تقلید ایشاں، تقلید حدیث شریف است بہ اعتبار الظاہر او الباطن، پس متبع حدیث رابدعتی گفتن ضلال وموجب نکال است، انتہیٰ۔

اور سنت کہنا وجوب کے منافی نہیں۔ کیوں کہ وجوب کا ثبوت ان کے نزدیک چوں کہ سنت سے تھا، اس لیے سنت کہا، علیٰ ہذا مولوی اسماعیل دہلوی کے کلام میں جو تقلید مروجہ کا بہتر ہونا مذکور ہے، منافیِ وجوب نہیں، وہ اس قبیل سے ہے جس طرح کہ امام شعرانی نے میزان میں بصفحہ ۱۴ ر لکھا ہے کہ خاص کر ہمارا افضل کہنا (کسی امر کو) وجوب کے منافی نہیں، یہ ایسا ہے کہ کسی کو تم نصیحت کے طور یہ کہو کہ بھائی خدا کی رضا مندی لازم سمجھ، اس لیے کہ اس کی خوشی اس کے غصہ سے بہتر ہے۔ انتہیٰ۔ حالاں کہ اس کی خوشی پر چلنا واجب اور غصہ پر چلنا حرام ہے۔ دوسری مثال یہ کہ نمازِ فجر میں یہ کلمہ وارد ہے ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' یعنی نماز نیند سے بہتر ہے، حالاں کہ اس وقت نماز واجب اور نیند حرام ہے۔ فافهم۔

(۴۳)- شیخ محی الدین ابن عربی کی روایت فتوحات مکیہ میں، کما مر من المیزان۔

(۴۴)- ابن الحاجب کی روایت مختصر میں۔

(۴۵)- کراسی کی روایت۔

(۴۶)- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی روایت فقہا سے۔

(۴۷)- جمع الجوامع کی روایت۔

(۴۸)- احتساب کی روایت۔

(۴۹)- سراجیہ کی روایت۔

(۵۰)- خود شاہ صاحب موصوف کی روایت۔ یہ سب روایتیں عقد الجید میں ہیں، کما مر۔

(۵۱)- شاہ صاحب موصوف کی روایت انصاف میں۔

(۵۲)- روایت دوسری جگہ انصاف میں۔

(۵۳)- روایت تیسری جگہ انصاف میں۔

(۵۴)- شاہ صاحب کی روایت فیوض الحرمین میں۔

(۵۵)- امام نووی کی روایت اپنے اصحاب سے جس کو سید سمہودی نے نقل کیا ہے۔

(۵۶)- امام نووی کی روایت روضۃ الطالبین میں۔

(۵۷)- شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ محدث دہلوی کی روایت تفسیر فتح العزیز میں۔

(۵۸)- شاہ صاحب موصوف کی روایت تحفۂ اثنا عشریہ میں۔

(۵۹)- شاہ صاحب کی روایت سوالات عشرہ کے جواب میں، فرماتے ہیں کہ غیر مذہب پر عمل کرنا تین صورتوں کے سوا جائز نہیں۔ اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ تلفیق واقع نہ ہو۔ کما مر۔

(۶۰)- روایت شاہ صاحب موصوف کی تفسیر فتح العزیز کے دوسرے مقام پر۔

(۶۱)- شاہ صاحب موصوف کی روایت اس سوال کے جواب میں کہ صاحبین کی تقلید کی جاتی ہے، اور امام شافعی کی نہیں کی جاتی، اس میں کیا فرق ہے؟ اور یہ ہر دو تقریریں بالتفصیل آگے آتی ہیں۔

(۶۲)- ملا علی قاری کی روایت سم القوارض میں۔

(۶۳)- امام شعرانی کی روایت کہ عدم تقلید مجتہد کے لیے ہے، ورنہ عامی پر تقلید واجب ہے، کما مر۔

(۶۴)- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت انساب میں منقول ہے کہ جہاں تینوں علما، یعنی امام و صاحبین متفق ہو جائیں تو کسی کو مخالفت کی گنجائش نہیں ہے، کذا فی جامع الرموز کما مر۔

(۶۵)- شیخ علامہ شرف الاسلام ابو الفتح بغدادی شافعی کی روایت دربارۂ وجہ عدم حکم تقلید معین در زمانۂ صحابہ۔

(۶۶)- رسالۂ امام الحرمین کی روایت اس بارے میں۔

(۶۷)- امام شعرانی کی روایت کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب آخر تک رہے گا۔

(۶۸)- علامہ بیضاوی کی روایت پیروی مجتہدین کی عین شارع کی پیروی ہے۔

(۶۹)- امام شعرانی کی روایت کہ بصورت تخییر مطلقاً دین میں کھیل ہے۔

(۷۰)- اسی امام کی روایت میزان میں کہ ارجح قول اپنے مذہب پر عمل قدیم سے چلا آتا ہے۔

(۷۱)- اسی امام کی میزان میں روایت کہ اپنے مذہب کو (بلا ضرورۃ) چھوڑنے میں اپنے امام پر یک گونہ طعن ہے۔

(۷۲) - امام سیوطی کی روایت میزان میں بعض صورتوں میں انتقال مذہب ممنوع ہے۔

(۷۳)- سیوطی کی روایت جزیل المواہب میں۔

(۷۴) - بعض مفتی مالکیہ سے روایت جزیل المواہب میں۔

(۷۵)- طحطاوی و شامی کی روایت شرح درِ مختار میں مرتد کے باب میں:

قُلْتُ اِنَّ الَّذِيْ يَجِبُ التَّعْوِيْلُ عَلَيْهِ مَا نَصَّهٗ أَهْلُ الْمَذْهَبِ فَإِنَّ اتّباعَنَا لَه واجِبٌ. انتھیٰ.

(۷۶)- جامع الرموز کی روایت کتاب القضا میں کہ ابو بکر رازی نے کہا: اگر علم کے باوجود مذہب کے خلاف

فیصلہ کیا تو اتفاقاً جائز نہیں۔

(۷۷)- فتاویٰ حمادیہ کی روایت کتاب القضا میں کہ اگر علم کے باوجود مذہب کے مخالف قضا کی تو بالاتفاق جائز نہیں۔

(۷۸)- رد المحتار حاشیہ در مختار کی روایت وتر کے باب میں یہ ہے کہ اگر حنفی، شافعی کے کپڑے میں مَنی لگی ہوئی دیکھے تو اس کی اقتدا اتفاقاً جائز نہیں۔

(۷۹)- اس رسالہ کی روایت جو امام الحرمین کی طرف منسوب ہے جس میں نمازِ قفال کا ذکر ہے۔ یہ ہے:

ہم کہتے ہیں کہ قاضی کو جائز نہیں جو تم نے کہا ہے، بلکہ اس پر یقیناً واجب ہے کہ کسی ایک مذہب کو ان مذاہب (اربعہ) میں سے مقرر کر لے یا تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب مثلاً سب مسائل میں یا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کا مذہب (سب مسائل میں) اور اس کو یہ جائز نہیں کہ اپنی خواہش کے موافق بعض مسائل میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب سے پھر جائے، اور بعض میں امام ابو حنیفہ کے مذہب سے اس لیے کہ اگر ہم یہ امر جائز رکھیں تو ضرور اس کو خبطی بنا کر مضبوط کام سے نکال دے گا، اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تکلیف (جس کے لیے انسان مبعوث ہوا ہے) اٹھ جائے گی، اس لیے کہ شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب (مثلاً) جب کہ ایک چیز کی حرمت کا حکم دیتا ہے اور مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو حلال کہتا ہے، یا اس کا عکس تو ایسی صورت میں (وہ خود مختار) خواہ حلال کی طرف میلان کرے، خواہ حرام کی طرف (یعنی اسی چیز کو جب چاہے حلال جان کر (اتباعاً لابی حنیفہ) کھا لے، اور اسی چیز کو جب چاہے حرام جان کر (اتباعاً للشافعی) چھوڑ دے سو حلال و حرام کا وجود نہ رہے گا، اور اس میں تکلیف کا نابود ہونا، اور اس کے فائدہ کا ابطال، اور اس کے قاعدہ کا استیصال لازم آئے گا، حالاں کہ یہ باطل ہے۔ انتہیٰ(۱)

(۸۰)- علامہ شرنبلالی کی روایت شرح وہبانیہ سے۔

(۸۱)- عقد الفرید للشرنبلالی کی روایت۔

(۸۲)- تحصیل التعرف کی روایت۔

(۸۳)- فتاویٰ منیہ کی روایت۔

(۸۴)- ملتقط کی روایت۔

(۸۵)- ہوایسی کی روایت۔

(۸۶)- فتاویٰ سبکی کی روایت۔

---

(۱)- انتصار الحق، ص: ۱۸۲، ۱۸۳

(۸۷)- ابن حزم کی روایت۔

(۸۸)- ابن برہان ونووی کی روایت۔

(۸۹)- فتاویٰ خیریہ کی روایت۔

(۹۰)- رسالہ رفع الغشاء لصاحب البحر کی روایت۔

(۹۱)- تفسیر احمدی کی روایت۔

(۹۲)- شرح تحریر لبحر العلوم کی روایت۔

علما کا بعض تارکین مذہب کو سزا دینا

(۹۳)- امام ابو المنصور ماتریدی کی روایت (کہ جو علم عقائد و فروع کے امام مستند ہیں) یہ ہے کہ جو شخص حنفی مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب کی طرف جائے (بلا ضرورت) تو اس کو سخت سزا دی جائے۔

(۹۴)- علمائے بخارا کی روایت کہ انھوں نے ابو حفص بن عبد اللہ کو مذہب شافعی کی طرف جانے کی باعث سزا دی اور شہر سے نکال دیا۔

(۹۵)- امام ابو حفص کبیر بخاری کی روایت کہ جنھوں نے مذہب حنفی چھوڑنے والے پر تعزیر جاری کی۔

(۹۶)- امام فخر الدین محمود بن محمد کی روایت کہ انھوں نے مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب کی طرف جانے والے کو مبتدع اور ضال فرمایا اور اس کی گواہی کو غیر معتبر کہا۔ ایسا ہی فتاویٰ تاتار خانیہ میں، اور بعض فتاویٰ حمادیہ میں منقول ہے۔

(۹۷)- علامہ شامی کی آخر منح سے روایت کہ اگر بے پروائی یا دنیاوی غرض سے مذہب کو چھوڑا ہے تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

(۹۸)- فتاویٰ عالم گیری و درمختار و جواہر اخلاطی وغیرہ کی روایت "حنفیٌّ ارتَحَلَ إلٰی مذهبِ الشافعيِّ یُعزَّرُ"، یعنی حنفی مذہب والا شافعی کی طرف (بلا غرض محمود) چلا جائے تو تعزیر لگائی جائے۔

(۹۹)- فتاویٰ حمادیہ کی روایت یہ ہے کہ ان سے قاضی مقلد کے حال کے بارے میں پوچھا گیا کہ جب وہ اپنے مذہب کے خلاف حکم کرے تو اس کی قضا جاری ہوتی ہے یا نہیں؟ تو کہا کہ نہیں ہوتی۔ اور میں نے عبد الرحیم حسینی سے پوچھا کہ قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم کرسکتا ہے تو کہا کہ نہیں؛ اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے جامع میں اس پر تصریح ہے کہ قاضی نے جب کہ خطا کی اور اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا۔ الخ۔

چوں کہ امام نے اس کی طرف خطا کی نسبت کی تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس کو مخالفت جائز نہیں ہے۔ انتہیٰ۔

(۱۰۰)- ترصیع کی روایت: کتاب الاستحسان میں فتاویٰ حمادیہ سے نقل کیا ہے کہ عامی آدمی ایک امام کے طریقہ پر جس کو زیادہ عالم جانتا ہے عمل کرے، اور ہمارے نزدیک کسی مسئلہ میں اس کی مخالفت بہ ہوائے نفس درست نہیں۔

(۱۰۱)- اسی میں حاوی سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی مجتہد ہو کر بعض مسائل میں اپنے امام کا ظہور دلیل کے باعث خلاف کرے تو جائز ہے، اور غیر مجتہد کو نفسانی خواہش کے باعث اپنے مذہب کا چھوڑنا جائز نہیں ہے، بلکہ گنہ گار ہوتا ہے، اور لائق ہے کہ اس کو تنبیہ اور سزا دی جائے۔

(۱۰۲)- ذخیرہ کی روایت یہ ہے کہ قاضی کا حکم مسئلہ مجتہد فیہا میں جب نافذ ہوتا ہے کہ وہ مجتہد ہو، اور وہ حکم روایت سیر کبیر (امام محمد) کے موافق اجتہاد کیا ہو (کہ اس میں ایسا ہی ہے)، اور عن قریب آتا ہے کہ قاضی کو ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف حکم کرنا درست نہیں، و عبارتہ۔

إنْ حَكَمَ القَاضِي فِي مَحَلِّ مُجتهدٍ فيهِ إنَّمَا ينفُذُ إذَا عُلِمَ بِكَونِهِ مجتهداً، وحَكَمَ عَنِ الإجتهادِ علىٰ روايةِ السيرِ الكبيرِ وسيجئيُ أنَّهٗ لا يقضيْ بِما يخالفُ قولَ أصحابنَا.

(۱۰۳)- قہستانی کی روایت فتاویٰ جواہر سے باب عدم قبول شہادت میں یہ ہے کہ اگر حنفی مذہب والا شافعی مذہب کی طرف چلا جائے تو اس کی گواہی معتبر و مقبول نہیں، اگر چہ عالم ہو۔

(۱۰۴)- کشف اور شرح طحاوی کی روایت قہستانی میں یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک امام واحد کا اختیار کرنا لازم ہے، اور جس نے معتزلہ کی طرح حق کو متعدد کر دیا، تو عامی کے لیے اس بات کی اجازت دے دے کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر اس کا جی چاہے عمل کرے، اور جس نے حق کو ایک کیا، جیسے ہمارے علمانے تو اس نے عامی کے لیے ایک امام کو مقرر کیا، جیسا کہ کشف میں ہے، اور جو کوئی ہر مذہب کی مباحات کو اختیار کرے گا تو پورا فاسق ہو جائے گا، چناں چہ ایسا ہی فقیہ سعید بن مسعود کی شرح طحاوی میں ہے، اس لیے واجب ہے کہ اپنے مذہب میں مضبوطی ہو یعنی اس کے صواب اور حق ہونے کا معتقد ہو، چناں چہ جواہر میں ہے۔

(۱۰۵)- الفیہ عبد الدائم برماوی شافعی کی روایت (جو کہ علامہ بدر الدین زرکشی کے شاگرد رشید ہیں، اور لامع صحیح شرح جامع صحیح کے مصنف ہیں، اور شاہ عبد العزیز نے "بستان المحدثین" میں ان کی اور ان کی الفیہ کی تعریف کی ہے۔ من جملہ اس کے یہ ہے:

"والفیہ دارد در اصول فقہ کہ در نہایت جودت و خوبی واقع شدہ مثل متقدمین بہم رسیدہ۔

وَمَن مِنَ الْعَوَامِ كانَ عمِلا　　　　بمَا لهُ مُجتهِدٌ قدْ حَصَلا

لیسَ لهٗ عنهٗ رُجوعٌ ویجِب　　للعاجزِ التزامُ مذهبٍ نُصِب
مُعیِّنًا یَعتقدُ الرُّجحانَا　　فیهِ مساویاً إن کانَا
ولیسَ جائزٌ تتبُّعُ الرّخصْ　　فإنَّه کلعبٍ إذ لمْ یَخُص

یعنی جو شخص کہ عامی ہے، اس کو اپنے مجتہد کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور اس سے رجوع جائز نہیں اور جو اجتہاد سے عاجز ہے، اس کو مذہب معین کا التزام واجب ہے اور اس کے غالب ہونے کا معتقد رہے، یا برابر کا، اگر ویسا ہے۔ اور رخصتوں کا تلاش کرنا جائز نہیں کیوں کہ جب تخصیص نہ ہوگی تو گویا (دین میں) کھیل ہوگا۔ انتہیٰ۔

(۱۰۶)- امام غزالی کی روایت احیاء العلوم کے ربع ثانی میں ہے اگر شافعی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ نبیذ پیتا ہے اور نکاح بغیر ولی کے کر کے اس زوجہ سے ہم بستر ہوتا ہے تو یہ جائے تامل ہے، ظاہر تر یہ ہے کہ اس پر انکار کرنا چاہیے، کیوں کہ محققین میں سے کوئی اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کے موافق عمل کرنا چاہیے اور نہ کوئی اس بات کا قائل ہے کہ جو شخص اپنی سمجھ کے موافق کسی مجتہد کی۔ جس کو افضل علما سمجھتا ہے- تقلید کر لے پھر کسی دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرے۔ بلکہ ان کے نزدیک ہر مقلد پر اپنے مجتہد کی تقلید ہر مسئلہ میں ضروری اور واجب ہے کیوں کہ اپنے مجتہد کی مخالفت کرنا بغیر ملکۂ اجتہاد بالاتفاق سب محققین کے نزدیک ممنوع ہے اور وہ مخالفت کی وجہ سے گنہ گار ہوتا ہے۔

رخصت کی تلاش بیہودہ بات ہے۔

(۱۰۷)- امام موصوف کی کیمیائے سعادت میں روایت، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی اپنے امام کے اجتہاد کے خلاف عمل کرے تو حرام ہے اور وہ شخص گنہ گار ہے اور جواز اختیار کدامے مذہب بیہودہ بات ہے، تصریح اس کی یہ ہے اتفاق محصلانست: کہ ہر کہ بخلاف اجتہاد خود، یا بخلاف اجتہاد صاحب مذہب خود کارے کند او عاصی است، پس ایں بحقیقت حرام است، و ہر کہ در قبلۂ اجتہاد رو بجہتے کند و پشت بہ آں جانب کند و نماز گزارد عاصی بود اگرچہ دیگراں پندارند کہ او مصیب است وآں کہ می گوید روا باشد کہ ہر کسے (بلا ضرورت) مذہب ہر کہ خواہد فرا گیرد سخن بیہودہ است، اعتماد رانشاید بلکہ ہر کسے مکلف است بہ آں کہ بظن خود کار کند و چوں ظن اوایں باشد کہ مثلاً شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل تر است اور ادر مخالفت وے ہیچ عذرے نبود جز مجرد شہوت۔ انتہیٰ۔

(۱۰۸)- امام شعرانی کی میزان میں روایت کہ جو لوگ اپنے امام کے مذہب کے مخالف فتویٰ دیتے تھے، تو وہ مجتہد منتسب تھے ورنہ شان مقلد سے یہ نہیں کہ اپنے امام کے قول سے نکل جائے۔(۱)

---

(۱)- المیزان الشعرانیة الکبریٰ، ج:۱، ص:۲۱، دار الکتب العلمیة، بیروت.

نقل مذہب بہ قصد لعب الحاد ہے

(۱۰۹)- مبدا و معاد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی روایت یہ ہے:

"مدتے آرزو آں داشت کہ پیدا شود در مذہب حنفی تا خلف امام قراءۃ فاتحہ نمودہ آید اما بواسطہ رعایت مذہب بے اختیار ترک قراءۃ می گردد و ایں ترک را از قبیل ریاضت می شمرد آخر الامر اللہ تعالیٰ بہ برکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب (بقصد لعب) الحاد است، حقیقت مذہب حنفی در ترک قراءۃ ماموم ظاہر ساخت، و قراءۃ حکمی از قراءۃ حقیقی در نظر بصیرت زیباتر نمود۔" انتہیٰ۔

(۱۱۰)- نہر الفائق شرح کنز الدقائق کی روایت کہ قاضی کو اپنے مذہب کے خلاف حکم کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱۱۱)- وہبانیہ کی روایت یہ ہے کہ اگر قاضی اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو ہرگز صحیح نہیں، صرف یوں ہی لکھا ہے بیکار و عبارتہ:

ولَو حَكَمَ القَاضِي بِحُكمٍ مخالفٍ لِمذهبهٖ مَا صحَّ أصلاً و يسطرُ

(۱۱۲)- فتاویٰ تاتار خانیہ کی کتاب القضا میں روایت: جس کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت امام اور صاحبین کسی امر پر متفق ہوں تو پھر ان کی مخالفت صرف رائے سے جائز نہیں کیوں کہ حق ان سے تجاوز نہیں کرتا۔ کما قال:

وإنْ لَم يَجِد لِلعَمَلِ اجتمَاعَ مَن بَعدَهُم وَكَانَ فيهِ اتِّفاقٌ بينَ أصحَابِنَا أبي حنيفةَ و أبي يوسفَ و محمدٍ رحمهمُ اللّٰهُ ياخذُ بقولهِم ولا يسعُهُ أن يُّخالفَهُم برايهٖ لأنَّ الحقَّ لَا يَعدُوَ هُم. انتهىٰ.

اور امام احمد بن حنبل کی روایت بھی پیش تر اس مضمون کے مذکور ہو چکی۔

(۱۱۳)- فتاویٰ عالمگیری[۱] کی روایت یہ ہے، پھر ان دو فصلوں کا جاننا ضرور ہے، ایک یہ کہ جس وقت ہمارے اصحاب ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کسی مسئلہ میں متفق ہو جائیں تو قاضی کو لائق نہیں کہ اپنی رائے سے ان کی مخالفت کرے، دوم یہ کہ جب وہ آپس میں مختلف ہوں (کسی مسئلہ میں) تو عبد اللہ بن مبارک (محدث و فقیہ جلیل القدر شاگرد امام) نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر عمل کیا جائے، کیوں کہ وہ تابعین سے تھے اور فتویٰ میں ان سے مقابلہ کرتے تھے، ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کوئی روایت امام صاحب اور ان کے اصحاب سے نہ پائی گئی لیکن متاخرین سے روایت موجود ہے تو اس پر فیصلہ کرے اور اگر متاخرین اس میں مختلف ہوں تو اس میں سے کسی روایت کو پسند کر لے (اور رد المحتار وغیرہ میں ہے کہ اکثر متاخرین جدھر ہوں اُس پر عمل ہونا چاہیے و هو الصحيح) اور اگر

(۱)-اصل عبارت عربی فتاویٰ عالمگیری جلد ثالث، ص:۱۵، مطبوعہ منشی نول کشور میں ہے۔ ۱۲ منہ

متاخرین سے بھی کچھ تصریح نہیں تو اس میں اپنی رائے سے اجتہاد کرے، جب کہ فقہ کے طریقے جانتا ہے اور اہلِ فقہ سے مشورہ کرے انتہیٰ۔

اور اسی مضمون کے قریب قریب فتاویٰ قاضی خان اور رد المختار وغیرہ میں ہے۔

(۱۱۴)- حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کہ امام شافعی کی مدح اور اتباع میں فرمایا:

اِنَّ الْمَذَاهِبَ خَيْرَهَا وَاَصَحَّهَا مَا قَالَهٗ الْحِبْرُ الْاِمَامُ الشَّافِعِيْ

اِخْتَرْتُ مَذْهَبَهٗ وَقُلْتُ بِقَوْلِهٖ وَجَعَلْتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعِيْ

یعنی بے شک بہتر اور زیادہ صحیح مذہب وہ ہے کہ بڑے عالم امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے (یعنی ان کے اقوال اصح ہیں) میں نے ان کے مذہب اور قول کو پسند اور اختیار کیا ہے اور قیامت کے دن ان کو اپنا شفیع ٹھہرایا ہے۔

(۱۱۵)- مسعر[۱] بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ یا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یا ہر دو کی روایت امام ہمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان میں:

حَسبِي مِنَ الخَيرَاتِ ما أعدَدَتُه يومَ القيامةِ في رضٰي الـرَّحمٰنِ

دِينَ النبيِّ محـمدٍ خيرِ الورىٰ ثُمَّ اعتـقـادِي مذهـبَ النعـمان

یعنی میں قیامت کے دن جو نیک کام تیار کروں تو خدا کی رضا مندی کے لیے یہ کافی ہے کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر البشر کا ہو اور پھر میرا اعتقاد مذہب نعمان رضی اللہ عنہ پر ہو۔ انتہیٰ۔

سبحان اللہ! ایک ایسے بزرگ بھی تھے کہ ائمہ دین سے ایسے خوش اعتقاد ہیں اور ایک آج کل ہمارے بھائی غیر مقلدین دشمنِ عقل و دین ہیں کہ ائمہ راشدین کی جناب میں طرح طرح کی گستاخیاں کر کے ذخیرۂ عقبیٰ جمع کرتے ہیں۔

ہر کس رسد بداں چہ نصیبش نوشتہ اند

ہم نے اکثر ان روایات کو انتصار الحق سے اور دیگر کو اور کتب سے نکالا اب ہم کہاں تک روایات نقل کرتے جائیں اور بھی مفید ہماری تلاش سے ملیں گی۔ غیر مقلد کے لیے تو یہی بس ہیں، لیکن متعصب معاند کے لیے دفتروں کے دفتر بھی مفید نہیں۔

---

(۱)- بعض کتب میں یہ روایت مسعر بن کدام سے ہے اور بعض میں امام ابو یوسف سے اور ممکن ہے کہ مسعر بن کدام نے امام ابو یوسف کی اتباع میں ایسا فرمایا ہو۔ ۱۲ منہ

اہلِ حرمین کا اجماع حجت ہے

ایک روایت امام بخاری صاحب الصحیح پر ان روایات کا خاتمہ کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین پر یقیناً حجت ہو گی، وہ یہ ہے کہ جلد ثانی کے آخر کے پارہ "کتاب الاعتصام بالسنۃ" میں بہ ضمن فضائل حرمین فرماتے ہیں:

باب مَا ذَكَرَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - وَحَضَّ عَلَى اتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ ، وَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْحَرَمَانِ مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ ، وَمَا كَانَ بِهَا مِنْ مَشَاهِدِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - وَالْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ - ﷺ - وَالْمِنْبَرِ وَالْقَبْرِ. انتہیٰ.(۱)

یعنی اس امر کا بیان جو نبی ﷺ نے ذکر کیا اور اتفاق اہلِ علم پر ترغیب دی۔ اور جس پر اہلِ حرمین مکہ اور مدینہ نے اجماع کیا، اور جو کچھ مشاہدہ نبی ﷺ اور مہاجرین و انصار کا ہے، اور نبی ﷺ کا مصلیٰ اور منبر اور قبر۔ انتہیٰ۔

یہ روایت مل کر ۱۱۶ روایت ہوئی۔

اب امام بخاری کی غرض سنیے کہ ان کے نزدیک اجماع اہلِ حرمین شریفین حجت ہے، یہ ان کا مختار ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اجماع اہلِ مدینہ کافی ہے، ہر تقدیر پر اس روایت میں ان سب امورِ حسنہ یا واجبہ کا ذکر ہے جس پر علمائے حرمین کا اتفاق و عمل ہے۔ اب من جملہ ان امور کے التزام مذہب معین ہے کہ بہ روایت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بعد دو سو برس ہجری کے علمائے حرمین شریفین، بلکہ اور زمانہ کے اہلِ علم اس پر متفق ہو چکے ہیں، اور اقل قلیل کا خلاف غیر معتبر ہے، اور بحکم حدیث "اتبعوا السواد الأعظم" کے وہی حق پر ہیں، اور مخالفین "من شذ" میں داخل ہیں، اور ان کا یہ جملہ اثبات وجوب مذہب معین وغیرہ امور متفقہ حرمین پر نص صریح ہے۔ بلکہ وہ خود شافعی المذہب ہیں، چناں چہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اب احادیث بخاری کو ماننا اور اس جملۂ صادقہ پر ایمان نہ لانا تعصب حضرات منکرین نہیں تو کیا ہے، کیوں کہ جس صورت میں جملہ "أصح الكتب بعد كتاب الله البخاري" پر ایمان بالغیب ہے، تو یہ جملہ بھی اسی کتاب کا ہے، پھر اگر یہ اصح نہ ہو گا تو ترجیح بلا مرجح ہے، اور ان کے جملہ میں کوئی تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ اجماع صحابہ یا مجتہدین کا مراد ہے، اور نہ کسی زمانہ کی تخصیص ہے، ہاں! علما کا مراد ہونا ظاہر ہے کیوں کہ صرف عوام سے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت نہیں ہوتا، اور اتفاق علمائے محققین کا خواہ کسی زمانہ میں ہو مثل اجماع کے حجت ہونا پیش تر کلام مولانا بحر العلوم میں

---

(۱)- صحيح بخاري، كتاب الاعتصام بالسنة، ج:۲، ص:۱۰۸۹، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارک پور. ۱۲.

شرح مسلم الثبوت سے گزرا، اور علمائے اہلِ سنت حرمین وغیرہ کہ عموماً تقلید مذہب معین پر متفق ہیں، کما هو الظاهر بالبداهة پس بلاشبہہ حجت ہے۔

قال: اور سید محمد صدیق خان صاحب نے ذخر المخبتی من آداب المفتی میں لکھا ہے کہ حنبلیہ میں سے قاضی ابویعلیٰ علی بن موسیٰ اور ابو محمد اور حنفیوں میں سے امام ابویوسف اور امام محمد اور زفر بن ہذیل اور شافعیوں میں سے مزنی اور ابن شریح اور ابن منذر اور محمد بن نصر مروزی اور سوائے ان کے اور بہت سے علمائے احناف اور مالکیہ میں اشہب بن عبد الحکیم اور ابن قاسم اور ابن وہب یہ سب لوگ کسی کے مقلد نہیں تھے۔(ص:۴۴)

اقول وباللہ التوفیق: مقام غور ہے کہ خان صاحب کی یہ عبارت منادی باعلیٰ صوت ہے کہ یہ لوگ مقلد تھے، پھر یہ کہنا کی کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، صریح تناقض ہے، مگر مؤلف صاحب ان باتوں کو کیا سمجھیں جب کہ ان کے پیر و مرشد نہ سمجھے۔ ظاہر ہے کہ جب ان کو حنبلی، حنفی، شافعی اور مالکی گنا پھر ان کا غیر مقلد ہونا چہ معنیٰ۔

اصل حال ہم سے سنیے کہ یہ لوگ مجتہد منتسب تھے کہ اپنے اپنے امام کے قواعد سے خارج نہیں ہوتے تھے، چناں چہ انھیں علما کی نسبت میزان شعرانی سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یہ لوگ باوجود مجتہد ہونے کے سائلین کو ان کے امام کے ارجح اقوال پر فتویٰ دیتے تھے، چناں چہ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حال میں میزان سے لکھ دیا گیا ہے، اور صاحبین و زفر سے پہلے نقل کر دیا گیا کہ وہ سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے کوئی روایت امام کے خلاف نہیں کہی، جمیع کتب حنفیہ اس بات سے بھری پڑی ہیں کہ یہ لوگ اپنے امام کی طرف منسوب تھے، اس لیے شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تحفۂ اثنا عشریہ“ میں لکھا ہے کہ قاضی ابویوسف و محمد بن الحسن شیبانی شاگرد ان ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و تابعان اویند، انتہی۔

اور جب کہ وہ مجتہد منتسب تھے، تو بعض جگہ خلاف کرنا بھی مضر نہیں، کما مر مراراً۔ ہاں! شاید غیر مقلدین چاہتے ہیں کہ ہم بھی مثل امام ابویوسف و محمد وغیرہ ائمہ مجتہدین ہیں، تو یہ خام خیالی ہے، ان میں سے جو بڑے سے بڑا عالم ہے وہ تو علمائے نام دار، مقلدین زمانہ کی برابری نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ علمائے سابقین خصوصاً ویسے مجتہدین سے، ؏

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اب یہ مغالطہ کے سوائے پوری ناواقفیت ہے۔

قال: اور کہا ابو الفیض محمد بن علی فارسی نے ”جواهر الأصول في علم حديث الرسول“ میں کہ بڑے بڑے فقیہ، متبحر، خوب بیان کرنے والے اپنی تحقیق سے، پڑھنے پڑھانے والے، کسی کی تقلید نہ کرنے والے تیس علما ہیں۔ محمد بن مسلم زہری، الخ۔ ص:۴۴

اقول و بہ احول :اس عبارت میں وہی دامِ تلبیس ہے۔ ان کے غیر مقلدین ہونے کے معنیٰ یہی ہیں کہ یہ لوگ مجتہد منتسب تھے، اور بعض ان میں سے تو مجتہد مطلق تھے، مثل امام اوزاعی، و امام احمد بن حنبل، و زہری، و یحییٰ بن معین اور مثل ان کے کہ جن پر تقلید دوسرے مجتہد کی غیر جائز تھی، اور مجتہدین منتسبین کا حال اوپر بیان ہوگیا کہ بعض مسائل میں اجتہاد حاصل ہونے کے باعث خلاف کرتے تھے، اور امام بخاری کا بھی یہی حال تھا کہ مجتہد منتسب تھے اور زمرۂ شافعیہ میں داخل۔

امام بخاری کے شافعی ہونے کا ثبوت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالۂ انصاف میں اس بات کی تصریح کی ہے:

وَ مِن هٰذَا القبيلِ محمدُ بنُ إسمٰعيلَ البخاريُّ، فإنَّهٗ معدودٌ في طبقاتِ الشافعيةِ، ومَنْ ذكرهٗ في طبقاتِ الشافعيةِ الشيخُ تاجُ الدينِ السُّبْكيُّ، و قالَ: إنهٗ تفقهَ بالحميديِّ، والحُميديُّ تفقَّهَ بالشافعيِّ، وَ استْدلَّ شيخُنَا العلامةُ على إدخالِ البخاريِّ فِي الشافعيةِ بذكرهِ فِي طبقاتِهِم، وكلامُ النوويِّ الَّذِي ذَكَرنَاهٗ شاهدٌ لهٗ. انتهیٰ.(۱)

یعنی جس طرح ابو جعفر بن جریر طبری شافعی المذہب ہیں، اسی طرح محمد بن اسماعیل بخاری بھی طبقات شافعیہ میں شمار کیے گئے ہیں، اور جس نے ان کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے، وہ شیخ تاج الدین سبکی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام بخاری نے امام حمیدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فقہ کا علم پڑھا، اور حمیدی نے امام شافعی سے، اور ہمارے شیخ علامہ امام بخاری کے شافعی ہونے پر یہ دلیل لائے ہیں کہ سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے، اور کلام نووی کا جو ہم نے ذکر کیا ہماری بات پر گواہ ہے، انتہیٰ۔

اب ظاہر ہے کہ جب شیخ تاج الدین سبکی جو کبار شافعیہ میں سے ہیں، امام بخاری کو طبقات شافعیہ میں شمار کرتے ہیں، پھر توجیہاتِ رکیکہ کرنا کہ ان کا اجتہاد ان کے موافق تھا محض خام خیالی ہے، کیوں کہ ایسا آدمی دوسرے کے طبقات میں کاہے کو داخل ہوگا، ہاں بعض مسائل میں خلافِ شافعی کرنا مضر مقصود نہیں کیوں کہ وہ مجتہد منتسب تھے، اور ایسے شخص کا بعض مسائل میں درجۂ اجتہاد حاصل ہونے کے باعث اپنے امام کا خلاف جائز ہے، چناں چہ امام ابو یوسف وغیرہ میں اس کا حال مفصل بیان ہو چکا، اور جب کہ امام بخاری سا شخص مقلد مذہب شافعی رہے، پھر غیر مقلدین کا انکار اگر جنون نہیں تو کیا ہے، اور محدثین بھی کسی مذہب کی طرف منسوب ہوتے تھے، چناں چہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں شاہ

---

(۱)- کتاب الانصاف، ص: ۲۱، دار الشفقۃ، استنبول، ترکی.

صاحب موصوف نے لکھا ہے:

وَكَان هؤلاءِ ينسُبُونَ إلٰى مذهبِ أصحابهِم فيُقالُ فلانٌ شافعيٌّ وفلانٌ حنفيٌّ وكانِ صاحبُ الحديثِ أيضاً قَد ينسبُ إلٰى أحدِ المذاهبِ لكثرة موافقتهِ لهٗ كالنَّسائِي والبيهقيِّ يُنسبانِ إلى الشافعيِّ فكانَ لا يتولَّى القضاءَ ولَا الإفتاءَ إلا مجتهدٌ ولا يسمّٰى الفقيهُ إلَّا مجتهدٌ. انتهىٰ.(۱)

یعنی یہ لوگ (جو مذکور ہوئے فقہا وغیرہ) اپنے اصحاب کی طرف منسوب ہوتے تھے، اور یوں کہا جاتا تھا کہ فلاں شافعی ہے، اور فلاں حنفی، اور صاحب حدیث بھی کبھی ایک مذہب کی طرف کثرت موافقت کے باعث اس مذہب سے منسوب ہوتے تھے، مثل نسائی اور بیہقی کے کہ شافعی کی طرف منسوب تھے، اور قضا اور فتویٰ کا والی سوائے مجتہد کے کوئی نہ ہوتا تھا، اور سوائے مجتہد کے کوئی فقیہ نہیں کہلاتا تھا، انتہیٰ۔

اور کثرت موافقت اس لیے تھی کہ اس مذہب کی رغبت، اور متابعت بہت تھی، اور ترمذی جا بہ جا کہتے ہیں کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے، مراد اس سے امام احمد و اسحاق ہیں، کما لا يخفى۔

ان سب امور کے علاوہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان تیس اشخاص کے علاوہ سب کے سب مقلد تھے، اور وہ بھی بڑے فقیہ و محدث و مفسر متبحر تھے، مثلاً ان میں سے ابن ماجہ، امام نووی، امام غزالی، امام الحرمین، شیخ ابن الہمام اور فخر رازی وغیرہ علما اور فضلا کہ جن کے شمار کے لیے دفتر علاحدہ چاہیے پھر، چند اشخاص کو کہ جن کے شمار میں بھی مغالطے ہیں شمار کرنا بہ مقابلہ لاکھوں کے کس قدر غیر مناسب ہے، اس کا انصاف غیر مقلدین منصفین پر ہے۔

فصل

یہاں پر قرآن و احادیث سے تقلید و التزام مذہب معین کے بعض دلائل لکھے جاتے ہیں۔

اول اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ(۲)

تفسیر بیضاوی میں ہے:

---

(۱)- حجة الله البالغة، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة و بعدها، ج:۱، ص:۴۳۹، در احياء العلوم، بيروت.

(۲)- قرآن مجید، سورة النساء:۴، الآية:۵۹.

”يُرِيدُ بِهِم أمراءَ المسلمينَ فِي عهدِ الرَّسولِ - صلى الله عليه و سلم - وبعده ويندرجُ فيهِمُ الخلفاءُ والقضاةُ وأمراءُ السَّرِيَّةِ أمرَ الناسُ بطاعتِهِم بعدَمَا أمرَهُم بالعدلِ تنبيهًا على أن وجوبُ طاعتهم لازمٌ ما دامُوا علَى الحقِّ. وقيلَ علماءُ الشَّرعِ لقولهِ تعالٰى : [وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ]“ (سورة النساء، الآية، ۸۳) (۱)

یعنی اطاعت خدا اور رسول ﷺ کے بعد جو اولی الامر (صاحب حکم) کی اطاعت کا حکم ہے، تو اس سے آں حضرت ﷺ کے زمانہ کے اور بعد کے امراے مسلمانان مقصود ہیں، اور اس میں خلیفہ، اور قاضی، اور تھوڑے لشکر کے سردار بھی داخل ہیں، کہ لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا جب تک وہ انھیں عدل وانصاف کا حکم دیں، تاکہ وہ اس امر سے خبر دار ہو جائیں کہ ان کی اطاعت جبھی تک ضروری ہے کہ وہ حق پر رہیں۔ بعض علما کہتے ہیں کہ: ”اولی الامر“ سے مراد علماے شرع ہیں، کیوں کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اگر تم رسول (ﷺ) اور اولی الامر کی طرف فیصلہ لے جاؤ گے تو اولی الامر سے جو لوگ کہ استنباط مسائل کر لیتے ہیں البتہ سمجھ لیں گے۔ انتہیٰ۔

تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

”ثالثُهَا المُرادُ العلماءُ الَّذينَ يُفتونَ فِي أحكامِ الشَّريعةِ وَ يُعَلِّمونَ الناسَ دينَهُم، وهَذا رَوايةُ الثعلبيِّ عنِ ابنِ عبّاسٍ و قولُ الحسنِ، و مجاهدٍ والضَّحَّاكِ. انتهىٰ.“(۲)

یعنی تیسرا مطلب یہ ہے کہ مقصود اولی الامر سے وہ علما ہیں کہ احکامِ شریعت میں فتویٰ دیتے، اور لوگوں کو دین سکھاتے ہیں، ثعلبی کی یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے اور یہی قول حسن بصری و مجاہد وضحاک رضی اللہ عنہم کا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

” اختلفُوا فِي (أولي الأمر) ، قالَ ابنُ عبّاسٍ وجابرٌ رضي الله عنهم : هُمُ الفقهاءُ والعلماءُ الَّذينَ يُعلِّمونَ الناسَ مَعَالمَ دِينِهم ، وهوَ قولُ الحسنِ والضَّحَّاكِ ومجاهدٍ. انتهىٰ “(۳)

یعنی اولی الامر میں اختلاف ہے، ابن عباس وجابر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ وہ فقہا وعلما ہیں کہ جو لوگوں کو دین کے

---

(۱)- تفسیر بیضاوي، ج:۲، ص:۲۰۵، ۲۰۶، زیر آیت مذکورہ، دار الفکر بیروت.

(۲)- تفسیر کبیر جلد ثالث، ص:۳۵۷   ۱۲ منه

(۳)- تفسیر معالم التنزیل، زیرِ آیت: ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ “ الآیة، ص:۳۱۲، دار ابن حزم. ۱۲

مطالب سکھاتے ہیں، اور یہی قول حسن بصری و ضحاک و مجاہد کا ہے۔ اور "فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ"(۱) کے نیچے لکھا ہے:

"أي : إلى كتابِ اللّٰهِ وإلٰى رسوله مَا دَام حيًّا وبعدَ وفاتهِ إلٰى سنَّتِهِ ، والردُّ إلٰى الكتابِ والسُّنَّةِ واجبٌ إن وُجدَ فِيهِمَا ، فَإن لَم يُوجَد فَسبِيلُهٗ الإجتهادُ . انتهىٰ."(۲)

یعنی ہر گاہ کسی مسئلہ میں اختلاف واقع ہو تو اس وقت کتاب اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی طرف جاؤ جب تک وہ پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زندہ ہیں، اور ان کی وفات کے بعد سنت کی طرف لوٹنا چاہیے، اور کتاب و سنت کی طرف رجوع واجب ہے، اگر ان میں وہ مسئلہ صراحۃً پایا جائے اور اگر نہ پایا جائے تو پھر وہاں اجتہاد ہی کام آتا ہے۔ انتہیٰ۔

ان ہر سہ تفسیروں سے معلوم ہوا کہ "اولی الامر" جن کی اطاعت کا حکم ہے فقہا و علمائے شرع ہیں، گو امرائے مسلمین بھی مراد ہوں، اور وہ منافی نہیں اس لیے کہ امرا کی اتباع بھی اس شرط پر ہے کہ شریعت کے موافق حکم کریں، اور وہ بدون علم یا بے فتوائے اہلِ علم ممکن نہیں، پس علمائے شرع کی اطاعت واجب ہوئی، اور علمائے شرع صحابہ و تابعین وغیرہ ہیں، پھر ائمہ مجتہدین کہ احادیث و آثار صحابہ کے جامع اور غواص بحرِ اجتہاد ہیں، ان کو بھی بعمومہا یہ آیت شامل ہے۔ اب ان کی اتباع بھی اس طور پر کرنی پڑے گی کہ تقلید مذہب معین مذاہب اربعہ سے رہے، ورنہ امر واحد میں اتباعِ امامین مفاسد کثیرہ پر مشتمل ہے، اس کا ذکر تفصیلاً آتا ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾"(۳)

اس آیت سے بھی ناواقف عامی کو اہلِ ذکر علمائے محققین سے پوچھنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اور یہ آیت بعمومہا ائمہ مجتہدین کو بھی شامل ہے، اور اس میں بھی وہی کلام سابق ہے۔

سوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ"(۴) یعنی آج کے روز میں نے تمھارے دین کو پورا کر دیا۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

---

(۱)- قرآن مجید، سورۃ النساء: ٤، الآیۃ، ٥٩.

(۲)- تفسیر معالم التنزیل، زیرِ آیت: "فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" الآیۃ، ص: ۳۱۳، دار ابن حزم. ۱۲ مشاهدی

(۳)- النحل، آیت: ۴۳

(۴)- المائدۃ: ۵، آیت: ۳

"يعني: يَومَ نزولِ هذهِ الآيةِ أكملتُ لكُم دينكُم ، يعني الفرائِضَ والسُّنَنَ والحُدودَ والجهادَ والأحكامَ والحلالَ والحرامَ ، فَلم يَنزِل بعدَ هذهِ الآيةِ حلالٌ ولَا حرامٌ ، ولَا شَيءٌ مِنَ الفرائضِ والسَّنَنِ والحدودِ والأحكامِ. هٰذا قولُ ابنِ عبَّاسٍ رضي الله عنهما ، ويُروٰى عنهُ أنَّ آيةَ الرِبَا نزلَت بعدَها.انتہیٰ"(۱)

یعنی ہم نے اس آیت کے نزول کے دن تمھارے دین کو کامل کر دیا، یعنی فرائض، سنن، حدود، جہاد، احکام، حلال اور حرام، پھر اس آیت کے بعد حلال، حرام، فرائض، سنن، حدود اور احکام کچھ بھی نازل نہیں ہوا، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور ان سے مروی ہے کہ سود کی آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔

جلالین میں ہے:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" أحكامهٗ وفرائضَهٗ فلَم يَنزِل بعدَهَا حلالٌ ولَا حرامٌ. انتهىٰ."(۲)

یعنی آج کے دن میں نے تمھارے دین یعنی احکام وفرائض کو پورا کر دیا، اس کے بعد حلال، حرام کچھ نہیں اترا۔

اس آیت وتفسیر سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے زمانے میں ہی پورا کر دیا، اور کامل بنا دیا، کچھ نقصان اس میں نہیں باقی چھوڑا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جمیع جزئیاتِ حوادث کے احکامِ منصوصۂ مصرحہ قرآن وحدیث میں نہیں ہیں، بلکہ ان کے مستخرِج اور مستنبطِ مجتہدین شریعت ہیں، خصوصاً ائمہ اربعہ کہ جنھوں نے اس کام کا بیڑا اٹھا کر ساری عمر بحرِ اجتہاد میں غوطے لگائے، اور دفتروں کے دفتر حوادث ضروریہ ممکن الوقوع استخراج فرمائے، جزاهم الله عن جميع المسلمين من أهل السنة والجماعة.

اب اگر مجتہدین کے استنباط کیے ہوئے احکام کے بارے میں یہ گمان کیا جائے کہ شارع نے انھیں حقیقتاً یا ضمناً ذکر نہیں کیا ہے تو اس صورت میں خلافِ تکمیل دین لازم آئے گا، اور نقص کا قائل ہونا پڑے گا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے، پھر اس میں نقصان کی گنجائش کہاں ہے، اسی لیے اہل اصول قیاس مجتہد کو مُظہر کہتے ہیں نہ کہ مثبت، یعنی حکم غرض شارع کو ظاہر کر دیتا ہے، نہ یہ کہ اپنی طرف سے کوئی حکم ثابت کرتا ہے۔

---

(۱)- تفسیر معالم التنزیل، أبو محمد حسین بن مسعود بغوی، زیرِ آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" ص:۳۵۸، دار ابن حزم.

(۲)- تفسیر جلالین، ص:۹٤، زیرِ آیت: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

جب یہ بات معلوم ہوئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ بعد تقرر مذاہب ائمہ اربعہ، جملہ مذاہب مجتہدین دین کے متمم و مکمل ہیں، یا ان میں سے ہر ایک کا مذہب، بصورت اول تمیم و تکمیل شے ایسے امور متضادہ متباینہ سے لازم آئے گی جن کا اجتماع شرعاً ممنوع ہے۔ مثلاً ایک مذہب میں ایک شے، یا فعل حلال و جائز ہے، تو دوسرے میں حرام و ممنوع ہے، پھر ہر دو مذہب متمم کیوں کر ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ خدا کے نزدیک وہ مسئلہ حلال ہے یا حرام، اب حلال حرام ہر دو مل کر ایک مسئلہ کامل نہیں ہو سکتا۔ بہ صورت ثانی مدعا ثابت ہے کہ تقلید مذہب معین باعث اعتقاد تکمیل و تمیم دین ہے، نہ تقلید جملہ مذاہب علیٰ وجہِ الاطلاق بلا قید جو خلاف نص مذکور ہے۔

چہارم: تقلید مذہب معین چھوڑ کر اگر ہر مذہب کے مباح و حرام کو جمع کرے گا، تو اس بات کا اعتقاد کرنا پڑے گا کہ ایک ہی چیز فعل حلال بھی ہے اور حرام بھی ہے، اور ایسا عقیدہ ممنوع و حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کی نسبت (جو ان مہینوں کو جن میں لڑائی منع تھی تقدیم و تاخیر کر لیتے تھے، ایک سال اس کو حلال سمجھتے تھے، دوسرے سال اسی کو حرام) یہ فرماتا ہے:

''يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّيُحَرِّمُونَهُ عَامًا.''(۱)

پس جس صورت میں کہ مذہب معین کا پابند ہو کر وہ شے اس مذہب میں اگر حلال ہے یا حرام ہمیشہ ویسے ہی عقیدہ رکھے گا، تو احتمال حرام کا ہے، اور بہ صورت تخییر و آزادی یقیناً حرام کا مرتکب ہو گا، جس کی طرف غیر مقلد بلاتے ہیں، پس تقلید مذہب معین واجب ہوئی۔

پنجم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ.'' (۲)

تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے:

"يُحتاجُ إليهِ مِنَ الأمرِ والنَّهيِ والحلالِ والحرام والحدودِ والأحكام. انتهىٰ" (۳)

یعنی اتارا ہم نے تم پر کتاب کو کہ وہ بیان کرتی ہے ہر شے کو جس کی احتیاج ہے، مثلاً امر، نہی، حلال، حرام، حدود، احکام کی مبین ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب قسم کے احکام ما یحتاج الیہا(۴) موجود ہیں، خواہ صراحۃً ہوں یا ضمناً،

---

(۱)- التوبة:۹، الآية:۳۷.

(۲)- النحل:۱٦، الآية:۸۹.

(۳)- تفسير معالم التنزيل، زیرِ آیت "نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ" الآية، ص:۷۱۷، دار ابن حزم.

(۴)- جن کی حاجت و ضرورت ہے۔

پس احکام مستنبطۂ مجتہدین شریعت ضرور مبین احکامِ شارع ہیں، پھر اس میں بھی وہی کلام ہے کہ جملہ مذاہب اربعہ مبین ہیں یا ہر واحد، بصورت اول وہی خرابی لازم آئے گی جو دلیل سوم، چہارم میں مذکور ہوئی، بصورت ثانی مدعا حاصل ہے۔

ششم: غیر مقلدی میں بہ باعث عدم تقیُّد مذہب، بلکہ اباحت ہر مذہب، وتخییر مطلق دین میں کھیل اور لعب ہے، اور دین میں ہر لعب حرام اور ممنوع ہے، اور ایسے لوگوں سے الگ رہنا چاہیے، اور ان کو الگ کرنا ضرور ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ:

''وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا.'' (۱)

یعنی آپ چھوڑ دیں ان لوگوں کو کہ جنھوں نے اپنے دین کو کھیل کود بنالیا ہے، اور دنیا کی زندگی نے ان کو غرور اور دھوکا میں ڈال رکھا ہے۔

ہفتم: غیر مقلدی میں اتباع نفس ہے، گویا اسی کو معبود بنانا ہے، اور جس نے نفس کو معبود بنایا وہ بڑا بے وقوف ہے، بلکہ مثل جانوروں کے ہے، صغریٰ بدیہی ہے، اس لیے کہ غیر مقلد اپنی خواہشِ نفس سے خواہ مخواہ مخالف حنفیہ ہوکر جس کی چاہتے ہیں تقلید کر لیتے ہیں، اور کبریٰ آیتِ قرآنی سے ثابت ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝''(۲)

یعنی کیا تم نے اس شخص کو دیکھا کہ جس نے اپنی خواہشِ نفس کو معبود بنالیا، کیا تم اس پر وکیل ہو، کیا یہ سمجھتے ہو کہ اکثر ان کے سنتے یا عقل رکھتے ہیں، نہیں وہ تو چار پایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گم راہ ہیں۔ انتہیٰ۔

ہشتم: تقلید مذہب معین میں اتباع سبیل مومنین ہے، اور جس عقیدہ وعمل پر سبیل مومنین ہے، اس کی اتباع واجب ہے، اور خلاف اس کے ممنوع و حرام، صغریٰ تو بدیہی ہے، اس لیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے موافق دو سو برس ہجری کے بعد اہلِ سنت وجماعت میں تقلید مذہب معین جاری ہوگئی، اور اس پر اجماع ہو چکا، چناں چہ سابق اس کے امام نووی سے منقول ہوا کہ اجتہاد مطلق ائمہ اربعہ پر ختم ہو چکا، حتی کہ علمانے امت پر ان میں سے ایک کی تقلید کو واجب کہا ہے، اور امام الحرمین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور انکار اس کا مکابرہ ہے، کیوں کہ قطع نظر ان روایات کے تمام بلادِ اسلام پر اگر اہلِ بصارت نظر ڈالیں تو یقیناً اس پر گواہی دیں گے کہ بے شک اکثر مسلمان مذہب واحد کے مقلد ہیں، ہندوستان وولایت وبنگالہ ودکن وعرب وعجم اس پر شاہد ہیں، انکار اس کا ایک امر

---

(۱)- الانعام: ٦، الآیۃ: ٧٠.

(۲)- الفرقان: ٢٥، الآیۃ: ٤٣، ٤٤.

بدیہی کا انکار ہے۔ ہاں! مخالف اس کے شاذ و نادر غیر مقلدین وغیرہ اہلِ بدعت ہیں جو حکم کالعدم میں ہیں، پھر ان کا اعتبار کیا ہے، اور کبریٰ اس کا آیتِ قرآنی سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

''وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۱۱۵﴾ ''(۱)

یعنی جو شخص رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مخالفت کرے گا اس کے بعد کہ اس پر ہدایت ظاہر ہو چکی، اور مومنین کے طریقے کے سوائے دوسرا طریقہ چلے گا تو ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر پھرے، اور جہنم میں ڈال دیں گے جو بری جگہ ہے۔

علمائے اہلِ سنت نے اس آیت سے ثبوت اجماع کا کیا ہے، چناں چہ تفسیر کبیر میں تحت اس آیت کے لکھا ہے:

"رويَ أنَّ الشافعيَّ رضي الله عنه سُئلَ عَن آيةٍ في كتابِ اللهِ تعالى تدلُّ على أنَّ الإجماعَ حُجَّةٌ ، فقرأَ القُرآن ثلٰثَ مائةِ مَرَّةٍ حتَّى وجدَ هذهِ الآيةَ. وتقريرُ الاستدلالِ أنَّ اتِّباعِ غيرِ سبيلِ المؤمنينَ حرامٌ ، فوجبَ أن يكونَ اتباعُ سبيلِ المؤمنينَ وَاجباً . اھ"(۲)

یعنی روایت ہے کہ امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے ایسی آیت قرآنیہ پوچھی گئی جو اجماع پر دلالت کرے تو آپ نے تین سو مرتبہ قرآن شریف پڑھا، حتیٰ کہ یہی آیت پائی، اور دلیل کی تقریر یہ ہے کہ اتباع غیر طریقۂ مومنین کی حرام ہے، اب ضرور ہے کہ مومنین کے طریقہ پر چلنا واجب ہو۔ انتہیٰ۔

تفسیر مدارک میں ہے:

''وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ'' أيَّ السَّبيلَ الَّذينَ هُم عليهِ مِنَ الدينَ الحنيفيِّ ، وهوَ دليلٌ على أنَّ الإجماعَ حجةٌ لا تجوزُ مخالَفَتُهَا كمَا لَا تجوزُ مخالفةُ الكتابِ والسنةِ. انتهیٰ.(۳)

یعنی "جو شخص اس طریقۂ مومنین کو کہ جس پر وہ ہیں۔ اور وہ دینِ حق ہے۔ چھوڑ کر دوسرے طریقہ پر چلتا ہے۔" یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے، اس کی مخالفت مثل مخالفت کتاب و سنت کے جائز نہیں۔ انتہیٰ۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

---

(۱)- النساء: ٤، آیت: ۱۱۵

(۲)- التفسیر الکبیر، زیر آیت: ''مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ'' الآیة، ج:٦، ص:۳۵، دار الکتب العلمیة، بیروت.

(۳)- التفسیر النسفي، زیر آیت: ''مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ'' الآیة، ج:۱، ص:۲۵۱، جاملی محله، ممبئی،. ۱۲

"وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ" غيرَ مَا هُم عليهِ من اعتقادٍ أو عملٍ . " نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى " نجعلهُ والياً لِمَا تولَّى مِنَ الضَّلالِ ، ونُخلِّ بينَهٗ وبينَ ما اختارَهٗ . "وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" ونُدخلُهٗ فيهَا . وقُرِىءَ بفتحِ النُّونِ مِن صلاةٍ . " وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا" جهنمَ ، والآيةُ تدلُّ علَى حرمةِ مخالفةِ الإجماعِ ، لأنهٗ سبحانهٗ وتعالٰى رتَّبَ الوعيدَ الشديدَ علٰى المُشاقَّة، واتِّباعِ غيرِ سبيلِ المؤمنينَ، وذلكَ إمَّا لحرمةِ كلِّ واحدٍ منهمَا أو أحدهِمَا أو الجمعِ بينهمَا. والثاني باطلٌ إذ يقبحُ أن يقالَ مَن شربَ الخمرَ وأكلَ الخبزَ استوجبَ الحدَّ ، وكذَا الثالثُ؛ لأنَّ المشاقَّةَ مَحرَّمةٌ ضُمَّ إليهَا غيرُهَا أولا يضمُّ، وإذا كانَ اتباعُ غيرِ سبيلِ المؤمنينَ محرَّماً كانَ اتباعُ سبيلهِم واجباً ، لأنَّ تركَ اتباعِ سبيلهِم ممَّن عرفَ سبيلهُم اتِّباعُ غيرِ سبيلهِم، وقد استقصيتُ الكلامَ فيهِ في مرصادِ الأفهامِ إلى مباديء الأحكام ."(۱)

یعنی مومنین جس اعتقاد یا عمل پر ہیں ان کے طریقہ کے سوا دوسرے طریقہ پر کوئی چلے گا تو اس کو ہم گم راہی کا سردار بنا دیں گے، اور چھوڑ دیں گے جو چاہے وہی کرے، اور جہنم میں داخل کر دیں گے جو بری جگہ ہے۔

یہ آیت اجماع کی مخالفت کی حرمت پر دلیل ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مخالفت رسول اللہ ﷺ اور اطاعت غیر طریقۂ مومنین پر وعید شدید کو مرتب کیا ہے، اور یہ یا تو ہر ایک کی حرمت، یا دونوں میں سے ایک کی حرمت یا ہر دو کی حرمت کے لیے ہے، دوسری شق تو باطل ہے، اس لیے کہ یوں کہنا کہ جس نے شراب پی اور روٹی کھائی اس پر حد واجب ہے، برا معلوم ہوتا ہے، (تعالی اللہ عن ذٰلک) علیٰ ہذا تیسری شق باطل ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت تو ہر طرح حرام ہے، خواہ اس کے ساتھ اور کوئی امر (محرم) ملایا جائے یا نہ ملایا جائے، اور جب کہ غیر طریقۂ مومنین پر چلنا حرام ہوا تو ان کے طریقہ پر چلنا واجب ہوا، کیوں کہ جان بوجھ کر ان کے ایسے طریقے کو جو مشہور ہو چکا ہے (مثل مذاہب ائمہ اربعہ) چھوڑنا ان کے طریقہ کے سوائے دوسرے طریقہ پر چلنا ہے، اور میں نے اجماع کے باب میں "مرصاد الأفهام إلى مبادی الأحكام"(۲) میں پورا پورا کلام کیا ہے۔ انتہیٰ۔

جب اس آیت و تفاسیر سے بخوبی معلوم ہوا کہ مومنین کے طریقے کی اطاعت ضروری اور واجب ہے، تو اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مومنین سے اکثر مراد ہیں نہ کہ سب؛ کیوں کہ امت محمدیہ کے بہت سے فرقے مبتدعہ بھی ہیں، پھر اکثر مراد لیے جائیں گے۔ وللأكثر حكم الكل۔

---

(۱)- تفسیر بیضاوی، زیر آیت مذکورہ: سورۃ النساء: ۱۱۵، ج: ۲، ص: ۲۵۲، ۲۵۳، دار الفکر، بیروت.

(۲)- علامہ بیضاوی کی یہ کتاب اصول میں ہے. ۱۲ منہ

اس کے بعد یہ سمجھو کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں جو طریقہ ان میں مروج تھا، اس کا اتباع ضروری تھا، پھر ان کے بعد جو طریقہ مروج ہوا، اس کی اتباع بھی موافق آیت کے ضروری ہوئی، اور سابق بخوبی روشن ہو چکا کہ دو سو برس کے بعد مذاہب ائمہ اربعہ میں سے مذہب معین کی تقلید جمیع بلادِ اسلام میں عموماً علمائے معتبرین وغیرہ سے شروع ہوئی، اور کتب مذاہب مدوّن و منقح ہو چکے، حتیٰ کہ یہ زمانہ آیا اور انشاء اللہ مقدمۂ قیامت تک ایسا ہی رہے گا، خصوصاً مذہبِ حنفی سب سے آخر میں ختم ہو گا، کما مر و سیاتی۔

اب موافق آیت مذکورہ کے کہ مخصص کسی زمانہ سے نہیں، تقلید مذہب معین کے طریقہ پر چلنا واجب، اور ان کے طریقہ کے سوائے دوسرے طریقہ پر چلنا حرام ہوا، وھو المطلوب۔

نہم: پابندی مذہب واحد میں بڑی مصلحتیں ہیں، اور عدم تقلید مذہب معین میں بڑے فساد ہیں، اور جو فسادی ہیں خدا کے دشمن ہیں۔ صغری بدیہی ہے، کیوں کہ مقلدین ائمہ اربعہ باہم متفق ہیں، ایک دوسرے کو دینی بھائی، اور راہِ مستقیم پر سمجھتے ہیں بخلاف غیر مقلدین کی ذات بے برکات کے کہ عوام اور خواص میں جو گیارہ سو برس سے اتفاقِ باہمی تھا اس کو مٹانے کے لیے تقلید کو شرک کہہ کر بھائی کو بھائی سے، باپ کو بیٹے سے، دوست کو دوست سے چھڑا کر فساد کلی ڈلوا دیا، شادی، غمی، رنج، راحت میں علاحدہ ہو گئے، اور کبری آیات قرآنیہ سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا.''(۱)

یعنی زمین میں جب اصلاح ہو چکی تو اب فساد مت کرو۔

دوسری جگہ پر فرمایا:

''وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ .''(۲)

یعنی قارون کو اس کی قوم نے کہا کہ زمین میں فساد کا راغب نہ ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کا دوست نہیں۔

تیسری جگہ ہے:

''وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ.''(۳)

یعنی اللہ فساد کو دوست نہیں رکھتا۔

پس غیر مقلدی میں خدا کی دشمنی ہے، اس سے پرہیز لازم ہے، اور مقلد ہونے میں خدا کی محبت ہے، اس پر عمل واجب ہے۔

---

(۱)- الأعراف:۷، الآية:۵٦.

(۲)- القصص:۲۸، الآية:۷۷

(۳)- البقرة:۲، الآية:۲۰۵

دہم: بعد تقرر مذاہب ہمیشہ سے علماے مقلدین ائمہ اربعہ کا طائفہ حق پر غالب رہا ہے، کسی مخالف سے ان کو ضرر نہیں پہنچا، اور انشاء اللہ نہ پہنچے گا اور جو اس قسم کے لوگ ہیں ان کے ساتھ مل کر رہنا واجب ہے، صغری بدیہی ہے، اور مصداق اس حدیث صحیح کا ہے:

"عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- لاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذَلِكَ . رواه مسلم وغيره." (۱)

یعنی ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، کسی کا بگاڑنا ان کو نقصان نہ پہنچائے گا، یہاں تک کہ خدا کا حکم آئے گا (یعنی قیامت)، اور وہ اسی حق پر رہیں گے، اس کو امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔

اس کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا هَذِهِ الطَّائِفَةُ فَقَالَ الْبُخَارِيّ : هُمْ أَهْلُ الْعِلْم ، وَقَالَ أَحْمَد بْن حَنْبَل : إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَهْل الْحَدِيث فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ. قَالَ الْقَاضِي عِيَاض : إِنَّمَا أَرَادَ أَحْمَد أَهْل السُّنَّة وَالْجَمَاعَة ، وَمَنْ يَعْتَقِد مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَدِيث ، قُلْت : وَيَحْتَمِلُ أَنَّ هَذِهِ الطَّائِفَة مُتَضَرِّقَةٌ بَيْن أَنْوَاع الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُمْ شُجْعَان مُقَاتِلُونَ ، وَمِنْهُمْ فُقَهَاء ، وَمِنْهُمْ مُحَدِّثُونَ ، وَمِنْهُمْ زُهَّاد وَآمِرُونَ بِالْمَعْرُوف وَالنَّاهُونَ عَنْ الْمُنْكَر ، وَمِنْهُمْ أَهْل أَنْوَاع أُخْرَى مِنْ الْخَيْر ، وَلَا يَلْزَم أَنْ يَكُونُوا مُجْتَمَعِينَ بَلْ قَدْ يَكُونُونَ مُتَفَرِّقِينَ فِي أَقْطَار الْأَرْض . انتهیٰ" (۲)

یعنی یہ گروہ جو مذکور ہوا تو اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اہل علم ہیں. اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ گروہ اگر اہل حدیث نہیں تو مجھ کو معلوم نہیں کہ پھر کون ہے. قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کا مقصود اہلِ سنت و جماعت ہے، اور وہ جو مذہب اہلِ حدیث کا معتقد ہے، میں

---

(۱)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الإمارة، باب قوله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من أمتى ظاهر ين على الحق، الخ، ج:۲، ص:۱۴۳، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم، ج:۲، ص:۱۴۳، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

کہتا ہوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ گروہ، مسلمانوں کی اقسام میں متفرق ہو، ان میں سے بعضے بہادر لڑنے والے ہیں، بعضے فقہا، بعضے محدث، بعضے زاہد، بعضے نیک کاموں کے بتلانے والے برے کاموں سے روکنے والے اور طرح طرح کے نیک کام والے ہیں، اور یہ ضرور نہیں کہ سب ایک جگہ جمع رہیں، بلکہ اطرافِ زمین میں پھیلے ہوئے ہیں، انتہیٰ۔

اور ظاہر ہے کہ علمائے مقلدین ائمہ اربعہ ان سب انواع مومنین کے جامع ہیں، اور یہی گروہ حق پر غالب ہے، جب صغریٰ معلوم ہوا تو اب کبریٰ سنیے۔ اللہ تعالیٰ نے، فرمایا:

''يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾''(۱)

یعنی ایمان دارو! ڈرو خدا سے، اور سچوں کے ساتھ مل کر رہو۔

پس مقلدین ائمہ کے ساتھ مل کر جس طریقہ پر وہ ہیں رہنا واجب ہوا۔

یازدہم: مقلدین ائمہ اربعہ بعد تقررِ مذاہب، وارث و خادم بیت اللہ شریف رہے ہیں، اور سوائے پرہیز گاروں کے وہاں کا وارث کوئی نہیں ہوسکتا، صغریٰ بدیہی ہے، کیوں کہ گیارہ سو برس سے برابر مقلدین ائمہ اربعہ کا وہاں پر دخل رہا ہے، کوئی بدعتی و شیعہ و معتزلی و غیر مقلد وغیرہ کا گزر نہیں ہوا، اور کبریٰ آیتِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾''(۲)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

''قال الحسن : كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ: نَحْنُ أَوْلِيَاءُ المسجدِ الحرامِ، فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِم بقوله: ''وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ '' أي: أولياءَ البيت، '' اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ '' أي. ليس أولياءُ البيتِ، '' اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ''يعني: الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ الشِّرْكَ، '' وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ''. انتهىٰ. (۳)

یعنی حسن بصری فرماتے ہیں کہ مشرک کہتے تھے، ہم ہی مسجد حرام کے والی و وارث ہیں، تو خدا نے ان کا رد کر دیا، اور فرمایا کہ وہ لوگ بیت اللہ کے وارث نہیں ہیں، اس کے وارث تو پرہیز گار ہیں، یعنی وہ مومنین جو شرک سے بچتے ہیں، لیکن ان میں کے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

---

(۱)- التوبة:۹، آیت:۱۱۹

(۲)- الانفال:۸، آیت: ۳٤

(۳)- تفسیر معالم التنزیل، زیر آیت مذکورہ، ص:۵۲۵، دار ابن حزم، بیروت.

اس سے معلوم ہوا کہ مقلدین ائمہ اربعہ متقیوں میں داخل ہیں، کیوں کہ وہی وارث اس جائے متبرک کے ہیں، اگر غیر مقلد وغیرہ بدعتی متقی ہوتے تو ان کو بھی وہاں دخل ہوتا، اور ان کا مصلیٰ بھی مشہور ہوتا، اور جیسا کہ وہ لوگ اس بات کو سمجھتے نہ تھے، علیٰ ہذا غیر مقلدین اس بات سے ناواقف ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر مقلدین ائمہ اربعہ کا طریقہ ناحق ہوتا تو وہ ایسی جگہ متبرک کے وارث کیسے ہوتے؟

دوازدہم: ائمہ اربعہ میں سے امام واحد کے مذہب کی تقلید اتباعِ امامِ افضل فی اعتقادہ ہے، اور اتباع ہر امام افضل فی اعتقادہ کا واجب ہے، اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کی اتباع حرام وممنوع ہے، صغری کا ثبوت پیش تر اقوال علما سے گزر چکا کہ ہر مقلد کو اپنے امام کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ افضل ہے، اور کبری کا ثبوت حدیث سے ہے:

”عنِ ابنِ عباسٍ قالَ: قالَ رسولُ اللّٰه : صلى الله عليه وسلم - مَنْ تَوَلّٰى مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَعْمَلَ رجلاً وهو يعلمُ أنَّ فيهِم مَن هُوَ أولٰي بذٰلكَ و أعْلَمُ منهُ بكتابِ اللّٰهِ و سنَّةِ رسولِهٖ - صلى الله عليه وسلم - فَقَدْ خَانَ اللّٰهَ وَ رسُولَه و جَماعةَ الْمُسْلِمِيْنَ. رواه الطبراني.“

اس حدیث کا ترجمہ وتحقیق سابقاً مذکور ہے۔ فليرجع اليه.

سیز دہم: اکثر امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علما تقلید مذہب معین پر متفق ہیں، اور امت محمدیہ سب کے سب ممکن نہیں کہ گمراہ ہو جائیں، ہاں! ان میں سے بعض گم راہ ہوں تو مضر نہیں، اور نہ ان کا اعتبار ہے، اور جب اکثر امت ہدایت پر ہے تو اب ضرور ہے کہ ان کی اتباع کی جائے، کیوں کہ جو لوگ ہدایت پر ہیں ان کی اتباع واجب ہے، صغری کا ثبوت حدیث سے ہے:

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ -صلى الله عليه وسلم- عَلٰى ضَلاَلَةٍ . وَيَدُ اللّٰهِ على الْجَمَاعَةِ . وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ. رواه الترمذي.“ (۱)

یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو، یا فرمایا: امتِ محمد ﷺ کو گم راہی پر متفق نہ کرے گا، اور اللہ کی حمایت جماعت پر ہے۔ اور جو علاحدہ ہوا تو دوزخ میں الگ جا پڑا، اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور کبری کا ثبوت آیت قرآنی سے ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

(۱)- سنن ترمذي، أبواب الفتن، باب في لزوم الجماعة، ج:۲، ص:۳۹، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، ۱۲

"أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ" (۱)

یعنی یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے سیدھی راہ پر چلایا ہے، آپ بھی ان کی چال پر چلیے۔

چہاردہم: جنت کے نصف بلکہ دو حصہ کو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھر لے گی، اور باقی ایک حصہ میں دیگر انبیا علیہم السلام کی امت ہوگی، چناں چہ حدیث صحیح میں ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰه قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلاً، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، قَالَ قُلْنَا نَعَمْ! فَقَالَ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؛ فَقُلْنَا: نَعَمْ! فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسُ محمد بِيَدِهِ إِنِّي لأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَذَاكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لاَ يَدْخُلُهَا إِلاَّ نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلاَّ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الأَحْمَرِ." رواه مسلم. (۲)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبہ میں چالیس آدمی کے انداز ہوں گے، پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ اس بات سے راضی ہو کہ اہل جنت کے چہارم حصہ ہو جاؤ، تب ہم نے کہا: جی ہاں! پھر فرمایا: کیا اس سے راضی ہو کہ تم تیسرا حصہ اہل جنت کے ہو، پھر ہم نے کہا: جی ہاں! اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ: مجھ کو قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم اہلِ جنت کے آدھے ہوگے، اور یہ اس طرح پر ہے کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہ ہوگا، اور مشرکین میں تم لوگ اس طرح پر ہو جیسا سفید بال سیاہ بیل کے بدن پر نظر آئے، یا سیاہ بال سرخ بیل کے بدن پر دکھائی دے، اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے:

"پھر اس حدیث میں "شطر اہل جنت" کا لفظ آیا ہے، اور دوسری روایت میں "نصف اہل جنت" کا لفظ ہے، اور بے شک دوسری حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، جن میں سے اس امت کی اسی صفیں ہوں گی، یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اہل جنت کی دوثُلث ہوگی، اب

---

(۱)- الانعام:٦، الآية: ٩٠.

(۲)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الإيمان، باب بيان كون هذة الأمة نصف أهل الجنة، ج:١، ص:١١٧، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

یوں کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اول مرتبہ نصف کی خبر دی، پھر خدا کا زیادہ فضل ہوا کہ ان کو مطلع فرما دیا جو صفوف کی حدیث کی خبر دی، اس قسم کی حدیث میں نظائر بہت ہیں۔ انتہیٰ۔"(۱)

جب یہ بات معلوم ہوئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ گیارہ سو برس سے مقلدین ائمہ اربعہ حرمین شریفین وغیرہ بلاد اسلام میں متصرف ہیں، اور ان شاء اللہ مقدمۂ قیامت تک رہیں گے، پھر اگر حسب سودائے خام غیر مقلدین(۲)، مقلدین ائمہ اربعہ مشرک قرار دیے جائیں تو بے شک امت محمدیہ اکثر گم راہ ہوگی، بلکہ مشرک، پھر جنت میں کیوں کر جائیں گے، کیا تھوڑے سے ٹٹپونجیوں غیر مقلدین، و دیگر مبتدعین سے کہ بمقابل علمائے مقلدین کالعدم ہیں۔ جنت دو حصے بھر جائے گی، علاوہ اس کے دو برائیوں کا معتقد ہونا پڑے گا، ایک تو تکذیب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوم: کسر شان فخر الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا، أعاذنا الله منهما۔

پس غیر مقلدین کا اپنے تئیں محمدی، اور اہلِ حق سمجھنا باطل ہے، اور لا محالہ حسب احادیث کہنا پڑے گا کہ مقلدین ائمہ اربعہ امت ناجیہ سے ہیں، ہرگز گم راہ نہیں ہیں، اب ایسے لوگوں کی اتباع ضروری ہے، اور جو شاذ مخالف ان کے ہیں، ان سے احتراز لازم ہے۔

پانزدہم: تقلید مذہب معین پر علمائے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سواد اعظم ہے، اور مسلمانوں کی جماعت اسی پر ہے، اور جس پر سواد اعظم و جماعت کثیرہ ہے، اس کی اتباع واجب ہے اور مخالفت موجب دخول نار وارتداد وغیرہ ہے۔ صغریٰ ایسا بدیہی ہے کہ عاقل کو تامل کی حاجت نہیں، اور کبریٰ چند احادیث بلکہ آیت سے ثابت ہے، آیت تو اجماع کی اتباع کے بارے میں گزر چکی، یعنی اتباع سبیل مومنین واجب ہے، اور بعض احادیث اوپر بھی گزر چکیں اور باقی یہ ہیں:

"عَنْ ابْنِ عُمَرَ قال: قال رسولُ اللّٰه- صلی اللہ علیہ وسلم- اتبعوا السوادَ الأعظمَ؛ فإنه مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّار. رواه ابنُ ماجة من حديث أنس." كذا في المشكاة.(۳)

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑی جماعت (مسلمانوں) کی تابع داری کرو، کیوں کہ جو ان سے علاحدہ ہوا، الگ ہو کر دوزخ میں گرا، روایت کیا اس کو امام ابن ماجہ نے حدیث انس سے، ایسا ہی

(۱)- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج على هامش صحيح مسلم، ج:۱، ص:۱۱۷، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- لہٰذا اگر غیر مقلدین کی خام خیالی کے مطابق۔ سودا: محبت، خیال، دھن، خبط، جنون، دیوانگی۔ خام: کچا، ناپختہ، کمزور، ناتجربہ کار۔

(۳)- مشكوٰة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ج:۱، ص:۳۰، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

مشکوٰۃ میں ہے۔

”عن أبي ذر قال: قال رسول اللّٰه - صلى اللّٰه عليه و سلم - مَنْ فَارَقَ الجماعةَ شِبْرًا خَلَعَ رِبْقَةَ الإسلامِ مِنْ عُنُقِهِ.“ رواه احمد و أبو داؤد.(۱)

یعنی ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسلمانوں کی جماعت کو ایک بالشت بھر چھوڑ دیا تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال لیا، اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

”عن معاذ بن جبل قال: قال رسو اللّٰه- صلى اللّٰه عليه و سلم- إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الإِنْسَانِ، كَذِئْبِ الْغنَمِ، يَأْخُذُ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةِ ، فَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالعَامَّةِ. “ رواه احمد.(۲)

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے لیے بھیڑیا ہے، جس طرح بکریوں کے لیے بھیڑیا (حقیقی) ہے کہ پکڑ لیتا ہے اُس بکری کو جو الگ ہو، دور رہنے والی، کنارہ پر ہو، اور بچو بلندیوں سے اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

”باب لزوم الجماعة“ - ”عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّى قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ -صلى اللّٰه عليه وسلم- فِينَا، فَقَالَ : أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلاَ يُسْتَحْلَفُ، وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلاَ يُسْتَشْهَدُ أَلاَ لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ، مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذَلِكَ الْمُؤْمِنُ.“ رواه الترمذي.(۳)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے، کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں ہم کو خطبہ سنایا، تو فرمایا کہ اے لوگو! میں تمہاری جماعت میں اس طرح کھڑا ہوں جس طرح ہماری جماعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے، اور فرمایا تھا کہ میں تم کو اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، پھر جو ان کے پیچھے آنے

(۱)- مسند امام احمد بن حنبل، ص:۱۵۹۰، ج:۵، ص:۱۸۰، حدیث نمبر:۹۳، ۹۴،رقم الحديث ۲۱۸۵۹، بيت الأفكار الدولتيه.

(۲)- مصدر سابق، ص:۱۶۲۶، ج:۵، ص:۲۳۳، حدیث نمبر: ۲۲۳۷۹، بيت الأفكار الدولتيه. ۱۲

(۳)- سنن ترمذي، أبواب الفتن، ج:۲، ص:۳۹، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

والے ہیں، پھر جو ان کے بعد کے لوگ ہیں، یعنی تابعین و تبع تابعین، پھر جھوٹ کا چرچا ہو گا، حتیٰ کہ آدمی قسم کھانے لگے گا حالاں کہ کوئی اس کو قسم نہ دلائے گا، اور گواہ گواہی دینے کو تیار ہو جائے گا، حالاں کہ اسے کوئی گواہ نہ بنائے گا، خبر دار بیگانہ مرد بیگانی عورت الگ خلوت نہ کریں، مگر تیسرا شیطان ان کے ساتھ ضرور ہو گا، یعنی بہکانے والا، مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو، اور جدائی ڈالنے سے بچو؛ کیوں کہ بے شک شیطان اکیلے کے ساتھ ہو جاتا ہے، اور دو سے دور رہتا ہے، جو شخص کہ وسط و بہتر جنت کو چاہتا ہے تو مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے، جو شخص نیکی سے خوش ہو اور گناہ سے رنجیدہ تو وہ مومن ہے، اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- لاَ يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلاَّ بِإِحْدَى ثَلاَثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ." رواه مسلم (۱)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مرد کا خون -جو اس بات کی گواہی دے کہ خدا ایک ہے، اور میں اللہ کا رسول ہوں- حلال نہیں، مگر تین باتوں سے ایک ہو تو حلال ہے، زانی بیوی والا، جس نے کسی کو مار ڈالا ہو، اپنے دین اور جماعت مسلمانان کا تارک ہو، اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں:

"قَوْله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (وَالتَّارِك لِدِينِهِ الْمُفَارِق لِلْجَمَاعَةِ)فَهُوَ عَامّ فِي كُلّ مُرْتَدّ عَنْ الْإِسْلَام بِأَيِّ رِدَّة كَانَتْ ، فَيَجِب قَتْله إِنْ لَمْ يَرْجِع إِلَى الْإِسْلَام ، قَالَ الْعُلَمَاء : وَيَتَنَاوَلُ أَيْضًا كُلّ خَارِج عَنْ الْجَمَاعَة بِبِدْعَةٍ أَوْ بَغْي أَوْ غَيْرهمَا ، وَكَذَا الْخَوَارِج . وَاللهُ أَعْلَم ." (۲)

یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ "اپنے دین کا تارک اور جماعت مسلمانان (اہل سنت) کا چھوڑنے والا" ہر اس شخص کو شامل ہے جو اسلام سے پھر جائے، خواہ کسی طرح پھرے، اس کا قتل واجب ہے، علمائے اہل سنت فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث شامل ہے ہر شخص کو کہ جماعت مسلمانان اہل سنت سے خارج ہو بدعت، یا سرکشی وغیرہ کی وجہ سے، اسی طرح خارجی ہیں، واللہ اعلم۔

انتباہ: بعض عقل مند مثل مؤلف ظفر کے احادیث اتباع سواد اعظم و جماعت پر بعض شبہہ واہیہ پیش کر کے

---

(۱)- الصحیح لمسلم بن الحجاج، کتاب القسامة ، باب ما يباح به دم المسلم، ج:۲، ص:۵۹، مجلس بركات جامعه اشرفيه، مبارك پور،

(۲)- المنهاج شرح الصحيح لمسلم بن الحاج، ج:۲، ص:۶۰، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور

مغالطہ دیتے ہیں۔

شبہۂ اول: یہ کہ کثرت جماعت حق پر ہو تو چاہیے کہ کفار و مشرکین حق پر ہوں، کیوں کہ وہ کثیر ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ نِرا مغالطہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو بے موقع لینا جہالت محض ہے، بھلا شارع کو کفار سے کیا علاقہ؟ بلکہ یہاں پر سوادو جماعت میں الف لام عہد کا ہے، جس سے خاص گروہ مسلمانان مراد ہے۔

شبہۂ دوم: اگر مسلمانان مراد ہیں تو چاہیے کہ بے نماز و فساق حق پر ہوں؛ اور ان کی اتباع کی جائے، کیوں کہ وہ کثیر ہیں۔

جواب یہ بھی محض سودائے خام ہے، اس لیے کہ مقصود شارع علمائے اہلِ سنت ہیں، اور وہ بے شک، بہ نسبت علمائے غیر مقلدین وغیرہ مبتدعین کے اکثر ہیں۔

شبہۂ سوم: اگر جماعتِ عظیم کی تابع داری ضروری ہے تو چاہیے کہ یزیدی حق پر ہوں، اور امام حسین علیہ السلام ناحق پر، کیوں کہ یزیدی ان سے اکثر تھے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات اس شخص کی ہے کہ عقل کے لباس سے عاری ہے، کیوں کہ سوادِ اعظم میں یہ شرط کس نے لگائی ہے کہ ہر جگہ اس کو مجتمع رہنا ضروری ہے، اور یہ بھی اس کے ساتھ ہو کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی جماعت صرف وہی چند آدمی اہلِ حق تھے، بلکہ سوادِ اعظم وطائفہ اہلِ حق تمام جہان میں متفرق ہے، یہ ضرور نہیں کہ ایک جگہ مجتمع ہوں، چناں چہ سابق اس کی دلیل دہم میں امام نووی سے لکھا گیا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ گو اتفاقاً حضرت امام برحق کے ساتھ اس میدان میں تھوڑے لوگ تھے، مگر آپ کے معتقد اور متبع، اور آپ کو حق پر جانتے ہزاروں صحابہ و تابعین وغیرہ تھے، جو اطرافِ زمین میں پھیلے ہوئے تھے، اگر ان کو ملایا جائے تو یزیدیوں کی کچھ بھی حقیقت نہیں تھی۔

شبہۂ چہارم: اہلِ حق گو ایک کیوں نہ ہو وہی سوادِ اعظم ہے۔

جواب یہ معنیٰ لینا اس حدیث بلکہ جمیع احادیث کا عقل و نقل کے مطابق نہیں، کیوں کہ حدیث میں صاف آچکا کہ شیطان ایک کے ساتھ ہے، اور دو سے بھاگتا ہے۔ جماعت کا لفظ عربی میں ایک پر کیسے صادق آتا ہے، اور آں حضرت ﷺ اہلِ زبان تھے خلافِ محاورہ کیسے فرماتے؟، اگر یوں تھا تو فرماتے کہ حق کی تابع داری کرو گو کم لوگ ہوں بلکہ آپ نے حق و باطل کا معیار کثرت کو رکھا ہے۔ آیت سے بھی سبیل مومنین کی اتباع کا حکم ہے، جس سے اجماع حجت ہوا، اور یہ بھی فرمایا کہ امت محمدیہ گمراہی پر متفق نہ ہو گی۔

اب ہم کہتے ہیں کہ مثلاً پچاس علما ایک طرف ہوں، اور دو ایک عالم ایک طرف تو ممکن نہیں کہ پچاس غلطی پر

ہوں، دنیا کے عقل مندوں میں یہ بات معتبر ہے کہ کثرتِ آرا کا لحاظ ہوتا ہے، کبھی تم نے کمیٹی کے ممبروں کو نہیں دیکھا یا سنا کہ جس امر میں اکثر ممبر متفق ہوں وہی کام کیا جاتا ہے، دو چار مخالفین کی سنی نہیں جاتی، اسی طرح تمام جہان کے اہلِ سنت کے علما پر نظر ڈالو تو مقلدین ائمہ اربعہ کے علما ہی اکثر ہوں گے۔ الغرض اتباع جماعت و سواد اعظم مختلف الفاظ سے آیت و احادیث سے ثابت ہوتے ہوئے شبہہ واہی پیش کرنا بیش از جہالت یا مغالطہ نہیں۔ اب ہم کہاں تک اس بحث کو دلائل قرآنیہ و احادیث نبویہ ﷺ سے لکھے جائیں، مرد منصف متدین کو اسی قدر بہت ہے، لیکن معاندین و مخالفین ناعاقبت اندیشوں کو کچھ بھی مفید نہیں۔

آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی　　　　زاں کس کہ بقرآن و خبر زو نہ رہی

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

قال: دوم التزام مذہب معین میں حکم اور خطاب شارع کا صادر نہیں ہوا بلکہ معین کر لینا کسی مذہب کا قرآن اور حدیث کے صاف صاف مخالف ہے، الخ۔ ص: ۴۴

اقول وباللہ التوفیق: دلائل حکم و خطاب شارع کے قرآن اور احادیث و اجماع و اقوال علمائے اہلِ سنت سے گزر چکے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ و امام شعرانی فرما چکے کہ مسائل اجتہادیہ مجتہد شارع کی طرف منسوب ہیں، اور نیز یہ کہ التزام مذہب معین مروجہ اہلِ اسلام میں اتباع سواد اعظم ہے، اور بڑی مصلحت، اور عدم التزام میں خود گم راہ ہونا اور دوسروں کو گم راہ کرنا اور خروج از سوادِ اعظم ہے، اور یہ کہ معین مذہب پر علما کا اجتماع ایک سر الٰہی ہے خواہ علما اس کو جانیں یا نہ جانیں، اور مولوی اسماعیل دہلوی لکھ چکے ہیں کہ ”احکام مستنبطۂ مجتہدین حرام و حلال وغیرہ سنت حکمیہ میں داخل ہیں، ہرگز محدث و بدعت نہیں“ اور ”نیز اتباع مذاہب اربعہ مروجۂ اسلام بہتر و خوب ہے“ اور دیگر علما، فضلا کی تصریحات وجوب مذہب معین میں بکثرت گزر چکیں، باوجود اس کے اس کو مٹانے کے لیے یہ حدیث: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ لانا کس قدر بے موقع اور نامناسب ہے، ”يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ.“ الآیۃ۔

علاوہ اس کے یہاں پر ہم اور طرح سمجھاتے ہیں کہ شرائطِ محدثۂ محدثین داخل تحت حکم و خطاب شارع و من جملۂ احداث فی الدین ما منہ ہیں، یا نہیں۔ بصورت اول التزام مذہب معین بھی ایسا ہی ہے، بصورت ثانی احادیث کا بطلان لازم آئے گا (جس سے محدث بننا دشوار ہو گا) اس لیے کہ احادیث کا اعتبار شرائط مذکورہ کے التزام و اعتبار پر ہے، جب ان کا اعتبار نہ ہو گا تو احادیث کا اعتبار بھی جاتا رہے گا، و هو باطل۔ پس عدم اعتبار شرائط والتزام مذہب معین بھی باطل ہے، اور فرق ہر دو التزامات میں تحکم محض ہے، اور جو توجیہ یا تاویل آیت و احادیث مزعومہ کی مؤلف صاحب

دربارۂ التزام شرائط کریں گے، وہی بعینہ التزام مذہب معین میں منطبق ہو جائے گی۔ ع

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

قال: اور یہ بات مثل آفتاب کے روشن اور ظاہر ہے کہ چوتھی صدی تک مسلمانوں میں تقلید مذہب واحد معین کا رواج نہ تھا، چناں چہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے: یعنی جان لو کہ پہلے چوتھی صدی کے نہیں جمع ہوئے تھے لوگ خاص ایک ہی مذہب معین کی تقلید پر۔ ص:۴۵

اقول: کی بناوٹ بہت سی باتوں میں پر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

اس بات سے کیا کام نکلتا ہے، کیوں کہ جیسے اس کو مؤلف صاحب مثل آفتاب کے سمجھتے ہیں، ایسے ہی اُس سے بڑھ کر یہ بات اُسی حجۃ اللہ البالغہ سے مستفاد ہے کہ بعد چوتھی صدی کے رواج ہوا، اور ”انصاف“ میں مصرح ہے کہ دو سو برس کے بعد اہل سنت میں رواج مذہب معین کا ہوگیا، پھر ”لا تقربوا الصلوٰۃ“ لینا اور ”انتم سکریٰ“ کو چھوڑ دینا مغالطہ نہیں تو کیا ہے، اور کیا اس سے تقلید مذہب معین کی بری یا شرک ہوسکتی ہے؟ ہاں! مزعوم منکرین شاید یہ ہے کہ چوتھی، یا دوسری صدی کے بعد لوگ سب کے سب -نعوذ باللہ- مشرک وگم راہ ہوگئے، مگر اس سے اہلِ سنت کا کچھ نقصان نہیں، کیوں کہ وہ بموجب ارشاد آں حضرت ﷺ کے کہ ”میری امت گم راہی پر متفق نہ ہوگی“ گم راہ نہیں ہیں۔ اور نیز آپ نے افتخاراً وبشارۃً صحابۂ کرام سے فرمایا ہے کہ مجھ کو امید ہے کہ تم سے (یعنی امتِ محمدیہ سے) آدھی جنت بھر جائے گی، جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے، کما مر۔

پھر اگر خیال پر اختلال منکرین کا صحیح ہو تو سب کے سب چوتھی یا دوسری صدی کے بعد آج تک بلکہ قیامت تک مشرک ہوں گے، جس سے قطعاً احادیثِ مذکورہ کا بطلان اور کذب اور تنقیص شان نبی ﷺ فخر الاولین والآخرین لازم آئے گی، وھو باطل قطعاً۔[1] پس مخالفین کا یہ سمجھنا قطعاً مہمل ہے، اور جزماً مغالطہ وناواقفیت واٹکل ہے، اللھم احفظ عبادک من مغالطات المنکرین۔

قال: اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ، حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ معنیٰ قرآن شریف کے بدون مجتہد کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ الخ۔ ص:۴۵

اقول بتوفیقہ: یہ مغالطہ بھی افترائے محض وبہتان صرف ہے، کہ آج تک یہ بات عقل مند تو کیا، کسی جاہل سے بھی کسی نے نہ سنی ہوگی، کہ قرآن کا معنیٰ سوائے مجتہد کے کوئی نہیں جانتا، اگر ایسا ہوتا تو ہمارے علما ترجمہ قرآن شریف کا، اور تفاسیر بھی نہ پڑھا سکتے، اور تفاسیر بھی سوائے مجتہد کے کوئی نہ لکھ سکتا، ادنیٰ سا عقل مند کہہ سکتا ہے کہ جس کو

---

(۱)- اور یہ یقیناً باطل ہے۔

عربی کا علم ہو گا ترجمہ سمجھ لے گا، بلکہ آج کل تو علمائے مقلدین کی برکت سے عوام اردو خواں بھی ترجمہ سمجھ لیتے ہیں، اس لیے کہ ترجمے قرآن کے مولانا شاہ رفیع الدین و شاہ عبد القادر رحمہا اللہ وغیرہ نے کر دیے ہیں، علیٰ ہٰذا ایسے علما نے تفاسیر لکھی ہیں کہ جو مقلدین سے ہیں، مثل صاحب بیضاوی وجلالین ومعالم ومدارک وغیرہم۔

ہاں! جو بات کہ علمائے محققین کہتے آئے ہیں اس کو تو مؤلف صاحب نے بہ باعث ناواقفیت کے پس انداز فرمایا، وہ یہ کہ قرآن سے مسائل کا استنباط کرنا، ایسے شخص کا کام ہے کہ جو قرآن کے جملہ احکامات کو یاد رکھتا ہو، احادیث متعلقہ احکام کا بھی عالم ہو، خاص، عام، مطلق، مقید، مجمل، مبین، محکم، مؤول، ناسخ، منسوخ، وغیرہ احکام سے بخوبی واقف ہو وغیرہ وغیرہ علوم ضروریہ متعلقہ بالاجتہاد۔ اور ایسے شخص کو بہ اصطلاح علمائے اہل سنت مجتہد کہا جاتا ہے کہ وہ استنباط مسائل جزئیہ کا قرآن شریف سے کرسکتا ہے، ورنہ ہر ایک عالم متبحر دعویٰ اجتہاد کرتا، وإذ ليس فليس۔

تفسیر معالم التنزیل کے دیباچہ میں ہے:

”ثمَّ سهلَ علَي الخلقِ معَ اعجازِهٖ تلاوتهٗ، ويسَّرَ علٰى الألسنِ قراءتهٗ، أمرَ فيهِ وزجرَ وبشَّرَ وأنذرَ وذكَرَ المواعظَ ليتذكَّرَ، وقصَّ، عن أحوالِ الماضينَ ليعتبرَ، وضربَ فيهِ الأمثالَ ليتدبَّرَ، ودلَّ علَى آياتِ التوحيدِ ليتفكَّرَ، ولا حصولَ لهٰذهِ المقاصدِ منهٗ إلَّا بدرايةِ تفسيرِهٖ وأعلامِهٖ ومعرفةِ أسبابِ نزولِهٖ وأحكامِهٖ والوقوفِ على ناسخِهٖ ومنسوخِهٖ ومعرفةِ خاصهٖ و عامِّهٖ ثمَّ هوَ كلامٌ معجزٌ و بحرٌ عميقٌ لانهايةَ لأسرارِ علومِهٖ ولَا دركَ لحقائقِ معانيهِ. انتهىٰ.“

یعنی پھر اس کے معجزہ ہونے کے باوجود لوگوں پر اس کا پڑھنا آسان کیا، اور زبانوں پر اس کی قراءت (یعنی حفظ کرنا) آسان کر دیا، اس میں حکم بیان کیا، جھڑکا (برے کام سے)، بشارت دی (نیک کام پر) ڈرایا (برے عمل پر) نصیحت کی باتیں بیان کیں کہ نصیحت حاصل کریں، پہلے لوگوں کے حال بیان کیے کہ عبرت حاصل کریں، اس میں طرح طرح کی مثالیں دیں کہ فکر کریں، توحید کے دلائل بیان کیے کہ سوچیں، اور قرآن سے ان مقاصد کا حاصل کرنا بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ اس کی تفسیر سے واقفیت ہو۔ اسبابِ شانِ نزول، احکامِ قرآن، ناسخ، منسوخ، خاص و عام کو پہنچانے، اس پر بھی وہ کلام ایسا عاجز کرنے والا، اور گہرا دریا ہے کہ جس کے علوم کے اسرار کی نہایت نہیں ہے، اور جس کے مطالب کے حقائق کی دریافت (علی وجہ الکمال) نہیں ہوسکتی، انتہیٰ۔

اور مؤلف صاحب جو معنیٰ سمجھنے کے واسطے اس آیت کو سند لائے ہیں: ”وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾“(۱) عجیب بات ہے، اس لیے کہ معنیٰ چیز دیگر ہے اور ذکر چیز دیگر۔ اگر ذکر کے معنیٰ معنیٰ کے ہوتے

(۱)- القمر: ۵۴، آیت: ۱۷

جب بھی ایک بات تھی، دیکھیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَاذْكُرْ رَبَّكَ'' یہاں پر یہ معنیٰ ہے کہ ''اپنے پروردگار کو یاد کر'' اور موافق مزعوم مؤلف صاحب یہ معنیٰ ہوں گے کہ ''معنیٰ بیان کر اپنے رب کا'' حالاں کہ یہ معنیٰ لینا غلط ہے، اسی واسطے کسی مفسر نے یہ معنیٰ اس آیت کے نہیں لیے کہ ''ہم نے معنیٰ اس کے آسان کیے'' بلکہ معنیٰ آسان کہنے کا مطلب بے معنیٰ ہے۔

تفسیر معالم التنزیل سے اوپر معلوم ہو چکا کہ باوجودے کہ اس کی تلاوت و قراءت آسان ہے، اس کے مطالب کا پہچاننا کئی امر پر موقوف ہے، یہاں پر اس آیت کی تفسیر میں وہی صاحب معالم فرماتے ہیں:

''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا''، سهّلنا، ''الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ''، ليتذكَّرَ ويعتبرَ بهِ، وقالَ سعيدُ بن جبيرٍ: يسرنَاهُ للحفظِ والقراءةِ، وليسَ شيءٌ مِن كتُبِ اللهِ يقرأُ كلّهُ ظاهرًا إلّا القرآنُ. انتهىٰ'' (۱)

یعنی بے شک ہم نے قرآن کو ذکر کے لیے آسان کر دیا کہ اس کو یاد کیا جائے، اور اس سے عبرت حاصل کی جائے، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ: (معنیٰ اس کا یہ ہے) ہم نے قرآن کو قراءت اور حفظ کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے، اور قرآن کے علاوہ خدا کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں جو سب کی سب زبانی پڑھی جائے۔ انتہیٰ۔

تفسیر جلالین میں ہے:

''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ'' سهّلناهُ للحفظِ أوهيأناهُ للتذكرِ ''فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ'' مُتّعظٍ بهٖ وحافظٍ لهُ؟ والإستفهامُ بمعنَى الأمرِ، أيّ احفظوهُ واتعظُوا وليسَ يُحفَظُ مِن كُتبِ اللهِ عن ظَهرِ القلب غيرهُ.'' انتهىٰ (۲)

یعنی ہم نے قرآن کو حفظ یا ذکر کے لیے آسان کر دیا، کیا کوئی اس سے نصیحت ماننے والا اور اس کو حفظ کرنے والا ہے، اور استفہام امر کے معنیٰ میں ہے، یعنی اس کو حفظ کرو، اس کی نصیحت مانو، اور قرآن کے علاوہ خدا کی کوئی کتاب ایسی نہیں کہ یاد سے پڑھی جائے، انتہیٰ۔

علاوہ ان کے ہم امام بخاری سے بھی مطلب ثابت کر دیتے ہیں، بخاری کی کتاب التفسیر میں ہے:

''باب ''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ''. قَالَ مُجَاهِدٌ هَوَّنَّا قِرَاءَتَهُ.'' انتهىٰ (۳)

یعنی اس آیت کی تفسیر میں مجاہد کہتے ہیں کہ: ہم نے اس کی قراءت آسان کر دی ہے۔ انتہیٰ۔

---

(۱)- تفسير معالم التنزيل، زير آيت مذكوره، ص: ۱۲۵٤، دار ابن حزم، بيروت. ۱۲

(۲)- تفسير جلالين، زير آيت مذكوره، ص: ٤٤۱، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور. ۱۲

(۳)- صحيح بخاري، كتاب التفسير، ج: ۲، ص: ۷۲۲، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور. ۱۲

اب معلوم ہوا کہ یہاں ترجمۂ لفظی سے بحث نہیں، بلکہ صرف یہ کہ اس کا یاد کرنا آسان ہے، اسی لیے مسلمانوں کے بچے بھی اس کو حفظ کر لیتے ہیں، حالاں کہ معنیٰ سے ان کو کچھ بحث نہیں ہوتی، چہ جائے کہ استنباط مسائل احکامِ قرآنیہ۔ اور دوسری آیت میں حکمت کا لفظ اسی طرف مشیر ہے کہ اس سے مراد احکامِ قرآن ہیں، چناں چہ جلالین کے سورۂ جمعہ میں ہے:

"وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ" القرآن **وَالحِكمَةَ** أي ما فيه من الأحكام." انتهىٰ(۱)

یعنی سکھاتے ہیں (رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) عرب وغیرہ کو قرآن اور حکمت یعنی وہ احکام جو اس میں ہیں۔ انتہیٰ۔

اور حکمت کی تفسیر میں اور اقوال بھی ہیں، کما لا يخفى على اهل العلم۔ الغرض یہ مغالطہ مؤلف صاحب کا ہی مغالطہ ہے، یا ناواقفیت۔

قال: اور ایک مغالطہ حدیث پر چلنے والوں کو مقلدین ائمہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنے والا حال حدیث کے صحیح اور ضعیف اور موضوع ہونے کا اور تحقیق رواۃ کی کس طرح بہم پہنچائے گا۔ الخ۔ ص:۴۶

اقول بتوفیقہ: یہ مغالطہ بھی سراپا جعلی ہے۔ مقلدینِ ائمہ یہ بات نہیں کہتے، کیوں کہ جس قدر مؤلفین کتب احادیث کو صحیح وغیرہ کا حال معلوم ہے اس سے بڑھ کر مقلدین ائمہ اربعہ کے علمائے محدثین کو ہے جو کتبِ حدیث کے شراح ہیں، اور رواۃ وغیرہ کا حال بیان کرنے والے بھی مقلد ہیں، مثل ذہبی و ابن حجر وغیرہ کہ مؤلف "میزان الاعتدال" و "تقریب" وغیرہ کے ہیں، اصل مطلب مؤلف و ہم مشربین کا عوام کو یہ دھوکا دینا ہے کہ فقہ مخالف حدیث ہے، مقلدین اہلِ فقہ حدیث پر چلنے والوں کو روکتے ہیں، حالاں کہ یہ غرض ان کی نہیں، ان کا کلام اس میں ہے کہ ہمارے کتبِ مذہب میں مسائل فقہیہ قرآن و حدیث کے موافق اس طرح پر صاف و منقح کیے گئے ہیں کہ کتبِ احادیث میں اس کی نظیر نہیں ہے۔

اب جو شخص کتبِ فقہ کو چھوڑ کر محققانہ بحث کرنا چاہے، تو ضرور ہے کہ سامان اجتہاد کا مہیا کرے، جس کی چند شرطیں جو مجتہد کے لیے ہونی چاہئیں، ضروری ہیں، صرف صحیح، ضعیف، موضوع معلوم کرنا کافی نہیں، بلکہ اور اقسام حدیث کے معلوم کرنے کے سوا استنباط مسائل کے وقت نہایت درجہ کی فقاہت و ملکہ ہونا چاہیے، بغیر اس کے سودائے خام ہے، اور نہایت مشکل، کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس حدیث کو ایک محدث صحیح کہتا ہے، دوسرا ضعیف کہتا ہے، علیٰ ہذا ایک راوی کو کوئی ثقہ بتلاتا ہے، تو دوسرا ضعیف کہتا ہے، اب کیوں کر یقین ہو سکتا ہے کہ فلاں کی بات صحیح ہے، اگر بظن غالب ایک کی بات کو ترجیح دے گا جس کو دوسرا غلط بتلاتا ہے، تو اسی کی تقلید ہو جائے گی، ایسی حالت میں مجتہدین مقبولین کی فہم حدیث و قرآن پر ہر ایک کے مقلد کا عمل کر لینا آسان تر ہے، ورنہ شتر بے مہار ہو کر تقلید، نفس کی

---

(۱)-تفسير جلالين، سورة الجمعة، ص: ٤٦٠، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

اختیار کر کے جس کو چاہے گا مرجح ٹھہرائے گا، تو یہ تقلید شارع کی نہ ہوئی، بلکہ خواہش نفس کی، اسی واسطے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن حاجب وغیرہ سے نقل کر دیا کہ:

"جب تک سامان اجتہاد کے موجود نہ ہوں، عمل ظاہر حدیث پر جائز نہیں، کیوں کہ اس کو حدیث کے ناسخ منسوخ وغیرہ کا حال (علی وجہ الاجتہاد) معلوم نہیں، کما مر۔ ہاں! صرف تقلید سے ہو گا، پھر متقدمین کی تقلید چھوڑ کر متاخرین کی تقلید کرنا کہ وہ خود مقلد ہیں، اور وہ بھی بخواہش نفس، حضرات غیر مقلدین کا کام ہے، اور فقہ کی سند جو امام صاحب سے طلب کی ہے، اس میں عجیب طرح کے مغالطے ہیں۔

اول: یہ کہ کس حدیث ضعیف یا قوی میں یہ آیا ہے کہ اسناد کا برابر پہنچنا ضروری ہے۔

دوم: یہ کیا ضرور ہے کہ بدون سند کے کسی کا قول معتبر نہ ہو۔ مؤلف صاحب نے سیکڑوں اقوال لکھے ہیں، مگر کسی کی سند اپنے سے لے کر وہاں تک نہیں پہنچائی۔ خودرا فضیحت دیگراں را نصیحت۔

سوم: احادیث بخاری و مسلم وغیرہ کی صحت کا دار و مدار رواۃ پر ہے، اور وہ رواۃ کتب اسماء الرجال میں بلا اسناد مذکور ہیں، اب چاہیے کہ وہ کتب معتبر نہ ہوں، علیٰ ہذا بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں کہ ان کے مصنفین تک سلسلۂ سند کا پتہ نہیں ہے تو وہ بھی غیر معتبر ہونی چاہئیں، جو جواب ان کا ہو گا وہی کتبِ فقہ کا سمجھو، آخر یہی کہنا پڑے گا کہ یہ کتابیں درمیان جمہور اہلِ اسلام کے معروف و مشہور ہیں، اسی طرح فقہ کی کتب میں امام کا قول مذکور ہونا حجت اور عمل کے لیے کافی ہے، چناں چہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ:

"مسئلہ کے ثبوت کے دو طریقے ہیں، یا تو اس کے لیے سند پائی جائے، یا اس کتابِ مشہور سے لیا ہو جو ہاتھوں ہاتھ برابر چلی آئی ہو مثل کتب امام محمد (جن میں امام کے اقوال سنداً مذکور ہیں) اور مثل تصانیف و مسانید مشہورۂ مجتہدین کے (جیسے مسند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ) کیوں کہ یہ کتابیں خبر متواتر یا مشہور کے قائم مقام ہیں، امام رازی سے ایسا ہی منقول ہے، اور فتاویٰ قنیہ میں ہے کہ اگر کسی کا کلام پایا جائے، اور کسی کتاب مشہور میں اس کا مذہب جمع کیا گیا ہو، اور دست بدست ایک دوسرے سے وہ کتابیں نقل ہوتی چلی آئی ہوں، تو اس کے دیکھنے والے کو یوں کہنا جائز ہے کہ فلاں شخص نے یہ کہا ہے، اگرچہ کسی نے اس کو نہ سنا ہو، مثلاً امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی موطا، اور سوائے ان کے ان کتابوں سے جو طرح طرح کے علوم میں تصنیف ہو چکی ہیں، اس لیے کہ ان کا اس طور سے پایا جانا تواتر اور خبر مشہور کے قائم مقام ہے کہ ایسی کتابیں اسناد کی محتاج نہیں ہوتیں۔" انتہیٰ(۱)

---

(۱)- عقد الجید، فصل فی المتبحر في المذهب، الخ. مشموله "كتاب الانصاف"، ص:۴۲، دار الشفقة، استانبول، ترکی.

ونصه: في النهر الفائق في كتاب القضاء طريق نقل المفتي المقلد عن المجتهد أحد أمرين، إما أن يكون

اب معلوم ہوا کہ مسائل مفتی بہا پر عمل ہے اور مؤلف صاحب فقہ کے حال سے واقف نہیں، اس لیے عوام کو مغالطے دیتے ہیں، اور فقہ سے کہ خلاصہ قرآن وحدیث کا ہے، سادہ لوح مسلمانوں کو روکتے ہیں، اللھم احفظ عبادک عن مخادعۃ المخادعین۔

قال: اور ایک مغالطہ مقلدین ، ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جب دو حدیثیں معنوں اور حکم میں مختلف ہوں تو اب عمل کرنے والے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی حدیث پر کیوں کر عمل کریں گے، جواب اس کا یہ ہے کہ جن حدیثوں کو مقلدین ائمہ آپس میں مختلف سمجھتے ہیں، اور ظاہر میں ایک دوسرے کی ضد ان کو معلوم ہوتی ہیں، یہ سبب ان کے قصور فہم اور قلت تدبر کا ہے۔ الخ۔ ص:۴۸

اقول: ناصحا! دل میں تو اتنا ہی سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ ناداں ہوئے، کیا تجھ سے بھی ناداں ہوں گے

معلوم نہیں ایسے مغالطے مؤلف صاحب کے تراشیدہ ہیں، یا کسی پیر و مرشد کے سکھائے ہوئے ہیں، کیوں کہ اس طور پر مقلدین ائمہ نہیں کہتے جس سے معلوم ہو کہ وہ عامل بالحدیث نہیں ہیں، اور اس کے ترک میں اس قسم کے شبہہ کرتے رہتے ہیں۔ حاشاہم اللہ۔ بلکہ ان کا مطلبِ اصلی مؤلف صاحب کو معلوم نہیں ہے، اور اگر ہے تو عمداً الٹ پلٹ کر دیا ہے، ہم سے سنیے کہ ان کا یہ قول ہے کہ ہمارے ائمہ دین اور علمائے مقلدین نے احادیث متناقضہ وغیرہ میں تطبیق و تاویل ایسی کر دی ہے کہ مقبول جماہیر اہلِ اسلام میں ہوگئی ہے، بخلاف اُس شخص کے کہ جو غیر مقلدی کا دعویٰ کرے اس کو بدون ملکۂ اجتہاد کے اپنی رائے سے حدیث پر عمل کرنا متعذر ہوگا، خواہ مخواہ علمائے مقلدین کی توفیق و تطبیق کے موافق عمل کرے گا، تو غیر مقلدی جاتی رہی، اور اگر اپنی رائے سے تطبیق یا تاویل یا ترجیح کرے گا تو اس کا حکم نافذ نہ ہو گا، کیوں کہ محض تخمین سے عمل کیا ہے، چناں چہ پہلے امام نووی سے گزر چکا، پس لا محالہ یا تو تقلید کسی محدث کی کرے گا جس سے مقلد ہونا لازم آئے گا، یا اتباع بالرائے ہو گا، نہ اتباعِ حدیث جو عند المنکرین ممنوع ہے، اور ابن خزیمہ کا قول یہاں پر مفید نہیں ہے، کیوں کہ ان کی تطبیق و توفیق میں بھی یہی کلام جاری ہے، اور مؤلف صاحب اگر ان کی تحقیق

له سند إليه، أو أخذه من كتاب معروفٍ تداولته الأيدي نحو كتب محمد بن الحسن، ونحوها من التصانيف المشهورة للمجتهدين؛ لأنه بمنزلة الخبر المتواتر أو المشهور، وهكذا ذكر الرازى و فى فتاوىٰ القنية فى باب ما يتعلق بالمفتى: أن مايوجد من كلام رجل و مذهبه فى كتاب معروف و قد تداولته النسخ، فإنه جاز لمن نظر فيه أن يقول: قال فلان أو فلان كذا و إن لم يسمعه من أحدٍ نحو كتب محمد بن الحسن و موطا مالك رحمهما الله ونحوهما من الكتب المصنفة فى أصناف العلوم؛ لأن وجود ذٰلك على هذا الوصف بمنزلة الخبر المتواتر والاستفاضة لا يحتاج مثله إلى الإسناد. ۱۲ محمود على مشاهدى

وتطبیق ادعائی پر نازاں ہیں تو علی تقدیر التسلیم ابن خزیمہ کے مقلد ہوں گے، اور ترجیح بلا مرجح کے عامل۔ الغرض علماے مقلدین کا حدیث پر عمل کرنا بواسطۂ ائمۂ مجتہدین ہے، اور غیر مقلدین کا بواسطۂ بعض محدثین مقلدین کے، پھر اپنے تئیں عامل بالحدیث سمجھ کر تمام جہان کے اہلِ سنت کو غیر عامل بالحدیث بنانا اگر تضلیلِ عوام نہیں تو کیا ہے؟

قال: بتلایئے کہ متبعِ راے ابو حنیفہ کا کس پر عمل کرے؟ ص: ۵۰

اقول بتوفیقہ:

بو حنیفہ کی ہے راے احسن جناب بوالہوس وہاں تک نہیں ہیں باریاب

امام صاحب کے مذہب معتمد کو راے سے تعبیر کرنا راے ناقص منکرین کی برکت ہے، اور اس پر یہ پوچھنا کہ کس پر عمل کرے، عجب ناواقفیت مؤلف صاحب پر دال ہے، کاش کہ کسی مقلد طالب علم سے ہی پوچھ لیتے تو شاید یہ اعتراض نہ سوجھتا، اس لیے کہ مسائل مفتی بہا پر عمل ہے اور ''منیۃ المصلی'' پڑھا ہوا بھی کہہ دے گا کہ یہاں پر ماے مستعمل میں فتویٰ امام محمد کی روایت پر ہے جو امام سے منقول ہے، مگر مؤلف صاحب کو (خدانخواستہ) تحقیق کی غرض تھوڑی ہے، ہاں! اعتراضوں کی آندھی ہمراہ ہے، وہ کہاں تھمتی ہے۔

فائدہ: ایک کام کی بات یہاں نقل کی جاتی ہے، مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ محدث وفقیہ حنفی دہلوی سے کسی صاحب نے سوال کیا تھا جس کا جواب آپ نے لکھا تھا، اس کو یہاں پر لکھا جاتا ہے۔

''**سوال:** چہ وجہ است کہ حنفیان اقتداے صاحبین می کنند در بعضے مسائل، وتقلید شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ را محظور وممنوع می انگارند حالاں کہ اگر اتفاق در اصول ملحوظ است پس در ہمہ جا است، واگر اختلاف در فروع منظور است پس در ہمہ جا است؟

جواب: صاحبِ من، جواب ایں دو طریق دارد-

اول: آں کہ جمہور حنفیہ چنیں می گویند کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مذہب خود را در میان اصحاب خود مثل زفر بن ہذیل، و ابو یوسف، وحسن بن زیاد، و ابن سماعۃ، و قاضی اسد، و محمد بن الحسن الشیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ و امثالہم بہ شوری گزاشتند، وگفتہ اند کہ مذہب بر ہمہ ایں ہا مذہب من است، ہر کہ از مقلدان من خواہد بود تقلید ایں جماعت نماید، چناں چہ قصص کثیرہ کہ دال بریں شوریٰ است در طبقات کفوی، ودیگر طبقات حنفیہ مذکور است، ومسطور، لہٰذا حنفیہ مذاہب ایں ہمہ را کہ اجلۂ اصحاب امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اند، مذہب امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ قرار دادہ اند وتقلید ہمہ را ولو عند الحاجۃ فی بعض المسائل تقلید امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ گویند۔

دوم: اربابِ تحقیق ازیں ہا گفتہ اند کہ مراتب اجتہاد چہار اند:

اجتہادِ استقلالی، واجتہادِ انتسابی، واجتہاد فی المذہب، واجتہادِ ترجیح۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ، و امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہر دو مجتہد مستقل بودند، یکے راتبعیت دیگرے اصلا نبود، بخلاف صاحبین وزفر وامثالہم کہ ایں ہا مجتہد منتسب بودند، و مجتہد منتسب تابع مجتہد مستقل است، وبالاستقلال مجتہد نیست، مذہب مجتہد مذہب مستقل است، چناں چہ دومرتبہ دیگر از اجتہاد بالاجماع تابع اجتہاد استقلالی می باشد۔

تفصیل ایں اجمال آنست کہ مجتہد مستقل آں راگویند کہ آیات و احادیث احکام را، و آثار صحابہ و تابعین راخود (یعنی بلا تقلید غیر چناں چہ حالا ازکتب اسماء الرجال کردہ می شود) جرح وتعدیل نمودہ مابہ الاجتہاد سازد، وباز قواعد استنباط را وضع کند کہ عند الاستنباط تناقض و تہافت واقع نشود، وایں مرتبہ خاص بہ امام اعظم، و امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ و امثالہما است، بخلاف صاحبین وزفر وامثالہم کہ ایں ہاہمان احادیث و آثار فقہاے تابعین راکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ماخذ ومابہ الاجتہاد خود قرار دادہ اند پیشواے خود ساختہ اند، وقواعد استنباط رانیز از امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اخذ نمودہ تابہ منوال امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نسخ می کنند، گو در فروع مخالفت رودہد، وایں مخالفت مخالفت در مذہب نیست، یعنی در مادۂ اجتہاد و طریق استنباط شریک اند مثلاً امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ چنیں قرار دادہ اند کہ:

العامُّ قطعيٌّ كالخاصِّ، والخاصُّ مبينٌ فلَا يلحقهُ البيانُ ؛ ولَا عمومَ للمشتركِ في معانيهِ ولَا يجمعُ بينَ الحقيقةِ والمجازِ، وخبرُ الواحدِ إذا خالفَ القياسَ يتركُ ويعملُ بالقياسِ ، كحديثِ المصرّاةِ.

ومابہ الاجتہاد احادیث و آثار حضرت عمر، وحضرت علی، وعبد اللہ بن مسعود و جابر وغیرہ رضی اللہ عنہم کہ از فقہاے کوفہ کہ بایشان رسیدہ قرار دادہ اند، وہمیں است بعینہ مسلک صاحبین وزفر رحمہم اللہ تعالیٰ بلا تفاوت، وامام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دریں قواعد استنباط اتباعِ امام اعظم نمی کنند، ونہ در تقریر ماخذ اجتہاد، وایں را بمثالے واضح کنیم، مثلا در طب دو طریق مسلوک است: یونانی، وہندی، قواعد طب (یونانی) جدا است مثلاً:

لَا يصحُّ التنقيةُ قبلَ النضجِ، ولَا يجوزُ التحريكُ فِي أيامِ البحارينَ، ولَا يجوزُ استعمالُ الاقراصِ في الحُمَّةِ إلَّا بعدَ الرابعِ عشرَ ولَا يجوزُ استعمالُ المحلّلاتِ القويَّةِ في الحمىّ البلغميَّةِ، ولَا يجوزُ انهماكُ القوةِ بتركِ الغذاءِ مدَّةَ طويلةً بل يجبُ حفظهَا مهمَا أمكنَ ولَو زادَ الغذاءُ في المرضِ.

وماخذ معالجات خود اقوال جالینوس وبقراط و امثالہما می رسانند پس اطباے یونان قاطبۃ باوجود اختلاف آں ہا در طریق معالجہ مثل حکیم علوی خان وواصل خان کہ باہم خیلے تفاوت دارند، امادر یک مذہب یونانی شریک اند۔

وطریق ہندی کمال مخالفت بایں طریق دارد ودر اصول و قواعد تفاوت بسیار است۔

مذہب حنفی و شافعی را باہم مثل طب یونانی و ہندی قرار باید داد، و مذہب صاحبین را باہم مذہب حنفی طریق بقراط و جالینوس باید فہمید۔ بمنزلةِ الصنفينِ من نوعٍ واحدٍ و ذٰلكَ نوعانِ متباينانِ، ولهٰذا المقامِ تفصيلٌ طويلٌ يغني عنهُ ما حررهٗ سيدنَا و سندنَاً في رسالةِ الإنصافِ في بيانِ اسبابِ الاختلافِ" و "عقدِ الجيدِ في مسائلِ الإجتهادِ والتقليدِ" فليرجع إليهمَا واللّٰهُ يقولُ الحقَّ وهوَ يهدي السبيلَ." انتہیٰ (۱)

اور ایک تقریر اسی کے قریب قریب شاہ صاحب موصوف کی تفسیر عزیزی میں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ بھی ایک راہِ مستقیم پر ہیں، جیسا کہ انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین ایک راہِ مستقیم پر ہیں، اور ان کا باہمی اختلافِ ایک طریق ہونے کے مخالف نہیں، اور ائمہ مذکورین اولیاے صالحین میں بلا شبہہ داخل ہیں، مولانا موصوف نے آیت "الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے:

"و دریں جا شبہہ وارد می شود کہ صراطِ مستقیم راہِ واحد است، و ایں چہار گروہ مختلف الطریق، پس راہ واحد راہ ایں چار گروہ چہ قسم می تواند شد، و نیز ہر نبی وضعے و شریعتے دیگر داشت، و ہر ولی اشغال و اذکار جداگانہ در طریقت معمول دارد، پس باوجود کثرت طرق کہ در قولِ مشہور "الطرق إلى الله بعدد أنفاس الخلائق" مذکور است وحدت راہ چہ قسم راست آید؟

جواب ایں شبہہ تمثیلے خاطر نشان توان کرد، و آں آنست کہ طب یونانیان مثلاً راہِ مستقیم علاج است، و از وقت بقراط و جالینوس تا عہد علوی خان محفوظ و مسلوک، باوجود آں کہ معالجات بقراط و جالینوس در زمان خود بہ وضعے دیگر بود، و معالجات علوی خان و حکیم گیلانی در وقت خود بہ وضعے دیگر، آں ہا مفردات را استعمال می کردند، و از تنقیہ بفصد و اسہال کمال احتراز داشتند، و ایں ہا مرکبات را از معاجین و اشربہ بکار می برند، در ہر مرض اقدام بر تنقیہ فصد و اسہال می نمایند، پس معلوم شد کہ ایں قسم اختلافات و کثرتہا منافی وحدت طریق نیست۔

و نیز بعضے از اطباے یونانی واضع قواعد گزاشتہ اند، و بعضے مقلدان قواعد، پس ایں اختلاف نیز موجب اختلاف راہ نمی شود، و در رنگ آں کہ یک قافلہ از شہرے بہ شہرے در یک راہ روانہ می شود، و بعضے ازاں قافلہ تجار می باشند، و بعضے حمالان و کرایہ کش، و بعضے بدرقہ و پاسدار، حالاں کہ ہمہ بیک راہ می روند لیکن کارہاے مختلفہ برحسب خدمات و مناصب خود بعمل می آرند، ہم چنیں انبیا دریں راہ راہ برو بدرقہ اند، و صدیقان، و شہیدان و صالحان مرتبہ بہ مرتبہ رفیق و دست کش و بار بردار و پاسدار، ایں ہمہ مراتب وحدت طریق را منافی و مخالف نیست۔

و اختلافے کہ در شرائع انبیا واقع است در اصل دین نیست، بلکہ بہ سبب اختلاف استعدادات امم، و اختلافِ

---

(۱)- فتاویٰ عزیزی، ج:۱، ص:۱۰۱، تا ۱۰۳، رحمان گل پبلشر، پشاور، پاکستان۔

مصالح ہر وقت احکام متغایر در نظر عوام پیدا شدہ گمانِ مخالفت انداختہ است، و در حقیقت منظور ہمہ انبیا قدر مشترک است غیر مختلف، مثلاً:

طبیبے اگر مریضے حار المزاج را در موسم تابستان در آبزن نشستن فرماید، و ادویۂ باردہ و اغذیۂ مرطّبہ برائے او تجویز کند، طبیبے دیگر برائے مریض بارد المزاج در موسم زمستان در حمام نشستن، و ادویۂ گرم خوردن و اغذیۂ مجففہ استعمال فرماید ہرگز باہم مخالف نیستند، چہ اگر طبیب اول بجائے طبیب دوم، یا دوم بجائے اول می شد و مریض یکے نزد دیگر می رفت ہمان حکم بعینہ می کرد و لہٰذا در حدیث شریف وارد است:

لوكَانَ موسىٰ حيًّا ما وسعهٗ إلا اتّباعِي، انتهىٰ.''(۱)

اور ایک جواب اختلاف صاحبین و امام کا سابق بضمن شمار روایات گزر فتذکر۔

اور تحفہ اثنا عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''و عجب است از شریف مرتضیٰ کہ دریں حکایت کثرت اختلاف را نسبت بہ اہل سنت کردہ، حالاں کہ اہل سنت را در اصول عقائد و اعمال اختلافے نیست، اگر اختلافے ہست در فروع است، و آں ہم منجر بتکفیر و تضلیل ہم دیگر نمی شود، و مع ہذا اختلاف از اتفاق کمتر است، بعد تفحص و استقرا مجموع مسائل مختلف فیہا در مذاہب اربعہ سہ صد و چند مسئلہ فروعی یافتہ اند کہ در آں نص صریح موجود نیست، انتہیٰ۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جب مقلدین ائمہ کا باہمی اختلاف اس قدر نہیں، اور نہ وہ باعث گم راہی باہمی کا ہے، تو بالضرور ایک مذہب کے علما کا ایک امام کے شاگردوں اور متبعین کا اختلاف اسی قبیل سے ہے، اور جس پر فتویٰ علمائے مذہب کا ہوگا وہی معمول بہا ہوگا، اور داخل اسی مذہب بعینہ میں رہے گا، اور نہ کچھ تردد ہوگا بخلاف احادیث کے اختلافات کے کہ بجز ماہر کامل اور مجتہد منتسب وغیرہ اقسام اجتہاد کے ایک محدث کی بات ماننا علاوہ ترجیح بلا مرجح کے تقلید ہوگی جو عند المنکرین مذموم ہے۔

قال اور ایک مغالطہ مقلدینِ ائمہ، حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ بہ نسبت حدیث کی کتابوں کے فقہ کی کتابیں بڑی آسان اور بہت تحقیق اور کوشش سے بنائی گئی ہیں۔ ص:۵۰

اقول بتوفیقہ:

رقیبوں نے تم کو سکھائی ہیں باتیں
کہ ہم پر یہ ناحق بنائی ہیں باتیں

(۱)- تفسیر فتح العزیز، زیر آیت ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ''، ج:۱، ص:٤٤، ٤٥.

یہ جملہ (کہ فقہ کی کتابیں بہ نسبت کتب احادیث کے مطلقاً آسان ہیں) آج ہی سننے میں آیا ہے، کیوں کہ کوئی طالب علم بھی یہ بات نہیں کہے گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ فقہ میں کتاب ''ہدایہ'' کے معاملات ایسے مشکل اور بحر زخار ہیں کہ علمائے مقلدین سے بھی ہر شخص بخوبی نہیں پڑھا سکتا، غیر مقلدین کا کہ جن کو فقہ سے مس نہیں ہے کیا ذکر ہے، اور کتبِ حدیث کا یہ حال ہے کہ بعد فراغت کتبِ متداولہ کے ایک سال کے اندر صحاح ستہ پڑھ لیتے ہیں، مشکل ہونا کتبِ حدیث کا نفس مطلب میں نہیں، بلکہ استنباط مسائل و توفیق و تطبیق میں ہے، اور آسان ہونا کتب فقہ کا اس معنٰی کر البتہ صحیح ہے کہ مسائل مفتٰی بہا، لائق عمل جلد معلوم ہو جاتے ہیں، اور بڑی تحقیق و کوشش سے مسائل فقہ خصوصاً حنفیہ کے بنائے جانا نہایت صحیح ہے، چناں چہ میزان شعرانی میں امام کے حالات میں لکھا ہے کہ:

''آپ جس مسئلہ میں کتاب اور سنت سے تصریح نہیں پاتے تھے تو علما کو جمع کرتے تھے، اور جس پر سب متفق ہوتے تھے اس پر عمل کرتے تھے، اور جب کوئی حکم استنباط کرتے تھے، وہ بھی بغیر اجماعِ علمائے زمان کے نہیں لکھتے تھے، جب وہ سب ایک بات پر راضی ہوتے تھے تو اس وقت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرماتے تھے کہ: اس کو لکھ لو، خدا ان سے راضی ہو، اب جو شخص اس قدر اتباع سنت میں ثابت قدم ہو تو کیوں کر اس کی طرف رائے کی نسبت جائز ہے۔ معاذ اللہ۔ ایسی رائے (محض) میں تو کوئی عاقل نہیں پڑتا، چناں چہ امام کے مسائل کے جواب میں انشاء اللہ اس کی تفصیل آتی ہے۔

اور فتاویٰ سراجیہ میں کہا ہے کہ:

''امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو جیسے اصحاب اور شاگرد ملے ہیں، اور کسی امام کو ایسا اتفاق نہیں ہوا، امام نے اپنے مذہب کو مشورہ سے تیار کیا، اور مسائل کے نکالنے میں صرف اپنی بات کی پچ[1] نہیں کی، بلکہ ہر ہر مسئلہ کو اپنے اصحاب پر پیش کرتے تھے، اپنی کہتے تھے، ان کی سنتے تھے، اس پر مناظرہ کرتے، حتیٰ کہ ایک مسئلہ پر فیصلہ ہو تا تب اس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھ لیتے، اسی طرح سب اصول کو لکھا، اور امام موصوف اپنی فہم میں اس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ اہلِ حق وہاں تک پہنچنے سے عاجز آ گئے۔'' انتہیٰ۔(۲)

پس جو تحقیق و تدقیق کہ مذہب حنفیہ میں ہے، جب اور مذہب میں نہیں، تو غیر مقلدوں کی تحقیق بے توفیق کس مصرف کی ہوگی، اور احادیث کا اختلاف اس قسم کا ہے کہ ہر امام ان سے استدلال لاتا ہے، اور تاویل کرتا ہے، پھر فیصلہ کی

---

(۱)- پچ کرنا: اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات پر اڑے رہنا۔

(۲)- المیزان الکبریٰ الشعرانیة، فصل فی بیان ماورد فی ذم الرای، ج:۱، ص:۷۱، ۷۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان.

صورت بجز تقلید کون سی ہے؟ اب مؤلف صاحب کا یہ کہنا کہ بخاری کی شرحیں "فتح الباری" اور "قسطلانی" اور "کرمانی" دیکھ لیں کس قدر تعصب سے بھرا ہوا ہے، کیوں کہ ان کا مسلک تقلید ہے، اور شافعی ہونا ان کا مشہور ہے، پھر مقلدین کا حوالہ دینا اور غیر مقلدی کی طرف بلانا یعنی چہ؟۔ اور حیرانی، اور تعصب کی یہ بات ہے کہ شارحین شافعیہ کی تقلید کا حکم دیا، شراحِ حنفیہ نے کون ساز ہر ملایا ہے کہ ان کا نام نہیں لیا، مگر کیا کریں آتش حسد و تعصب نے مخالفین کو خاکِ سیاہ کر دیا ہے، دیکھو علامہ عینی نے شرح بخاری میں عمدہ توفیق و تطبیق دے کر مذہب حنفی کو خوب ثابت کیا ہے، علیٰ ہذا مرقاۃ شرح مشکاۃ میں ملا علی قاری نے، اور اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ میں شیخ محدث دہلوی نے خوب تحقیق کر دی ہے، الغرض کتبِ فقہ میں بسط و تحقیق خوب ہو چکی ہے، علیٰ ہذا کتب حدیث کے شراح نے اپنے اپنے مذہب کے قواعد سے تطبیق و توفیق خوب کر دی ہے، غیر مقلدین جدھر جائیں گے تقلید سے خلاصی نہ ہوگی، پھر فقہ پر چلنے والوں کو طرح طرح کے مغالطے دینے سے کیا فائدہ؟

قال: اور یہ سبب قسم تحقیق اور سند اور معنیٰ حدیث سے نہ قسم تقلید سے اس لیے کہ حل المعاقد فی العقائد اور حصول المامول من علم الاصول وغیرہ، اصول کی کتابوں میں ہے کہ تقلید اعتماد کرنا ہے کسی کے قول پر بے دلیل پوچھے اور سمجھنے کے اور اگر تقلید ہے تو کسی شخص معین کی نہیں ہے بلکہ جس کو حق گو اور سچا جانا خواہ بخاری ہو خواہ مسلم، اس کی بات پر عمل کیا۔ ص:۵۱

اقول وبہ احول:

ایسی تیز عقل پر آفریں جسے کہتے عقل عقول ہیں
کہ یہ عین قابلِ دید ہے، کہیں دید ہے نہ شنید ہے

ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں مبحوث عنہ عامی، غیر مجتہد ہے، اب اس کے حق میں تحقیق سند و معنیٰ حدیث کو قسم تقلید سے نہ سمجھنا آپ کی ہی عقل کا کام ہے، کیوں کہ دلیل آپ کی اس دعوی کے مخالف ہے، وہ اس کو داخل تقلید کر رہی ہے، دیکھیے جو تعریف تقلید کی آپ نے لکھی ہے، وہ اس پر بخوبی صادق ہے، اس لیے کہ سند کی جو تحقیق ہوتی ہے، اور اس سے حال رواۃ کا معلوم کیا جاتا ہے، تو اس میں کسی کے قول پر بے دلیل پوچھنے اور سمجھنے کے صرف بعض محدثین کے قوی یا ضعیف کہنے پر اعتماد ہوتا ہے، اور یہی تقلید کی تعریف لکھی ہے، علیٰ ہذا تحقیق معنیٰ حدیث میں کلام ہے، مثلاً دو حدیثیں متعارض ہیں، یا محتمل المعنیٰ تو اب ترجیح یکے بر دیگرے بھی اسی طور پر ہو گی جس سے تقلید کے دائرہ سے قدم باہر نہ نکلے گا، اب بعد اس کے یہ کہنا کہ اگر تقلید ہے تو کسی شخص معین کی نہیں بلکہ جس کو حق گو جانا، اس کی تقلید ہے، عجیب بات ہے، اس لیے کہ جس کی تقلید کی جائے گی وہی معین ہو گا، نہ غیر معین۔

دوم: اس سے لازم آتا ہے کہ حق گو سمجھنا بخاری و مسلم کا مثلاً اعتبار معتبر پر ہے، ورنہ اصل میں ہر دو حق گو نہیں۔

سوم: جس تقدیر پر اپنی راے سے ایک مسئلہ مختلف فیہا میں مثلاً بخاری کو حق پر جان کر عمل کیا تو اب مسلم کا کیا حال ہے، وہ اس مسئلہ میں حق پر ہیں یا نہیں، بصورت اول ترجیح بلا مرجح اور بصورت ثانی خلاف عقیدۂ منکرین ہے، اور یہی ظاہراً لازم آئے گا، کیوں کہ مسئلہ مختلفہ میں ایک کو حق گو سمجھنا دوسرے کے کاذب ہونے کو مستلزم ہے، پس بالضرور تقلید نفس ناہنجار ہے، جس سے شریعت ممانعت کرتی ہے۔

چہارم: ان محدثین کی تقلید کرنا اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کو چھوڑنا کون سی حدیث میں وارد ہے، بدون ان مراحل کو طے کرنے کے تقلید سے رہائی مشکل ہے۔

ہر چہ دانان کند کنند ناداں   لیک بعد از قبولِ رسوائی

قال: اور اب اگر حقیقت میں دیکھیے تو صحیحین کی حدیثیں اور آثار ایسے کمال صحت کو پہنچ چکے ہیں کہ ان میں موضوع تو کیا ضعیف تک بھی کوئی نہیں کہتا، اور آج تک کسی پر کہنے والے نے حدیث کے ان پر کہیں جرح اور قدح نہیں کیا، اللہ جزا دے ان محدثین کو اس سعی کی، پس اب عمل کرنے والے کو ان کتابوں کی حدیث کو کچھ تحقیق کرنا ضرور نہیں۔ الخ۔ ص:۵۱

اقول وباللہ التوفیق:

ابھی کم سن ہیں وہ نہیں واقف   ناز کیا چیز ہے، ادا کیا ہے؟

آپ کا دعویٰ مشتمل ان امور پر ہے کہ صحیحین میں کوئی ضعیف حدیث و اثر نہیں، کسی پر کہنے والے نے ان کی حدیث پر جرح نہیں کی، عمل کرنے والے کو ان کتابوں کی احادیث کی تحقیق ضرور نہیں، ان تینوں امور کے ساتھ یہ جملہ ہماری طرف سے بھی ملا لیجیے جو کہ بہ نسبت بخاری کے مشہور ہے ”أصح الكتب بعد كتاب الله البخاري“ (یعنی قرآن کے بعد کتابوں میں زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے) ان جملہ امور کی تحقیق محدثانہ و محققانہ ہم گوش گزار حضور کرتے ہیں۔

اول: یہ سمجھیے کہ جس وقت پر کہنے والے سے حدیثوں کے جرح و قدح بہ نسبت صحیحین ثابت کر دیں گے تو امر اول خود باطل ہو گا، پھر امر ثالث بھی ادعاے محض رہے گا، بلکہ تحقیق کرنا پڑے گا۔ اور آخر جملہ کے مطلب سے بھی واقفیت ہو جائے گی کہ اس سے مقصودِ قائلین کیا ہے، اب ثانی جملہ کی نسبت یہ عرض ہے کہ وہی علماے شافعیہ (جو اکثر احادیث صحیحین مشتملہ بر مذہب شافعی کی وجہ سے آخر جملہ کے ناقل ہیں، اور مبالغہ کرتے ہیں) رواۃ صحیحین کی نسبت (جن پر دار و مدار صحت وضعفِ احادیث ہے) لکھتے ہیں کہ: مسلم میں بخاری کی نسبت ضعیف راوی زیادہ ہیں اور بخاری میں کم، چناں چہ شرح نخبۃ الفکر میں (جس کا حوالہ مؤلف صاحب نے دربارۂ ترجیح صحیحین دیا ہے) موجود ہے:

”وأَمَّا رُجْحَانُهُ (أي صحيح البخاري) مِنْ حيثُ العَدالَةِ والضَّبْطِ: فلأنَّ الرِّجالَ الَّذينَ تُكُلِّمَ فيهِم مِن رجالِ مُسلِمٍ أَكثرُ عَدداً مِن الرِّجالِ الَّذينَ تُكُلِّمَ فيهِم مِن رجالِ

البُخاريِّ ." انتهیٰ(۱)

بخاری کی حدیث کا غلبہ عدالت و ضبط (راوی) کی وجہ سے ہے، اور مسلم کے راوی بخاری کے راویوں کی نسبت زیادہ متکلم فیہ، مجروح ہیں۔یعنی بخاری کے راوی کم ضعیف ہیں اور مسلم کے زیادہ، بہر حالِ ضعف سے ہر دو خالی نہیں۔

اور شرح نخبۃ الفکر کے حاشیہ پر ہے:

"کہا سخاوی نے یعنی جن راویوں کو بخاری نے فقط لیا ہے اور مسلم نے ان کو نہیں لیا ۴۳۵ راوی ہیں، اور ان میں اسی راوی ضعیف ہیں، اور جن راویوں کو فقط مسلم نے لیا ہے بخاری نے نہیں لیا ۶۲۰ راوی ہیں، اور ۱۶۰ راوی ان میں ضعیف ہیں۔" انتہیٰ(۲)

اور نووی شافعی نے شرح مسلم کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"حافظ نیشاپوری نے مستدرک میں لکھا ہے کہ جن راویوں کو بخاری نے لیا ہے اور مسلم نے نہیں لیا ۴۳۴ راوی ہیں، اور جن کو فقط مسلم نے لیا ہے بخاری نے نہیں لیا ۶۲۵ راوی ہیں۔" انتہیٰ(۳)

اس سے ثابت ہوا کہ صحیحین کے راوی اکثر ایک دوسرے کے نزدیک غیر مسلم ہیں، اور متفق علیہ بالضعف بخاری میں ۸۰ اور مسلم میں ۱۶۰ ہیں۔ رہی وہ عبارت شرح نخبۃ الفکر کی کہ جس میں یہ ہے کہ: اول عمدہ قسم تو وہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ہے، الخ محض تحکم ہے، اس میں تقلید بے دلیل ہے، اس پر کوئی دلیل شرعی کتاب و سنت و اجماع و قیاس سے نہیں ہے، کیوں کہ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ان ہر دو میں منحصر نہیں، امام بخاری خود قائل ہیں کہ میں نے بہت صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے، یعنی یہاں نہیں لکھیں، علیٰ ہذا امام مسلم کہتے ہیں، بلکہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ جو حدیث صحیح من حیث السند مل جائے، گو صحیحین میں نہ ہو، لائق عمل ہے، بلاتحقیق ترجیح صحیحین کی نِری دھینگا دھینگی ہے، یہاں پر ہم تقریر منصفانہ و محققانہ محقق حنفیہ شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ، کی نقل کرتے ہیں جس کو مولانا بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

"کوئی اجماع اس پر نہیں کہ جو بخاری و مسلم میں ہے صحیح ہے، اس لیے کہ بعض راوی اُن کے قدریہ وغیرہ بدعتی ہیں، اور بدعتیوں کی حدیث قبول کرنا مختلف فیہ ہے، پھر اس پر اجماع کہاں ہے کہ قدریہ ورفاض کی حدیثیں صحیح ہیں، غایۃ الامر یہ کہ ان کی احادیث من وجہ اصح ہیں، یعنی وہ شروط معتبرہ جمہور(۴) پر مشتمل ہیں، اس سے سوائے ظن کے اور کچھ حاصل نہیں، اور یہی بات اتباع کے زیادہ لائق ہے، اور خوب کہا شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہ: شافعیوں کا یہ قول

(۱)- شرح نخبة الفكر، بيان أن البخارى مقدم فى الصحة عند الجمهور، ص:۲۹، مجلس بركات جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- حاشيه شرح نخبة الفكر، ص:۲۹، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۳)- مقدمۂ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ص:۲۱، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۴)- جمہور شافعیہ مراد ہیں ورنہ مطلقاً نہیں، خود امام مسلم کے نزدیک بعض شروط امام بخاری کے معتبر نہیں۔ کما فی مقدمتہ۔ ۱۲ منہ

کہ بخاری ومسلم کی حدیثیں اور ائمہ کی حدیثوں پر مقدم ہیں غیر معتبر بات ہے، اس میں اتباع نہیں چاہیے، بلکہ یہ تو ان کی نِری دھینگا دھینگی ہے، کیوں کہ صحت حدیث راویوں کی عدالت اور قوت ضبط پر موقوف ہے، اور جب کہ سوائے ان دونوں کتابوں کے اور کتابوں کے راوی عادل، ضابط، شرائط معتبرہ اہلِ علم کے موافق ہوں گے تو وہ اور یہ کتابیں برابر ہیں، سوائے زبردستی کے غیر پر ان کی ترقی کی کوئی وجہ نہیں، اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے، ذرا سوچو!" (۱)

"اور جس نے کہا ہے کہ صحیحین کے راوی اور ائمہ کے راویوں پر ترجیح رکھتے ہیں عقل اور نقل کے مطابق نہیں، اور یہاں پر ابن صلاح اور ان کے مقلدین نے تعصب کی بات کہی ہے کہ ائمہ متاخرین کی روایات مرجوح ہیں، کیوں کہ صحیحین میں جو کچھ ہے اوروں پر غالب ہے، اور یہ محض تحکم اور کج روی ہے زبردستی، کیوں نہ ہو حالاں کہ بہت سے بخاری کے راوی جرح سے بچے نہیں جیسے اور ائمہ کے راوی نہیں بچے، خاص کر بخاری میں بہت راوی ہیں کہ ان میں کلام ہے، پھر کیوں کر ایسی کتابیں اوروں پر اتفاقاً ترجیح رکھتی ہیں، اور کیسے مقدم ہونے کے لائق ہیں اور یہ سوائے ابن صلاح کے اور کسی کا خبط نہیں ہے، انتہیٰ۔" (۲)

اور اگر ہے تو اسی کی تقلید سے ہے، یہ تقریر مولانا بحر العلوم وعلامہ محقق شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ کے مطابق واقع اور اعلیٰ درجہ کے انصاف پر ہے، اب بعض متعصبین مثل مؤلف مسک الختام، ومؤلف دراسات وغیرہ مقلدین جامدین کا ایسی صاف عبارت پر گرد انکار محض ڈالنا، یا اتہام انکار اجماع (حالاں کہ اجماع اس کے خلاف پر ہے) لگانا کس قدر ناانصافی وتحکم محض ہے، اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مومنین کا اس پر کوئی اجماع نہیں ہے، صرف بعض شافعیہ کا ادعائے محض ہے، اور اگر حضور کو ان نقول معتبرۂ نقاد ان حدیث پر بھی صبر نہ آئے تو لیجیے ہم آپ کی خاطر یہ تکلیف کر لیتے ہیں کہ صحیحین کے ضعیف راوی نام بنام تقریب التہذیب مطبع فاروقی دہلی سے نقل کر کے دکھا دیتے ہیں کہ آپ کی آنکھیں اچھی طرح کھل جائیں، اور یہ صرف اظہار حق ہے نہ سوئے ظن، حاشا ناللہ۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ مثل دیگر کتب حدیث کے ان میں بھی ضعیف راوی موجود ہیں، انکار اس کا محض جہالت ہے یا تعصب ہے، جب ہم نے اس جدول ماقل ودل سے بحوالہ صفحہ کتاب صحیحین کے ضعیف راویوں کا حال مثل آئینے کے بتایا تو باقی کتب صحاح اربعہ کا ضعف روایت بطریق اولیٰ لازم آیا، یہ جدول مدعیوں پر بہ طریق الزام رد ہے، نہ احادیث صحیحہ کی نسبت گمانِ بد۔

---

(۱)-فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، الأصل الثاني: السنة، مسألة الأكثر على أن خبر الواحد، إن لم يكن معصوما لا يفيد العلم مطلقا، ج:۲، ص:۱۵۱، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- مصدر سابق، الاصل الثاني في السنة، فصل فى الترجيح، ج:۲، ص:۲۵۷، دار الكتب العلمية، بيروت.

بخاری کے ضعیف راوی

نمبر شمار	نام راوی مع ترجمہ	صفحہ تقریب
۱	أحمد بن بشير المخزومي له أوهام. احمد بن بشیر مخزومی بڑا وہمی تھا۔	۵
۲	أحمد بن المقدام طعن أبو داؤد في مرويته. احمد بن مقدام کی روایت میں ابو داؤد نے طعن کیا ہے۔	۱۰
۳	إبراهيم بن عبد الرحمٰن السكسكي ضعيف الحفظ. ابراہیم بن عبد الرحمٰن السکسکی کا حافظہ ضعیف تھا۔	۱۴
۴	إبراهيم بن يوسف بن إسحاق يهمُ . ابراہیم بن یوسف بن اسحاق وہمی تھا۔	۱۷
۵	أبي بن العباس فيه ضعف. ابی بن عباس میں ضعف ہے۔	۱۷
۶	إسحاق بن محمد بن إسماعيل ساء حفظه. اسحاق بن محمد بن اسماعیل کا حافظہ بُرا تھا۔	۲۱
۷	إسحاق بن منصور السلولي تكلم فيه للتشيع. اسحاق بن منصور سلولی میں شیعہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے کلام کیا ہے۔	۲۱
۸	إسحاق بن ابان الوارق تكلم فيه للتشيع. اسحاق بن ابان وراق میں لوگوں نے شیعہ ہونے کے باعث کلام کیا ہے۔	۲۳
۹	إسماعيل بن رافع ضعيف الحفظ. اسماعیل بن رافع کا حافظہ ضعیف تھا۔	۲۴
۱۰	إسماعيل بن رباح مجهول. اسماعیل بن رباح مجہول الحال ہے۔	۲۴
۱۱	إسماعيل بن زكريا يخطئ قليلا. اسماعیل بن زکریا تھوڑی سی خطا کرتا تھا۔	۲۴
۱۲	إسماعيل بن عبد الله بن عبد الله أخطأ في أحاديث من حفظه. اسماعیل بن عبد اللہ بن عبد اللہ نے زبانی حدیثیں بیان کرنے میں خطا کی تھی۔	۲۵
۱۳	إسماعيل بن مجالد يخطئ. اسماعیل بن مجالد خطا کرتا تھا۔	۲۶
۱۴	إسماعيل بن موسىٰ الفزاري يخطئ. اسماعیل بن موسیٰ فزاری خطا کرتا تھا۔	۲۶
۱۵	اشهل بن حاتم يخطئ. اشہل بن حاتم خطا کرتا تھا۔	۲۸
۱۶	ايمن بن نابل يهم. ایمن بن نابل وہمی تھا۔	۳۱
۱۷	أيوب بن عائذ رمي بالارجاء. ایوب بن عائذ کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۳۱

۱۸	أيوب بن النجار مدلّس. ایوب بن نجار مدلس تھا۔	۳۲
۱۹	بريد بن عبد الله يخطئ قليلا. برید بن عبد اللہ تھوڑی سی خطا کرتا تھا۔	۳۳
۲۰	بشر بن عبس يخطئ. بشر بن عبس خطا کرتا تھا۔	۳۴
۲۱	بشر بن محمد السختياني رمي بالارجاء. بشر بن محمد سختیانی کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۳۵
۲۲	ثابت بن محمد العابد يخطئ فى أحاديث. ثابت بن محمد عابد حدیثوں میں خطا کرتا تھا۔	۳۹
۲۳	حاتم بن اسماعيل المدني يهم. حاتم بن اسماعیل مدنی وہمی تھا۔	۴۵
۲۴	الحارث بن عبد الله الأعور الهمداني كذبه الشعبي في رواية و رمي بالرفض و في حديثه ضعف وليس له عند النسائي سوي حديثين. حارث بن عبد اللہ اعور ہمدانی کو شعبی نے ایک روایت میں جھوٹا کہا، اور اس کو رافضی کہا جاتا ہے، اور اس کی حدیث میں ضعف ہے، اور نسائی کے پاس اس کی دو حدیثوں کے سوائے اور کوئی حدیث نہیں ہے۔	۴۶
۲۵	حبيب بن أبي ثابت كثير التدليس. حبیب بن ابی ثابت تدلیس بہت کرتا تھا۔	۴۹
۲۶	حجاج بن محمد المصيصي اختلط في آخر عمره لما قدم بغداد. حجاج بن محمد مصیصی کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا تھا، جب کہ بغداد میں آیا تھا۔	۵۰
۲۷	حرمي بن عمارة بن أبي حفصة يهم. حرمی بن عمارہ بن ابی حفصہ وہمی تھا۔	۵۲
۲۸	حرير بن عثمان الرحبي رمي بالنصب. حریر بن عثمان رحبی کو ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۵۲
۲۹	حزم بن أبي حزم يهم. حزم بن ابی حزم وہمی ہے۔	۵۲
۳۰	حسان بن ابراهيم يخطئ. حسان بن ابراہیم خطا کرتا تھا۔	۵۳
۳۱	حسان بن حسان أبو علي يخطئ. حسان بن حسان ابو علی خطا کرتا تھا۔	۵۳
۳۲	حسان بن سهل يخطئ. حسان بن سہل خطا کرتا تھا۔	۵۳
۳۳	الحسن بن بشر بن سلم يخطئ. حسن بن بشر بن سلم خطا کرتا تھا۔	۵۳
۳۴	الحسن بن خلف له أوهام. حسن بن خلف بڑا وہمی تھا۔	۵۴
۳۵	الحسن بن ذكوان يخطئ و رمي بالقدر وكان يدلس. حسن بن ذکوان خطا کرتا تھا، اور بعضوں نے اسے قدریہ کہا ہے، اور تدلیس بھی کرتا تھا۔	۵۴

۳۶	حصين بن نمير أبو محصن رمي بالنصب. حصین بن نمیر ابو محصن کو ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۶۰
۳۷	حفص بن غياث بن طلق تغير حفظه قليلاً في الآخر. حفص بن غیاث بن طلق کا حافظہ آخر عمر میں تھوڑا سا بدل گیا تھا۔	۶۱
۳۸	حفص بن ميسرة ربما وهم. حفص بن میسرہ اکثر وہمی تھا۔	۶۱
۳۹	الحكم بن عبد الله أبو النعمان له أوهام. حکم بن عبد اللہ ابو النعمان بڑا وہمی تھا۔	۶۲
۴۰	الحكم بن عتيبة أبو محمد ربما دلس. حکم بن عتیبہ، ابو محمد اکثر تدلیس کرتا تھا۔	۶۲
۴۱	حماد بن أسامة ربما دلس، وكان بأخره يحدث من كتب غيره. حماد بن اسامہ اکثر تدلیس کرتا تھا، اور آخر عمر میں اوروں کی کتابوں سے حدیث بیان کرتا تھا۔	۶۳
۴۲	حميد بن الأسود يهم قليلا. حمید بن اسود تھوڑا سا وہمی تھا۔	۶۵
۴۳	حميد بن أبي حميد الطويل مدلس و عابه زائدة لدخوله في شئ من الأمراء. حمید بن ابی حمید طویل مدلس ہے، اور زائدہ نے اس کے امراؤں کے کام میں داخل ہونے کے سبب اس پر طعن کیا ہے۔	۶۵
۴۴	حيي بن هاني يهم. حیی بن ہانی وہمی تھا۔	۶۷
۴۵	خالد بن مهران قد أشار حماد بن زيد إلي أنّ حفظه تغير لمّا قدم من الشام، و عاب بعضهم دخوله في عمل السلطان. خالد بن مہران بے شک حماد بن زید نے اس بات کا اشارہ کیا جب وہ شام سے آیا تو حافظہ اس کا بگڑ گیا، اور بعضوں نے اس کے بادشاہ کے عمل میں داخل ہونے کے باعث اس پر طعن کیا ہے۔	۷۰
۴۶	خالد بن يزيد بن زياد له أوهام. خالد بن یزید بن زیاد بڑا وہمی تھا۔	۷۰
۴۷	خليفة بن خياط بن خليفة ربما أخطأ. خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ اکثر خطا کرتا تھا۔	۷۲
۴۸	خلاد بن يحيىٰ رمي بالارجاء وهو من كبار شيوخ البخاري. خلاد بن یحییٰ کو مرجیہ کہا گیا ہے، اور وہ بخاری کے بڑے استادوں میں ہیں۔	۷۳
۴۹	الربيع بن انس له أوهام رمي بالتشيع. ربیع بن انس بڑا وہمی تھا، اور اسے شیعہ بھی کہا گیا ہے۔	۷۷

۵۰	الربيع بن يحيىٰ له أوهام. ربیع بن یحییٰ بڑا وہمی تھا۔	۷۷
۵۱	زكريا بن إسحاق رمي بالقدر. زکریا بن اسحاق کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۸۱
۵۲	زكريا بن أبي زائدة كان يدلس. زکریا بن أبی زائدہ مدلس تھا۔	۸۱
۵۳	زكريا بن يحيىٰ بن عمارة يخطئ. زکریا بن یحییٰ بن عمارہ خطا کرتا تھا۔	۸۲
۵۴	زكريا بن يحيىٰ بن عمر له أوهام لينها بسببها الدار قطنی. زکریا بن یحییٰ بن عمر وہمی تھا، اسی سبب دارقطنی نے اسے سست کہا ہے۔	۸۲
۵۵	زياد بن علاقة رمي بالنصب. زیاد بن علاقہ کو ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۸۴
۵۶	زيد بن الحواري ضعيف. زید بن حواری ضعیف ہے۔	۸۵
۵۷	سالم بن عجلان رمي بالارجاء. سالم بن عجلان کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۸۷
۵۸	سعيد بن إياس اختلط قبل موته ثلث سنين. سعید بن ایاس کا اپنی موت کے تین سال پہلے حافظہ بگڑ گیا تھا۔	۹۰
۵۹	سعيد بن بشير الأزدي ضعيف. سعید بن بشیر ازدی ضعیف ہے۔	۹۰
۶۰	سعيد بن عامر الضبعي ربما وهم. سعید بن عامر ضبعی بڑا وہمی تھا۔	۹۲
۶۱	سعيد بن عمرو بن اشوع رمي بالتشيع. سعید بن عمرو بن اشوع کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۹۳
۶۲	سعيد بن فيروز فيه تشيع قليل. سعید بن فیروز میں تھوڑا سا شیعہ پن ہے۔	۹۴
۶۳	سعيد بن عبيد الله ربما وهم. سعید بن عبید اللہ بڑا وہمی تھا۔	۹۳
۶۴	سعيد بن محمد بن سعيد رمي بالتشيع. سعید بن محمد بن سعید کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۹۴
۶۵	سليمان بن حيان يخطئ. سلیمان بن حیان خطا کرتا تھا۔	۹۹
۶۶	سليمان بن داؤد بن الجارود غلط في أحاديث. سلیمان بن داؤد بن جارود نے حدیثوں میں غلطی کی ہے۔	۹۹
۶۷	سليمان بن مهران يدلس. سلیمان بن مہران مدلس ہے۔	۱۰۳
۶۸	سهل بن بكار ربما وهم. سہل بن بکار بہت وہمی تھا۔	۱۰۴
۶۹	سهيل بن أبی صالح تغير حفظه بآخره. سہیل بن ابی صالح کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۱۰۵

۷۰	سلام بن مسكين رمي بالقدر. سلام بن مسکین کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۰۶
۷۱	شبابة بن سوار رمي بالارجاء. شبابہ بن سوار کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۰۷
۷۲	شبل بن عباد رمي بالقدر. شبل بن عباد کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۰۷
۷۳	شجاع بن الوليد له أوهام. شجاع بن ولید بہت وہمی ہے۔	۱۰۸
۷۴	شريک بن عبدالله بن أبي نمير يخطئ. شریک بن عبد اللہ بن ابی نمیر خطا کرتا تھا۔	۱۰۹
۷۵	شعيب بن اسحاق رمي بالارجاء. شعیب بن اسحاق کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۰۹
۷۶	صفوان بن سليم المدني رمي بالقدر. صفوان بن سلیم مدنی کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۱۴
۷۷	الضحاک بن عثمان بن عبيد الله يهم. ضحاک بن عثمان بن عبید اللہ وہمی ہے۔	۱۱۵
۷۸	ضمام بن اسماعيل ربما أخطأ. ضمام بن اسماعیل اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۱۶
۷۹	طارق بن عبدالرحمٰن البجلي له أوهام. طارق بن عبد الرحمٰن بجلی کو بڑے وہم تھے۔	۱۱۸
۸۰	عاصم بن علي ربما وهم. عاصم بن علی بڑے وہمی تھے۔	۱۱۹
۸۱	عباد بن راشد له أوهام. عباد بن راشد بڑا وہمی ہے۔	۱۲۱
۸۲	عباد بن عباد بن حبيب ربما وهم. عباد بن عباد بن حبیب بڑا وہمی تھا۔	۱۲۱
۸۳	عباد بن يعقوب رافضي بالغ ابن حبان فقال يستحق الترک. عباد بن یعقوب رافضی تھا، ابن حبان نے مبالغہ کر کے کہا ہے کہ ترک کرنے کے لائق ہے۔	۱۲۲
۸۴	عبد الله بن رجاء بن عمريهم قليلا. عبد اللہ بن رجا بن عمر تھوڑا سا وہمی ہے۔	۱۲۹
۸۵	عبد الله بن سالم الأشعري رمي بالنصب. عبد اللہ بن سالم اشعری کو ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۱۳۰
۸۶	عبدالله بن سعيد بن أبي هند ربما وهم. عبد اللہ بن سعید بن ابی ہند بڑا وہمی تھا۔	۱۳۱
۸۷	عبد الله بن اويس يهم. عبد اللہ بن اویس وہمی تھا۔	۱۳۳
۸۸	عبد الله بن عمر النميري ربما أخطأ . عبد اللہ بن عمر نمیری اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۳۷
۸۹	عبد الله بن عيسىٰ بن عبد الرحمٰن فيه تشيع. عبد اللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمٰن میں شیعہ پن ہے۔	۱۳۸
۹۰	عبد الله بى أبى لبيد المدنى رمى بالقدر. عبد اللہ بن ابی لبید مدنی کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۴۰

۹۱	عبد اللّٰه بن المثنی کثیر الغلط. عبداللہ بن مثنیٰ بڑی غلطی کرتا تھا۔	۱۴۰
۹۲	عبد اللّٰه بن أبي نجیح رمي بالقدر. عبداللہ بن ابی نجیح کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۴۴
۹۳	عبد الحمید بن عبد الرحمٰن یخطئ و رمي بالارجاء. عبدالحمید بن عبدالرحمٰن خطا کرتا تھا اور اسے مرجیہ کہا گیا۔	۱۴۸
۹۴	عبد ربه بن نافع یهم. عبدربہ بن نافع وہمی ہے۔	۱۴۸
۹۵	عبد الرحمٰن بن حماد ربما أخطأ. عبدالرحمٰن بن حماد اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۵۱
۹۶	عبد الرحمٰن بن سلیمان بن عبد اللّٰه فیه لین. عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ میں سستی ہے۔	۱۵۲
۹۷	عبد الرحمٰن بن عبد اللّٰه بن دینار یخطئ. عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار خطا کرتا تھا۔	۱۵۴
۹۸	عبد الرحمٰن بن عبد اللّٰه بن عبید ربما اخطأ. عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبید اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۵۴
۹۹	عبد الرحمٰن بن عبد الملک بن شیبة یخطئ. عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ خطا کرتا تھا۔	۱۵۵
۱۰۰	عبد السلام بن حرب له مناکیر. عبدالسلام بن حرب کی حدیثیں منکر ہیں۔	۱۶۰
۱۰۱	عبد العزیز بن سیاه یتشیع. عبدالعزیز بن سیاہ شیعہ تھا۔	۱۶۱
۱۰۲	عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز یخطئ. عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز خطا کرتا تھا۔	۱۶۲
۱۰۳	عبد العزیز بن محمد کان یحدث من کتب غیره فیخطئ. عبدالعزیز بن محمد اوروں کی کتابوں سے حدیث بیان کرتا تھا، پھر خطا کرتا تھا۔	۱۶۲
۱۰۴	عبد العزیز بن مسلم القسلمی ربما وهم. عبدالعزیز بن مسلم قسلمی بڑا وہمی تھا۔	۱۶۲
۱۰۵	عبد الملک بن عمیر تغیر حفظه و ربما دلس. عبدالملک بن عمر کا حافظہ بگڑ گیا، اور اکثر تدلیس کرتا تھا۔	۱۶۵
۱۰۶	عبید اللّٰه بن أحنس کان یخطئ. عبیداللہ بن احنس خطا کرتا تھا۔	۱۶۸
۱۰۷	عبید اللّٰه بن عمر بن أبي الولید ربما وهم. عبیداللہ بن عمر بن ابی الولید بڑا وہمی تھا۔	۱۷۰

۱۰۸	عبيد بن حميد الكوفي ربما أخطأ. عبید بن حمید کوفی اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۷۳
۱۰۹	عتاب بن بشير يخطئ. عتاب بن بشیر خطا کرتا تھا۔	۱۷۳
۱۱۰	عتاب بن غياث رمي بالارجاء. عتاب بن غیاث کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۷۶
۱۱۱	عثمان بن محمد بن إبراهيم له أوهام. عثمان بن محمد بن ابراہیم بڑا وہمی ہے۔	۱۷۶
۱۱۲	عطاء بن السائب اختلط. عطا بن سائب کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔	۱۷۷
۱۱۳	عطا بن أبي ميمونة رمي بالقدر. عطا بن ابی میمونہ کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۷۹
۱۱۴	عفان بن مسلم ربما وهم ، وقال ابن معين: أنكرناه في صفر. عفان بن مسلم بڑا وہمی تھا، اور ابن معین نے کہا ہے کہ ہم نے ماہِ صفر میں اس پر انکار کیا۔	۱۸۰
۱۱۵	علي بن الجعد رمي بالتشيع. علی بن جعد کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۱۸۲
۱۱۶	عمر بن أبي زائدة رمي بالقدر. عمر بن ابی زائدہ کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۸۹
۱۱۷	عمر بن علي بن عطاء كان يدلس شديدا. عمر بن علی بن عطا بڑا ہی مدلس تھا۔	۱۹۱
۱۱۸	عمر بن محمد بن الحسن ربما وهم. عمر بن محمد بن حسن بڑا وہمی تھا۔	۱۹۲
۱۱۹	عمرو بن أبى سلمة له أوهام. عمرو بن ابی سلمہ بڑا وہمی ہے۔	۱۹۴
۱۲۰	عمرو بن العباس ربما وهم. عمرو بن عباس بڑا وہمی ہے۔	۱۹۵
۱۲۱	عمرو بن عبد الله الهمداني أبو اسحاق السبيعي اختلط بأخره. عمرو بن عبد اللہ ہمدانی، ابو اسحاق سبیعی کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۱۹۵
۱۲۲	عمرو بن أبي عمرو ربما وهم . عمرو بن ابی عمرو کا بڑا وہمی ہے۔	۱۹۵
۱۲۳	عمرو بن مرزوق البابلي له أوهام. عمرو بن مرزوق بابلی بڑا وہمی تھا۔	۱۹۶
۱۲۴	عمرو بن مرة بن عبدالله رمي بالارجاء. عمرو بن مرۃ بن عبد اللہ کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۹۶
۱۲۵	عمران بن مسلم المنقرى ربما وهم. عمران بن مسلم منقری بڑا وہمی ہے۔	۱۹۸
۱۲۶	عوف بن أبي جميلة رمي بالقدر والتشيع. عوف بن ابی جمیلہ کو قدریہ اور شیعہ کہا گیا ہے۔	۱۹۹
۱۲۷	العلاء بن عبد الرحمٰن ربما وهم. علا بن عبد الرحمٰن بڑا وہمی ہے۔	۲۰۰

۱۲۸	العلاء بن المسيب ربما وهم. علا بن مسیب بڑا وہمی ہے۔	۲۰۱
۱۲۹	عياض بن هلال مرجوح مجهول. عیاض بن ہلال مرجوح اور مجہول ہے۔	۲۰۱
۱۳۰	فراس بن يحيىٰ ربما وهم. فراس بن یحییٰ اکثر وہمی تھا۔	۲۰۴
۱۳۱	الفضل ابن عميرة فيه لين. فضل بن عمیرہ میں سستی ہے۔	۲۰۷
۱۳۲	فضيل بن سليمان له خطاء كثير. فضیل بن سلیمان کو بڑی چوک ہوتی ہے۔	۲۰۶
۱۳۳	فطر بن خليفة رمى بالتشيع. فطر بن خلیفہ کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۲۰۶
۱۳۴	فليح بن سليمان كثير الخطاء. فلیح بن سلیمان بڑی خطا کرتا تھا۔	۲۰۶
۱۳۵	القاسم بن حكم بن كثير فيہ لين. قاسم بن حکم بن کثیر میں سستی ہے۔	۲۰۶
۱۳۶	القاسم بن مالك فيه لين. قاسم بن مالک میں سستی ہے۔	۲۰۸
۱۳۷	قريش بن انس تغير بأخره. قریش بن انس کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۲۰۹
۱۳۸	قيس بن مسلم الجدلي رمي بالارجاء. قیس بن مسلم جدلی کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۲۱۱
۱۳۹	كثير بن شنطير يخطئ. کثیر بن شنظیر خطا کرتا تھا۔	۲۱۱
۱۴۰	كهمس بن المنهال رمي بالقدر. کہمس بن منہال کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۱۳
۱۴۱	محمد بن بكر بن عثمان يخطئ. محمد بن بکر بن عثمان خطا کرتا تھا۔	۲۱۶
۱۴۲	محمد بن جعفر مدني المعروف بغندر فيه غفلة. محمد بن جعفر مدنی میں جو "غندر" سے مشہور ہیں، غفلت ہے۔	۲۱۷
۱۴۳	محمد بن الحسن بن الزبير فيه لين. محمد بن حسن بن زبیر میں سستی ہے۔	۲۱۸
۱۴۴	محمد بن الحسن بن هلال فيه لين ورمي بالقدر. محمد بن حسن بن ہلال میں سستی ہے اور اس کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۱۸
۱۴۵	محمد بن أبي حفصة يخطئ. محمد بن ابی حفصہ خطا کرتا تھا۔	۲۱۸
۱۴۶	محمد بن زبرقان ربما وهم. محمد بن زبرقان اکثر وہمی تھا۔	۲۲۰
۱۴۷	محمد بن زياد بن عبيد الله يخطئ. محمد بن زیاد بن عبید اللہ خطا کرتا تھا۔	۲۲۰
۱۴۸	محمد بن سواء رمي بالقدر. محمد بن سواء کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۲۱
۱۴۹	محمد بن الصلت البصري يهم. محمد بن صلت بصری وہمی ہے۔	۲۲۲

۲۲۳	محمد بن طلحة بن مصرف له أوهام. محمد بن طلحہ بن مصرف بڑا وہمی ہے۔	۱۵۰
۲۲۳	محمد بن عباد بن زبرقان يهم. محمد بن عباد بن زبرقان وہمی ہے۔	۱۵۱
۲۲۵	محمد بن عبد الله بن مسلم له أوهام. محمد بن عبد اللہ بن مسلم بڑا وہمی تھا۔	۱۵۲
۲۲۷	محمد بن عبد العزيز العمري يهم. محمد بن عبد العزیز عمری وہمی ہے۔	۱۵۳
۲۲۸	محمد بن عبيد بن ميمون يخطئ. محمد بن عبید بن میمون خطا کرتا تھا۔	۱۵۴
۲۳۰	محمد بن عمرو بن علقمة له أوهام. محمد بن عمرو بن علقمہ بڑا وہمی ہے۔	۱۵۵
۲۳۱	محمد بن الفضل السدوسي تغير في اٰخر عمره. محمد بن فضل سدوسی کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۱۵۶
۲۳۱	محمد بن فضيل الضبي رمي بالتشيع. محمد بن فضیل ضبی کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۱۵۷
۲۳۱	محمد بن فليح يهم. محمد بن فلیح وہمی ہے۔	۱۵۸
۲۴۲	مخلد بن يزيد له أوهام. مخلد بن یزید بڑا وہمی ہے۔	۱۵۹
۲۴۲	مخوّل بن راشد نسب إلى التشيع. مخول بن راشد کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۱۶۰
۲۴۳	مروان بن شجاع له أوهام. مروان بن شجاع بڑا وہمی ہے۔	۱۶۱
۲۴۴	مسكين بن بكير يخطئ. مسکین بن بکیر خطا کرتا تھا۔	۱۶۲
۲۴۸	معاذ بن هشام ربما وهم. معاذ بن ہشام بڑا وہمی تھا۔	۱۶۳
۲۴۹	معاوية بن إسحاق ربما وهم. معاویہ بن اسحاق اکثر وہم کرتا تھا۔	۱۶۴
۲۵۰	معروف بن خربوذ ربما وهم. معروف بن خربوذ اکثر وہمی تھا۔	۱۶۵
۲۵۲	المغيرة بن عبد الرحمٰن بن الحارث كان يهم. مغیرہ بن عبد الرحمٰن بن حارث وہمی تھا۔	۱۶۶
۲۵۳	مقدم بن محمد ربما وهم. مقدم بن محمد اکثر وہم کرتا تھا۔	۱۶۷
۲۵۵	منهال بن عمرو ربما وهم. منہال بن عمرو اکثر وہم کرتا تھا۔	۱۶۸
۲۵۸	موسىٰ بن مسعود سئ الحفظ. موسیٰ بن مسعود کا حافظہ برا ہے۔	۱۶۹
۲۵۹	ميمون بن سياه يخطئ. میمون بن سیاہ خطا کرتا تھا۔	۱۷۰
۲۶۲	النعمان بن معبد مجهول. نعمان بن معبد مجہول الحال ہے۔	۱۷۱

۱۷۲	نوف بن فضالة مستور. نوف بن فضالہ کا حال محدثین پر مخفی ہے۔	۲۶۴
۱۷۳	هارون بن موسىٰ الأزدي رمي بالقدر. ہارون بن موسیٰ ازدی کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۶۵
۱۷۴	هشام بن حجير له أوهام. ہشام بن حجیر بڑا وہمی ہے۔	۲۶۶
۱۷۵	هشام بن أبي عبد الله قد رمي بالقدر. ہشام بن ابی عبد اللہ کو بے شک قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۶۷
۱۷۶	الوليد بن كثير المخزومي رمي برائ الخوارج. ولید بن کثیر مخزومی کو خارجیوں کی رائے پر چلنے والا کہا گیا ہے۔	۲۷۲
۱۷۷	يحيىٰ بن أبى اسحاق ربما أخطأ. یحیٰ بن ابی اسحاق اکثر خطا کرتا ہے۔	۲۷۳
۱۷۸	يحيىٰ بن أيوب الغافقي ربما أخطأ. یحیٰ بن ایوب غافقی اکثر خطا کرتا تھا۔	۲۷۴
۱۷۹	يحيىٰ بن حمزة رمي بالقدر. یحیٰ بن حمزہ کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۷۴
۱۸۰	يحيىٰ بن أبي زكريا ضعيف. یحیٰ بن اَبی زکریا ضعیف ہے۔	۲۷۵
۱۸۱	يحيىٰ بن سليم سيئ الحفظ. یحیٰ بن سلیم کا حافظہ بُرا ہے۔	۲۷۶
۱۸۲	يحيىٰ بن سليمان بن يحيىٰ يخطئ. یحیٰ بن سلیمان بن یحیٰ خطا کرتا تھا۔	۲۷۶
۱۸۳	يونس بن يزيد بن أبى النجاد إن فى روايته عن الزهرى وهماً قليلاً وفي غير الزهري خطأ. یونس بن یزید بن ابی النجاد نے جو زہری سے روایت کی ہے، اس میں تھوڑا وہم ہے، اور زہری کے سوائے اوروں سے جو حدیثیں بیان کی ہیں، ان میں خطا کرتا ہے۔	۲۸۷

مسلم کے ضعیف راوی

نمبر شمار	نام راوی مع ترجمہ	صفحہ تقریب
۱	احمد بن عبد الرحمٰن بن وهب تغير بآخره. احمد بن عبد الرحمٰن بن وہب کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۷
۲	احمد بن عبدة موسىٰ الضبي رمي بالنصب. احمد بن عبدہ موسیٰ ضبی کو ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۸
۳	أبان بن تغلب تكلم فيه للتشيع. ابان بن تغلب میں شیعہ کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔	۱۱
۴	ابراهيم بن مهاجر بن جابر لين الحفظ . ابراہیم بن مہاجر بن جابر کا حافظہ سست ہے۔	۱۶
۵	إبراهيم بن يوسف بن إسحاق يهم. ابراہیم بن یوسف بن اسحاق وہمی ہے۔	۱۷
۶	الأحوص بن جوّاب ربما وهم. احوص بن جواب اکثر وہم کرتا تھا۔	۱۷
۷	أسامة بن زيد الليثي يهم. اسامہ بن زید لیثی وہمی ہے۔	۱۸
۸	إسحاق بن منصور السلولي تكلم فيه للتشيع. اسحاق بن منصور سلولی میں شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔	۲۱
۹	إسماعيل بن أبان الوراق تكلم فيه للتشيع. اسماعیل بن ابان وراق میں شیعہ ہونے سے کلام ہے۔	۲۳
۱۰	اسماعيل بن رافع ضعيف الحفظ. اسماعیل بن رافع کا حافظہ ضعیف ہے۔	۲۴
۱۱	اسماعيل بن رياح مجهول. اسماعیل بن ریاح کا حال معلوم نہیں کہ کیسا ہے۔	۲۴
۱۲	اسماعيل بن زكريا يخطئ قليلا. اسماعیل بن زکریا تھوڑی سی خطا کرتا ہے۔	۲۴
۱۳	اسماعيل بن سميع الحنفي تكلم فيه لبدعة الخوارج. اسماعیل بن سمیع حنفی میں خارج ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔	۲۴
۱۴	اسماعيل بن عبد الله بن عبد الله أخطأ فى أحاديث من حفظه. اسماعیل بن عبد اللہ بن عبد اللہ نے حدیثوں کے زبانی بتانے میں خطا کی ہے۔	۲۵
۱۵	اسماعيل بن عبد الرحمٰن بن أبي كريمة يهم ورمي بالتشيع. اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن ابی کریمہ وہمی ہے اور اس کو شیعہ بھی کہا گیا ہے۔	۲۵

۱۶	اشعث بن سوار الكندي ضعيف. اشعث بن سوار کندی ضعیف ہے۔	۲۷
۱۷	أيوب بن خالد بن صفوان فيه لين . ایوب بن خالد بن صفوان میں سستی ہے۔	۳۱
۱۸	أيوب بن عائذ رمي بالإرجاء. ایوب بن عائذ کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۳۱
۱۹	بريد بن عبد الله يخطئ قليلا. برید بن عبد اللہ تھوڑی سی خطا کرتا ہے۔	۳۳
۲۰	بشر بن محمد رمي بالارجاء. بشر بن محمد کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۳۵
۲۱	بشير بن المهاجر لين الحديث رمي بالارجاء. بشیر بن مہاجر حدیث میں سست ہے اور اسے مرجیہ کہا گیا ہے۔	۳۵
۲۲	بقية بن الوليد كثير التدليس عن الضعفاء. بقیہ بن ولید ضعیف راویوں سے اکثر تدلیس کرتا ہے۔	۳۶
۲۳	بكير بن عبد الله الطائى رمي بالرفض. بکیر بن عبد اللہ طائی کو رافضی کہا گیا ہے۔	۳۷
۲۴	جبر بن نوف يهم. جبر بن نوف وہمی ہے۔	۴۱
۲۵	الجراح بن مليح بن عدي يهم جراح بن ملیح بن عدی وہمی ہے۔	۴۲
۲۶	جعفر بن سليمان كان يتشيع. جعفر بن سلیمان شیعہ تھا۔	۴۳
۲۷	حاتم بن إسماعيل يهم. حاتم بن اسماعیل وہمی تھا۔	۴۵
۲۸	حاجب بن عمر رمى براى الخوارج. حاجب بن عمر کو خارجی کہا گیا ہے۔	۴۵
۲۹	الحارث بن عبد الله الأعور كذبه الشعبي في رواية و رمي بالرفض و في حديثه ضعف ليس له عند النسأي سوى الحديثين. حارث بن عبد اللہ اعور کو شعبی نے ایک روایت میں جھوٹا کہا ہے اور اسے رافضی بھی کہا گیا ہے، اور اس کی حدیث میں ضعف ہے اور نسائی کے پاس اس کی دو حدیثوں کے سوا اور کوئی حدیث نہیں۔	۴۶
۳۰	الحارث بن عبيد الأيادي يخطئ. حارث بن عبید ایادی خطا کرتا تھا۔	۴۷
۳۱	حبيب بن أبي ثابت كثير التدليس. حبیب بن ابی ثابت بڑا ہی مدلس ہے۔	۴۹
۳۲	حبيب بن أبي حبيب الجرمي يخطئ. حبیب بن ابی حبیب جرمی خطا کرتا تھا۔	۴۹
۳۳	حجاج بن ارطاة كثير الخطاء والتدليس . حجاج بن ارطاۃ بہت خطا اور تدلیس والا ہے۔	۵۰

۳۴	حجاج بن أبي زينب يخطئ. حجاج بن ابی زینب خطا کرتا تھا۔	۵۰
۳۵	حجاج بن محمد المصيصي اختلط في آخر عمره. حجاج بن محمد مصیصی کا آخر عمر میں حافظہ بگڑ گیا۔	۵۰
۳۶	حرب بن أبي العالية يهم. حرب بن ابی العالیہ وہمی ہے۔	۵۲
۳۷	حرب بن ميمون الأكبر رمي بالقدر۔ حرب بن میمون اکبر کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۵۲
۳۸	حرمي بن عمارة بن أبي حفصة يهم. حرمی بن عمارہ بن ابی حفصہ وہمی ہے۔	۵۲
۳۹	حسان بن ابراهيم يخطئ. حسان بن ابراہیم خطا کرتا ہے۔	۵۳
۴۰	الحسن بن صالح رمي بالتشيع. حسن بن صالح کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۵۵
۴۱	الحسن بن الفرات يهم. حسن بن فرات وہمی ہے۔	۵۶
۴۲	حصين بن نمير الكندي مجهول. حصین بن نمیر کندی کا حال معلوم نہیں۔	۶۰
۴۳	حفص بن غياث بن طلق تغير حفظه قليلاً في الآخر. حفص بن غیاث بن طلق کا حافظہ آخر عمر میں تھوڑا سا بگڑ گیا تھا۔	۶۱
۴۴	حفص بن ميسرة ربما وهم. حفص بن میسرہ اکثر وہمی تھا۔	۶۱
۴۵	الحكم بن عبد الله أبو النعمان له أوهام. حکم بن عبد اللہ، ابو النعمان بڑا وہمی تھا۔	۶۲
۴۶	الحكم بن عتيبة أبو محمد ربما دلس. حکم بن عتیبہ، ابو محمد اکثر تدلیس کرتا تھا۔	۶۲
۴۷	حمادابن أسامة القرشي ربما دَلس وكان بآخره يحدث من كتب غيره. حماد بن اسامہ قرشی اکثر تدلیس کرتا تھا اور آخر عمر میں اوروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا تھا۔	۶۳
۴۸	حماد بن سلمة بن دينار تغير حفظه بآخره. حماد بن سلمہ بن دینار کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا تھا۔	۶۴
۴۹	حمزة بن حبيب الزيات ربما وهم. حمزہ بن حبیب زیات اکثر وہم کرتا تھا۔	۶۴
۵۰	حميد بن زياد أبو صخريهم. حمید بن زیاد ابو صخر وہمی ہے۔	۶۵
۵۱	حيى بن هاني يهم. حیی بن ہانی وہم کرتا تھا۔	۶۷
۵۲	خالد بن خداش يخطئ .خالد بن خداش خطا کرتا تھا۔	۶۸

۵۳	خالد بن سلمة رمي بالإرجاء والنصب. خالد بن سلمہ کو مرجیہ اور ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۶۸
۵۴	خالد بن مهران قد أشار حماد بن زيد إلى أن حفظه تغير لما قدم من الشام. خالد بن مہران کی نسبت بے شک حماد سے زید نے اس بات کا اشارہ کیا کہ اس کا حافظہ جب کہ وہ شام سے آیا تو بگڑ گیا۔	۷۰
۵۵	خلف بن خليفة اختلط في الآخر. خلف بن خلیفہ کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۷۲
۵۶	داؤد بن أبي هند كان يهم بآخره. داؤد بن ابی ہند آخر عمر میں وہم کرتا تھا۔	۷۴
۵۷	رياح بن أبي معروف له أوهام. ریاح بن ابی معروف بڑا وہمی ہے۔	۷۶
۵۸	الربيع بن أنس له أوهام رمي بالتشيع. ربیع بن انس بڑا وہمی تھا، اور اسے شیعہ بھی کہا گیا ہے۔	۷۷
۵۹	ربيعة بن عثمان له أوهام. ربیعہ بن عثمان بڑا وہمی ہے۔	۷۸
۶۰	ربيعة بن كلثوم يهم. ربیعہ بن کلثوم وہمی ہے۔	۷۸
۶۱	زكريا بن إسحاق رمي بالقدر. زکریا بن اسحاق کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۸۱
۶۲	زكريا بن أبي زايدة كان يدلس. زکریا بن ابی زائدہ مدلس تھا۔	۸۱
۶۳	زمعة بن صالح ضعيف. زمعہ بن صالح ضعیف ہے۔	۸۲
۶۴	زياد بن إسماعيل سئ الحفظ. زیاد بن اسماعیل کا حافظہ بُرا ہے۔	۸۳
۶۵	زياد بن علاقة رمي بالنصب. زیاد بن علاقہ کو ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۸۴
۶۶	زيد بن الحواري ضعيف. زید بن حواری ضعیف ہے۔	۸۵
۶۷	سالم بن نوح له أوهام. سالم بن نوح بڑا وہمی ہے۔	۸۷
۶۸	سعد بن سعيد بن قيس سئ الحفظ. سعد بن سعید بن قیس کا بُرا حافظہ ہے۔	۸۹
۶۹	سعيد بن اياس اختلط قبل موته ثلث سنين. سعید بن ایاس کا اپنی موت کے تین سال پہلے حافظہ بگڑ گیا تھا۔	۹۰
۷۰	سعيد بن بشير الأزدي ضعيف. سعید بن بشیر ازدی ضعیف ہے۔	۹۰
۷۱	سعيد بن حسان المخزومي له أوهام. سعید بن حسان مخزومی بڑا وہمی ہے۔	۹۰
۷۲	سعيد بن زيد بن درهم له أوهام. سعید بن زید بن درہم بڑا وہمی ہے۔	۹۰

۷۳	سعيد بن سنان البرجمي له أوهام. سعید بن سنان برجمی بڑا وہمی ہے۔	۹۲
۷۴	سعيد بن عامر الضبعي ربما وهم. سعید بن عامر ضبعی بڑا وہمی تھا۔	۹۲
۷۵	سعيد بن عبد الرحمٰن الحجمي له أوهام. سعید بن عبد الرحمٰن حجمی اکثر وہم کرتا تھا۔	۹۳
۷۶	سعيد بن عمرو بن شيوع رمي بالتشيع. سعید بن عمرو بن شیوع کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۹۳
۷۷	سعيد بن فيروز فيه تشيع قليل. سعید بن فیروز میں تھوڑا سا شیعہ پن ہے۔	۹۴
۷۸	سعيد بن محمد بن سعيد رمي بالتشيع. سعید بن محمد بن سعید کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۹۴
۷۹	سليمان بن حيان يخطئ. سلیمان بن حیان خطا کرتا تھا۔	۹۹
۸۰	سليمان بن داؤد بن الجارود غلط في أحاديث. سلیمان بن داؤد بن جارود نے حدیثوں میں غلطی کی ہے۔	۹۹
۸۱	سليمان بن موسىٰ الأموي في حديثه بعض لين وخولط قبل موته بقليل. سلیمان بن موسیٰ اموی میں کچھ سستی ہے اور موت سے کچھ پہلے اس کا حافظہ بگڑ گیا۔	۱۰۳
۸۲	سوار ابو داؤد المزني أبو حمزة له أوهام. سوار ابو داؤد مزنی ابوحمزہ بڑا وہمی ہے۔	۱۰۵
۸۳	سويد بن سعيد بن سهل افحش فيه ابن معين القول. سوید بن سعید بن سہل کے حق میں ابن معین نے بری بات کہی، یعنی سخت طعن کیا۔	۱۰۵
۸۴	سهيل بى أبي صالح تغير حفظه بآخره. سہیل بن ابی صالح کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۱۰۵
۸۵	سلام بن مسكين رمي بالقدر. سلام بن مسکین کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۰۶
۸۶	سيف بن سليمان رمي بالقدر. سیف بن سلیمان کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۰۶
۸۷	شبابة بن سوار رمي بالإرجاء. شبابہ بن سوار کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۰۷
۸۸	شجاع بن الوليد له أوهام. شجاع بن ولید بہت وہمی ہے۔	۱۰۸
۸۹	شداد بن سعيد يخطئ. شداد بن سعید خطا کرتا ہے۔	۱۰۸
۹۰	شريك بن عبد الله النخعي يخطئ كثير او تغير حفظه منذولي القضاء بالكوفة. شریک بن عبد اللہ نخعی بہت خطا کرتا ہے اور جب سے کوفہ کا قاضی ہوا، اس کا حافظہ بگڑ گیا۔	۱۰۹

۹۱	شريک بن عبدالله بن أبي نمير يخطئ. شریک بن عبداللہ بن ابی نمیر خطا کرتا تھا۔	۱۰۹
۹۲	شعيب بن إسحاق رمي بالارجاء. شعیب بن اسحاق کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۰۹
۹۳	صالح بن رستم المزني كثير الخطاء. صالح بن رستم مزنی بڑی خطا کرتا ہے۔	۱۱۱
۹۴	صفوان بن سليم رمي بالقدر. صفوان بن سلیم کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۱۴
۹۵	الصلت بن مسعود ربما وهم. صلت بن مسعود اکثر وہمی تھا۔	۱۱۵
۹۶	الضحاك بن عثمان بن عبيد الله يهم. ضحاک بن عثمان بن عبید اللہ وہمی تھا۔	۱۱۵
۹۷	ضمام بن إسماعيل ربما أخطأ. ضمام بن اسماعیل اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۱۶
۹۸	طارق بن عبدالرحمٰن البجلي له أوهام. طارق بن عبدالرحمٰن بجلی کو بڑے وہم تھے۔	۱۱۸
۹۹	طلحة بن يحيىٰ بن طلحة يخطئ. طلحہ بن یحییٰ بن طلحہ خطا کرتا ہے۔	۱۱۸
۱۰۰	طلق بن حبيب رمي بالإرجاء. طلق بن حبیب کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۱۸
۱۰۱	عاصم بن بهدلة له أوهام. عاصم بن بہدلہ بہت وہمی ہے۔	۱۱۸
۱۰۲	عامر بن عبد الواحد يخطئ. عامر بن عبد الواحد خطا کرتا تھا۔	۱۲۰
۱۰۳	عباد بن عباد بن حبيب ربما وهم. عباد بن عباد بن حبیب بڑا وہمی تھا۔	۱۲۱
۱۰۴	عبد الله بن حمران يخطئ قليلا. عبداللہ بن حمران تھوڑی خطا کرتا تھا۔	۱۲۷
۱۰۵	عبد الله بن رجاء المكي تغير حفظه قليلا. عبداللہ بن رجا کا تھوڑا حافظہ بدل گیا۔	۱۲۹
۱۰۶	عبدالله بن سعيد بن أبي هند ربما وهم. عبداللہ بن سعید بن ابی ہند بڑا وہمی تھا۔	۱۳۱
۱۰۷	عبد الله بن سلمةالكوفي تغيير حفظه. عبداللہ بن سلمہ کوفی کا حافظہ بگڑا ہوا ہے۔	۱۳۱
۱۰۸	عبد الله بن شقيق العقيلي فيه نصب. عبداللہ بن شقیق عقیلی ناصبیہ ہے۔	۱۳۲
۱۰۹	عبد الله بن أبي صالح لين الحديث. عبداللہ بن ابی صالح حدیث میں سست ہے۔	۱۳۲
۱۱۰	عبد الله بن عبد الرحمٰن بن يعلى يخطئ ويهم. عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یعلی خطا کرتا ہے اور وہمی ہے۔	۱۳۵
۱۱۱	عبد الله بن عطاء يخطئ ويدلس. عبداللہ بن عطا خطا کرتا ہے اور مدلس ہے۔	۱۳۶
۱۱۲	عبد الله بن عمر بن حفص ضعيف. عبداللہ بن عمر بن حفص ضعیف ہے۔	۱۳۶

۱۱۳	عبد الله بن عمر بن محمد فيه تشيع. عبداللہ بن عمر بن محمد میں شیعہ پن ہے۔	۱۳۷
۱۱۴	عبد الله بن عمر النميري ربما أخطأ . عبداللہ بن عمر نمیری اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۳۷
۱۱۵	عبد الله بن عيسىٰ بن عبد الرحمٰن فيه تشيع. عبداللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمٰن میں شیعہ پن ہے۔	۱۳۸
۱۱۶	عبد الله بن أبي لبيد المدني رمي بالقدر. عبداللہ بن ابی لبید مدنی کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۴۰
۱۱۷	عبد الله بن مطر تغير بآخره. عبداللہ بن مطر کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۱۴۲
۱۱۸	عبد الله بن نافع الصائغ في حفظه لين. عبداللہ بن نافع صائغ کے حفظ میں سستی ہے۔	۱۴۴
۱۱۹	عبد الله بن أبي نجيح رمي بالقدر. عبداللہ بن ابی نجیح کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۴۴
۱۲۰	عبد الله البهي يخطئ. عبداللہ بہی خطا کرتا ہے۔	۱۴۶
۱۲۱	عبد الحميد بن جعفر رمي بالقدر. عبدالحمید بن جعفر کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۴۷
۱۲۲	عبد الحميد بن عبد الرحمٰن يخطئ و رمي بالإرجاء. عبدالحمید بن عبد الرحمٰن خطا کرتا تھا اور اسے مرجیہ کہا گیا۔	۱۴۸
۱۲۳	عبد الله بن نافع يهم. عبد اللہ بن نافع وہمی ہے۔	۱۴۸
۱۲۴	عبد الرحمٰن بن إسحاق بن عبد الله رمي بالقدر. عبدالرحمٰن بن اسحاق بن عبداللہ کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۴۹
۱۲۵	عبد الرحمٰن بن حرملة ربما وهم. عبدالرحمٰن بن حرملہ اکثر وہمی ہے۔	۱۵۱
۱۲۶	عبد الرحمٰن بن أبي الزناد تغير حفظه لما قدم بغداد. عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کا حافظہ جب کہ بغداد میں آیا، بگڑ گیا۔	۱۵۲
۱۲۷	عبد الرحمٰن بن سليمان بن عبد الله فيه لين. عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ میں سستی ہے۔	۱۵۳
۱۲۸	عبد السلام بن حرب له مناكير. عبدالسلام بن حرب کی حدیثیں منکر ہیں۔	۱۶۰
۱۲۹	عبد العزيز بن الربيع بن سبره ربما أخطأ. عبدالعزیز بن ربیع بن سبرہ اکثر خطا کرتا ہے۔	۱۶۱

۱۳۰	عبد العزيز بن سياه يتشيع. عبد العزیز بن سیاہ شیعہ تھا۔	۱۶۱
۱۳۱	عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز يخطئ. عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز خطا کرتا تھا۔	۱۶۲
۱۳۲	عبد العزيز بن محمد كان يحدث من كتب غيره فيخطئ. عبد العزیز بن محمد اوروں کی کتابوں سے حدیث بیان کرتا ہے، پھر خطا کرتا ہے۔	۱۶۲
۱۳۳	عبد العزيز بن مسلم القسلمي ربما وهم. عبد العزیز بن مسلم قسلمی بڑا وہمی تھا۔	۱۶۲
۱۳۴	عبد الملك بن سليمان له أوهام. عبد الملک بن سلیمان بڑا وہمی ہے۔	۱۶۴
۱۳۵	عبد الملك بن عمير تغير حفظه و ربما دلس. عبد الملک بن عمر کا حافظہ بگڑ گیا، اور اکثر تدلیس کرتا تھا۔	۱۶۵
۱۳۶	عبيد الله بن عمر بن أبي الوليد ربما وهم. عبید اللہ بن عمر بن ابی الولید بڑا وہمی تھا۔	۱۷۰
۱۳۷	عبيد بن حميد الكوفي ربما أخطأ. عبید بن حمید کوفی اکثر خطا کرتا تھا۔	۱۷۳
۱۳۸	عثمان بن عثمان ربما وهم. عثمان بن عثمان اکثر وہمی ہے۔	۱۷۶
۱۳۹	عثمان بن غياث رمى بالإرجاء. عثمان بن غیاث کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۷۶
۱۴۰	عثمان بن محمد بن إبراهيم له أوهام. عثمان بن محمد بن ابراہیم بڑا وہمی ہے۔	۱۷۶
۱۴۱	عثيم بن كثير مجهول. عثیم بن کثیر کا حال مجہول ہے۔	۱۷۷
۱۴۲	عطا بن أبي مسلم يهم كثيرا و يدلس. عطا بن اَبی مسلم بہت وہمی اور مدلس ہے۔	۱۷۹
۱۴۳	عطا بن أبي ميمونة رمي بالقدر. عطا بن ابی میمونہ کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۱۷۹
۱۴۴	عفان بن مسلم ربما وهم وقال ابن معين: أنكرناه في صفر. عفان بن مسلم بڑا وہمی تھا، اور ابن معین نے کہا ہے کہ ہم نے ماہِ صفر میں اس پر انکار کیا۔	۱۸۰
۱۴۵	علي بن زيد ضعيف. علی بن زید ضعیف ہے ہے۔	۱۸۴
۱۴۶	علي بن أبي طلحة قد يخطئ. علی بن ابی طلحہ کبھی خطا کرتا ہے۔	۱۸۴
۱۴۷	علي بن عبد الله البارفي ربما أخطاء. علی بن عبد اللہ بارفی اکثر خطا کرتا ہے۔	۱۸۵

۱۴۸	عمار بن أبي عمار ربما أخطأ. عمار بن ابی عمار اکثر خطا کرتا ہے۔	۱۸۷
۱۴۹	عمار بن معٰوية يتشيع. عمار بن معویہ شیعہ ہے۔	۱۸۷
۱۵۰	عمر بن أيوب له أوهام. عمر بن ایوب بڑا وہمی ہے۔	۱۸۸
۱۵۱	عمر بن حفص بن غياث ربما وهم. عمر بن حفص بن غیاث بڑا وہمی ہے۔	۱۸۹
۱۵۲	عمر بن عامر السلمي له أوهام. عمر بن عامر سلمی بڑا وہمی ہے۔	۱۹۰
۱۵۳	عمر بن علي بن عطاء كان يدلس شديدا. عمر بن علی بن عطا بڑا ہی مدلس تھا۔	۱۹۱
۱۵۴	عمرو بن حماد بن طلحة رمي بالرفض. عمر بن حماد بن طلحہ کو رافضی کہا گیا ہے۔	۱۹۳
۱۵۵	عمرو بن أبى سلمة له أوهام. عمرو بن ابی سلمہ بڑا وہمی تھا۔	۱۹۴
۱۵۶	عمرو بن عبد الله الهمداني أبو اسحاق السبيعي اختلط بآخره. عمرو بن عبد اللہ ہمدانی ابو اسحاق سبیعی کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۱۹۵
۱۵۷	عمرو بن أبي عمرو ربما وهم . عمرو بن ابی عمرو بڑا وہمی ہے۔	۱۹۵
۱۵۸	عمرو بن عيسىٰ بن سويد اختلط. عمر بن عیسیٰ بن سوید کا حافظہ بگڑ گیا۔	۱۹۵
۱۵۹	عمرو بن مرة بن عبدالله رمي بالإرجاء. عمرو بن مرۃ بن عبد اللہ کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۱۹۶
۱۶۰	عمرو بن مسلم الجندي له أوهام. عمرو بن مسلم جندی بڑا وہمی ہے۔	۱۹۶
۱۶۱	عمران بن أبي عطاء له أوهام. عمران بن ابی عطا بڑا وہمی ہے۔	۱۹۸
۱۶۲	عمران بن مسلم المنقري ربما وهم. عمران بن مسلم منقری بڑا وہمی تھا۔	۱۹۸
۱۶۳	العلاء بن المسيب ربما وهم. علا بن مسیب بڑا وہمی ہے۔	۲۰۱
۱۶۴	عياض بن عبد الله بن عبد الرحمٰن فيه لين. عیاض بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن میں سستی ہے۔	۲۰۱
۱۶۵	عياض بن هلال مرجوح مجهول. عیاض بن ہلال مرجوح اور مجہول الحال ہے۔	۲۰۱
۱۶۶	عيسىٰ بن سليم له أوهام. عیسیٰ بن سلیم بڑا وہمی ہے۔	۲۰۲
۱۶۷	فراس بن يحيىٰ ربما وهم. فراس بن یحییٰ بڑا وہمی تھا۔	۲۰۴
۱۶۸	فضيل بن سليمان له خطاء كثير. فضیل بن سلیمان بڑی خطا کرتا تھا۔	۲۰۶

۱۶۹	فطر بن خليفة رمي بالتشيع. فطر بن خلیفہ کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۲۰۶
۱۷۰	فليح بن سليمان كثير الخطاء. فلیح بن سلیمان بڑی خطا کرتا تھا۔	۲۰۶
۱۷۱	قريش بن أنس تغير بآخره. قریش بن انس کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۲۰۹
۱۷۲	قيس بن مسلم الجدلي رمي بالإرجاء. قیس بن مسلم جدلی کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۲۱۱
۱۷۳	كامل بن العلاء يخطئ. کامل بن علاء خطا کرتا ہے۔	۲۱۱
۱۷۴	كثير بن شنظير يخطئ. کثیر بن شنظیر خطا کرتا تھا۔	۲۱۱
۱۷۵	محمد بن إسحاق بن يسار يدلس و رمي بالتشيع والقدر. محمد بن اسحاق بن یسار مدلس ہے اور اسے شیعہ اور قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۱۵
۱۷۶	محمد بن بكر بن عثمان يخطئ. محمد بن بکر بن عثمان خطا کرتا ہے۔	۲۱۶
۱۷۷	محمد بن جعفر المدني المعروف بغندر فيه غفلة. محمد بن جعفر مدنی جو "غندر" کے نام سے مشہور ہے اس میں، غفلت ہے۔	۲۱۷
۱۷۸	محمد بن حاتم بن ميمون ربما وهم. محمد بن حاتم بن میمون بڑا وہمی ہے۔	۲۱۸
۱۷۹	محمد بن حمران فيه لين. محمد بن حمران میں سستی ہے۔	۲۱۸
۱۸۰	محمد بن زبرقان ربما وهم. محمد بن زبرقان بڑا وہمی ہے۔	۲۲۰
۱۸۱	محمد بن سواء رمي بالقدر. محمد بن سواء کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۲۱
۱۸۲	محمد بن طلحة بن مصرف له أوهام. محمد بن طلحہ بن مصرف بڑا وہمی ہے۔	۲۲۱
۱۸۳	محمد بن عباد بن الزبرقان يهم. محمد بن عباد بن زبرقان وہمی ہے۔	۲۲۳
۱۸۴	محمد بن عبد الله بن مسلم له أوهام. محمد بن عبد اللہ بن مسلم بڑا وہمی ہے۔	۲۲۵
۱۸۵	محمد بن عمرو بن علقمة له أوهام. محمد بن عمرو بن علقمہ بڑا وہمی ہے۔	۲۳۰
۱۸۶	محمد بن عمرو اليافعي له أوهام. محمد بن عمرو یافعی بڑا وہمی ہے۔	۲۳۰
۱۸۷	محمد بن الفضل السدوسي تغير في أخره. محمد بن فضل سدوسی کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔	۲۳۱
۱۸۸	محمد بن فضيل الضبعي رمي بالتشيع. محمد بن فضیل ضبعی کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۲۳۱
۱۸۹	محمد بن معاذ بن عباد يهم. محمد بن معاذ بن عباد وہمی ہے۔	۲۳۴

۱۹۰	محمد بن يحيىٰ بن أبي عمر كانت فيه غفلة. **محمد بن یحییٰ بن ابی عمر میں غفلت تھی۔**	۲۳۷
۱۹۱	محمد بن يزيد بن محمد بن كثير ليس بالقوي و ذكره ابن عدي في شيوخ البخاري وجزم الخطيب بأن البخاري روي عنه ولكن قد قال البخاري رأيتهم مجمعين على ضعفه. **محمد بن یزید بن محمد بن کثیر قوی نہیں ہے اور ابن عدی نے اس کو بخاری کے استادوں میں گنا ہے اور خطیب نے یقیناً کہا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے لیکن بے شک بخاری نے کہا ہے کہ میں نے سب کو دیکھا ہے کہ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق کرتے ہیں۔**	۲۳۷
۱۹۲	مجالد بن سعيد ليس بالقوي وقد تغير في اٰخر عمره. **مجالد بن سعید قوی نہیں اور بے شک اس کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا۔**	۲۴۰
۱۹۳	مختار بن فلفل له أوهام. **مختار بن فلفل بڑا وہمی ہے۔**	۲۴۲
۱۹۴	مخلد بن يزيد له أوهام. **مخلد بن یزید بڑا وہمی ہے۔**	۲۴۲
۱۹۵	مخوّل بن راشد نسب إلى التشيع. **مخول بن راشد کو شیعہ کی نسبت کی گئی ہے۔**	۲۴۲
۱۹۶	مسكين بن بكير يخطئ. **مسکین بن بکیر خطا کرتا ہے۔**	۲۴۴
۱۹۷	مسلمة بن علقمة له أوهام. **مسلمہ بن علقمہ بڑا وہمی ہے۔**	۲۴۶
۱۹۸	مصعب بن شيبة لين الحديث. **مصعب بن شیبہ حدیث میں سست ہے۔**	۲۴۷
۱۹۹	مصعب بن المقدام له أوهام. **مصعب بن مقدام بڑا وہمی ہے۔**	۲۴۷
۲۰۰	مطر بن ظهمان كثير الخطاء. **مطر بن ظہمان کثیر الخطاء ہے۔**	۲۴۷
۲۰۱	معاذ بن هشام ربما وهم. **معاذ بن ہشام بڑا وہمی ہے۔**	۲۴۸
۲۰۲	معٰوية بن صالح بن حدير له أوهام. **معاویہ بن صالح بن حدیر بڑا وہمی ہے۔**	۲۴۹
۲۰۳	معٰوية بن هشام القصار له أوهام. **معاویہ بن ہشام دھوبی بڑا وہمی ہے۔**	۲۴۹
۲۰۴	معروف بن خربوذ ربما وهم. **معروف بن خربوذ اکثر وہم کرتا ہے۔**	۲۵۰
۲۰۵	معقل بن عبيد الله يخطئ. **معقل بن عبید اللہ خطا کرتا ہے۔**	۲۵۰
۲۰۶	موسىٰ بن داؤد له أوهام. **موسیٰ بن داؤد بڑا وہمی ہے۔**	۲۵۶
۲۰۷	موسىٰ بن علي ربما أخطأ. **موسیٰ بن علی اکثر خطا کرتا ہے۔**	۲۵۷

۲۰۸	نعمان بن راشد سئ الحفظ. نعمان بن راشد کا حافظہ بُرا ہے۔	۲۶۲
۲۰۹	نعمان بن معبد مجهول. نعمان بن معبد کا حال معلوم نہیں۔	۲۶۲
۲۱۰	نعيم بن أبي هند رمي بالنصب. نعیم بن ابی ہند کو ناصبیہ کہا گیا ہے۔	۲۶۳
۲۱۱	نوح بن قيس رمي بالتشيع. نوح بن قیس کو شیعہ کہا گیا ہے۔	۲۶۴
۲۱۲	نوف بن فضالة مستور. نوف بن فضالہ کا حال چھپا ہوا ہے۔	۲۶۴
۲۱۳	هارون بن موسیٰ الأزدي رمي بالقدر. ہارون بن موسیٰ ازدی کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۶۵
۲۱۴	هشام بن زياد متروك. ہشام بن زیاد کو محدثین نے چھوڑ دیا ہے۔	۲۶۶
۲۱۵	هشام بن سعد له أوهام و رمي بالتشيع. ہشام بن سعد بڑا وہمی ہے، اور اسے شیعہ کہا گیا ہے۔	۲۶۶
۲۱۶	هشام بن أبی عبد الله قد رمي بالقدر. ہشام بن ابی عبد اللہ کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۶۷
۲۱۷	واصل بن عبد الرحمٰن كان يدلس. واصل بن عبد الرحمٰن مدلس تھا۔	۲۷۰
۲۱۸	الوليد بن عبد الله بن جميع يهم و رمي بالتشيع. ولید بن عبد اللہ بن جمیع وہمی ہے، اور اسے شیعہ کہا گیا ہے۔	۲۷۱
۲۱۹	الوليد بن كثير المخزومي رمي برائ الخوارج. ولید بن کثیر مخزومی کو خارجیوں کی رائے کی طرف مائل کہا گیا ہے۔	۲۷۲
۲۲۰	يحيىٰ بن أبی إسحاق ربما أخطأ. یحیٰ بن ابی اسحاق اکثر خطا کرتا تھا۔	۲۷۳
۲۲۱	يحيىٰ بن أيوب الغافقي ربما أخطأ. یحیٰ بن ایوب غافقی اکثر خطا کرتا تھا۔	۲۷۴
۲۲۲	يحيىٰ بن حمزة رمي بالقدر. یحیٰ بن حمزہ کو قدریہ کہا گیا ہے۔	۲۷۴
۲۲۳	يحيىٰ بن سليم سيئ الحفظ. یحیٰ بن سلیم کا حافظہ برا ہے۔	۲۷۶
۲۲۴	يحيىٰ بن عيسىٰ يخطئ. یحیٰ بن عیسیٰ خطا کرتا ہے۔	۲۷۷
۲۲۵	يزيد بن أبي زياد ضعيف و كان شيعيا. یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے اور شیعہ بھی تھا۔	۲۸۰
۲۲۶	يزيد بن كيسان اليشكري يخطئ. یزید بن کیسان یشکری خطا کرتا ہے۔	۲۸۲
۲۲۷	يونس بن بكير يخطئ. یونس بن بکیر خطا کرتا ہے۔	۲۸۶
۲۲۸	يونس بن أبي يعفور يخطئ كثيرا. یونس بن ابی یعفور بہت خطا کرتا ہے۔	۲۸۷

۲۲۹	يونس بن يزيد بن أبى النجاد إن فى رواية عن الزهرى وهماً قليلاً وفى غير الزهرى خطاء. یونس بن یزید بن ابی النجاد کی روایت میں جو زہری سے ہے، تھوڑا وہم ہے،اور دوسرے راویوں میں خطا کرتا ہے۔	۲۸۷
۲۳۰	أبو بكر بن النهشلي رمي بالإرجاء. ابو بکر بن نہشلی کو مرجیہ کہا گیا ہے۔	۲۹۱
۲۳۱	أبو حسان الأعرج رمي براى الخوارج. ابو حسان اعرج کو خارجی کا طعن کیا گیا ہے۔	۲۹۴

اب کوئی شخص صحیحین کو تلاش کرے اور جن حدیثوں میں یہ راوی ضعیف موجود ہوں نکال لے تو آسان ہو گا، ہم یہاں پر تمثیلاً ایک دو حدیث نقل کر دیتے ہیں، اس پر قیاس کر لینا چاہیے، بخاری جلد اول کے صفحہ ۱۲۰ میں ہے:

"حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - كَانَ يُصَلِّى الصُّبْحَ بغَلَس.انتهىٰ" (۱)

یعنی آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔ اس حدیث میں ایک راوی فلیح بن سلیمان ہے کہ وہ کثیر الخطا ہے۔

دوم حدیث بخاری جلد اول کے صفحہ ۱۰۲ میں ہے:

"حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِى قِلاَبَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِث إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - صَنَعَ هَكَذَا ." (۲)

یہ رفع یدین کی حدیث ہے، اس میں دوسرا خالد جو ہے وہ خالد بن مہران ہے حماد بن زید نے اشارہ کیا ہے کہ جب وہ شام سے آئے تو ان کا حافظہ بگڑ گیا، اور بعض نے بہ باعث ان کے بادشاہ کے عمل میں داخل ہونے کے ان پر طعن کیا ہے۔

---

(۱)- صحيح بخاري، كتاب الاذان، باب سرعة انصراف النساء من الصبح، ج:۱، ص:۱۲۰، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور.۱۲

(۲)-صحيح بخاري، كتاب الاذان، باب رفع اليدين وإذا ركع و إذ ارفع، ج:۱، ص:۱۰۲.مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور.۱۲

سوم بخاری جلد ثانی کے صفحہ ۷۷۸ میں ہے:

”حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ - رضى الله عنهما — يَقُولُ. الحديث.“ (۱)

اس میں حجاج بن محمد مصیصی ہے کہ آخر عمر میں اس کا حافظہ بگڑ گیا، جب کہ بغداد میں آیا، انتہیٰ۔ كذا فی التقريب۔

فائدہ: جب یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ احادیث کے پرکھنے والوں کے نزدیک صحیحین کے بعض راوی بھی مجروح وضعیف ہیں، تو اب اُن شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے جو یہاں پر وارد ہوتے ہیں۔

شبہہ پہلا یہ کہ ان راویوں میں الفاظِ عدالت وثقاہت؛ ترک کیے گئے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ ایسی بات وہ کہے گا جو اصولِ حدیث سے ناواقف ہے، اس لیے کہ اہلِ حدیث کے نزدیک ایسے راوی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے مجروح اور ضعیف ہیں اور جن میں ایسے راوی پائے جائیں گے وہ حدیثیں مردود وضعیف ہیں، گو ان کے ساتھ عدالت کے بعض الفاظ بھی ہوں، مثلاً ایک راوی صادق تو ہے مگر کثیر الخطایا اس کا حافظہ بگڑ گیا ہے، تو اب یہ طعن ہو جائے گا، چناں چہ شرح نخبۃ الفکر میں ہے:

”ثم المردود إما أن يكون لكذب الراوي أو تهمته.“

یعنی پھر مردود حدیث یا تو راوی کے جھوٹ بولنے، یا تہمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اور تہمت وطعن کے یہ الفاظ لکھے ہیں:

”ثم الطعن إما أن يكون لكذب الراوي أو تهمته بذٰلك أو فحش غلطه أو غفلته أو وهمه أو جهالته أو بدعته أو سوء حفظه، انتهیٰ.“

یعنی پھر طعن یا تو راوی کے جھوٹ بولنے کی وجہ، یا جھوٹ کی تہمت کے باعث، یا زیادہ غلطی یا وہم، یا جہالۃ، یا بدعت، یا خراب حافظہ کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بدعتی ہونا جیسے شیعہ، رافضی وخارجی وقدری ومعتزلی وناصبی ومرجی وغیرہ۔

اور امام ترمذی نے کتاب العلل میں لکھا ہے کہ:

”جو راوی حدیث میں جھوٹ سے متہم ہو، یا ایسا غافل ہو کہ اکثر خطا کرتا ہے تو ایسے راوی کے حق میں اکثر اہلِ حدیث کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اس کی حدیث وروایت سے شغل نہ چاہیے، کیا عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کو تم

---

(۱)- صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب إجابة الداعي فی العرس وغيرها، ج:۲، ص:۷۷۸.

نے نہیں دیکھا کہ چند اہل علم سے حدیث بیان کی پھر جب ان کا حال معلوم ہوا تو ان سے روایت چھوڑ دی، اور بعض اہلِ حدیث نے بڑے بڑے اہلِ علم پر بہ باعث ان کے حافظہ خراب ہونے کے کلام کیا ہے، اور دوسرے ائمہ نے ان کی توثیق بجہت صدق وجلالت مرتبہ کے ہے اگرچہ بعض روایت میں ان سے وہم ہوا ہے، انتہیٰ۔"(۱)

اور شرح نخبۃ وغیرہ میں ہے کہ: "جرح تعدیل پر مقدم ہے، جب کہ عارف بالا سباب سے صادر ہو۔"

اور بدعتیوں کے بارے میں وہی ترمذی اسی کتاب العلل میں لکھتے ہیں:

"ابن سیرین سے مروی ہے کہ پہلے زمانہ میں اسناد سے نہیں پوچھتے تھے مگر جب فتنہ وفساد پھیلنے لگا تب اسناد سے پوچھنے لگے کہ اہلِ سنت سے حدیثیں لیں اور بدعتیوں سے لینا چھوڑ دیں، انتہیٰ."(۲)

شبہہ: دوسرا یہ کہ بخاری ومسلم کے نزدیک وہ راوی معتبر ہیں ان میں جرح قابل استماع نہیں۔

جواب: یہ تقلید بے دلیل محض ہے، اور قاعدہ خلاف اصولِ حدیث ہے؛ اس لیے کہ یہی کلام دیگر ائمہ محدثین مثل امام ترمذی و ابو داؤد و امام محمد وغیرہ میں جاری ہے کہ ان کی کتابوں کے رواۃ گو بعض کے نزدیک مجروح ہیں، مگر ان کے نزدیک صحیح ہیں اور وہاں قاعدہ "الجرح مقدم على التعديل بشرط المعلوم" جاری ہے، پھر صحیحین کی نسبت جاری نہ کرنا ترجیح بلا مرجح اور صرف تقلید بے دلیل ہے، پس یہ بھی قابلِ استماع نہیں ہے۔

شبہہ: تیسرا یہ کہ بخاری ومسلم نے ضعیف راویوں کی حدیثیں متابعۃً ذکر کی ہیں نہ اصالۃً پس اصل صحت کے مضر نہیں۔

جواب: اول یہ کہ کلیۃً یہ بات غیر مسلّم ہے۔

دوم یہ کہ یہ دیگر کتب میں بھی اکثر متابعۃً مذکور ہیں۔

سوم علی تقدیر التسلیم جملہ "أصح الكتب بعد كتاب الله البخاري" کا کلیہ جب بھی صحیح نہیں رہتا،

---

(۱)- كتاب العلل للترمذی، مشموله جامع ترمذي جلد ثاني، ص:۲۳٦، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، ۱٤۲۳ھ

ونصه: فكل من كان متهما فى الحديث فى الكذب، أو كان مغفلا يخطئ الكثير فالذى أختاره أكثر أهل الحديث من الأئمة أن لا يشتغل بالرواية عنه، ألاترىٰ أن عبد الله بن المبارك حدث عن قوم من أهل العلم فلما تبين له أمرهم ترك الرواية عنهم، وقد تكلم بعض أهل الحديث في قوم من أجلّة أهل العلم وضعّفوهم من قبل حفظهم، ووثقهم آخرون من الأئمة بجلالتهم وصدقهم، وإن كانوا قد وهموا في بعض ماروووا، انتهىٰ.

(۲)- كتاب العلل للترمذی، ص:۲۳٦، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، ۱٤۲۳ھ

ونصه: عن ابن سيرين قال : كان في الزمن الأول لا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة سألوا عن الإسناد مكي ياخذوا حديث أهل السنة، ويدعوا حديث أهل البدع، انتهىٰ.

کیوں کہ صحیحین کی ہر دو کتابیں ان احادیث پر بھی مشتمل ہیں جن میں ضعیف راوی موجود ہیں، پھر اصح الکتب چہ معنیٰ۔

اب ہم اس جملہ پر کہ "أصح الكتب بعد كتاب الله البخاري" ہے کلام کرتے ہیں کہ مقصود اس جملہ سے چند امر محتمل ہیں:

اول: یہ جملہ علمائے ائمہ اربعہ سے اتفاقاً منقول ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ جمیع علما کا دعویٰ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ ابن صلاح شافعی کی تقلید علمائے شافعیہ وغیرہ نے کی ہے، اور بعض حنفیہ بھی صرف اس جملہ کے ناقل ہیں، نہ من حیث التحقیق قائل بلکہ بعض محققین حنفیہ مثل شیخ ابن الہمام و مولانا بحر العلوم منکر اس جملہ کے بطور اجماع کے ہیں، اور مثل دیگر کتب حدیث کے ان میں بھی ضعیف روایت کے مثبت ہیں، جیسا کہ خود شافعیہ وغیرہ بھی اس میں شریک ہیں، اس لیے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح سفر السعادۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"و دریں کتب ستہ اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعاف ہمہ موجود است و تسمیۂ آں بہ صحاح بہ طریق تغلیب است۔" انتہیٰ۔

دوم: مقصود اس جملہ سے اصح ہونا بہ اعتبار رواۃ کے ہے۔

جواب: یہ بھی کلیۃً صحیح نہیں کیوں کہ اوپر بخوبی معلوم ہو چکا کہ بعض رواۃ صحیحین مثل دیگر رواۃ کتب حدیث ضعیف ہیں۔

سوم: غرض اس سے صحیح ہونا اکثر رواۃ بخاری و مسلم کا ہے۔

جواب: دیگر کتبِ حدیث مثل ترمذی و ابو داؤد وغیرہ میں بھی اکثر رواۃ صحیح ہیں، پھر صحیحین کی ترجیح کے کیا معنیٰ؟

چہارم: مقصود اس سے ترجیح من حیث العمل ہے۔

جواب: یہ بات عند التحقیق اجماعاً صحیح نہیں، کیوں کہ جس طرح بعض احادیث دیگر کتب کے عند البعض ضعیف یا منسوخ یا معارض یا ماؤّل ہیں اسی طرح احادیث صحیحین کا حال ہے، بلکہ بعض اجماعاً منسوخ غیر قابل عمل ہیں، یہاں پر ہم بطور مشتے نمونۂ خروارے چند احادیث صحیحین کو اپنے دعویٰ کے مطابق نقل کرتے ہیں کہ مخالفین پر حجت تام ہو۔

اول: حدیث صحیحین میں اخفائے "بسم اللہ" کی ہے۔(۱)

شافعیہ اس کے عامل نہیں بلکہ جہر کرتے ہیں۔

دوم: صحیحین میں رفع الیدین کے بارے میں حدیث ہے۔

---

(۱)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الصلوٰة، باب حجة من قال لا يجهر ، ج:۱، ص:۱۷۲، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مباركپور.

"ولا يرفعهما بين السجود." (۱) یعنی دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ فرماتے تھے۔
اور شرح مسلم میں ہیں:
"وقال أبو بكر بن المنذر، وأبو علي الطبري من أصحابنا، وبعض أهل الحديث. يستحب أيضا في السجود. انتھیٰ"(۲)
یعنی ابو بکر بن منذر اور ابو علی طبری ہمارے اصحاب (شافعیہ) سے اور بعض اہلِ حدیث کہتے ہیں کہ سجدوں میں بھی مستحب ہے۔
اب ان کے نزدیک اس حدیثِ صحیحین کو ترجیح نہ ہوئی، اسی طرح دیگر محدثین مثل ابن ماجہ و نسائی وغیرہ نے ہر خفض و رفع و تکبیر میں رفع یدین کی حدیثیں نقل کی ہیں، پس صحیحین کی یہ حدیث شافعیہ و بعض اہلِ حدیث پر حجت ہے۔
سوم: رفع یدین کی حدیث صحیحین میں ہے، علیٰ ہذا بخاری نے جہر آمین کا باب مقرر کر کے بعض اثر لکھے ہیں، ان پر حنفیہ و مالکیہ و اہلِ کوفہ وغیرہ کا عمل نہیں ہے۔
چہارم: صحیحین میں حدیث "لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب." (۳) ہے اور ان دونوں کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی پر فاتحہ واجب ہے، اس پر علی الاطلاق حنفیہ و حنبلیہ و مالکیہ کا عمل نہیں، بلکہ حنفیہ و حنبلیہ اس حدیث کو امام و منفرد پر محمول جانتے ہیں، ترمذی میں امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ یہ حدیث اکیلے کے واسطے ہے، اور مالکیہ جہریہ نماز میں مقتدی کو منع کرتے ہیں۔
پنجم: مسلم میں یہ حدیث ہے:
"باب جَوَازِ حَمْلِ الصِّبْيَانِ فِي الصَّلاَةِ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم - عَلَى عَاتِقِهِ فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا، وَإِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ أَعَادَهَا." (۴)

---

(۱)- صحيح مسلم ، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين، ج:۱ ، ص:۱٦٨، وفيه بين السجدتين، مجلس بركات جامعه اشرفيه.
(۲)- المنهاج علىٰ هامش شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين، ج:۱، ص:۱٦٨، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.
(۳)- صحيح بخاری ، كتاب الاذان، باب وجوب القراءة للإمام والماموم فی الصلوٰة كلها، ج:۱، ص:۱۰٤، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.
(۴)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب المساجد، باب جواز حمل الصبيان فی الصلاة، ج:۱، ص:۲۰۵، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

خلاصہ یہ کہ آں حضرت ﷺ اپنی نواسی کو کاندھے پر اٹھا کر نماز پڑھتے تھے۔

امام مسلم و شافعیہ کے نزدیک جائز ہے، لیکن مالکیہ اس کو نفل میں جائز رکھتے ہیں، فرضوں میں نہیں، نووی نے اس تاویل کو فاسد کہا ہے، کیوں کہ امامت کا لفظ بھی آیا ہے اور بعض مالکیہ نے اس حدیث کو منسوخ کہا ہے، اور بعض نے خصوصیات آں حضرت ﷺ سے بتلایا ہے، اور بعض نے بہ ضرورت جائز رکھا ہے، چناں چہ شرح مسلم (۱) میں اس مقام پر یہ مضمون مصرح ہے۔ الغرض مالکیہ کا علی الاطلاق اس پر عمل نہیں۔

ششم: مسلم میں ہے:

"باب اسْتِحْبَابِ الْقُنُوتِ فِي جَمِيعِ الصَّلاَةِ إِذَا نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِينَ نَازِلَةٌ - والعياذ بالله - و استِحبَابِهِ في الصبح دائماً و بيان أن محله بعد رفع الراس من الركوع في الركعةِ الأخيرةِ." (۲)

خلاصہ یہ کہ اگر۔ معاذ اللہ۔ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے تب تو سب نمازوں میں دعاے قنوت پڑھنا، اور ویسے ہمیشہ صبح کو پڑھنا مستحب ہے، اور اس کا وقت آخر رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔

اس باب میں بعض حدیثیں کہ جن میں آپ نے مہینہ بھر قنوت پڑھا ہے نقل کی ہیں۔ اس مقام پر شرح مسلم میں ہے:

"وَذَهَبَ أَبُوحَنِيفَة وَأَحْمَدوآخَرُونَ إِلَى أَنَّهُ لَا قُنُوت فِي الصُّبْح، وَقَالَ مَالِك: يَقْنُت قَبْل الرُّكُوع ، وَدَلَائِل الْجَمِيع مَعْرُوفَةٌ ، وَقَدْ أَوْضَحْتُهَا فِي شَرْح الْمُهَذَّب ، انتهیٰ" (۳)

یعنی امام ابو حنیفہ و احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ یہ کہتے ہیں کہ نمازِ صبح میں قنوت نہیں ہے، اور امام مالک (بلکہ امام اعظم رحمہ اللہ) قنوت کو رکوع کے پہلے کہتے ہیں، اور دلائل سب کے مشہور ہیں، اور میں نے شرح مہذب میں اس کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔

---

(۱)- المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم ج:۱، ص:۲۰۵، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب المساجد، ج:۱، ص:۲۳۷، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۳)- المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم ، ج:۱، ص:۲۳۷، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

الغرض حنفیہ وحنبلیہ وغیرہ قنوتِ صبح کو منسوخ کہتے ہیں، پس یہ بھی مالکیہ وحنبلیہ وغیرہ پر حجت ہے۔

ہفتم: صحیحین میں حدیث ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور پھر اپنی قوم کو بھی پڑھاتے تھے۔ الخ(۱)

اس مقام پر نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ:

"اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ مفترض پیچھے متنفل کے نماز پڑھے تو جائز ہے، کیوں کہ حضرت معاذ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ فرض پڑھ کر آتے تھے، اور وہ ذمہ سے ساقط ہو جاتے تھے، پھر دوبارہ اپنی قوم کو پڑھاتے تھے کہ وہ ان کے نفل اور قوم کے فرض ہوتے تھے، اسی طرح مسلم کے سوائے اور جگہ صراحۃً آیا ہے، اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک جائز ہے، اور نہیں جائز رکھا اس کو ربیعہ و مالک و ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اور کوفیوں نے اور حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفل پڑھ کر آتے تھے، اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ آپ کو اس کا علم نہ تھا، اور بعضوں نے کہا کہ اول یہ بات جائز تھی پھر منسوخ ہو گئی۔" انتہیٰ(۲)

اور حاشیہ بخاری میں اسی مقام پر لکھا ہے:

" احتمال ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو، امام طحاوی کہتے ہیں: احتمال ہے کہ یہ بات (یعنی دوبارہ نماز پڑھنا) ایسے

---

(۱)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الصلوٰة، باب القراءة في العشاء، ج:۱، ص:۱۸۷

ونصه: عن جابر قال: كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- ثُمَّ يَأْتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ. الخ. مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم، ج:۱، ص:۱۸۷، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

ونصه: فِي هَذَا الْحَدِيث جوَاز صَلَاة الْمُفْتَرِض خَلْف الْمُتَنَفِّل لِأَنَّ مُعَاذًا كَانَ يُصَلِّي الْفَرِيضَةَ مَعَ رَسُول اللَّه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْقُط فَرْضه، ثُمَّ يُصَلِّي مَرَّة ثَانِيَة بِقَوْمِهِ هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ لَهُمْ فَرِيضَةٌ، وَقَدْ جَاءَ هَكَذَا مُصَرَّحًا فِي غَيْر مُسْلِم، وَهَذَا جَائِز عِنْد الشَّافِعِيّ رَحِمَهُ اللَّه تَعَالَى وَآخَرِينَ، وَلَمْ يُجْزِهِ رَبِيعَة وَمَالِك وَأَبُو حَنِيفَة رَضِيَ اللَّه عَنْهُمْ، وَالْكُوفِيُّونَ، وَتَأَوَّلُوا حَدِيث مُعَاذ رَضِيَ اللَّه عَنْهُ عَلَى أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ متنفلاً. وَمِنْهُمْ مَنْ تَأَوَّلَهُ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَعْلَم بِهِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ : حَدِيث مُعَاذ كَانَ فِي أَوَّل الْأَمْر ثُمَّ نُسِخَ .

وقت میں ہو کہ فرض دوبارہ پڑھے جاتے ہوں، کیوں کہ اول اسلام میں ایسا ہی تھا، اگر یوں کہا جائے کہ احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوتا، تو ہم کہیں گے کہ جب کوئی احتمال دلیل سے پیدا ہو تو اس پر عمل ہوگا، اور امام طحاوی نے اپنی اسناد سے ذکر کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دن میں ایک فرض دوبار پڑھتے تھے پھر منع کیا گیا، ایسا ہی مہلب نے ذکر کیا ہے اور نہی اباحت کے بعد ہی ہوتی ہے، ایسا ہی عینی میں ہے۔" (۱)

الغرض مالکیہ وحنفیہ وغیرہ کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے۔

ہشتم: حدیث صحیح مسلم میں ہے:

"باب الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ. فيه حديث ابن عباس رضي الله عنهما قال كنا نعرف انقضاء صلوة رسول الله بالتكبير، وفي رواية أن رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم-. وَأَنَّهُ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ." انتهیٰ.(۲)

خلاصہ یہ کہ آپ سلام کے بعد جہر سے ذکر کرتے تھے۔ اس مقام پر نووی نے لکھا ہے کہ:

"یہ دلیل اس پر ہے جو بعض سلف کہتے ہیں کہ نماز فرض کے بعد تکبیر اور ذکر جہر سے مستحب ہے، اور متاخرین میں سے ابن حزم ظاہری نے اس کو مستحب کہا ہے اور ابن بطال ودیگر علمانے نقل کیا ہے کہ اصحاب مذاہب متبوعہ وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ تکبیر وذکر جہراً مستحب نہیں، اور شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ جہر آپ سے بعض اوقات ہوا ہے کہ صحابہ کو ذکر کا طریقہ سکھائیں، یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ جہر کرتے تھے۔ امام مذکور فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو اختیار کرتا ہوں کہ امام ومقتدی ہر دو بعد فراغت نماز اللہ کا ذکر خفیہ کریں، مگر یہ کہ امام کا ارادہ ان کی تعلیم کا ہو

---

(۱)- حاشیہ بخاری، ج:۲، ص:۹۰۲، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ، مبارکپور.

ونصه: يحتمل أن يكون الحديث المذكور منسوخاً، قال الطحاوي: يحتمل أن يكون ذٰلك في وقت كانت الفريضة تصلي مرتين؛ فانه كان ذٰلك في أول الإسلام، فإن قيل: النسخ لا يثبت بالاحتمال، قلت: إذا كان ناشيا من الدليل يعمل به، وقد ذكر الطحاوي بإسناده، أنهم كانوا يصلون الفريضة الواحدة في اليوم مرتين حتى نهوا عن ذٰلك، وكذا ذكره المهلب، والنهي لا يكون إلا بعد الإباحة، كذا في العيني .

(۲)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب المساجد، باب الذكر بعد الصلاة، ج:۱، ص:۲۱۷، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

توجہر کرے حتیٰ کہ ان کے سیکھنے کے بعد خفیہ کرے اور اسی پر حدیث کو حمل کیا ہے۔" انتہیٰ(۱)

یہی دلیل بعینہٖ جہر آمین میں جاری ہے، فافہم۔

نہم: حدیث مسلم میں ہے:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلاَ سَفَرٍ." (۲)

خلاصہ یہ کہ آپ نے ظہر وعصر ملا کر اور مغرب وعشا ملا کر بغیر خوف وسفر کے پڑھے ہیں۔

اس حدیث کی نسبت امام ترمذی نے کتاب العلل میں لکھا ہے:

"جَمِيعُ مَا فِي هَذَا الْكِتَابِ مِنَ الْحَدِيثِ فَهُوَ مَعْمُولٌ بِهِ وَقَدْ أَخَذَ بِهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مَا خَلاَ حَدِيثَيْنِ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالْمَدِينَةِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلاَ سَفَرٍ وَلاَ مَطَرٍ. وَحَدِيثُ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّهُ قَالَ: إِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ وَقَدْ بَيَّنَّا عِلَّةَ الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا فِي الْكِتَابِ. انتهىٰ." (۳)

یعنی اس کتاب (ترمذی) میں جس قدر حدیثیں ہیں سب پر بعض اہل علم نے (یعنی کسی نے کسی پر اور کسی نے کسی پر) عمل کیا ہے مگر دو حدیثوں پر کسی نے عمل نہیں کیا، ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ

---

(۱)- شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم، ج:۱، ص:۲۱۷، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

ونصه: هَذَا دَلِيل لِمَا قَالَهُ بَعْض السَّلَف: أَنَّهُ يُسْتَحَبّ رَفْع الصَّوْت بِالتَّكْبِيرِ وَالذِّكْر عَقِب الْمَكْتُوبَة، وَمِمَّنْ اِسْتَحَبَّهُ مِنْ الْمُتَأَخِّرِينَ اِبْنُ حَزْم الظَّاهِرِيّ، وَنَقَلَ اِبْن بَطَّال وَآخَرُونَ: أَنَّ أَصْحَاب الْمَذَاهِب الْمَتْبُوعَة وَغَيْرهمْ مُتَّفِقُونَ عَلَى عَدَم اِسْتِحْبَاب رَفْع الصَّوْت بِالذِّكْرِ وَالتَّكْبِير، وَحَمَلَ الشَّافِعِيّ - رَحِمَهُ اللَّه تَعَالَى - هَذَا الْحَدِيث عَلَى أَنَّهُ جَهَرَ وَقْتًا يَسِيرًا حَتَّى يُعَلِّمهُمْ صِفَة الذِّكْر، لَا أَنَّهُمْ جَهَرُوا دَائِمًا، قَالَ: فَأَخْتَارُ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوم أَنْ يَذْكُرَا اللَّه تَعَالَى بَعْد الْفَرَاغ مِنْ الصَّلَاة وَيُخْفِيَان ذَلِكَ، إِلَّا أَنْ يَكُون إِمَامًا يُرِيد أَنْ يُتَعَلَّم مِنْهُ فَيَجْهَر حَتَّى يَعْلَم أَنَّهُ قَدْ تُعُلِّمَ مِنْهُ، ثُمَّ يُسِرّ، وَحَمَلَ الْحَدِيث عَلَى هَذَا.

(۲)- صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب صلوٰة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين فى السفر، ج:۱، ص:۲۴۶، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۳)- كتاب العلل، مشموله سنن ترمذى، جلد ثانى، ص:۲۳۵، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مباركپور.

میں بغیر خوف وسفر وبارش کے ظہر وعصر میں اور مغرب وعشا میں جمع کیا ہے، اور دوسری حدیث آپ سے یہ کہ شرابی کو درہ لگاؤ، چوتھی مرتبہ قتل کر ڈالو، اور ہم نے ان کی وجہ اس کتاب میں بیان کر دی ہے، انتہیٰ۔

الغرض موافق قول امام ترمذی کے کسی اہلِ علم نے اس پر عمل نہیں کیا، ہاں! نووی نے بعض کا عمل وتاویل کرنا لکھا ہے لیکن وہ شاذ ہے، ترمذی پر مرجح نہیں ہے۔ فافھم۔

دہم: حدیث بخاری میں ہے:

"باب قوله (يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحَرِّمُوا۟ طَيِّبَٰتِ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكُمْ) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قال: حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الله رضى الله عنه قَالَ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا: أَلاَ نَخْتَصِي فَنَهَانَا عَنْ ذَلِكَ، فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ، ثُمَّ قَرَأَ (يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحَرِّمُوا۟ طَيِّبَٰتِ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكُمْ). انتهىٰ (۱)

خلاصہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر (کفار سے) جہاد کیا کرتے تھے، ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں، ہم نے آپ سے عرض کیا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں، تو آپ نے اس سے منع فرمایا، اس کے بعد ہم کو اجازت دی کہ کپڑے کے دینے پر عورت سے (بطور متعہ) نکاح کر لیں، پھر (عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے) یہ آیت پڑھی کہ "مسلمانو! جس کو خدا نے حلال کیا ہے حرام مت کرو۔" انتہیٰ۔

اس حدیث کو مسلم نے بھی نقل کیا ہے، اور حاشیہ بخاری پر ہے کہ :

نووی نے کہا ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا آیت سے دلیل لانا اس لیے ہے کہ مثل ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعہ کی اباحت کے معتقد تھے، شاید کہ ان کو اس کا ناسخ نہیں پہنچا تھا، پھر پہنچا ہو تو اس سے رجوع کیا ہو، اور اس حدیث کو علیٰ ہذا کتابِ نکاح میں بھی ذکر کیا ہے۔

قسطلانی اور خیر الجاری میں ہے کہ: حدیث ابن عمر میں بے شک اس کا ذکر ہے کہ اول اسلام میں بحالت اضطرار متعہ کی رخصت تھی، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

مازری کہتے ہیں کہ نکاح متعہ کا اول اسلام میں جائز تھا، پھر احادیث صحیحہ سے اس کا نسخ ثابت ہوا اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا۔ اس میں سوائے گروہ مبتدعین (شیعہ) کے کوئی مخالف نہیں، اور وہ احادیثِ منسوخہ سے

(۱)- صحيح بخاري، كتاب التفسير، المائدة، باب "يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحَرِّمُوا۟" الآية، ج:۲، ص:٦٦٤، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مباركپور.

لپٹے ہیں۔ (۱) انتہیٰ بطور اختصار کے

الغرض یہ حدیث اگر چہ بخاری و مسلم میں ہے مگر اتفاقاً اہل سنت کا اس پر عمل نہیں، خود مؤلفین صحیحین کا بھی یہی عقیدہ ہے، بلکہ ہمارے حضرات غیر مقلدین بھی اس کے بظاہر معتقد نہیں، ہاں ان کے اعتقاد جامد کی بنا پر اگر شیعہ حجت لائیں کہ صحیحین میں جواز متعہ ہے تو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گا، اس وقت تحقیق کی طرف اضطراراً دوڑنا پڑے گا، اور اپنی تقلید جامد سے منہ موڑنا ہو گا۔

علیٰ ہذا بہ نسبت معوذتین کے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جائے تامل و اعتراض ہے، چناں چہ حاشیہ بخاری پر اس مقام میں لکھا ہے کہ:

"امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، باطل ہے، صحیح نہیں، اور ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کذب ہے اور موضوع۔ انتہیٰ" (۲)

اس کا جواب جو ابن حجر وغیرہ دیتے ہیں کہ یہ روایات صحیح ہیں، اور تاویلیں کی ہیں صحیح نہیں، اس لیے کہ روایات کو غیر صحیح کہنا سہل تر ہے، بہ نسبت اس کے کہ ایک صحابی فقیہ جلیل القدر پر مخالفت تواتر کا اتہام لگایا جائے، الغرض اس قسم کی حدیثیں نقل کرنا جائے اعتراض و کلام ہے، چہ جائے کہ قابلِ عمل ہوں۔

یازدہم: بخاری جلد اول، ص: ۳۰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

"زید بن خالد نے ان سے پوچھا کہ فرمایئے اگر کوئی جماع کرے اور انزال نہ ہو، تو آپ نے جواب دیا کہ: وضو کر لے، جیسا کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے، اور عضو کو دھو ڈالے، اور فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی سنا ہے، زید بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی و زبیر و طلحہ و اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم سے یہی مسئلہ پوچھا تو سب نے اسی کا حکم کیا۔" انتہیٰ (۳)

---

(۱)- حاشیه بخاری، ج:۲، ص: ٦٦٤، مجلس برکات، جامعه اشرفیه.

(۲)- حاشیه بخاري، ج:۲، ص: ٧٤٤، مجلس برکات، جامعه اشرفیه.

ونصه: قال النووي في شرح المهذب: أجمع المسلمون على أن المعوذتين والفاتحة من القرآن، وأن مَن جحَد مِنهَا شيئاً كفَر، ومَا نُقِلَ عَنِ ابنِ مسعودٍ فهُوَ باطلٌ ليسَ بصحيحِ، و قال ابن خزيمة: هذا كذب على ابن مسعود و موضوع.

(۳)- صحیح بخاری، کتاب الوضو، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین القبل والدبر، ج:۱، ص:۳۰، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارك پور.

ونصہ: حدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قال: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِى سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنْ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ - رضى الله عنه - قُلْتُ أَرَأَيْتَ

اور دوسری حدیث مرفوع بھی اسی قسم کی نقل کی ہے، اور آگے چل کر ص:۴۳ میں وہ حدیث نقل کی ہے جو اس کے نسخ پر مصرح ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب عورت سے صحبت کے لیے بیٹھا اور کوشش کی یعنی دخول تو غسل واجب ہو گیا۔ انتہیٰ(۱)

اس کے بعد امام بخاری لکھتے ہیں:

”قال ابو عبد الله : هذا أجودو أوكد و إنما بينّا الحديث الأخر لإختلافهم والغسل أحوطُ. انتهي“(۲)

یعنی ابو عبد اللہ بخاری فرماتے ہیں کہ یہ بات عمدہ اور مؤکد ہے، اور ہم نے دوسری حدیث (عدم وجوب کی) اس لیے بیان کر دی ہے کہ یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف فیہ ہے، اور غسل بہتر ہے۔

اب دیکھیے کہ امام بخاری کی رائے میں یہاں پر غسل مستحب ہے نہ واجب حالاں کہ حدیث میں وجوب کا لفظ ہے، اور بالا جماع عدم وجوب کی حدیث منسوخ ہے، اور بعض صحابہ سے جو منقول ہے تو ان کو نسخ کا علم نہ ہوا ہو گا، یا رجوع کر گئے ہوں گے، بہر حال حدیث ناسخ کے ہوتے ہوئے بہتر کہنا خلافِ اجماع ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ:

”اس بات کو جان لے کہ اب امت محمدیہ اس پر متفق ہے کہ جماع کے ساتھ غسل واجب ہے اگرچہ انزال نہ ہو، اور ایک جماعت صحابہ کی کہتی تھی کہ بدون انزال کے واجب نہیں، پھر ان میں سے بعض اس مسئلہ سے رجوع کر گئے (نسخ کے پہنچنے کے باعث) اور بعد ان کے وجوب غسل پر اجماع منعقد ہو گیا، اور حدیث ”الماء من الماء“ کی نسبت جمہور صحابہ فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، اور نسخ کا یہ مطلب ہے کہ پہلے جماع بلا انزال پر غسل معاف تھا، پھر واجب ہو گیا۔“ انتہیٰ(۳)

إِذَا جَامَعَ وَلَمْ يُمْنِ، قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلاَةِ ، وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ . قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - . فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا ، وَالزُّبَيْرَ ، وَطَلْحَةَ ، وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ - رضی الله عنهم - فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ .

(۱)-صحیح بخاري، ج:۱، ص:۴۳، کتاب الغسل، باب إذا التقى الختانان. مجلس برکات، جامعه اشرفیه.

”ونصه: عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ: إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغَسْلُ“. انتهىٰ

(۲)-مصدر سابق.

(۳)-المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم، ج:۱، ص:۱۵۵، كتاب الحيض، باب بيان أن الجماع كان فى أول الإسلام لا يوجب الغسل، مجلس بركات، جامعه اشرفيه.

الغرض وہ حدیث اور رائے امام بخاری مخالف اجماع ہے، قابلِ عمل نہیں ہے، شاید غیر مقلدین کے نزدیک قابلِ عمل ہو، بلکہ نومسلم بنارسی صاحب نے رسالہ ”ہدایت القلوب القاسیہ“ میں لکھ دیا ہے کہ: اگر کوئی موافق قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل کرے تو جائز ہے، پھر حدیث مرفوع کے ہوتے ہوئے عمل نہ کرنا کس قدر مشرب غیر مقلدین کے خلاف ہے۔

دوازدہم: بخاری میں ہے:

”باب من أجاز الطلاق الثلث لقول اللہِ تعالیٰ“ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمۡسَاكٌ ۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ ۢ بِاِحۡسَانٍ .“ (۱)

یہاں پر اس آیت سے طلاقِ ثلاثہ کو جائز لکھا ہے، اور اس بارے میں بعض احادیث بھی لکھی ہیں، اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

”وَقَالَ أَهْلُ الْعِلْمِ إِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ . فَسَمَّوْهُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ . “(۲)

یعنی اہلِ علم کہتے ہیں کہ جب تین طلاق دیں تو عورت اس پر حرام ہو چکی، علمانے اس کا نام حرام طلاق و فراق رکھا ہے۔

اور حاشیۂ بخاری پر ہے کہ:

”ظاہریہ وغیرہ کے نزدیک تین طلاق ایک دفعہ دینے سے طلاق نہیں پڑتی، علمائے تابعین وغیرہ مثل نخعی و ثوری و ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد و اسحاق و ابو ثور رحمہم اللہ وغیرہ بہت سے اہلِ سنت اس بات کے قائل ہیں کہ جس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں (دفعۃً) دیں تو پڑ جاتی ہیں، لیکن وہ گنہ گار ہوتا ہے (بدعی ہونے کے باعث) اور ان سب علمائے اہلِ سنت کا یہ قول ہے کہ جو مخالف اس کے ہے، شاذ ہے، اور اہلِ سنت کے خلاف بدعتی وغیرہ غیر معتبرین اس کے قائل ہیں، پھر قابلِ التفات نہیں، کیوں کہ اہلِ سنت کی جماعت سے مخالف ہیں۔“(۳) انتہیٰ مختصراً

مولوی صدیق حسن بھی مسک الختام میں اس کے مقر ہوئے ہیں۔ چناں چہ جلد ثانی مسک الختام کے صفحہ 218

---

(۱)- صحیح بخاري، کتاب الطلاق، ج:۲، ص:۷۹۱، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

(۲)- صحیح بخاري، کتاب الطلاق، باب من قال لامرأته أنت علی حرام، ج:۲، ص:۷۹۲، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

(۳)- حاشیہ بخاري، ج:۲، ص:۷۹۱، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

میں لکھا ہے:

”واطباق کردہ اند اہل مذاہب اربعہ بر وقوع ثلاث بمتابعت قضاے عمر رضی اللہ عنہ وسخت شدہ است نکیر ایشان برمخالف دریں حکم، وایں مسئلہ نزد ایشان علم رافضہ ومخالفین گردیدہ وعقاب کردہ شد بسبب فتویٰ دادن بایں شیخ الاسلام ابن تیمیہ وگردانیدہ شد وطواف نمودہ آمد ابن القیم رابر شتر بسبب افتا بعدم وقوع ثلاث، انتہیٰ۔“

دیکھیے اگر بے چارے ابن تیمیہ وابن قیم موافق قاعدۂ مؤلف ظفر بخاری کی کتاب پر عمل کرتے، اور اہلِ علم کی سنتے تو ایسے رسوانہ ہوتے، شوکانی بھی ان کا مقلد ہے، چناں چہ وہیں پر لکھا ہے کہ شوکانی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ: تین کا ایک رجعی ہونا صحیح تر قول ہے، اور غیر مقلدین بھی مقلد شوکانی وابن تیمیہ کے ہو کر بخاری کی کتاب پر اس مسئلہ میں عمل نہیں کرتے، اور برابر ان کا عمل وفتویٰ اس پر ہے کہ مطلقۂ ثلثہ کو بغیر حلالہ کے زوج اول سے نکاح درست ہے، بلکہ نکاح ٹوٹتا ہی نہیں، رجوع کافی ہے، پھر بھی بلا تحقیق بخاری پر عمل کرنے کو بتلانا کس قدر خود را فضیحت دیگراں را نصیحت ہے، اور یہ مسئلہ بڑا نازک مخالف اجماع اہلِ سنت ہے۔ اس صورت میں بغیر حلالہ کے مطلقہ کو رکھنے میں یقیناً حرام کی اولاد پیدا ہوگی۔ أعاذنا الله من عقائد المبتدعين.

سیزدہم: بخاری جلد اول کے ص: ۱۹۴ میں ہے:

”باب صدقةِ الكَسْبِ والتِّجارةِ. لِقَوْلِهِ تعالَى (يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ) إِلَى قَوْلِهِ (اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ).“(۱)

یعنی یہ کسب وتجارت کی زکات کا باب ہے، کیوں کہ خدا فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! خرچ کرو کسب حلال سے اور جو تمھارے لیے ہم نے زمین سے نکالا ہے۔

اس مقام پر حاشیہ بخاری پر ہے:

”مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ أي من التجارة الحلال كما أخرجه الطبراني وابن أبي حاتم عن مجاهد.“ انتهىٰ

کسب حلال یعنی تجارتِ حلال سے، چناں چہ روایت کیا اس کو طبرانی، اور ابن ابی حاتم نے مجاہد رضی اللہ عنہ سے، انتہیٰ۔

اور مالِ تجارت میں وجوبِ زکات اجماع اہلِ سنت ہے، چناں چہ میزان شعرانی میں ہے:

”أجمعوا علىٰ أن الزكوٰة واجبةٌ في عروض التجارة.“ انتهىٰ(۲)

---

(۱)- صحيح بخاري، كتاب الزكاة، ج:۱، ص:۱۹٤ مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، كتاب الزكات، باب زكاة التجارة، ج:۲، ص:۱۱، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

یعنی چاروں ائمہ وغیرہ کا اتفاق ہے کہ تجارت کے مال میں زکات واجب ہے۔

اور امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت جو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکات لینے کے واسطے بھیجا تھا، اور بعض صحابہ نے زکات نہیں دی تھی، لکھا ہے:

”وَاسْتَنْبَطَ بَعْضُهُمْ مِنْ هَذَا وُجُوب زَكَاة التِّجَارَة ، وَبِهِ قَالَ جُمْهُور الْعُلَمَاء مِنْ السَّلَف وَالْخَلَف خِلَافًا لِدَاوُدَ.“ انتھیٰ(۱)

یعنی اس حدیث سے بعض علمانے استنباط کیا ہے کہ تجارت کے مال میں زکات واجب ہے، اور جمہور علما اگلے پچھلے سب یہی کہتے ہیں، داؤد ظاہری اس کا خلاف کرتا ہے، انتہیٰ۔

علیٰ ہذا شوکانی کہتا ہے اور اس کی تقلید میں غیر مقلدین بھی منکر زکات مال تجارت کے ہیں، اب یہاں پر نہ اتباعِ جمہور رہے، نہ اتباعِ بخاری، بلکہ اتباعِ نفس ہے، اور آسانی کی تلاش ہے، جب تجارت کے مال میں زکات نہ رہے گی تو گویا زکات کا وجود کم یاب ہو جائے گا، آگے ہی سے متمول زکات میں سستی کرتے ہیں، مگر فرض تو جانتے ہیں، اب غیر مقلدین کی ذات بے برکات کی وجہ سے فتوائے عدم وجوب نے اور بھی دلیر کر دیا۔ فَاتَّقُوا اللهَ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ.

چہاردہم: بخاری کی کتاب السفر میں ہے:

”باب فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ وَسَمَّى النَّبِيُّ - ﷺ - السفر يَوْمًا وَلَيْلَةً. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ - رضى الله عنهم - يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهْيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا؛ انتهىٰ .“ (۲)

یعنی یہ باب اس میں ہے کہ کس قدر سفر میں نماز قصر کی جائے، اور نبی ﷺ نے ایک دن رات کو بھی سفر فرمایا ہے، اور ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہم چار برید پر قصر اور افطار فرمایا کرتے تھے، اور وہ سولہ فرسخ ہیں، انتہیٰ۔

بلکہ مولوی صدیق حسن بھی مسک الختام جلد اول کے صفحہ ۳۴۱ میں لکھتے ہیں:

”وحنفیہ بست وچہار فرسخ گفتہ اند لما أخرجہ البخاري من حديث ابن عمرو ابن عباس لا تقصروا الصلوٰۃ فی أقل من أربعۃ برد. و أخرجہ البیھقی بسند صحیح من فعل ابن عباس و ابن عمر، وبأنہ روی إلبخاری تعلیقا بصیغۃ الجزم من حدیث ابن عباس أنہ سئل أیقصر

---

(۱)- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم، كتاب الزكاة، ج:١، ص:٣١٦، مجلس بركات جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- صحیح بخاری، کتاب السفر، ج:١، ص:١٤٧، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

الصلوٰة من مكة الى عرفة قال: لا، ولكن إلى عسفان وإلى جدة و إلى الطائف و میان ہر یکے ازیں امکنہ تامکہ چہار برید است، انتہیٰ۔(۱)

امام نووی نے صفحہ ۲۴۰ شرح مسلم میں لکھا ہے کہ :

"امام شافعی ومالک ولیث و اوزاعی وفقہاے اصحاب حدیث وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ دو منزل سے کم میں قصر ناجائز کہتے ہیں، اور ابو حنیفہ واہلِ کوفہ رحمہم اللہ تین منزل سے کم میں قصر جائز نہیں کہتے، اور حضرت عثمان و ابن مسعود و حذیفہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے، اور داؤد و اہلِ ظاہر کہتے ہیں کہ تھوڑے بڑے سفر میں قصر جائز ہے، انتہیٰ۔"(۲)

اور مسک الختام کے صفحہ ۳۴۱ میں لکھا ہے:

"گویم ارجح مذاہب دریں باب آنست کہ در در رہیہ گفتہ واجب است قصر بر کسے کہ بیرون آمد از شہر خود در حالے کہ قصد کنندہ است سفر را اگرچہ کمتر باشد از برید۔ انتہیٰ"

الغرض یہاں پر بھی جمہور کی مخالفت سے تو خوف نہ تھا، لیکن امام بخاری بھی بالاے طاق ہیں، اور ظاہریہ کی دلیل کا جواب اور اس کا غیر صحیح ہونا امام نووی نے بیان کر دیا ہے۔

پانزدہم: حدیث بخاری ومسلم کی وہ ہے کہ تعزیر دس کوڑوں سے زیادہ نہ چاہیے، اس حدیث کے خلاف پر جمہور صحابہ وتابعین وغیرہ ائمہ کا عمل ہے۔ اور امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

"وَأَجَابَ أَصْحَابُنَا عَنْ الْحَدِيث بِأَنَّهُ مَنْسُوخٌ ، وَاسْتَدَلُّوا بِأَنَّ الصَّحَابَة - رَضِيَ اللَّه عَنْهُمْ - جَاوَزُوا عَشْرَة أَسْوَاط . انتهىٰ"(۳)

یعنی ہمارے اصحاب نے حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ منسوخ ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر کی ہے۔

---

(۱)- ترجمہ: یعنی اس لیے کہ بخاری نے حدیث ابن عمر وابن عباس سے نکالا ہے کہ چار برید سے کم میں قصر مت کرو، اور بیہقی نے بہ سند صحیح فعل ابن عباس وابن عمر سے نکالا ہے، اور بخاری نے تعلیقاً بہ صیغۂ جزم حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا مکہ سے عرفات تک جانے میں قصر کیا جائے؟ تو کہا کہ نہیں، لیکن مکہ سے عسفان تک، یا جدہ یا طائف تک کے سفر میں قصر ہے۔ ۱۲ منہ

(۲)- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم، كتاب صلوٰة المسافرين وقصرها، ج:۱، ص:۲٤۱، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۳)- المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، على هامش صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب قدر أسواط التعزير، ج:۲، ص:۷۲، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

یہ چند احادیث بطور نمونہ لکھی گئی ہیں، ورنہ بعد غور و تلاش کے اور احادیث بھی اس قسم کی ملیں گی، غرض کہ ترجیح صحیحین کے دیگر کتب احادیث پر اجماع من حیث العمل نہیں ہے، جس مذہب یا جس طریقہ کا جو شخص اس بات کا مدعی ہو گا تو وہ خود اپنے دعویٰ میں نادم ہو گا، اور اُسی کے پیشوا اس کی تکذیب کر دیں گے۔

احتمال پنجم: مقصود اس جملہ سے یہ ہے کہ اور کتب حدیث میں صحیح حدیثیں کثیر ہیں، اور ان ہر دو میں اکثر اور یہ فرق اضافی ہے۔

جواب: ہاں! بے شک بعد تأمل و غور کے اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے مگر اس سے فائدہ معتد بہ پھر بھی نہیں، کیوں کہ زیادہ مقصود صحت سے عمل ہوتا ہے، اور اس کا حال معلوم ہو چکا کہ بعض احادیث صحیحین عند الجمہور منسوخ غیر قابلِ عمل ہیں، اور بعض احادیث بعض ائمہ کے نزدیک اور بعض غیر مقلدین کے نزدیک بھی قابلِ عمل نہیں، رہی اکثریت صحت من حیث الرواۃ علی سبیل التسلیم والفرض محل بحث نہیں، اور نہ ہم کو مضر اور نہ مخالفین کو مفید، پھر اس قدر زور دینے اور مبالغہ کرنے سے کیا فائدہ؟

اب بعد تحقیق کے واضح ہو گیا کہ بلا تحقیق و دریافت صحیحین پر بے کھٹکے عمل کر لینے کا حکم دینا اُس شخص کا کام ہے کہ جو اپنے مذہب اور طریقہ سے بھی محض ناواقف ہے، یا صرف عوام کے دھوکا دینے کے واسطے، اور مذہب حنفی وغیرہ سے بہکانے کے لیے ایسے مغالطے دیتا ہے، ورنہ منصف مزاج ہو کر کبھی ایسی بات نہیں کہے گا،

خذ هذا فإنه تحقيق أنيق لعلك لا تجدُ مثله في الرسائل والكتب المتداولة المشتهرة بين الطرفين و هو عين الإنصاف بلا اعتساف.

قال: اور ایک مغالطہ امام اعظم کے مقلد، حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ کتاب ہدایہ ہمارے مذہب کی بڑی مقبول اور جامع ہے، ہزار ہا علما اس پر بے کھٹکے عمل کیے جاتے ہیں، اور اس کی روایات پر فتوے دیے چلے جاتے ہیں، اور آج تک اس کے کسی مسئلہ پر بھی کسی شخص نے جرح و قدح نہیں کیا ہے، لیکن حدیث پر چلنے والے اس کو نہیں مانتے ہیں، اور اس کی اکثر حدیثوں کو ضعیف اور بعض کو مردود اور خانہ ساز بتلاتے ہیں۔ ص:۳۲۳

اقول بتوفیقہ:

اگر ہوتا زمانہ میں حصولِ علم بے محنت ۔۔۔ تو بس ساری کتابیں ایک جاہل دھو کے پی جاتا

غیر مقلدین کا اپنے تئیں اہلِ حدیث سمجھنا اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے، مقلدین ائمہ اہلِ سنت ان کو اہلِ حدیث کہاں کہتے ہیں بلکہ حدیث پر چلنے والے، اور ہوا پر اڑنے والے، اور مُحدِّث نہیں بلکہ مُحدَث سمجھتے ہیں، پھر جابہ جا اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا کس قدر شرم کی بات ہے، اور ہدایہ کی نسبت جو کچھ لکھا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک ہدایہ کتب

فقہ میں ایسی معتبر کتاب ہے کہ داخلِ درس ہے، اور جمیع علمائے حنفیہ اس کو مستند جانتے ہیں، اور نہایت مقبول کتاب جامع دلائل نقلیہ وعقلیہ ہے، اس کی تعریف وتوثیق شراحِ ہدایہ نے مثل علامہ شیخ محقق ابن الہمام، وعلامہ محقق بدر الدین عینی کے اپنے اپنے دیباچہ میں لکھی ہے، معلوم ہوسکتی ہے۔

ہدایہ کے مقدمہ میں حال صاحب ہدایہ کا مذکور ہے کہ انھوں نے تیرہ سال کی مدت میں ہدایہ کو تصنیف فرمایا ہے، اور اس عرصہ میں روزہ دار رہے تھے، خادم کھانا لاتا تھا تورکھ لیتے تھے، اور پھر کسی محتاج وغیرہ کو کھلا دیتے تھے وغیرہ وغیرہ اوصافِ حمیدہ کے جامع تھے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

منکرین متعصبین کی زبان درازی سے کیا ہوتا ہے، اور محققین سے مراد غیر مقلدین ہوں گے جو اس کتاب ہدایت انتساب اسم بامسمیٰ کو غیر مقبول سمجھتے ہوں، ورنہ حنفیہ کے ہزاروں علما محقق وغیرہ اس کو معتبر ومقبول ومعتمد علیہ جانتے ہیں، اس کے مسائل واحادیث کو ثابت کرتے ہیں، اور تخریج لکھ چکے ہیں، تخریج زیلعی کی دیکھیے۔

ہاں! بعض مسئلے شاذ ونادر غیر مفتی بہ ہوں، یا کوئی حدیث ضعیف ہو تو حرج اور قابل اعتراض نہیں، کیوں کہ بعض احادیث صحاح ستہ میں بھی ضعیف موجود ہیں، پھر ان پر اعتراض نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے۔

ہاں! یہ کہنا کہ اس کے کسی مسئلہ پر جرح قدح کسی نے نہیں کی اتہام محض ہے، اس لیے کہ تمام کتب فقہ مقبول و معتبر ہیں، لیکن ہر ہر مسئلہ ہر کتاب کا معمول بہا ہونا کوئی نہیں کہتا، بلکہ مسائل مفتی بہ پر عمل ہے خواہ کسی کتاب معتبر فقہ میں ہوں، اور اس میں شک نہیں کہ بہ نسبت دیگر کتبِ فقہ کے ہدایہ کے مسائل اکثر بلکہ بتمامہا الا ماشاء اللہ معتبر ومقبول جمہور حنفیہ ہیں، اور ایسی کتاب جامع دلائل نقلیہ وعقلیہ کم تصنیف ہوئی ہے۔

بعض فضلائے زمانہ سے سنا گیا فرماتے تھے کہ: بعض حکما سے منقول ہے کہ میں نے کوئی کتاب مصنفہ ایسی نہیں دیکھی جس پر اعتراض نہ کیا گیا ہو، مگر جس وقت کہ ہدایہ کو دیکھا تو حیران ہوا، جو اعتراض ذہن میں گزرتا تھا اسی کا جواب وہیں پاتا تھا مگر غیر مقلدین تعصب ذاتی کے باعث طرح طرح کی گستاخیاں بہ نسبت کتاب مذکور کے کرتے ہیں، اور عوام کو دھوکا دینے کے واسطے بخاری ومسلم کو اس قدر ترجیح دیتے ہیں کہ وہ کتب فقہ کے مسائل پر اعتماد نہ کریں حالاں کہ ہمارے اوپر کی بحث سے منصف لبیب پر مخفی نہ رہا ہوگا کہ صحیحین اور ہدایہ میں من وجہ فرق بین ہے۔

اول: یہ کہ ہدایہ فقہ کی کتاب ہے، اور وہ حدیث کی فقہ اور فقیہ کو حدیث اور محدث پر ترجیح ہے، کما لا یخفی علی أهل العلم۔

دوم: صحیحین کی بعض احادیث ومسائل اس قسم کے ہیں کہ اجماعاً منسوخ، غیر قابل العمل ہیں حتی کہ غیر مقلدین بھی ان کے عامل نہیں، اور ہدایہ میں کوئی مسئلہ وحدیث اس قسم کی نہیں۔

سوم: صحیحین میں بعض احادیث و مسئلہ ایسے ہیں کہ ان کے معتقدین مثل شافعیہ و غیر مقلدین کے نزدیک غیر مقبول ہیں، ہدایہ میں ایسا مسئلہ کوئی نہیں کہ تمام حنفیہ کے نزدیک غیر مقبول ہو، اس کے نظائر اوپر بیان ہو چکے۔

چہارم: ہدایہ میں دلائل مخالفین کے بھی نقل کر کے ان کے جواب شافی دیے ہیں، صحیحین میں ایسا نہیں۔

پنجم: ہدایہ میں دلائل شرعیہ کے ساتھ دلائل عقلیہ و قیاسِ صحیح سے بھی ثبوت ہے، جو اوقع فی نفس المخاطب و زود مؤثر ہوتا ہے، صحیحین میں یہ بات نہیں ہے۔

ششم: صحیحین میں احادیث منسوخہ و معمول بہا دریافت ہونا دشوار ہے بخلاف ہدایہ کے۔

ہفتم: ہدایہ میں گو بعض حدیثیں ضعیف ہیں، مگر لائقِ عمل ہیں، اور صحیحین میں بعض گو صحیح ہیں مگر لائقِ عمل نہیں ہیں۔

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مگر غیر مقلدین کب ان باتوں کو جانیں۔

اور سنیے! تماشے کی بات یہ ہے کہ مؤلف صاحب بعض احادیث ہدایہ کو موضوع و ضعیف کہتے ہیں، اور دلیل طرفہ بیان کرتے ہیں کہ عینی نے کہا ہے: یہ حدیث غریب ہے، یہ حدیث اس لفظ سے نہیں بلکہ اس لفظ سے ہے، حالاں کہ آج تک نہیں سنا گیا کہ غریب قسم ضعیف سے ہے، یہ مؤلف صاحب کی لیاقت کا فیض ہے، ترمذی بھی کبھی اٹھا کر دیکھتے یا کسی سے سنتے تو ایسا نہ سمجھتے، ترمذی میں جابہ جا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے، صحیح غریب اور غریب قسم صحیح سے ہے، اور موضوع حدیث کوئی ہدایہ میں نہیں ہے، صرف اسی قسم کی بعض حدیثیں ہیں کہ جن کے الفاظ میں فرق ہے، اور شارحین نے کہہ دیا کہ اس لفظ سے نہیں بلکہ فلاں محدث نے اس لفظ سے لکھا ہے، سو اس کا جواب دو طرح پر ہے:

ایک تو یہ کہ تمام احادیث کا احاطہ کسی نے نہیں کیا، یہ کیا ضرور ہے کہ صاحبِ ہدایہ کو جو حدیث جس طریق سے پہنچی ہو اس پر شراح کی نظر ہو ممکن ہے کہ انھوں نے اس کو ان الفاظ سے موافق اپنے علم کے نہ پایا ہو، اس لیے ان الفاظ کا انکار کیا۔

دوم: بفرضِ تسلیم یہ اختلاف لفظی ہے نہ معنوی، اور یہ موجبِ طعن نہیں، کیوں کہ روایت بالمعنیٰ جمہور محدثین کے نزدیک جائز ہے، ہم یہاں پر بعض محدثین معتبرین کا کلام نقل کرتے ہیں، ترمذی کی کتاب العلل میں ہے:

”فَأَمَّا مَنْ أَقَامَ الإِسْنَادَ وَحَفِظَهُ وَغَيَّرَ اللَّفْظَ فَإِنَّ هٰذَا وَاسِعٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا لَمْ يَتَغَيَّرِ الْمَعْنَى.“ انتہیٰ(۱)

---

(۱)- كتاب العلل للترمذي، مشموله ترمذی جلد ثانی، ص:۲۳۷، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارک پور.

یعنی لیکن جس نے کہ اسناد کو قائم رکھا، اور یاد کرلیا، اور لفظ کو متغیر کر دیا تو یہ بات اہلِ علم کے نزدیک اس وقت جائز و مروج ہے جب کہ معنیٰ نہ بدلیں۔

”عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الأَسْقَعِ قَالَ إِذَا حَدَّثْنَاكُمْ عَلَى الْمَعْنَى فَحَسْبُكُمْ.“ (۱)

روایت ہے واثلہ بن اسقع نے کہا کہ جب ہم تم کو حدیث بالمعنیٰ بیان کریں تو کافی سمجھو۔

”عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ كُنْتُ أَسْمَعُ الْحَدِيثَ مِنْ عَشَرَةٍ اللَّفْظُ مُخْتَلِفٌ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ.“ (۲)

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ میں حدیث کو دس مشائخ سے سنتا تھا کہ ان کے لفظ مختلف تھے، مگر معنیٰ اور مطلب ایک ہی ہوتا تھا۔

”عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ : كَانَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَالْحَسَنُ وَالشَّعْبِيُّ يَأْتُونَ بِالْحَدِيثِ عَلَى الْمَعَانِي.“ (۳)

ابن عون سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی وحسن بصری وشعبی رحمہم اللہ حدیث بالمعنیٰ بیان کیا کرتے تھے۔

”عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: إِذَا أَصَبْتَ الْمَعْنَى أَجْزَأَكَ.“ (۴)

حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب تو معنیٰ تک پہنچ گیا تو کافی ہے۔

”حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْث أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ: خَرَجَ إِلَيْنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ فَقَالَ : إِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي أُحَدِّثُكُمْ كَمَا سَمِعْتُ فَلاَ تُصَدِّقُونِي إِنَّمَا هُوَ الْمَعْنَى.“ (۵)

یعنی بیان کیا ہم سے ابو عمار حسین بن حریث نے کہا کہ ہم کو زید بن خباب نے حدیث بیان کی ایک شخص سے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ ہماری طرف آئے اور کہا کہ اگر تم کو میں یوں کہوں کہ میں حدیث کو اسی طور پر بیان کرتا ہوں جس طرح کہ سنا تھا تو مجھ کو سچا نہ سمجھنا، وہ تو معنیٰ ہوتے ہیں۔

---

(۱)- كتاب العلل للترمذي، مشموله ترمذی جلد ثانی، ص:۲۳۷

(۲)- ایضاً، ص:۲۳۷

(۳)- ایضاً، ص:۲۳۷

(۴)- ایضاً، ص:۲۳۷

(۵)-ایضاً، ص:۲۳۷، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارک پور.

’’حدثنا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْث قَالَ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ: إِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَعْنَى وَاسِعًا فَقَدْ هَلَكَ النَّاسُ، وَإِنَّمَا تَفَاضَلَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحِفْظِ وَالإِتْقَانِ وَالتَّثَبُّتِ عِنْدَ السَّمَاعِ مَعَ أَنَّهُ لَمْ يَسْلَمْ مِنَ الْخَطَإِ وَالْغَلَطِ كَثِيرُ أَحَد مِنَ الأَئِمَّةِ مَعَ حِفْظِهِمْ.‘‘(۱)

یعنی بیان کیا ہم سے حسین بن حریث نے کہ وکیع رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بات کہتے تھے کہ اگر روایت بالمعنیٰ جائز نہ ہوتی تو لوگ ہلاک ہو جاتے، اور اہلِ علم کی فضیلت حفظ اور اتقان اور سماع کے وقت یاد رکھنے سے ہوتی ہے، باوجودے کہ اکثر ائمہ حافظ ہوتے ہوئے خطا اور غلطی سے نہیں بچے، انتہیٰ۔

الغرض روایت بالمعنیٰ امر وسیع بین المحدثین ہے، پھر صاحبِ ہدایہ اگر ان کی چال چلے تو کون سا گناہ کیا، اسی لیے علامہ عینی وغیرہ بعض جگہ الفاظ کا گو انکار کرتے ہیں مگر موضوع و باطل نہیں کہتے، بلکہ اپنے علم کی نفی کر کے معاً دوسرے الفاظ سے ثابت کرتے ہیں، اور جو کچھ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے کلام کیا ہے، وہ صرف دلائل میں ہے کہ جن کو بعض محدثین بہ باعث عدم علم کے ضعیف کہتے ہیں، اور اسی کو مؤلف نے نقل کر دیا، لیکن آخر کی عبارت کو ترک کر دیا، وہ یہ ہے:

’’ولیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاہ اللہ خیر الجزاء تلافی آں نمودہ وبہ تحقیق کار فرمودہ۔‘‘ انتہیٰ۔

اور تحصیل التعرف میں ہے:

’’والشيخُ ابنُ الهمام رحمه الله قرَّرَ مذهبَ الحنفي وتمسك فيه بالأحاديث حتى كاد أن يقال إنّ الشافعيَّ من أهل الرائ و أبا حنيفةَ مِن أصحاب الظواهر.‘‘ انتهى

یعنی شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذہب حنفی کو ثابت کیا، اور احادیث سے تمسک کیا ہے، حتی کہ قریب ہوا یوں کہنا کہ امام شافعی اہل رائے و قیاس سے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اصحابِ ظواہر سے، انتہیٰ۔

اور یہ بات صحیح ہے، کیوں کہ دلائل پر نظر کرنے سے، اور احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا مذہب اکثر احادیث کے مطابق پڑتا ہے، اور ہدایہ میں بالفرض بعض احادیث ضعیف بھی ہوں تو مضائقہ نہیں، کیوں کہ احادیث ضعیفہ اگر چند طرق سے مروی ہوں تو قابلِ احتجاج بالاتفاق ہو جاتی ہیں، بلکہ بعض حدیثیں گو ضعیف ہیں، مگر ان پر عمل صحابۂ کبار کا ہے، دیکھو ترمذی میں موجود ہے:

’’عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- إِذَا اسْتَوَى عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوهِنَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِى الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَحَدِيثُ

---

(۱)-کتاب العلل للترمذي، مشمولہ ترمذی جلد ثانی، ص:۲۳۷

مَنْصُورٍ لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ ضَعِيفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا. وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- وَغَيْرِهِمْ يَسْتَحِبُّونَ اسْتِقْبَالَ الإِمَامِ إِذَا خَطَبَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: وَلاَ يَصِحُّ فِي هَذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- شَيْءٌ.'' انتهیٰ(۱)

یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ منبر پر بیٹھتے تھے تو ہماری طرف منہ فرمایا کرتے تھے، اور اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور حدیث منصور کو ہم پہچانتے نہیں مگر محمد بن فضل بن عطیہ کی حدیث سے، اور وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ضعیف، بھُلانے والا حدیث کا ہے۔ اور عمل اس پر اہلِ علم صحابہ وغیرہ کے نزدیک ہے کہ خطبہ کے وقت امام کا سامنے ہونا مستحب کہتے ہیں، اور یہی قول سفیان ثوری وشافعی و احمد واسحاق کا ہے، کہا ابو عیسیٰ نے کہ: اس باب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور صحت کچھ ثابت نہیں، انتہیٰ۔

دیکھو باوجودے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق صحیح اس باب میں کچھ ثابت نہیں ہوا، اور یہ حدیث ضعیف ہے، مگر پھر بھی صحابہ وغیرہ اہلِ علم کا اس پر عمل ہے۔

دوم حدیث یہ ہے:

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلاً جَاءَ مُسْلِمًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- ثُمَّ جَاءَتِ امْرَأَتُهُ مُسْلِمَةً فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنَّهَا كَانَتْ أَسْلَمَتْ مَعِي فَرُدَّهَا عَلَيَّ. فَرَدَّهَا عَلَيْهِ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ يَذْكُرُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ وَحَدِيثَ الْحَجَّاجِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- رَدَّ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بِمَهْرٍ جَدِيدٍ وَنِكَاحٍ جَدِيدٍ. قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ أَجْوَدُ إِسْنَادًا. وَالْعَمَلُ عَلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ. ''انتہیٰ.(۲)

---

(۱)- سنن الترمذي، أبواب الجمعه، باب فی استقبال الإمام إذا خطب، ج:۱، ص:٦٧، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارکپور.

(۲)- سنن الترمذي، باب ما جاء فی الزوجین المشرکین یسلم أحدهما، ج:۱، ص:۱۳٦، مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارکپور.

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو کر آیا، اس کے بعد اس کی عورت مسلمان ہو کر آئی تو اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے ساتھ مسلمان ہوئی، پھر آپ نے اس کو وہ عورت دے دی، یہ حدیث صحیح ہے، میں نے عبد بن حمید سے سنا کہتے تھے کہ میں نے یزید بن ہارون سے سنا کہ (وہ) محمد بن اسحاق سے اس حدیث کو روایت کرتے تھے، اور حدیث حجاج کو بہ روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ بیان کرتے تھے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ابی العاص بن ربیع کو نئے مہر، اور نئے نکاح کے بعد دیا تھا، یزید بن ہارون کہتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اسناد کی جہت سے کھری ہے، لیکن عمل حدیث عمرو بن شعیب پر ہے، انتہیٰ۔

یہاں پر دیکھیے کہ حدیث ابن عباس کی گو سند کے اعتبار سے اصح ہے مگر عمل اس پر نہیں، اور حدیث عمرو بن شعیب کی اگرچہ اس سے کم درجہ کی ہے، لیکن عمل اسی پر ہے، علیٰ ہذا بعض حدیثیں ہدایہ کی ضعیف ہوں، لیکن ان پر عمل ائمہ کبار مثل امام ابو حنیفہ وغیرہ کا ہو تو کیا حرج ہے، اور بعض احادیث صحیحین کی گو بہ اعتبار سند کے صحیح ہوں، لیکن قابل عمل نہ ہوں تو کیا فائدہ، الغرض صاحبِ ہدایہ پر منکرین متعصبین جاہلین کا اعتراض کرنا محض خیالِ خام وفریبِ عوام ہے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد — عیب نماید ہنرش در نظر

قال: اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ، حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ مجتہدوں کا کوئی مسئلہ قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں، اور اگر کوئی ہو گا بھی تو اس کا باعث یہ سمجھا جائے گا کہ اس کو مجتہد نے بہ سبب لائق نہ ہونے عمل کے عمداً ترک کر دیا ہو گا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مقلدین، مجتہدین سے خطا ہونے کے قائل نہیں۔ ص ۳۳۲

اقول وبہ أحول: یہ مغالطہ نہیں ہے بلکہ ٹھیک بات ہے، کیوں کہ مجتہدین کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ ادلۂ اربعہ میں سے نہ ہو، اس لیے ان کے احکام مستنبطہ منسوب بہ شارع ہیں، چناں چہ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ومولوی اسماعیل دہلوی سے سابق گزر چکا اور بے شک جو مسئلہ یا حدیث ائمہ اربعہ کے نزدیک متروک ہوگی تو وہ مردود ہو گی، جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی تفسیر سے اوپر گزر چکا، کیوں کہ ان کی کوشش اور سعی پر نظر کرنے سے بسا بعید معلوم ہوتا ہے کہ چاروں ائمہ نے اس کو لائقِ عمل ہونے کے باوجود ترک کیا ہو، یا بالکل چاروں کو وہ حدیث نہ ملی ہو، اور جس طرف ائمہ اربعہ ہوں گے، ضرور جمہور صحابہ کا وہی مسلک ہو گا، کما لا یخفی علیٰ أهل العلم.

باقی مؤلف صاحب کا اس عمدہ مسلک سے یہ نکال لینا کہ مجتہد سے خطا کا ہونا ممکن نہیں، سراسر ناواقفیت کا باعث ہے، اس لیے کہ احتمال خطا کا مسائل اجتہادیہ میں بہر حال موجود ہے، خواہ آیت یا حدیث یا قیاس سے مسئلہ نکالا ہو، کیوں کہ ایک مجتہد کے خلاف پر دوسرے مجتہد نے اسی آیت وحدیث، یا دوسری آیت یا حدیث سے مسئلہ نکالا ہے، پھر لا محالہ حق واحد ہوگا اور خطا کا احتمال دونوں میں رہے گا، ہاں! بظن غالب مجتہد کو اپنی دلیل واجتہاد پر، اور مقلد کو اپنے امام کے مسئلہ پر عمل کرنا واجب ہے، کما مر۔ اور طرفہ ماجرا ہے کہ مؤلف صاحبِ شرحِ عقائد نسفی وشرح فقہ اکبر، وتوضیح سے، کہ ان کے مصنف سب مقلد ہیں سند لایا ہے، اگر اس اعتقاد سے یہ لازم آتا تو وہ کیوں اس پر اتفاق کرتے، الغرض یہ سب از قسم مغالطات غیر مقلدین ہیں جو قابلِ التفات نہیں۔

قال: اور ایک مغالطہ مقلدینِ ائمہ، حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام نے تمام مسائل حدیث ہی سے نکالے ہیں، اور ان کو سب حدیثیں پہنچ گئی تھیں۔ الخ۔

اقول: بھلا ان جھوٹی باتوں سے کہو کچھ کام ہوتا ہے سوا اِس کے کہ اپنا نام ہی بدنام ہوتا ہے

یہ مغالطہ افترائے محض ہے بھلا بتلایئے تو کہ کس نے یہ کہا ہے کہ ہمارے امام نے تمام مسائل حدیث ہی سے نکالے ہیں، کیوں کہ ائمہ کے نزدیک دلائل شرعیہ چار ہیں، اول کتاب اللہ، پھر حدیث رسول اللہ ﷺ، پھر اجماع، پھر قیاس۔ اب ہر مسئلہ میں حدیث ہی ہونا کس بیوقوف نے سکھا دیا ہے، اور یہی کوئی نہیں کہتا کہ جمیع احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر امام کو پہنچ گئی تھیں؛ کیوں کہ امام اعظم و امام مالک رحمہما اللہ کا بعض مسائل میں "لا ادری" کہنا اس پر شاہد عدل ہے کہ سب نہیں پہنچیں، ہاں! مجتہد کے لیے احادیث متعلقہ احکام کا عالم ہونا علمائے اہلِ سنت کے نزدیک بالاتفاق ضروریات سے ہے، چناں چہ امام نووی شرح مسلم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"وقد اتفق العلماء علیٰ أنّ من شرط المجتهد من القاضي والمفتي أن يكون عالماً بالأحاديث الحكميّات." انتهیٰ(۱)

یعنی علمائے اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی ومفتی مجتہد کے بعض شرائط سے یہ شرط ہے کہ احادیث متعلقہ احکام کا عالم ہو، پس اس بنا پر کسی مجتہد کا مسئلہ عمداً خلاف حدیث نہیں ہو سکتا، من وجہ ہو تو ہو۔ بہرحال یہ مغالطہ مؤلف کا افترا وبہتان سے بھرا ہے، پھر اس پر جو تفریع ہے، بلا فائدہ ہے۔

قال: اول یہ کہ مسند کو امام اعظم کی جمع کی ہوئی کہنا محض کذب ہے، اس لیے کہ اس مسند کو محمود بن محمد

---

(۱)- مقدمة المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج:۱، ص:۱۸، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، ۱٤۲۸ھ

خوارزمی نے امام اعظم کی وفات پانے سے بعد پانچ سو چوبیس برس کے تالیف کیا ہے، اور اس کو امام اعظم کے نام پر لگا دیا ہے اور سلسلہ اس کے اسناد کا محمود بن محمد خوارزمی سے لے کر امام اعظم تک پانچ سو چوبیس برس کے فاصلہ تک کا بالکل ندارد ہے۔

اقول "أستغفر الله لا حول ولا قوة إلا بالله بخمسة أوجه". سچ ہے حدیث میں ہے کہ آدمی جھوٹ بولتے بولتے اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک کذاب یعنی بڑا جھوٹا لکھا جاتا ہے، کوئی عقل مند سے پوچھے کہ نعوذ باللہ تمھاری تحریر پکار رہی ہے کہ خوارزمی نے امام اعظم رحمہ اللہ پر افتراے محض کیا ہے، اس قدر حدیثیں اپنی طرف سے جوڑ کر امام کے ذمہ لگا دیے ہیں، حالاں کہ یہ بہتان محض، اور جہالتِ واضحہ ہے، اس لیے کہ کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ مسند کو خود حضرت امام ہمام نے جمع کیا ہے، جیسا کہ کوئی اس بات کا قائل نہیں کہ مسند شافعی کو خود امام شافعی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے، بلکہ مسند امام شافعی کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے جمع کیا ہے، اسی طرح مسند امام اعظم رحمہ اللہ کو ان کے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ وغیرہ نے جمع کیا ہے۔ اور وہ سب کے سب پندرہ ہیں، اس کے بعد قاضی القضاۃ ابو المؤید خوارزمی نے انھیں مسندوں سے اپنی مسند کو جمع کیا ہے جو مسند خوارزمی سے مشہور ہوگئے، اور چوں کہ وہ روایات امام سے لے کر آں حضرت ﷺ تک ثابت و صحیح ہیں، اس لیے مسند امام مشہور ہے، نسبت کے لیے مجاز کافی ہے، دیکھو آج کل جو امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا مشہور ہے، وہ خود امام مالک کی جمع کردہ نہیں بلکہ اس کو یحییٰ بن یحییٰ مصمودی نے جمع کیا ہے، علامہ خوارزمی نے مقدمۂ کتاب میں سب مسندوں کے نام لکھے ہیں، اور یہ بھی لکھا ہے کہ "جب میں نے بعض جاہلوں کو شام کے ملک میں دیکھا کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کوئی مسند نہیں، اور چند حدیثوں کے سوا ان کو روایت نہیں (جس طرح غیر مقلدین کہتے ہیں) تو مجھ کو دین کی حمیت ہوئی، اور چاہا کہ احادیث مسند امام کو کہ پندرہ مسندیں ہیں، اور بڑے بڑے علماے حدیث نے ان کو جمع کیا ہے، جمع کر دوں۔(۱)

اور عقود الجواہر المنیفہ کے دیباچہ میں ہے:

بہر حال بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ وہ نفیس کتاب ہے جس میں احکام کی ان احادیث کو ذکر کروں گا، جن کو ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، خدا ان کی روح کو تازہ و خوش کرے، اور ہماری طرف ان کا بھید اور فتوح پھیر دے، اور وہ حدیثیں ایسی ہیں کہ جن پر صحاح ستہ والوں نے موافقت کی ہے، یا بعض نے۔ اور میں ان کی موافقت کا اشارہ کروں گا کہ متن میں ہے، یا سند یا معنیٰ میں، اور ماسوا ان کے اور احادیث کو تبعاً ذکر کر دوں گا، اور اس پر اعتماد کروں

(۱)- جامع مسانيد الإمام الأعظم، مقدمة الكتاب، ص: ٤، مجلس دائرة المعارف، حيدر آباد، دكن.

گا کہ جو پندرہ مسندیں امام کی طرف منسوب ہیں، جن کو ائمہ نے تخریج کیا ہے، بعضے ان میں وہ ہیں کہ ان کے چاروں شاگردوں نے جمع کیا ہے۔

اول حماد ابن امام رحمہ اللہ کی مسند۔ **دوسرے** امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسند، **تیسری** امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسند جس کو آثار کہتے ہیں، **چوتھی** حسن بن زیاد لولوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسند اور ان کی روایتیں امام سے بلا واسطہ ہیں۔

اور ان کے بعد کے ائمہ کی یہ ہیں:

پانچویں امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد یعقوب بن الحارث حارثی کی مسند، جو بخاری کے مشہور استاذ ہیں، اور ابو حفص صغیر کے شاگرد ہیں، **چھٹی** ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر عدل کی مسند۔ **ساتویں** ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی صاحب حلیہ کی مسند۔ **آٹھویں** ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی کی مسند۔ **نویں** عمرو بن حسن اشنانی کی مسند۔ **دسویں** ابو الحسین محمد بن المظفر کی مسند، اور یہ چھ حافظِ حدیث کہلاتے ہیں۔ **گیارہویں** احمد بن محمد بن خالد کلاعی کی مسند۔ **بارہویں** محمد بن عبد الباقی انصاری کی مسند۔ **تیرہویں** ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی کی مسند، **چودہویں** ابو بکر مقری کی مسند۔ **پندرہویں** حسین بن محمد بن خسرو کی مسند۔

اور ان سب کو امام ابو المؤید خوارزمی نے، جو سن چھ سو پچھتر (۶۷۵ھ) میں فوت ہوئے ہیں۔ ایک کتاب میں جس کا نام "جامع المسانید" ہے، جمع کیا ہے، ان میں سے بعض مسند کا سماع تو ان کو بطور اتصال کے ہے، اور بعض کا بالمشافہ اجازت سے، اور بعض عام اجازت میں داخل ہیں، انتہیٰ۔

اب مؤلف کا یہ کہنا کہ خوارزمی سے امام تک سلسلہ ندارد ہے، بلکہ خود انھوں نے گویا اٹکل سے جمع کر لی ہے، کس قدر مہمل وجہالت واتہام ہے، کیوں کہ جب ان (ابو المؤید خوارزمی) کو گزشتہ زمانے میں جمع کی گئی مسانید کی سند ان مسانید کے جمع کرنے والوں تک اتصال کے طریقے پر ثابت ہے اور انھوں نے اسی کو جمع کر دیا تو اس میں کون سے قباحت ہوئی، اور ہر حدیث میں اپنے سے لے کر امام تک سلسلہ ندارد کہنا بھی غلط ہے۔ مع ہذا اس کے بیان کی حاجت نہیں اگر ایسا ضرور ہے تو چاہیے کہ کوئی شخص یوں نہ کہہ سکے کہ بخاری یا مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، مثلاً صاحبِ مشکاۃ پر یہی اعتراض ہو گا، کیوں کہ ان میں اور بخاری ومسلم وغیرہ میں ایک زمانہ گزر چکا ہے، اب یہ اعتراض مالیخولیا[1] کا اثر رکھتا ہے یا نہیں؟

اور شاہ صاحب کا کلام صرف اس میں ہے کہ بالفعل مسند جو مشہور ہے، اس کو امام کا جمع کردہ نہیں کہہ سکتے، یہ

---

(۱)- مالیخولیا: دیوانگی، جنون، دماغ کا فتور۔

مطلب نہیں کہ وہ احادیث غیر معتبر ہیں، امام خوارزمی نے اپنی طرف سے بنالی ہیں حاشاہ اللہ۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مسند امام کی احادیث نہایت درجہ کی صحیح ہیں، کیوں کہ ان مسانید میں امام کی روایات حدیث بطور صحیح مروی ہیں، اور وہ نہایت قوی ہیں؛ کیوں کہ تابعی یا صحابی ان کے راوی ہیں، اور ان میں ضعف نادر ہے، بخلاف دیگر محدثین کے کہ جن کے راوی کثیر ہیں، جس سے حدیث کم درجہ کی ہو جاتی ہے، اور امام کی احادیث میں اگر ضعف آیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امام کے بعد جو راوی ہیں ان میں ضعف پیدا ہوا ہے جو اصل احتجاج کو مضر نہیں، چناں چہ امام شعرانی میزان میں فرماتے ہیں کہ:

''بے شک خدا کا مجھ پر فضل ہوا ہے کہ میں نے امام کی تینوں مسندوں کا مطالعہ کیا ہے کہ وہ صحیح نسخے تھے، اور ان پر حفاظ کے دستخط تھے، ان کے اخیر حافظ دمیاتی کی مسند ہے کہ اس کو میں نے دیکھا ہے کہ کوئی حدیث سوائے خیار تابعین کے کہ عادل ثقہ ہیں، اور وہ خیر القرون میں ہیں، جن کی رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی ہے نہیں ہے، مثل اسود و علقمہ و عطاو عکرمہ و مجاہد و مکحول و حسن بصری وغیرہ رضی اللہ عنہم کے، اب جو راوی کہ امام اور رسول اللہ ﷺ میں ہیں، تو وہ پکے ثقہ، عادل ہیں، ان میں کوئی بھی جھوٹا یا مطعون نہیں ہے، بھائی صاحب ان کی عدالت سے خوش ہو جن سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے ہیں، اور ان سے دین کو لیتے ہیں، اور امام کا بہت پرہیز گار ہونا اور امت محمدیہ ﷺ پر شفقت کرنا اس کے علاوہ ہے۔''

(یہاں تک کہ یہ لکھا ہے) ''اگر یوں کہا جائے کہ جب تم کہہ چکے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی کوئی دلیل ضعیف نہیں، کیوں کہ ان کے اور آں حضرت ﷺ کے درمیان جتنے راوی ہیں وہ سب کے سب جرح اور ضعف سے بچے ہوئے ہیں کہ وہ صحابہ و تابعین ہیں، تو اب بعض حفاظ کے قول کا جو بعض دلائل امام کو ضعیف کہتے ہیں، کیا جواب ہے؟ **تو جواب** اس کا یہ ہے کہ ہم پر یقیناً واجب ہے کہ یوں کہیں کہ یہ ضعف ان راویوں میں آیا ہے جو امام کی وفات کے بعد ہوئے ہیں کہ انھوں نے اور طریقہ سے اس کو روایت کیا ہے، کیوں کہ ہم نے امام کی تینوں مسندوں میں جو حدیث پائی ہے تو وہ صحیح ہے، اس لیے کہ اگر وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو اس سے دلیل نہ لاتے، اور کوئی حرج نہیں اس راوی میں کہ جو امام کی سند کے نیچے جھوٹا اور متہم آ گیا ہو، اور ہم کو حدیث کی صحت کے لیے مجتہد کا اس سے دلیل لانا کافی ہے، اور اس پر ہم کو عمل واجب ہے، اگر چہ دوسرے نے اس کو روایت نہ کیا ہو، اس نکتۂ باریک کو جس پر میں نے تم کو خبردار کیا ہے، سوچو؛ کیوں کہ شاید تم کو کسی محدث کے کلام میں ایسی عمدہ بات نہ ملے گی، اور جب تک امام کی تینوں مسندوں کو نہ دیکھ لے اور وہاں حدیث نہ ملے تب تک اس بات سے ڈرنا کہ یوں کہے کہ امام کے دلائل ضعیف ہیں۔'' انتہیٰ(۱)

---

(۱)- المیزان الکبریٰ الشعرانیة، فصل فی تضعیف قول من قال: إن أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة ضعيفة غالبا. ج:۱، ص:۸۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

سبحان اللہ! ایک تو ایسے ایسے بڑے درجہ کے عالم اور امام ہیں کہ امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسانید کے مطالعہ سے شکر کرتے ہیں، اور ان کو نہایت صحیح بتلاتے ہیں، اور ایک آج کل کے کُودَنْ[۱] ہیں کہ بغیر سمجھے بوجھے ان کو موضوع، اور بناوٹی بتلاتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا

اور اس مسند کو طبقۂ رابعہ سے کہنا صرف بہ اعتبار جمع خوارزمی کے ہے، ورنہ یہ اول درجہ کی حدیثیں ہیں، جیسا کہ گزرا؛ کیوں کہ ہمارے امام بفضلہٖ تعالیٰ اول درجہ کے مجتہد تابعی ہیں کہ باقی ائمہ ثلاثہ پر قطع نظر دیگر امورِ اجتہادیہ کے اس وجہ سے بھی فضیلت رکھتے ہیں، پھر احادیث امام اول درجہ کی صحیح نہ ہوں، اس کے کیا معنیٰ؟ اس کا انکار امر بدیہی کا انکار ہے، اور یہ مراتب مقرر کردہ صرف اضافی یا تقلیدی ہیں جو کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے ثابت نہیں۔ جب ایسی بات مخالفین کے نزدیک حجت نہیں تو خصم پر کب حجت ہے، فافهم۔

قال: امام اعظم کو تو بجز سترہ حدیثوں کے اور کوئی حدیث ہی نہیں ملی، چناں چہ عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ الخ

اقول وبہ احول:

زٹلیات[۲] نہ ہانکا کرو میاں صاحب — کہ چٹکیوں میں اڑائیں گے ہوش مند ان کو

یہاں پر بھی مؤلف صاحب نے عقل وعلم وانصاف ودیانت کو بالائے طاق رکھ کے ایسی مہمل بات کہہ دی ہے کہ کوئی جاہل بھی نہ مانے، بھلا کہیں ایسی واہیات باتوں سے ائمہ عظام کے دامن تک غبارِ طعن پہنچ سکتا ہے، اور تاریخ ابن خلدون کا جو حوالہ دیا ہے اس سے مؤلف کا مطلب کئی طرح ثابت نہیں ہوتا، اور فی نفسہٖ وہ کئی وجہ سے قابلِ حجت نہیں۔

اول: یہ کہ یہ روایت ابن خلدون سے صحیح نہیں ہوئی، کاتب کی غلطی ہے، اس لیے اس کے مصحح نے مقدمۂ ابن خلدون مطبوعہ مصر ۱۲۷۴ھ میں لکھا ہے: اور وہ پانچ قول ہیں، اول ۵۰۰، دوم ۷۰۰، سوم ۱۰۰۰، وچند، چہارم ۱۷۲۰، پنجم ۶۶۶، اور ان میں کوئی قول سترہ کا نہیں۔

دوم: سترہ کی روایت بصیغۂ یقال ہے جو ضعف پر دال ہے۔

سوم: ان اقوال کا مطلب یہ نہیں کہ امام کو ساری عمر میں اتنی ہی حدیثیں پہنچی ہیں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ امام سے ان کے شاگردوں کو حدیث کی روایت کم پہنچی ہے، اور امام نے حدیث کو اپنے اصحاب کے روبرو کم بیان کیا ہے،

---

(۱)- کودن: نادان، احمق، بے وقوف، کند فہم۔

(۲)- زٹلیات: بے اصل باتیں۔

بلکہ بطور فقہ مسائل بہ کثرت بیان کیے ہیں جو اصل مقصود بالعمل ہیں، اور حدیث کا کم روایت کرنا بنابر احتیاط تھا، جیسا کہ بعض صحابہ کا بھی مذہب تھا، لیکن اس سے علم وفضل میں ہرگز نقصان نہیں آتا، دیکھو بعض صحابہ کبار مثل سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جو علم و فضل میں مسلم ہیں، ان سے بھی حدیث کی روایت بہ نسبت دیگر صحابہ مثل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کم ہے، اب کوئی طعن سے اس امر کو لکھے تو خاصہ رافضی بن جائے، مگر ہمارے نزدیک ان میں اور ہمارے مخالفین میں چولی دامن کا فرق ہے، اس لیے ان سے تعجب بھی نہیں جو جواب اہلِ سنت کا احادیث خلیفۂ اول میں ہے، وہی امام اقدم و مجتہد اعظم میں سمجھو۔

چہارم: اگر اسی قدر احادیث ان کو معلوم ہوں تو مجتہدین میں امام کا داخل ہونا کس طرح ہوگا، حالاں کہ بالاتفاق علما سے ثابت ہے کہ مجتہد کے لیے سب احادیث احکام کا پہنچنا ضروری ہے، کما مر۔ اور مجتہد ہونا امام کا اجلیٰ بدیہیات سے ہے، اس کا منکر زمرۂ انسانیت سے خارج ہے۔

پنجم: مؤلف کے اس قول کو اس کا رسالہ ”ظفر المبین“ ہی رد کرتا ہے، کیوں کہ مسائل امام پر طعن کیا ہے، اور ان کو بطور نمونہ سو تک شمار کیا ہے، ورنہ یہ بھی کہا ہے کہ حدیث کے مخالف مسائل بیش تر ہیں اور جا بہ جا دعویٰ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ نے اس حدیث کا خلاف کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ عمداً خلاف کرنا جب ہی متصور ہے کہ اس پر مخالف کو اطلاع ہو، اب مؤلف بہ زبانِ حال یہ کہہ چکا ہے کہ سو مسائل بلکہ زیادہ میں امام کو اس قدر حدیثیں پہنچی ہیں، پھر یہ کیسا ذہول[1] ہے کہ وہ سترہ رہ گئیں، سچ ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد

اب یہ قول سترہ کا تو ان مسائل سے مردود ہوا، اور وہ اتہامِ طعن مسائل بہ باعث عدم مخالفت عمداً یا عدم فہمید مردود تھا، پس ہر دو باتیں مردود ہوئیں، وھو المدعی۔

ششم: ایک اور خرابی اور مشکل غیر مقلدین پر خصوصاً لازم آئے گی، وہ یہ کہ اگر ان اقوال ابن خلدون کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ صحیحین وغیرہ صحاح ستہ کی بعض احادیث وضعی ہوں، کیوں کہ اس عبارت میں یہ بھی ہے کہ امام مالک کی حدیثیں صحیح وہی ہیں جو ان کی مؤطا میں ہیں اور وہ غایۃ الامر تین سو ہیں، اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسند میں پچاس ہزار حدیثیں ہیں، اور وہی صحیح ہیں۔ اب ہم ان حدیثوں میں کلام کرتے ہیں کہ جو ماسوائے مؤطا امام مالک کے بخاری و مسلم وغیرہ نے امام مالک سے حدیثیں روایت کی ہیں، یا امام احمد سے جو سوائے ان کے مسند کی صحاح والوں نے روایت کی ہیں کہ وہ بقول اس مورخ کے وضعی و ضعیف ہونی چاہئیں، پھر بخاری و مسلم و دیگر اہلِ صحاح کا وضاع ہونا

---

(۱)- ذہول: غفلت۔

لازم آئے گا، جس سے مؤلف ناواقف ہے، اور عجیب تر یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں نام ہی نہیں لکھا، شاید کہ اس مؤرخ کے نزدیک وہ مجتہد نہ ہوں گے۔ الغرض اس تاریخ کا حوالہ چند مفاسد پر حاوی ہے، جس کی مؤلف کو خبر نہیں، اور مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ مجتہدین کی نسبت یہ بدگمانی کرے، اور عجیب بات ہے کہ محدثین کی تو لاکھوں حدیثوں پر نظر ہو، اور مجتہدین کو کہ جو محدثین کے پیشوا و مشائخ ہیں خاص کر امام اعظم رحمہ اللہ جیسے مجتہد کو جو کہ لاثانی ہیں، سترہ حدیثیں ملیں: ع بریں عقل و دانش بباید گریست

اور ان باتوں سے اماموں کا کچھ نقصان نہیں، حاسد خود جل کر خاکِ سیاہ ہوتے ہیں، چاند پر کوئی خاک ڈالنے لگے تو اپنے منہ پر پڑے گی، خداوند کریم نے آپ کو چراغ محمدی علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کر کے بھیجا ہے، کسی کے بجھانے سے کب بجھتا ہے۔

چراغے را کہ ایزد برفروزد چو ناداں تف زند ریشش بسوزد

اور یہ کہنا کہ امام کا ذکر کتب محدثین میں نہیں، عجیب جہالت ہے، کیوں کہ کتبِ محدثین سے کیا مقصود ہے، آیا صحاح ستہ، یا اس کے سوائے اور کتبِ حدیث و رسائل محدثین بھی، اگر اول مقصود ہے، حالاں کہ حصر باطل ہے، تب بھی ذکر امام کا ان کتب میں موجود ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ مذہب امام کے خلاف احادیث ذکر کر کے امام کو بعض الناس کہتے ہیں، امام ترمذی جابہ جا کہتے ہیں: "وهو قول سفيان" و"أهل الكوفة" اور اس سے مقصود امام وغیرہ ہیں، اور دیگر رسائل وکتب محدثین کا تو کچھ شمار نہیں جن میں محدثین نے مناقبِ امام میں مستقل رسالے لکھے ہیں، کما سیاتی ذکرہ، پس انکار اس کا جہالت واضحہ یا تعصبِ باردہ ہے۔

قال: اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ مکہ معظّمہ میں چاروں اماموں کے چار مصلے جو کہ اس وقت میں موجود ہیں ان کو حدیث پر چلنے والے لوگ بدعت کہتے ہیں، سو جواب اس کا چار طرح پر ہے، اول یہ کہ مکہ معظّمہ میں چاروں مصلے چاروں اماموں کے علاحدہ علاحدہ سن آٹھ سو سات ہجری میں بیسق نے بیچ زمانۂ فرح بن برکوک کے بنائے ہیں، لیکن ان کے بنانے اور مقرر کرنے کے لیے نہ تو حکم خدا ناطق ہے اور نہ حکم رسول۔ ص: ۳۲۸

اقول بتوفیقہ: تازگی فکر کی کبھی نہ گئی جب سنائی نئی سنائی بات

مقلدین ائمۂ اہلِ سنت یوں کہتے ہیں کہ چاروں مصلوں کو غیر مقلد وغیرہ بدعتی بدعتِ سیئہ کہتے ہیں، اور ہم اوپر بھی کہہ چکے کہ مقولہ حدیث پر چلنے کا اپنے تئیں آپ کہا کیجیے، اور اپنے منہ میاں مٹھو بنا کیجیے لیکن اس قول کو مقلدین اہلِ سنت کی زبان سے صادر ہونا من قبیل المحالات سمجھیے، اب مصلوں کا حال سنیے، اگر چہ یہ کسی زمانہ میں جاری ہوئے

ہیں لیکن بدعتِ سیئہ ہرگز نہیں، بلکہ بدعتِ حسنہ اور سنتِ حسنہ میں داخل ہیں، اس لیے کہ جب مذاہب ائمۂ اربعہ مقبول قواعدِ شرع و علماے اہلِ حرمین شریفین -زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً- وغیرہ بلادِ اسلام ہوئے تو مصلے بھی خلافِ قاعدۂ شرع نہیں، بلکہ اذنِ شارع میں داخل ہیں، چناں چہ علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ شرح طریقۂ محمدیہ کی بحثِ بدعت میں ان مصلوں کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:

”وقَد سُئِلَ بعضُ العلماءِ عَن هذهِ المَقاماتِ المنصوبةِ حول الكعبةِ التي يصلونَ فيها الاٰنَ بأربعةِ أئمةِ علىٰ مقتضٰى المذاهبِ الأربعةِ ما كانت السنةُ علىٰ ذٰلكَ، ولَا عصرُ التابعينَ، ولا تابعيهِم، ولَا عهدُ الأئمةِ الأربعةِ، ولا أمروا بهَا، ولا طلبوهَا، فأجابَ بأنها بدعةَ، ولٰكنها بدعةٌ حسنةٌ لا سيئةٌ، لأنها تدخلَ بدليلِ السنةِ الصحيحةِ وتقريرهَا في السنةِ الحسنةِ؛ لأنها لم يحدِث منها ضررٌ ولا حرجٌ في المسجد، ولا في المصلين من المسلمين لعامة أهل السنة والجماعة، بل فيها عميم النفع في المطر والحر الشديد والبردِ و فيها وسيلة للقرب من الإمام في الجمعة وغيرها، فهي بدعة حسنة ويُسمون بفعلهم للسنة الحسنة ، وإن كانت بدعة أهل السنة لا أهل البدعة، لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من سن سنة حسنة، فسمى المبتدع للحسن مُستَنًّا فأدخله النبي صلى الله عليه وسلم في السنة، وَقَرَنَ بذٰلك الإبتداع وإن لم يرد في الفعل فقد ورد في القول، فالسّانُّ سني لا بدعي لدخوله بتسمية النبي صلى الله عليه وسلم فيما قَرَّرَ من السنة، وضابط السنة ما قرره أو فعله النبي صلي الله عليه وسلم وَدَاوَمَ عليه وأظهر ، ومن جملة فعله ايضاً قوله صلى الله عليه وسلم وسكوته على الأمر؛ لأنه تقرير وإذن في إبتداع السنة الحسنة إلى يوم الدين، وأنه ماذون له بالشرع فيها وما جور عليها مع العاملين لها بدوامها.“ انتھیٰ(۱)

یعنی بے شک بعض علما سے ان مقامات کی نسبت پوچھا گیا جو کعبہ کے چوطرف ہیں جہاں چاروں مصلے چار مذاہب کے موافق بنائے گئے ہیں اور وہاں نماز پڑھی جاتی ہے، نہ تو اس پر سنت ہے، نہ زمانہ تابعین اور تبع تابعین کا اور نہ زمانہ ائمہ اربعہ کا اور نہ انھوں نے ان کا حکم کیا، اور نہ ان کی خواہش کی۔

---

(۱)- الحديقة النديه شرح الطريقة المحمديه، الفصل الثاني من الفصول الثلاثة من الباب الأول فى بيان أقسام البدع، ج:۱، ص:۱۰۳.

تو جواب میں کہا کہ یہ مصلے بدعت ہیں لیکن بدعتِ حسنہ ہیں نہ بری بدعت، کیوں کہ یہ مصلے سنتِ صحیحہ و تقریرِ صحیح کی دلیل سے سنتِ حسنہ میں داخل ہیں، اس لیے کہ ان کے ہونے سے کچھ نقصان ظاہر نہیں ہوا، نہ مسجد میں اور نہ مسجد کے نمازی مسلمانوں سے اہل سنت کے عام لوگوں کو، بلکہ ان میں بارش اور سخت گرمی و سردی میں بہت فائدہ ہے، اور جمعہ وغیرہ میں امام سے قریب ہونے میں وسیلہ ہیں تو وہ بدعتِ حسنہ ہیں اور سنتِ حسنہ کے فعل سے، گو بدعت (بہ اعتبارِ لغت) ہے، وہ لوگ اہل سنت کہلاتے ہیں نہ بدعتی (جیسا کہ غیر مقلدین وغیر مبتدعہ کا گمانِ بد ہے) کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے سنت یعنی عمدہ طریقہ جاری کیا، اب عمدہ کام کے مبتدع کا آپ نے سنی نام رکھا ہے، اور داخل کیا اس کو نبی ﷺ نے سنت میں اور اس کے ساتھ نئے کام کو ملایا ہے، اگرچہ یہ بات فعل میں وارد نہیں ہوئی قول میں تو بے شک وارد ہوئی ہے، پھر سنتِ حسنہ کا جاری کرنے والا سنی ہوا نہ بدعتی، کیوں کہ نبی ﷺ کے نام رکھنے سے اسی سنت میں وہ داخل ہے، جس کو آپ نے مقرر فرمایا ہے، اور قاعدہ سنت کا یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اس کی تقریر کی ہو یا اس کو ہمیشہ ظاہر اً کیا ہو اور من جملہ افعال کے آں حضرت ﷺ کا قول اور سکوت کسی کام پر بھی ہو، کیوں کہ وہ نیک کام کے ابتداع و جاری کرنے میں قیامت تک تقریر اور اذن ہے، اور یہ کہ شرعاً اس میں حکم دیا گیا ہے، اور اس پر اس کو اجر ملے گا، ان کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ عمل کریں گے، انتہیٰ۔

اس کے بعد حدیث "من سن في الإسلام سنة حسنة" کو مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و احمد سے روایت کر کے امام نووی سے جو شرح مسلم میں تقریر لکھی ہے، یہی لکھا ہے، کہ ان احادیث میں سنت حسنہ کے جاری کرنے کی ترغیب ہے اور بری سنت کی مذمت ہے۔ خواہ اسی نے اس کو ابتداءً شروع کیا ہو، یا اس کی طرف منسوب ہو، خواہ وہ تعلیم علم ہو یا عبادت یا ادب، اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بعد اس کے عمل ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جاری کیا ہو، اب اس پر عمل خواہ اس کی زندگی میں لوگوں نے کیا ہو، یا بعد موت کے، انتہیٰ ملخصاً۔

اور پوری عبارت و تقریر شرح مسلم میں بھی موجود ہے۔ الغرض چاروں مصلے شرعاً بدعتِ سیئہ نہیں ہیں بلکہ بدعتِ حسنہ ہیں جو آں حضرت ﷺ کی حدیث قولی کے تحت داخل ہیں، اب مؤلف کا یہ کہنا کہ "نہ اس پر حکم خدا و رسول ﷺ کا ناطق ہے" قواعد شرع اور حدیث سے ناواقفیت ہے، اور جب قولی حدیث میں یہ مصلے داخل ہیں تو اب تحت حکم خدا خود ہوگئے۔ قال اللہ تعالیٰ:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ.(۱)

یعنی جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو اس نے خدا کی اطاعت کی۔

---

(۱)- سورۃ النساء ٤، آیت: ٨٠

اور معترض صاحب کا مصلوں کے خلاف پر آیت: " وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى " (۱) سے استدلال لانا اور اجتہادِ بے بنیاد کرنا عجیب ہے، کیوں کہ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہیں نماز پڑھا کرو تو چاہیے کہ جمیع صحابہ وغیرہ کی نمازیں بلکہ آں حضرت ﷺ کی نمازیں جو ماسوائے مصلائے ابراہیم خانۂ کعبہ کی طرف پڑھی ہیں، باطل وفاسد ہو جائیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلك. کیوں کہ اس خاص مصلے پر بہ ہیئت اجتماعیہ سب لوگ نماز نہیں پڑھ سکتے، اکیلے اکیلے پڑھیں تو پڑھ سکتے ہیں۔ علیٰ ہذا ہم کہتے ہیں کہ خود معترض صاحب وجملہ غیر مقلدین کی نمازیں ہندوستان وپنجاب میں غیر صحیح ہونی چاہئیں، اس لیے کہ مصلیٰ ان کا مقامِ ابراہیم ہے، خاص اس مقام پر تو کیا اس کی طرف بھی نماز یقیناً نہیں ہوتی اور اہلِ سنت کی نمازیں صحیح ہو جاتی ہیں کیوں کہ خدا فرماتا ہے:

" فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ " (۲)

یعنی اب پھیریے آپ اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف اور جہاں کہ تم ہو اسی طرف منہ پھیرا کرو، یعنی نماز میں، انتہیٰ۔

اب اس کے موافق اہلِ سنت کی نماز اس کی طرف واقع ہو جاتی ہے، اور مصلوں کا یہ مطلب نہیں کہ حنفی کی حنفی مصلے پر نماز ہوتی ہے، دوسرے پر نہیں، بلکہ چاروں طرف ہوتی ہے، یہ صرف امتیاز اور موجب فائدہ کے ہیں، کما مر۔

اور اگر مقامِ ابراہیم ہی کو مصلیٰ بنایا جائے تو اس آیت پر علی الاطلاق عمل ممکن نہیں، اس لیے مفسرین وغیرہ وہاں پر حرم میں جا کر نماز پڑھنا استحبابی امر فرماتے ہیں، چناں چہ علامہ بیضاوی اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"وهوَ أمرٌ استحبابيٌ ، رويَ أنهٗ عليه الصلاة والسلام أخذَ بيدِ عمرَ رضي الله تعالى عنه وقالَ : "هذا مقامُ إبراهيمُ ، فقالَ عمرُ : أفلا نتخذهٗ مصلّى ، فقال : لم أومر بذلك ، فلم تغب الشمس حتى نزلت " وقيل : المراد به الأمر بركعتي الطواف ، لما روى جابر أنه عليه الصلاة والسلام : لما فرغ من طوافه عمد إلى مقام إبراهيم فصلى خلفه ركعتين وقرأ : "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ . "(۳)

---

(۱)-البقرة۲، آیت:۱۲۵

(۲)-البقرة۲، آیت:۱٤٤

(۳)-تفسير بيضاوي، زیر آیت، " وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ " ج:۱، ص:۳۹۸، ۳۹۹، دار الفکر، بیروت.

یعنی یہ امر استحبابی ہے، مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ مقام ابراہیم ہے، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: کیا ہم اس کو نماز پڑھنے کی جگہ نہ بنائیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس بات کا حکم نہیں ہوا، پھر آفتاب ڈوبنے نہ پایا تھا کہ یہ آیت اتری۔ اور کہا گیا ہے کہ مقصود اس امر سے طواف کی دو رکعتیں ہیں؛ کیوں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ جب اپنے طواف سے فارغ ہوئے تو مقامِ ابراہیم کی طرف تشریف لائے اور اس کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں، اور یہ آیت پڑھی "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ". انتہیٰ۔

اب غیر مقلدین کے اجتہاد کی قلعی کھل گئی، اور جو ناحق عمدہ کاموں کو بے سمجھے بوجھے اور احادیث سے ناواقف رہ کر اعتراض کرنے اور بدعتِ سیئہ کہنے کو تیار ہو جاتے ہیں، اس کا حال بخوبی معلوم ہو گیا کہ یہ جہالت یا مغالطہ ہے۔

قال: مسئلہ دوازدہم: فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ: بسم اللہ، اور آمین نماز میں پکار کر کہنا مکروہ ہے، اور جامع الرموز میں محیط سے نقل کر کے لکھا ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہنی سنت ہے، اور پکار کر کہنا مکروہ ہے، اور ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام اور مقتدی نماز میں آمین آہستہ کہیں، اور یہ مذہب امام اعظم اور امام مالک اور اہلِ کوفہ کا ہے، سو امام اعظم اور امام مالک اور اہلِ کوفہ نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے، ان اکیس حدیثوں کا۔

اقول وبه أحول أستغفر الله لا حول ولا قوة إلا بالله.

مزن بے تامل بہ گفتار دم　　　　نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم

جاے غور و مقامِ فکر ہے کہ مؤلف نے اس مقام میں کس قدر بے باکانہ کلام کیا ہے، حسد باطنی سے ائمہ کبار امام ابو حنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما کو تو مخالف حدیث بنانا سہل جانتا تھا، مگر یہاں پر اہلِ کوفہ بھی طعن مخالفت حدیث سے نہ چھوٹے، اور اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ کوفہ میں سیکڑوں صحابہ و ہزاروں تابعی و تبع تابعی موجود تھے، اور وہ علم کا گھر رہا ہے، اور فضلاے نام دار کا مقام، چناں چہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

"وَالْكُوفَةُ هِيَ الْبَلْدَةُ الْمَعْرُوفَةُ وَدَارُ الْفَضْلِ وَمَحَلُّ الْفُضَلَاءِ بَنَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ." انتهى(۱)

یعنی کوفہ ایک مشہور شہر ہے اور علم کا گھر ہے اور فضلا کا مقام ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بسایا تھا۔ انتہیٰ۔

اور قاموس میں ہے:

(۱)- المنهاج في شرح صحيح مسلم، علىٰ هامش صحيح مسلم، الصلوٰة، باب القراءة، فى الظهر والعصر، ج:۱، ص:۱۸۵، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

"الكوفة مدينة العراق الكبرىٰ و قبة الإسلام و دار هجرة المسلمين وكانت منزلة نوحٍ عليه السلام."انتهیٰ

یعنی کوفہ عراق کے بڑے شہروں سے ہے، اسلام کا قبہ اور مسلمانوں (یعنی صحابہ وغیرہ) کی ہجرت کا گھر ہے، اور پہلے نوح علیہ السلام کا مقام رہا ہے۔

علیٰ ہذا امام مالک رحمہ اللہ اپنے وقت میں اہلِ مدینہ کے بڑے علمائے مجتہدین سے تھے کہ دور دور سے لوگ علم حدیث ان سے حاصل کرنے کو جوق در جوق آتے تھے، اور وہ صحابہ و تابعین وغیرہ اہلِ مدینہ کا مذہب خوب جانتے تھے، پس اہلِ مدینہ و اہلِ کوفہ کا جن میں ہزاروں صحابہ و تابعین وغیرہ تھے اخفائے آمین پر اتفاق ہوا۔

اب مؤلف کا ان سب کو اکیس احادیث کا مخالف کہنا آں حضرت ﷺ کے صحابہ زمرۂ رفاض[1] میں داخل کرنا ہے، جس کا ہم کو ان سے تعجب نہیں آتا، اب جو شخص صحابہ کو حدیث کا مخالف سمجھے اس سے اہلِ سنت کا تعلق کیا ہے، ہاں عوام کے بچانے کے واسطے ان لوگوں کے مغالطات کا اظہار اہلِ سنت پر لازم ہے، تا کہ بے چارے جاہل تو بچے رہیں، ورنہ ان سے تو امید منقطع ہے کہ راہِ راست پر آئیں۔

جب توقع ہی اٹھ گئی غالبؔ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

اور منصف عاقل پر اسی سے بخوبی روشن ہو جائے گا کہ یہ اکیس حدیثیں (جو واقع میں اس قدر نہیں ہیں بلکہ بہت تھوڑی ہیں، اور اس پر بھی مدعائے مخالفین کے مخالف ہیں، چناں چہ جا بہ جا اس کا ذکر آئے گا) قابلِ عمل جہر نہیں؟ کیوں کہ صحابۂ کرام اہلِ مدینہ نے، جو ترقیِ اسلام کا شہر ہے، علیٰ ہذا کوفہ کے صحابۂ کرام وغیرہ نے جہر پر عمل نہیں فرمایا، اور یہ بات محال ہے کہ جمہور صحابہ سنت کی مخالفت کریں، اب مجملاً ان احادیث کا یہی جواب کافی ہے، لیکن معاندین الد الخصام کے دعوے توڑنے کے لیے تفصیلاً جواب بھی سن لیجیے۔

قال: پہلی حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ابو داؤد میں الخ۔ ص:۹۸

اقول وباللہ التوفیق: اس حدیث سے سنت جہر آمین پر استدلال صحیح نہیں، تین وجہ کر۔

اول: یہ کہ ایک بار کا یہ واقعہ ہے، ممکن ہے کہ تعلیم کے واسطے ہو، جیسا کہ "التحیات" و قراءت سنت فجر و مغرب میں تھا۔

دوم: صحابہ کا آمین بالجہر کہنا یہاں پر ہرگز ثابت نہیں، اگر جہر سنت ہوتا تو وہ ہرگز ترک نہ کرتے۔

تیسرے: معارض ہے حدیثِ اخفا کی جو حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ چناں چہ امام احمد نے اپنی مسند

(۱)- زمرۂ رفاض: رافضی فرقہ۔ ۱۲ مشاہدی

میں روایت کی ہے:

"عن وائل بن حجر قال : صلى بنا رسول الله صلى الله عليه و سلم فلما قرأ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" قال آمين وأخفى بها صوته. انتهىٰ(۱)

یعنی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر نماز پڑھی، جب آپ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" پر پہنچے تو آمین کہی، اور آمین کے ساتھ اپنی آواز کو پوشیدہ کیا۔ انتہیٰ۔

پس تعارض کے وقت رجوع کیا جائے گا اصل دعا کی طرف اور آیتِ قرآنی اور حکمِ ربانی کے موافق اس کا حکم اخفا کا ہے سو بہ حکمِ اصولِ حدیث حدیثِ اخفا، حدیث جہر پر مرجح ہو گی اور حدیثِ جہر میں تاویل کی جائے گی اور وہ تعلیم پر محمول ہو گی تا کہ آیت و حدیث کے درمیان تطبیق ہو جائے۔

قال: دوسری حدیث: عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا تلىٰ " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ " قال: اٰمين حتىٰ يسمع من يليه من الصف الأول رواه أبو داؤد. ص:۹۸

اقول: یہ حدیث ضعیف ہے حجت کے لائق نہیں، کیوں کہ اس میں ایک راوی بشر ابن رافع ضعیف ہے، تقریب التہذیب میں ہے کہ: بشر بن رافع ضعیف الحدیث ہے۔ اور عمدۃ المحدثین والمحققین علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے:

"و هو حديثٌ ضعيفٌ وفي اسناده بشر بن رافعٍ ضعفه البخاري والترمذي والنسأي وأحمد وابن معين. انتهىٰ(۲)

یعنی وہ حدیث ضعیف ہے، اور اس کی اسناد میں بشر بن رافع ہے، بخاری و ترمذی و نسائی و احمد و ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ انتہیٰ

اور ضعیف کہنا ان محدثین کا مفسر ہو گا نہ بلا وجہ مع ہذا میزان الاعتدال میں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ کالجرح المفسر ہیں۔

---

(۱)- مسند امام احمد بن حنبل، مسند الكوفيين، ص:۱۳۷٤، ج:٤، ص:۳۱۷، حدیث نمبر ۱۹۰۵، بيت الأفكار الدولية.

(۲)- البناية في شرح الهداية، باب صفة الصلاة، ج:۱، ص:٦۳٤، المكتبة الامدادية، باب العمرة، مكة المكرمة.

قال: تیسری حدیث: وعنه قال ترك الناس التامين، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قال: " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ "قال: آمين حتىٰ يسمعها اهل الصف الأول فيرتج بها المسجد، رواه ابن ماجة.ص:۹۸

اقول: اس حدیث کے کئی جواب ہیں:

اول: تو اس میں وہی بشر بن رافع ضعیف ہے بلکہ بہ موجب قاعدۂ محدثین کے موضوع کہہ سکتے ہیں، کیوں کہ اول تو اہلِ صف اول کا صرف سننا اور پھر گونجنا مسجد کا غیر متصور ہے، اور صحابہ کا جہر غیر مذکور ہے۔

دوم: گونجنا مسجد نبوی کا اس وقت متصور نہیں تھا؛ کیوں کہ وہ تو کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی، اور اس میں گونجنے کے کیا معنیٰ۔ اور شرح نخبۃ وغیرہ میں ہے کہ:

"جو حدیث صریح عقل کے خلاف ہو وہ قسم موضوع سے ہے، اس میں تاویل نہیں ہوسکتی۔"(۱)

سوم: بر تقدیر تسلیم کے یہ کہا جاتا ہے کہ شاید حضرت ابو ہریرہ کو اخفا کی حدیث نہ پہنچی ہو، یا جہر کو اولیٰ سمجھتے ہوں۔

چہارم: یہ حدیث حنفیہ ومالکیہ واہل کوفہ وغیرہ کے موافق ہے، کیوں کہ لوگوں کا آمین بالجہر کو چھوڑ دینا صریح اس پر دال ہے کہ یہ حدیث جہر کی منسوخ ہے، اور جہر اس کا محض بوجہ تعلیم تھا، اور ظاہر ہے کہ لوگ اُس وقت سوائے صحابہ وتابعین کے اور کوئی نہ تھے، اور ترک ان کا نہ ہو گا مگر بعد اثبات سنیتِ اخفاے آمین کے، پس بعض صحابہ کا انکار اکثر صحابہ وغیرہ تارکین جہر پر حجت کیوں کر ہو گا۔ اور فائدہ میں مؤلف کا یہ کہنا کہ بعد حضرت کے آمین کہنے کے صحابہ اس قدر زور سے پکار کر آمین کہتے تھے کہ ان کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی تھی حاشیۂ محض ہے، ورنہ صحابہ سے ہرگز جہر کرنا منقول نہیں، پس باوجود اتنی باتوں کے مخالفین کے لیے حجت کیوں کر ہوگی بلکہ یہی "ترك الناس التامين" کا جملہ حنفیہ وغیرہ کے لیے حجت کامل ہے۔ اب یہ دوسری حدیث اخفا کی ہوئی۔ فافهم۔

تیسری حدیث مسند ابو داؤد طیالسی کی:

"عن وائل ابن حجر أنه صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم فلما بلغ"غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ "قال : آمين خفض (أخفىٰ) بها صوته.(۲)

---

(۱)-شرح نخبة الفكر، بيان الموضوع، ص:۵۸، مجلس بركات، جامعه اشرفيه، مبارك پور.

(۲)- مسند ابو داؤد طيالسى، بيان حديث وائل بن حجر عن النبى صلى الله عليه وسلم، ص:۱۳۸، مكتبه حسينيه، گوجرانواله.

یعنی روایت ہے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی سو جب "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" پر آپ پہنچے تو آمین خفیہ کہی، انتہیٰ۔

سو اب اہلِ انصاف پر بخوبی ظاہر ہو گیا ہو گا کہ جب زمانۂ صحابہ میں مدینۂ منورہ میں آمین کا جہر سے ہونا چھوٹ گیا، اور نیز وہ موافق تھا آیت اور حدیث اخفا کے تو پھر امام ابو حنیفہ اور امام مالک واہلِ کوفہ نے کون سی نئی بات کی ہے کہ جس سے محل طعن ہوں مگر غیر مقلدین کو تو طعن سے کام ہے اور یہی ان کا انجام ہے۔

قال: چوتھی حدیث: عن عطاءٍ رضي الله تعالىٰ عنه قال أدركت مائتين من الصحابة إذا قال الإمام "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" رفعوا أصواتهم اٰمين رواه البيهقي، وابن حبان في صحيحه. ص:۹۹

اقول: اس کا جواب بھی کئی طرح پر ہے:

اول: تو یہ اسی عطا کا قول ہے جس کی نسبت مؤلف نے صفحہ ۱۷۴ میں لکھا ہے (اور آمین کا دعا ہونا نہ تو قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے صرف عطا تابعی کے قول سے ثابت ہے اور وہ لائقِ اعتبار، اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں کیوں کہ بے دلیل بات ہے)۔

دوسرے: یہ اثر صحابہ ہے اور بقول و مذہب مؤلف کے۔ جو صفحہ ۷۹ میں اپنے امام شوکانی کی تقلید کی ہے کے کہ جس کے نزدیک صحابہ کا قول و فعل مقبول و قابل حجت نہیں یہ بھی - قابلِ حجت نہ ہو گا۔

تیسرے: عطا نے باوجودے کہ بے شمار صحابہ کو دیکھا صرف چند صحابہ کا ذکر کیا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باقی اکثر صحابہ اخفائے آمین کے عامل تھے، علاوہ اس کے ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔

چوتھے: آیت و احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابل میں یہ عمل کیوں کر حجت ہو گا، چناں چہ یہی مذہب مؤلف کا بھی ہے۔

پانچویں: اس بیہقی کی حدیث کے رُواۃ میں تامل ہے جب تک ان کی صحت معلوم نہ ہو اور بیان نہ کیا جائے لائق حجت نہیں، اور مؤلف نے ترجمہ "رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ" کا (بلند کرتے آوازیں اپنی) جو کیا ہے، غلط ہے، عربی داں اس کا یوں ترجمہ کرے گا "بلند کیا انھوں نے اپنی آوازوں کو" یعنی ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔لیکن مؤلف صاحب کو تو مغالطہ دے کر اپنا مطلب دوام کا ثابت کرنا ہے۔

چھٹے: معارض ہے اس حدیث ابو ہریرہ سے جس میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ نے آمین کہنا چھوڑ دیا اور پہلے مؤلف ہی کے قول سے بہ اقرار اس کے ثابت ہو چکا ہے کہ امام مالک و ابو حنیفہ رحمہما اللہ واہلِ کوفہ کا مذہب اخفائے آمین ہے، پھر ان سب صحابہ وغیرہ پر چند صحابہ کو ترجیح کیوں کر ہے اور نیز مخالف حدیث مرفوع کے ہے، چناں چہ چوتھی

حدیث اخفا کی یہ ہے کہ طبرانی نے معجم میں روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ جب "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" پر پہنچے تو آمین کہی، اور خفیہ آواز کی۔ انتہیٰ

قال: پانچویں حدیث: قال عطاء اٰمین دعاء و أمّن ابن الزبیر و من خلفه حتی ان المسجد لَلَجَّةَ وکان أبو هريرة يُنادي الامام لا تفتني بآمين وقال نافع كان ابن عمر لا يدعه ويَحُضُّهُم وسمعت منه في ذٰلك جزاً، رواه البخاري.ص:۹۹

اقول: اس روایت میں قول عطا کا تو موافق حنفیہ ومالکیہ وغیرہ کے ہے اور جب دعا کا خفیہ پڑھنا آیت سے ثابت ہے اگر اسے اس کے ساتھ ملا کر کبریٰ بنایا جائے تو بخوبی اخفا ثابت ہو جائے گا اور اثر ابن الزبیر کا جواب وہی ہے جو عطا کی روایت کا گزرا۔

دوم پانچویں حدیث مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ:

جب آں حضرت ﷺ "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" پر پہنچے تو آمین پوشیدہ کہی۔ انتہیٰ

دیکھو ہم نے موقوف حدیثوں کے جواب میں دو حدیثیں مرفوع ذکر کر دیں، اور ابو ہریرہ کی ندا سے امام کو جہر آمین مفہوم نہیں ہوتا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو نافع "لا یدعه" فرماتے ہیں اس کے مرجع کو جہر سے تعبیر کرنا مؤلف صاحب کا مغالطہ یا جہالت ہے۔ ان کا شائق بالآمین ہونا اور لوگوں کو ترغیب دینا جہر کو مستلزم نہیں، بلکہ غالباً ان کا عمل آیت وحدیث مرفوع واکثر صحابہ کے فعل کے موافق ہوگا، اور خواہ مخواہ ان کو اپنی بات کی طرف کھینچنا زبردستی ہے۔ اور امام بخاری کو سوائے اثر ابن الزبیر کے اور کوئی صحیح حدیث مرفوع دربارۂ جہر آمین نہیں ملی، ورنہ ضرور لکھتے اور باقی احادیث جو انھوں نے ذکر کی ہیں مطلق فضیلت آمین یا امر بقول آمین میں ہیں۔ جہر سے ان کو لگاؤ نہیں۔ مؤلف کا ان سے جہر سمجھنا جہالت یا مغالطہ ہے۔

قال: چھٹی حدیث: عَن عطاءٍ أدركتُ مِأتَينِ مِنَ الصَّحَابَةِ فى هذا المسجد إذا قال الإمام ولا الضالين سمعت لهم رجة. رواه البيهقى۔ص:۹۹

اقول: یہ وہی حدیث بیہقی کی ہے جس کو چوتھی حدیث شمار کیا ہے پھر یہاں اس کا اعادہ کرنا، تعداد بڑھانا اور بے فائدہ تکرار کرنا ہے اس لیے ہم بھی اس کے جواب میں ایک مرفوع حدیث نقل کر دیتے ہیں چناں چہ چھٹی حدیث اخفا کی محلّی شرح مؤطا میں یہ ہے کہ جب آں حضرت ﷺ "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" پر پہنچے تو خفیہ آمین کہی۔ انتہیٰ۔

قال: ساتویں حدیث: عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضى الله تعالىٰ عنه قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِينَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَہٗ. رواه أبو داؤد.ص:۱۰۰

اقول: یہ حدیث معارض ہے دوسری حدیث وائل بن حجر کی جو کہ ترمذی میں ہے اور یہ ساتویں حدیث اخفا کی ہوئی:

عَنْ عَلْقَمَۃَ بِن وَائِلٍ عَن اَبِیہِ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَرَأَ ''غَیرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِیْنَ .'' فَقَالَ: اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ۔ انتھی (۱)

یعنی علقمہ بن وائل نے اپنے باپ وائل سے روایت کی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" پڑھا تو آمین کو آہستہ سے کہا، انتہی۔

پس تعارض کے وقت مرجح ہوگی یہ حدیث جو موافق قرآن اور عمل جمہور صحابہ وغیرہ کے ہے اور حدیثِ جہر تعلیم پر محمول ہوگی اسی میں مطابقت ہے۔

قال: آٹھویں حدیث: عن نعیم المجمر قال صلیت وراء أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ثم قرأ بأم القراٰن حتی إذا بلغ ولا الضالین قال آمین الخ. ص:۱۰۰

اقول اول تو یہ حدیث ضعیف ہے کیوں کہ اس میں ابو ہلال راوی لیّن الحدیث ہے۔ تقریب(۲) التہذیب میں ہے: محمد بن سليم أبو هلال ليّن الحديث۔ یعنی محمد بن سلیم ابو ہلال حدیث میں سست ہے۔

دوم: قول سے جہر مراد لینا زبردستی ہے کما سیأتي۔

سوم: بفرض تسلیم جمہور صحابۂ کبار کے عمل کے مخالف ہے، چناں چہ گزرا، اور نیز بعض خلفاے کبار کے عمل کے معارض ہے، جیسا کہ آٹھویں حدیث اخفا کی تہذیب الآثار میں یہ ہے۔

حدثنا أبو بکر بن عیاش عن أبی سعید عن أبی وائل لم یکن عمر و علی رضی اللہ عنہما یجھر ان ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بآمین. انتھیٰ

یعنی حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر بن عیاش نے ابو سعید سے وہ روایت کرتے ہیں ابو وائل سے کہ حضرت عمر اور علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے۔ انتہی۔

پس صحابۂ کبار کی یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فعل پر مرجح ہوگی، اور نیز ان کا فرمانا کہ صحابہ نے ترک کر

---

(۱)- ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب: ماجاء فی التامین، ج:۱، ص:۳۴-۱۲.

(۲)- تقریب التهذیب ، حرف المیم، ذکر من اسمه "محمد" علی ترتیب الحروف فی آبائهم، فصل "س" ص:۸۴۹

دیا آمین کو، معارض اس کے ہے، اور نیز اس میں ذکر بسم اللہ کا ہے جس کو بخاری ومسلم وغیرہ محدثین نے ضعیف جان کر روایت نہیں کیا بلکہ اخفاے بسم اللہ کی روایتیں لکھی ہیں۔

قال : نویں حدیث: عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا قال ولا الضالين قال آمين. رواه ابن ماجة في باب الجهر بآمين۔ص:۱۰۰

اقول : اول تو یہ حدیث ضعیف ہے کیوں کہ اس حدیث میں حجیہ بن عدی ہے اور وہ خطا کرتے تھے۔ تقریب میں ہے: حُجَيَّہ بن عدی کندی یخطیء۔[1] دوم خود فعل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس کے خلاف ہے اور باوجود روایت کرنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان کا جہر کو چھوڑ دینا برہانِ قاطع اس پر ہے کہ اخفا سنت ہے علاوہ اس کے قول جہر پر دال نہیں۔ تیسرے مؤلف کے نزدیک قول صحابی حجت نہیں پھر یہاں کیوں حجت ہے؟

قال: دسویں حدیث: عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه قال صليت مع النبی صلی الله علیه وسلم فلما قال ولا الضالين قال آمين و سمعناها منه - رواه ابن ماجة فی باب الجهر بأمين.ص:۱۰۱

اقول: یہ حدیث عبد الجبار کی منقطع ہے کیوں کہ عبد الجبار کو اپنے باپ وائل بن حجر سے سماع نہیں۔ ترمذی میں ہے:

سمعت محمدا يقول عبد الجبار بن وائل بن حجر لم لم يسمع من أبيه ولا أدركه يقال إنه ولد بعد موت أبيه بأشهر، انتهى۔[2]

یعنی امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ وہ کہتے تھے عبد الجبار بن وائل بن حجر نے اپنے باپ وائل سے نہیں سنا اور نہ اس کا زمانہ پایا۔ اس کی نسبت تو یوں کہا جاتا ہے کہ بے شک وہ اپنے باپ کے انتقال کے کئی مہینہ بعد پیدا ہوا ہے۔ انتھیٰ۔

اور تقریب میں ہے: عبد الجبار بن وائل ثقہ ہے لیکن اپنے باپ سے ارسال کرتا ہے۔[3]

علاوہ اس کے معارض ہے دوسری حدیث وائل کی، چناں چہ نویں حدیث سنن دار قطنی میں ہے:

عن سلمة بن كهيل عن حجر أبی العنبس عن علقمة بن وائل عن أبيه أنه صلّى مع النبي صلى الله عليه وسلم فلما بلغ، غير المغضوب عليهم ولا الضالين'' قال اٰمين

---

(۱)- تقریب التہذیب : حرف الحاء المهملة، ص:۲۲٦.

(۲)- ترمذی، ج:اول، ص:۱۷۵، باب ماجاء فی المرأة إذا استكرهت على الزناء.

(۳)- تقریب التہذیب : حرف العین ، ص:٥٦٣.

و أخفیٰ بها صوتہ۔ انتھی۔[1]

یعنی سلمہ بن کُہیل سے روایت ہے وہ حجر ابی العنبس سے اور وہ علقمہ بن وائل سے وہ اپنے باپ وائل سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک انھوں نے نماز پڑھی ساتھ نبی ﷺ کے پھر جب کہ پہنچے "غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا الضَّآلِّيۡنَ ۝" پر تو کہا آمین اور اس کی آواز کو پوشیدہ کیا۔ انتہی۔

قال: گیارہویں حدیث: عن أبي هريرة رضی الله تعالیٰ عنہ قال کَانَ رسول الله صلی الله علیہ وسلم إذا فرغَ من قراءة أم القرآن رفع صوتہ و قال اٰمین. رواہ الدار قطني و حسّنہ والحاکم وصححه. ص:۱۰۱

اقول: اول تو یہ حدیث معارض حدیث حاکم کے ہے جس کو مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس میں اخفاے آمین ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے، پس یہ حدیث دسویں اخفا کی ہو گی۔ علاوہ اس کے حدیث جہر حاکم کو حسن یا صحیح کہنا مسلّم نہیں، کیوں کہ تصحیح حاکم و دارقطنی کی معلوم ہے، اور جہر کی روایت میں بشر بن رافع بھی ہے جو ضعیف ہے۔ علاوہ ان سب امور کے ہم نے مطلقاً جہر کا انکار نہیں کیا ہے؛ کیوں کہ تعلیم کے طور پر آپ سے جہر ہونا مسلم ہے، اسی لیے صحابۂ کرام جو آپ کے مقتدی تھے ان سے ایسی روایات میں جہر منقول نہیں، اگر سنت ہوتا تو ضرور وہ بھی جہر کرتے. وإذ ليس فليس.

قال: بارہویں حدیث: عن وائل بن حجر رضي الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم قرأ "غير المغضوب عليهم ولا الضالين"، فقال اٰمین و مدبها صوته رواہ الترمذي و أبو داؤد والدارمي و ابن ماجۃ.

اقول: اس حدیث ترمذی سے جہر لینا زبردستی ہے؛ اس لیے کہ مدّ کے معنیٰ دراز کے ہیں اور وہ جہر کو مستلزم نہیں بلکہ مد اور اخفا جمع ہو سکتے ہیں اور یہی خود شعبہ کی حدیث اخفا کی ترمذی نے نقل کی ہے جو معارض اس کے ہے پس وہ گیارہویں حدیث اخفا کی ہوئی اور خطاے شعبہ کا جواب آگے آتا ہے. اور فائدہ میں جو ترمذی میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مسلم ہے لیکن روایت شے دیگر ہے اور عمل امر آخر ہے، ان کا عمل تو جہر پر نہیں ہے

(۱)- سنن دارقطنی میں یوں ہے: عن سلمة بن كهيل ، عن حجر أبي العنبس، عن علقمة، ثنا وائل أو عن وائل بن حجر قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعته حين قال: غير المغضوب عليهم و لا الضالين. قال: آمين و أخفى بها صوته. كتاب الصلوٰة باب التامين فی الصلوٰۃ بعد فاتحة الكتاب والجهر بها . جزء اول، ص:۳۲۸، حدیث: ۱۲۵٦، بیروت

کما مر. اورامام ترمذی کا یہ کہنا کہ بہت سے صحابہ وتابعین اس کے قائل ہیں بلادلیل ہے۔کوئی حدیث جہر کی تو پیش نہ کی ایک حدیث نقل کی جو جہر پر دال نہیں، اگر صحابہ کا عمل تھا تو اس کو روایتاً بیان کرنا تھا، بلکہ حدیث ابنِ ماجہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ صحابہ نے آمین بالجہر ترک کر دی تھی. اب فقط قول ترمذی کا قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو صحابہ اور تابعین کے عدم جہر کو روایت کرتے ہیں، حجت کیوں کر ہو گا۔خاص کر جب کہ قرآن واحادیث صحیحہ اس کے مخالف ہوں۔

قال:تیرہویں حدیث: عن بلالٍ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أنه قال یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تسبقنی بآمین . رواہ ابو داؤد.ص:۱۰۲

اقول: اس قولِ بلال رضی اللہ عنہ سے جہر مراد لینا زبردستی ہے۔اس میں جہر کی بونہیں آتی، حضرت بلال کی غرض صرف یہ ہے کہ میری آمین اور آپ کی آمین ایک وقت میں ہو تا کہ ثواب آمین ہاتھ سے نہ جائے، اس سے جہر کو کیا تعلق۔ اورطرفہ سنو مؤلف صاحب نے اجتہادِ بے بنیاد سے اور ایک مسئلہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام کا بھی اس سے ثابت کیا ہے۔ چناں چہ اس کو فائدہ میں لکھا ہے (کہ مراد اس کی اس بات کے کہنے سے یہ ہے کہ جب میں سورۂ فاتحہ اپنے آپ کے پیچھے تمام کرلیا کروں تب آپ آمین کہا کریں۔پس اس حدیث سے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اور آمین پکار کر کہنا یہ دونوں باتیں ثابت ہوئیں) اب یہ کیسا رجم بالغیب[1] ہے فاتحہ خلف الامام سے بھی یہاں کوئی کوئی علاقہ نہیں، نہ آمین پکار کر کہنا مذکور ہے سوا اس کے کہ صحابی پر افترا ہے اور کیا ہے۔مگر مؤلف صاحب کو اپنے کام سے کام ہے۔

قال: چودھویں اور پندرہویں اور سولہویں حدیث دربارۂ حسد یہود کے عائشہ وابن عباس رضی اللہ عنہما اور بیہقی سے۔

اقول: اول تو حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ضعیف ہے؛ کیوں کہ ایک راوی اس کی سند میں حماد بن سلمہ ہے،جس کا حافظہ آخر عمر میں متغیر ہو گیا تھا چناں چہ تقریب میں ہے۔ حماد بن سلمة بن دینار تغیر حفظه بآخره۔[2] اور دوسرا راوی سہیل بن ابی صالح ہے اس کا حافظہ بھی آخر عمر میں متغیر ہو گیا جیسا کہ تقریب[3] میں موجود ہے۔ اور دوسری حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بھی ضعیف ہے؛ کیوں کہ اس میں ایک راوی طلحہ بن عمرو ہے اور وہ متروک ہے۔ چناں چہ تقریب میں ہے "طلحة بن عمرو متروک"[4] اور بر تقدیر تسلیم صحت بھی مخالفین کو

---

(۱)- رجم بالغیب:بغیر سوچے سمجھے،اٹکل۔

(۲)- تقریب التهذیب : حرف الحاء المهملة، ذکر من اسمه "حکیم" بضم أوله، ص:۲۶۹

(۳)- تقریب التهذیب : حرف السین المهملة، ص:۴۲۱.

(۴)- تقریب التهذیب : حرف الطاء المهملة، ص:۴۶۴.

مفید نہیں؛ کیوں کہ حسد ہونا کچھ جہر پر موقوف نہیں، بلکہ علم ہونا آمین کہنے کا کافی ہے، اور چوں کہ آپ نے فضیلت آمین بیان فرمائی تھی۔ اور بعض وقت بطور تعلیم جہر بھی فرمایا؛ اس لیے یہود جانتے تھے کہ یہ لوگ آمین کہا کرتے ہیں، اس بنا پر ان کا حسد تھا۔ اب یہ کہنا کہ جو لوگ آمین بالجہر کو برا سمجھتے ہیں یا عامل نہیں ہیں وہ مثل یہود کے ہیں تو بہ اعتقاد مؤلف اکثر صحابہ و تابعین کا جو کہ تارک آمین بالجہر بہ باعث عدم سنیت جہر کے تھے نعوذ باللہ مثل یہود ہونا لازم آئے گا۔ اور حنفیہ، مالکیہ وغیرہ جہر آمین کو مطلقاً برا نہیں سمجھتے ورنہ شافعیہ و حنبلیہ کو اس کے باعث برا سمجھتے، بلکہ تحقیق و تدقیق کے بعد ان کو آمین بالاخفا سنت معلوم ہوتا ہے، البتہ جو لوگ کہ شتر بے مہار کی طرح ہیں کہ وہ مقلد شافعی ہیں نہ مقلد حنبلی بلکہ بطور خود ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور غیر مقلد بنتے ہیں، ان کو برا سمجھتے ہیں کہ بغیر تقلید کسی امام کے جو طریقہ جمہور اہلِ سنت کا ہے تحقیق لایعنی کر کے تمام صحابہ وائمۂ دین کی بد گوئی کرتے ہیں اور آمین بالاخفا کو کسی کے حق میں جائز نہیں کہتے بلکہ اس کے عاملین کو جو مسلمان سنّی ہیں یہودی بناتے ہیں، اس صورت میں وہ خود یہودی ہی بننا چاہتے ہیں، کہ آمین بالاخفا سے پھرتے ہیں اور خواہ مخواہ اس کے چڑانے میں طرح طرح کے دامِ فریب بچھاتے ہیں۔ سولہویں حدیث کا بھی یہی جواب ہے۔ اور طرفہ جہالت مؤلف کی یہ ہے کہ جہاں کہیں آمین کا لفظ بھی آتا ہے اس پر پکار کر کہنا اپنی طرف سے خواہ مخواہ حاشیہ چڑھاتا ہے، اور بعض جگہ اسی قصد سے ترجمہ غلط کرتا ہے، اس لیے کہ "ماحسدتکم الیھود" کا ترجمہ مضارع منفی کا کیا ہے یعنی "نہیں حسد کرتے تم سے یہود" حالاں کہ یہ ماضی منفی ہے، جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ نہیں حسد کیا تم سے یہود نے۔ مؤلف کی غرض کے دوام ثابت کرنا ہے خواہ ہو یا نہ ہو۔

قال: سترہویں حدیث: عن ابي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله ﷺ قال: إذا قال الإمام "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" فقولوا اٰمين فإنه من وافق قوله قولَ الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه. رواه البخاري في باب جهر المأموم بالتامين. ص:۱۰۴

اقول: اس حدیث سے جہر پر دلیل لانا نمونۂ اجتہاد امام بخاری ہے؛ کیوں کہ امر بالتامین سے جہر کی تخصیص کیوں کر نکلتی ہے بلکہ موافقت تامہ ملائکہ کے ساتھ اخفائے آمین میں ہے، اور اگر "قولوا اٰمین" سے جہر لیویں، جیسا کہ قسطلانی وغیرہ شافعیہ شراح بخاری کہتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ التحیات اور ربنا لك الحمد بھی جہر سے مسنون ہو؛ کیوں کہ بخاری و مسلم میں ان کی نسبت بھی "قولوا التحیات اور قولوا ربنا لك الحمد" مروی ہے حالاں کہ کوئی غیر مقلد و شافعی بھی اس کا قائل و عامل نہیں۔ پھر ترجیح بلا مرجح نہیں تو اور کیا ہے۔ اور فائدہ میں امام نووی نے جو لکھا ہے اس کا مفاد اس قدر ہے کہ امام اور مقتدی ہر دو آمین کہیں پھر اس سے مؤلف کے جہر کا پتہ کہاں ہے بلکہ یہ موافق حنفیہ کے ہے کہ وہ ہر دو کے آمین کہنے کے قائل و عامل ہیں۔

قال: اٹھارہویں حدیث: وعنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إذا قال أحدكم اٰمين

وقالت الملٰئكة في السماء آمين فوافقت احداهما الاخرىٰ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ. رواه البخارى و مسلم۔ ص:١٠٤

اقول : یہ حدیث بھی جہر پر دال نہیں بلکہ موافق اہل اخفا ہے علاوہ اس کے نماز کا ذکر بھی نہیں اور تفصیل اس کی اوپر گزری۔

قال:انیسویں حدیث: وعنہ أيضاً قال: قال رسول الله صلى الله عليہ وسلم إذا قال الإمام "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" فقولوا اٰمين فإن الملٰئكة تقول اٰمين و إن الإمام يقول اٰمين فمن وافق تامينہ تامين الملٰئكة غفرلہ ما تقدم من ذنبہ. رواه النسأي فى باب جهر الإمام باٰمين. ص:١٠٥

اقول : اس حدیث کو نسائی کا باب جہر آمین میں ذکر کرنا بے دلیل ہے اور پھر ان کی تقلید کرنا اور بھی بلا حجت ہے. ہاں غیر مقلدین کے چوں کہ موافق ہے وہ مانیں تو تعجب نہیں، گو اوروں پر تقلید کا الزام دیں اس لیے کہ یہ حدیث صاف اس پر دال ہے کہ آمین بالا خفا چاہیے؛ کیوں کہ قطع نظر موافقت ملائکہ سے اس حدیث میں آپ نے فرمادیا کہ تم آمین کہو؛ کیوں کہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں اور نیز امام آمین کہتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر آمین کا جہر سے کہنا آں حضرت ﷺ سے معروف ومشہور و معتاد ہوتا تو اس طرح فرمانے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ آپ نے بتلادیا کہ یہ خیال مت کرو کہ تم ہی کو آمین کہنا چاہیے بلکہ امام بھی خفیہ کہا کرتا ہے، وہ محض ساکت نہیں رہتا، جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ امام نہ کہے، پس یہ حدیث اخفاے آمین کی بارہویں ہوئی۔

قال: بیسویں حدیث:و عنہ أيضاً عن النبي صلى الله عليہ وسلم قال: إذا أمّن القارئ فأمنوا فإن الملٰئكة توّمن فمن وافق تامينہ تامين الملٰئكة غفرلہ ما تقدم من ذنبہ. رواه النسأي فى باب جهر الإمام بآمين . ص:١٠٥

اقول : اس حدیث کو بھی جہر سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ قاری امام و مقتدی کی آمین ایک وقت میں ہونی چاہیے اور یہ بھی دوسری حدیث میں ہے کہ بعد "ولا الضالين" کے آمین کہو، پس سماع آمین امام پر آمین مقتدی موقوف نہیں ہاں وقت ہر دو کا ایک ہے اگر اخفا سے آمین ہو جس میں موافقت بالملائکہ ہے تو ہر دو کا ایک وقت میں ادا ہو جانا بھی ہو جائے گا و هو المطلوب.

قال: اکیسویں حدیث: و عنہ أيضا أن رسول الله صلى الله عليہ وسلم قال: إذا أمَّنَ الإمام فامنوا فإنہ من وافق تامينہ تامين الملٰئكة غفرلہ ما تقدم من ذنبہ. قال ابن

شھاب و کان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقول آمین . رواہ البخاری و مسلم و أبو داؤد والترمذی والنسأی و مالك۔ ص:۱۰۵، ۱۰۶

اقول: اس حدیث کی روایت کرنے والے امام مالک بھی ہیں، پھر اگر اس سے جہر مراد ہوتا تو امام مالک پر طعن بوجہ اسی کے ہوگا کہ وہ حدیث کے معنیٰ نہیں سمجھے۔ اور محلِ تعجب ہے کہ مجتہد تو حدیث کے معنیٰ نہ سمجھیں اور ان سے کم درجہ والے سمجھیں اور وہ عمداً خلاف کریں یہ فہمید غیر مقلدین کی ہے کہ جن کو بجز اہانت امامانِ دین اور کچھ نصیب نہیں۔ ہم سے سنو کہ اس حدیث اور بیسویں حدیث کا ایک ہی مطلب ہے، جہر سے یہاں کچھ مطلب نہیں . اور معنیٰ "إذا أمّن" کے یہ ہیں کہ جس وقت امام ارادہ آمین کہنے کا کرے، تاکہ موافقت اس حدیث کے ساتھ ہو جس میں بعد "ولا الضالین" کے آمین کہنے کا حکم ہے، اس لیے امام نووی شافعی نے باوجودے کہ مذہب ان کا جہر کا ہے اور مؤلف کے موافق ہیں مگر اس سے جہر نہیں سمجھتے بلکہ یہی معنیٰ لیتے ہیں جیسا کہ شرح مسلم میں تحت اس حدیث کے لکھتے ہیں۔"وأما روایۃ إذا أمن فأمنوا فمعناھا إذا أراد التامین". انتہٰی."[1] یعنی إذا أمّن فأمّنوا کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت امام ارادہ آمین کہنے کا کرے تو تم آمین کہو انتہی۔ اب مقتدیوں کا آمین کہنا امام کے "ولا الضالین" سے فراغت کے بعد ہے، اور وہ ہر حال میں ہوسکتا ہے خواہ سماع آمین امام ہو یا نہ ہو، اور قول ابن شہاب زہری کا مطلب بھی امام نووی نے بیان کر دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

وقول ابن شھابٍ و کان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقول اٰمین۔ معناہ: أنہ ھذہ صیغۃ تامین النبی صلی الله علیہ وسلم و ھو تفسیر لقولہ صلی الله علیہ وسلم: إذا أمن الإمام فأمنوا، وردٌّ لقول من زعم أن معناہ: إذا دعا الإمام بقولہ "إھدنا الصِّرَاطَ المستقیم." إلی آخرھا. انتھی(۲)

یعنی ابن شہاب زہری کا یہ کہنا کہ آں حضرت ﷺ آمین کہا کرتے تھے یہ ہے کہ یہ طریقہ نبی ﷺ کے آمین کہنے کا ہے (یعنی آپ لفظ آمین کہا کرتے تھے نہ دیگر لفظ) اور یہ تفسیر آں حضرت ﷺ کے اس قول کی ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اور اس شخص کے قول کا رد ہے جس نے یہ زعم کیا ہے کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں جب امام "إھدنا الصراط المستقیم" پکارے. انتہی۔ اب یہ حدیث اگر جہر پر دلالت کرے تو امام نووی جو پکے مقلد شافعی ہیں ضرور اس سے جہر سمجھ کر بیان کرتے۔

---

(۱)۔ شرح مسلم، کتاب الصلاۃ باب التسمیع والتحمید والتامین، ج:۱، ص:۱۷۶

(۲)۔ شرح مسلم، کتاب الصلاۃ باب التسمیع و والتحمید والتامین، ج:۱، ص:۱۷۶

قال: فائدہ نماز میں آمین پکار کر کہنے کے باب میں اکیس حدیثیں کہ جن کا امام اعظم نے خلاف کیا ہے، وہ تو گزر چکی ہیں۔

اقول: ـــے کی بناوٹ بہت سی باتوں میں پر کہیں چھپتی ہے بنائی بات۔

منصف عاقل پر مخفی نہ ہو گا کہ ان احادیث کے شمار میں مؤلف نے طرح طرح کے دھوکے دیے ہیں، شمار میں بھی، اور معنیٰ سمجھنے میں بھی؛ کیوں کہ ایک سے بھی مطلب پورا مؤلف کا نہیں نکلتا، جس کو شک ہو وہ ہمارے اوپر کے جوابات ہر حدیث سے سمجھ سکتا ہے کہ حنفیہ کے کوئی بھی مخالف نہیں بلکہ کوئی ان میں سے ضعیف ہے، کوئی جہر سے تعلق نہیں رکھتی، اور کسی سے جہر کا مسنون ہونا یا دوام کے طور پر ہونا مفہوم نہیں ہوتا، پھر اگر برائے نام یاد ھوکہ دینے کو اکیس کو شمار کر دینے کا نام استدلال ہے تو ہر ایک کا جواب باصواب بھی گزر چکا، اور احادیثِ اخفا بھی بیان کر دی گئیں، جواب تک بارہ تک ہو چکی ہیں۔ اور باقی آتی ہیں، اور یہاں پر مخالفت میں صرف امام صاحب کا ہی ذکر کیا ہے، کیوں کہ اصل مقصود امام ہی محلِ طعن ہیں، گو پہلے اضطراراً دیگر ائمہ وصحابہ وغیرہ پر طعن ہو چکا ہے اور اب جو جو دھوکہ مؤلف نے استدلال حنفیہ میں در بارۂ خفیہ آمین دیے ہیں، ان کا حال بھی سن لیجیے اور آئندہ ان کے مغالطات سے پناہ مانگیے۔

قال: لیکن آمین خفیہ کہنے کے باب میں دلیل امام اعظم کے ان کے مقلد جو حدیثیں پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں، پہلی حدیث ترمذی کی شعبہ سے ہے جو وائل بن حجر سے "خفض بها صوته" کی روایت کی ہے۔ جواب اس کا دو طرح پر ہے: اول یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے، ہرگز لائق حجت پکڑنے کے نہیں، کیوں کہ ترمذی جو کہ مخرج اس حدیث کا ہے، کہا اس نے کہ سنا میں نے محمد یعنی بخاری سے کہ کہتے تھے حدیث سفیان کی یعنی جس حدیث میں "مد بها صوته" یعنی دراز کیا حضرت رضی اللہ عنہ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنی کو آیا ہے وہ حدیث بہت صحیح ہے شعبہ کی حدیث سے اس باب میں۔

اقول: مؤلف صاحب کی لیاقت کو دیکھنا کہ اس حدیث کو ایسا ضعیف ٹھہراتے ہیں جو ہرگز لائقِ حجت نہیں، اور دلیل قول امام بخاری لاتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں حدیث سفیان اس سے زیادہ صحیح ہے حالاں کہ زیادہ صحیح ہونا منافی صحت نہیں بلکہ اصح مقابل میں صحیح کے بولا کرتے ہیں جس سے صحت کی نفی نہیں نکلتی، بلکہ صحت کا اقرار ہوتا ہے نہ کہ ضعف جس کو مؤلف صاحب سمجھ گئے ہیں، مگر ان کو تو اخفا سے عناد ہے، وہ ایسے دھوکے کیوں نہ دیں، یا ایسی جہالت ان کی نصیب کیوں نہ ہو۔ اب دلائل بخاری سنیے۔

قال: اور خطا کی شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ میں پہلی خطا شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہا شعبہ نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اس کی خطا ہے، حجر تو عنبس کا بیٹا ہے اور کنیت کیا جاتا ہے ابا سکن۔

اقول : بلکہ اس خطا کو منسوب بہ شعبہ کرنا خطا ہے شیخ الاسلام علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں اس کا یوں جواب دیا ہے کہ حجر کی کنیت ابو العنبس ہونے پر ابن حبان نے کتاب الثقات میں جزم کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کنیت اپنے باپ کے نام کی طرح ہے اور قول بخاری کا کہ کنیت اس کی ابو السکن ہے اس کے منافی نہیں کہ کنیت اس کی ابو العنبس بھی ہو؛ کیوں کہ ایک شخص کی دو کنیتیں ہونے کو کوئی شے مانع نہیں ہے۔ انتہی۔(۱)

اب معلوم ہوا کہ وہ ابو العنبس بھی ہے۔ پھر شعبہ نے اس کی اس کنیت کو ذکر کیا تو کون سی خطا ہے بلکہ اس کو خطا سمجھنا خطا ہوا۔

قال : دوسری خطا شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے زیادہ کیا اس حدیث میں علقمہ بن وائل سے اور وہ بیچ اسناد اس حدیث کے نہیں۔

اقول : یہ بات بھی کوئی خطا کی نہیں ہے؛ کیوں کہ محدثین کے نزدیک زیادتی ثقہ کی مقبول ہے جیسا کہ اس بات کا جواب بھی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں دیا ہے۔ یعنی کہنا بخاری کا کہ شعبہ نے علقمہ کو زیادہ کیا ہے کچھ مضر نہیں؛ اس لیے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے خصوصاً شعبہ جیسے راوی سے۔ انتہی۔(۲)

علاوہ اس کے "خفض" کی روایت انھیں راویوں اور اسناد سے ثابت ہے جو ترمذی کے راوی ہیں یعنی سفیان سے بھی "خفض بها صوته" ثابت ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

حدثنا وكيعٌ قال: ثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قرأ ''ولا الضالين'' فقال آمين وخفض بها صوته .

پس اب شعبہ کی روایت کو قوتِ تامہ حاصل ہو گئی اور سفیان بھی ان کے موافق ہو گئے۔

قال : تیسری خطا شعبہ کی یہ ہے کہ کہا شعبہ نے پست کیا آں حضرت ﷺ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنی کو اور یہ اس کی خطا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دراز کیا حضرت نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنی کو۔

اقول: یہ بھی کوئی خطا نہیں ہے باوجودے کہ "مد بها صوته، خفض" کے منافی نہیں پھر اس کو خطا بتلانا خطا نہیں تو کیا ہے؟ چناں چہ علامہ عینی اس بارے میں یوں کہتے ہیں:

---

(۱)- بنايه شرح هدايه، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج:۱، ص:٦٣٥، مكتبه امداديه، مكه مكرمة.١٢ق

(۲)- ایضاً.

قلتُ: تخطية مثل شعبة خطأٌ كيف و هو أمير المؤمنين فى الحديث.(۱)

یعنی میں کہتا ہوں کہ شعبہ جیسے راوی کی خطا پکڑنی خطا ہے اور کیسے یہ بات خطا نہ ہو کہ جس صورت میں کہ وہ امیر المؤمنین علم حدیث میں ہیں۔ انتہی۔

اور یہاں پر تطبیق یوں کیوں نہیں ہوسکتی کہ کبھی وائل نے "مد بها صوته" کو ذکر کیا اور کبھی "خفض بها صوته" کو جس میں منافات نہیں ورنہ سوء ظن ایسے شخص کی طرف ہوگا جس کے امام اور ثقہ اور حافظ ہونے کا امام ترمذی کو خود اقرار ہے۔ چناں چہ کتاب العلل میں لکھا ہے کہ سنا میں نے ابو بکر عبد القدوس بن محمد سے، اس نے کہا کہ میں نے سنا ابو الولید سے، اس نے کہا کہ میں نے سنا حماد بن زید سے، وہ کہتے تھے کہ مجھ سے شعبہ نے جس حدیث میں خلاف کیا ہے، تو میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اور ابو الولید نے کہا کہ مجھ سے حماد بن سلمہ نے کہا کہ اگر تجھ کو حدیث کا شوق ہے تو شعبہ کے ساتھ رہو۔(۲)

اور اسی جگہ ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے شعبہ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔(۳)

اور نیز اس میں ہے کہ ہم سے ابو بکر نے کہا کہ علی بن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے دریافت کیا کہ بڑی بڑی حدیثوں کو یاد رکھنے والے سفیان ہیں یا شعبہ؟ تو کہا کہ شعبہ زیادہ قوی ہیں ان حدیثوں میں، اور کہا یحییٰ نے شعبہ کو علم رجال کا فلاں عن فلاں زیادہ تھا، اور سفیان صاحب الابواب تھے۔ انتہی۔(۴)

پس معلوم ہوا کہ شعبہ کی حدیث زیادہ صحیح ہے اور وہ رجال کے حالات سے خوب واقف تھے، اور سفیان صاحبِ ابواب یعنی فقیہ تھے۔ اب ترجیح قول بخاری کو اوپر قول یحییٰ کے ترجیح بلا مرجح ہے۔

اور نیز کتاب العلل میں ہے کہ کہا ہم سے عبد بن حمید نے، اس نے سنا ابو داؤد سے، اس نے کہا کہ شعبہ فرماتے تھے کہ میں نے جس راوی سے ایک حدیث سنی ہے اس کے پاس کئی بار آیا ہوں (یعنی اس حدیث کو سنانے اور

---

(۱)- بنايه شرح هدايه، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج:۱، ص:٦٣٥، مكتبه امداديه، مكه مكرمة.

(۲)- حدثنا أبو بكر عبد القدوس بن محمد و حدثني أبو الوليد قال: سمعت حماد بن زيد يقول: ماخالفني شعبة فى شيئ إلا تركته، قال: قال أبو بكر: وحدثنى أبو الوليد قال: قال لي حماد بن سلمة: إن أردت الحديث فعليك بشعبة. (ترمذي، كتاب العلل، ج:۲، ص:۲۳٦).

(۳)- حدثنا محمد بن اسماعيل ،نا عبد الله بن أبي الأسود، نا إبن مهدي قال: سمعت سفيان يقول: شعبة أمير المؤمنين فى الحديث. (أيضاً)

(۴)- حدثنا أبو بكر عن علأ بن عبد الله بن أبى الأسود.....قال على: قلت ليحيیٰ: أيهما كان أحفظ للأحاديث الطوال سفيان أو شعبة؟ قال: كان شعبة امرّ فيها، قال يحيیٰ بن سعيد: وكان شعبة أعلم بالرجال فلان عن فلان ، و كان سفيان صاحب الأبواب. (أيضاً)

تسکین ہونے کے لیے پھر پھر کر آیا ہوں)، اور جس سے دس حدیثیں سنیں اس کے پاس دس مرتبہ سے زیادہ آیا ہوں، اور جس سے پچاس حدیثیں سنیں اس کے پاس پچاس مرتبہ سے زیادہ آیا ہوں، اور جس سے سو حدیثیں سنیں، اس کے پاس سو مرتبہ سے زیادہ آیا ہوں، مگر ایک حبان کوفی کہ اس سے میں نے بے شک یہ حدیثیں (جو اس وقت ذکر میں آئی ہوں گی) سنیں پھر جو میں لوٹ کر اس کے پاس آیا تو وہ فوت ہو چکا تھا۔ انتہی۔[۱]

اس سے حال شعبہ کے حافظہ کا بخوبی معلوم ہوا کہ حدیث کی خوب تحقیق کرتے تھے کئی بار اس راوی کے پاس جاتے شاید کہ کہیں بھول نہ گیا ہو۔ اب اسی طرح حدیث خفض بھا کو سمجھیے کہ کئی بار سنی ہو گی۔ پس خطا کا ہونا بغیر دلیل بین صرف تقلید بخاری سے وہ شخص مان سکتا ہے کہ جو مقلد محض ہو، اور بلا وجہ ایسے بڑے امام کو خاطی کہے، جس قدر شافعیہ وغیرہ اس باب میں کہتے آئے ہیں وہ تقلیدِ بخاری کے سوا اور کچھ نہیں جو چنداں قابل استماع اور لائق عمل نہیں۔

امام نووی تہذیب الاسماء میں کہتے ہیں کہ شعبہ بڑے محدثین اور کبار محققین سے ہیں اور اجماع، محدثین کا ان کے امام ہونے پر علم حدیث اور احتیاط اور اتقان اور جلالت قدر میں ہے۔ اور کہا امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہ شعبہ کے زمانہ میں ان کے مثل حدیث میں اور ان سے عمدہ اور بہتر کوئی نہ تھا۔ اور کہا امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث پہچانی نہ جاتی۔ اور امام احمد نے کہا کہ شعبہ علم حدیث اور احوال رواۃ میں امت واحدہ ہیں[۲]۔ انتہی۔[۳] ملتقطاً.

پس جب کہ ایسے بڑے بڑے اماموں کا ان کی جلالت پر اتفاق ہے تو اب خطا کی نسبت کرنا اگر خطا نہیں ہے تو کیا ہے؟

قال: شعبہ کی حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہیں۔ الخ

اقول: یہ وجہ ضعف کی تو بالکل ضعیف ہے۔ مؤلف صاحب نے یہاں پر تحقیق کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اس لیے کہ عند التحقیق علقمہ کا سماع اپنے باپ وائل سے بدلائل واضحہ ثابت ہے البتہ اس کے بھائی عبد الجبار کا سماع

---

(۱)- حدثنا عبد بن حميد، نا أبو داؤد قال: قال شعبة: ماروبت عن رجلٍ حديثاً واحدا إلا أتيته أكثر من مرة، والّذى رويت عنه عشرة أحاديث أتيته أكثر من عشرة، والذي رويت عنه خمسين حديثا أتيته أكثر من خمسين مرة، والذي رويت عنه مائة أتيته أكثر من مائة مرة الا حبان الكوفي البارقي؛ فإني سمعت منه هذه الأحاديث ثم عدتُ إليه فوجدته قدمات. (ترمذي كتاب العلل، ج:۲، ص:۲۳٦)

(۲)- یعنی بے نظیر اور مستقل ہیں۔ ۱۲ منہ

(۳)- تهذيب الأسما، حرف الشين المعجمة، ترجمه شعبه بن حجاج، ج:۱، ص:۲٤۵، دار ابن تيميه، قاهرة.

اپنے باپ وائل سے ثابت نہیں۔ اور تقریب میں ابن حجر کو وہم ہو گیا ہے اس وقت تک تحقیق سماع کی ان کو نہیں ہوئی ہو گی، اس لیے کہ اور جگہ اپنی تصنیف تلخیص الحبیر میں جہاں وائل کی حدیث کو نقل کیا ہے، لکھا ہے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علقمہ کے سماع کی نفی نہیں ہے۔ اور بلوغ المرام میں بھی حدیث علقمہ عن وائل نقل کر کے اس کو صحیح کہا ہے۔ [1] اور صحیح حدیث ان کے نزدیک وہی ہے جو خالی ارسال سے ہو۔ اس لیے ابن حبان نے ثقات میں لکھا ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کہ علقمہ اپنے باپ کے بعد پیدا ہوا ہے، ضعیف قول ہے؛ کیوں کہ علقمہ سے یہ بات صحت کو پہنچی ہے کہ اس نے کہا کہ مجھ کو اپنے باپ کی نماز یاد نہیں، میں چھوٹا تھا اور ابو بکر بزار نے کہا ہے کہ یہ قائل علقمہ ہے اس کا بھائی چھوٹا عبد الجبار نہیں ہے۔ انتہی۔

ایسا ہی ذکر کیا اس کو مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی نے "القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم" کے صفحہ ۱۸ میں۔

اور فتح القدیر سے جو ترمذی کا قول علل کبیر والا نقل کیا ہے کہ ترمذی نے بخاری سے پوچھا تو کہا کہ وہ چھ مہینے باپ کے فوت ہونے کے بعد پیدا ہوا ہے۔ انتہی۔ سو واضح رہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔ اور محمول ہے عبد الجبار پر؛ کیوں کہ امام ترمذی خود اس قول کو تسلیم نہیں کرتے۔ امام ترمذی کتاب الحدود میں سماع کا قائل ہیں۔ چناں چہ لکھتے ہیں کہ علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے سنا ہے اور وہ عبد الجبار سے بڑا ہے اور عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا ہے۔ انتہی۔ [2] اور مؤلف صاحب اگر اپنے پیشوا مولوی صدیق حسن خاں کے مسک الختام شرح بلوغ المرام ہی کو دیکھتے تو شاید ایسا نہ کہتے۔ دیکھو مسك الختام کے صفحہ ۲۵ میں ہے سماع علقمۃ از ابیہ ثابت است پس حدیث سالم باشد از انقطاع۔

اگر اس پر بھی صبر نہ آوے تو صریح لفظ حدثنا سے سماع علقمہ کا اپنے باپ سے سنا دیتے ہیں کان دھر کر سنیے، دیکھو سنن نسأی میں ہے:

أخبرنا زكريا بن يحيىٰ قال: ثنا عبيد الله بن معاذٍ قال: ثنا أبي قال ثنا أبو يونس عن سِماكِ بنِ حربٍ: أن علقمة بن وائل حدثه أن أباه حدَّثه قال: انى لقاعدٌ مع رسول

(۱)- بلوغ المرام، كتاب البيوع، باب إحياء الموات، حديث:۹٤۸.

(۲)- علقمة بن وائل بن حجر سمع من أبيه و هو أكبر من عبد الجبار بن وائل، و عبد الجبار بن وائل لم يسمع من أبيه . (ترمذي، كتاب الحدود، باب ماجاء فى المرأة إذا استكرهت على الزناء، ج:۱، ص:۲٦۹)

الله صلى الله عليه وسلم الحديث.[۱]

أخبرنا محمد بن معمر قال: ثنا يحيىٰ بن حماد عن أبي عوانة عن إسماعيل بن سالمٍ عن علقمة بن وائل أن أباه حدثهم أن النبي صلى الله عليه وسلم أتي برجل. الحديث[۲]

أخبرنا سويد بن نصر أخبرنا عبد الله بن المبارک عن قيس بن سليم العنبري حدثني علقمة بن وائل حدثني أبي قال: صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأيته يرفع يديه۔ الحديث[۳]

پس اب گنجائشِ انکار باقی نہیں سوائے زبردستی کے۔ اور فتح القدیر سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں مؤلف نے مطلب کی بات نقل کر دی ہے اور باقی کو جو مضر تھے حذف کر دیا؛ کیوں کہ شیخ ابن الہمام اس انقطاع کو یقیناً تسلیم نہیں کرتے۔ انھوں نے اس عبارت کے بعد یوں لکھا ہے: "غَيْرَ أَنَّ هٰذَا الْاِنْقِطَاعِ إِنْ تَمَّ "یعنی مگر اتنی بات ہے کہ یہ انقطاع اگر پورا ہو جائے، یعنی انقطاع جو بخاری سے مروی ہے، جب مسلّم ہے کہ تمام بھی تو ہو۔ اور معلوم ہے کہ تمام نہیں ہے، بلکہ ناقص ہے، اس لیے کہ سماع علقمہ کا ثابت ہے۔

قال: دوم شعبہ کی روایت مذکور کے مخالف شعبہ ہی سے آمین پکار کر کہنا حضرت ﷺ کا ثابت ہو چکا ہے، چناں چہ فتح القدیر میں ہے۔ الخ، ص:۱۰۸

اقول: شعبہ کا مخالف ہونا اپنی دوسری روایت کے باوجود امکان مطابقت کی مفسر نہیں کیوں کہ ممکن ہے کہ کبھی جہر سنا ہو، کبھی اخفا۔ اور اگر متعارض بھی مانا جائے تو اس صورت میں اخفا کو ترجیح ہو گی کیوں کہ اصل دعا کی طرف رجوع کیا جائے گا کہ اس میں بہ حکم قرآن اخفا ہے، نہ یہ کہ جہر کے باعث اخفا کی روایت کو ترک کر کے مخالف قرآن و دیگر احادیث صحیحہ کے کرنا چاہیے۔ اور شیخ ابن الہمام نے حکایتاً نقل کیا ہے کہ دارقطنی نے جہر کو ترجیح دی ہے، نہ یہ کہ اس کو تسلیم رکھا ہے اور دارقطنی کی ترجیح بہ مقابلۂ قرآن و احادیث صحیحہ و عمل صحابۂ کبار وغیرہ کے کب معتبر ہے۔

قال: سوم شعبہ کی حدیث سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت ﷺ نے آمین پکار کر نہیں کہی ہے، خفیہ اپنے دل ہی دل میں کہی۔

---

(۱)- سنن نسأى، كتاب القسامة، باب القود، ذكر اختلاف الناقلين لخبر علقمة بن وائل، ج:۲، ص:۲۰۷

(۲)- ایضاً۔

(۳)- سنن نسأئی کتاب الصلاۃ، باب رفع اليدين عند الرف من الركوع، ج:۱، ص:۱۱۹.

اقول: یہ تو جب ہو کہ خفض کی صرف روایت ہو بلکہ اخفا کی روایت بھی اسی وائل سے منقول ہے، پھر خفض کو اخفا پر محمول کیا جائے گا، اگر جہر یا قریب بہ جہر مراد ہوتا تو بخاری وغیرہ اس حدیث کے جواب کے درپے کیوں ہوتے۔ اور یہ کہنا کہ میانہ آواز سے کہے اور اسی کے قائل ہیں، شیخ ابن الہمام غیر مسلم ہے؛ کیوں کہ انھوں نے اپنی تطبیق کو معلق بہ شرط اختیار و اجتہاد اپنے کے کیا ہے جس کا معدوم ہونا سمجھا جاتا ہے یعنی یہ کہا ہے: "ولو کان لك في هذا شیئ"، یعنی اس بارے میں اگر میری طرف کچھ ہوتا یعنی اختیار و اجتہاد ہوتا تو یوں تطبیق دیتا، اور جب اختیار ہی نہیں ہے تو تطبیق بھی معدوم ہے بہ قاعدۂ إذا فات الشرط فات المشروط۔ اور مؤلف صاحب نے جہالت کے باعث ترجمہ غلط کیا ہے اور کہا ہے: یعنی اگر میرے پاس کچھ اس کی دلیل ہوتی۔ اب خیال کا مقام ہے کہ "إليّ" کے معنٰی "عندي" کے کیے ہیں اور مطلب کو غلط کر دیا ہے اور باوجود اس لیاقت کے دعوئ تحقیق، یعنی چہ اور اگر مرجع ہذا کا جہر آمین بنایا جائے تو درست ہے، کیوں کہ انقطاع ان کے نزدیک ثابت نہیں، اور اگر مرجع اخفا کا ہو تو درست نہیں؛ کیوں کہ اخفا کی دلیل تو قرآن و احادیث و آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ پس مؤلف کا شیخ ابن الہمام کو اپنے موافق بنانا خوبی فہم ہے۔ اور مقتدیوں کا چلا کر آمین کہنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں اور جن سے ایک بار ثابت ہے وہ عمل بعض صحابہ ہے جس کو مؤلف حجت نہیں ٹھہراتا ہے۔

قال: دوسری دلیل حنفیہ کی آمین خفیہ کہنے کے باب میں شیخ عبد الحق حنفی نے شرح سفر السعادۃ میں یہ آثار نقل کیے ہیں۔ الخ۔

اقول: یہ حدیثیں صحابہ کی صحیح ہیں چناں چہ طحاوی نے روایت کی ہے ابی وائل سے:

"کہا اس نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ اور اعوذ اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے۔" انتہٰی(۱)

اب یہ حدیث تیرہویں اخفا کی ہوئی۔

چودہویں حدیث اخفا کی ابن جریر نے جو روایت کی ہے کہ "حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ و آمین کا جہر نہیں کرتے تھے۔" انتہٰی

پندرہویں حدیث اخفا کی ابن شاہین کی۔ "حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما سے کہ بسم اللہ و آمین جہر سے نہ پڑھتے تھے۔" انتہٰی

سولہویں حدیث ابراہیم نخعی کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرسلا کہ "امام چار چیزوں کو خفیہ کہے۔ اعوذ اور بسم اللہ اور

---

(۱)- عن أبي وائل قال: كان عمر و علي لا يجهران ببسم الله الرحمٰن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالتامين. (شرح معاني الآثار، باب قراءة بسم الله الرحمٰن الرحيم في الصلاة، ج:۱، ص:۱۵۰.

آمین اور چوتھی ربنالک الحمد۔" انتہیٰ(۱)

روایت کیا اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابراہیم نخعی سے۔

قال: جواب اس کا چار طرح پر ہے، اول یہ کہ اثر صحابہ کے بین مرفوع حدیثیں نہیں الخ۔

اقول: ہاں سچ ہے، خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔ اکیس حدیثیں شمار کرنے کے واسطے خود مؤلف نے وہ اثر صحابہ نقل کیے ہیں کہ جن سے جہر کی بو نہیں آتی اور بطور استدلال ان کو ذکر کیا ہے، اور حنفیہ جب عمل و آثار صحابہ نقل کریں تو ان کے مرفوع ہونے سے انکار کر کے رد کرنے کو تیار ہو جائیں، یہ مذہب غیر مقلدین کا ہو گا، ورنہ حنفیہ کے یہاں احادیث صحابہ سے برابر استدلال ہے بلکہ منقطع و مرسل سب حجت ہیں۔ اور قول و فعل صحابہ کو مطلقاً چھوڑ دینا کام شوکانی وغیرہ امام غیر مقلدین کا ہے، اور ان کو مخالف حدیث مرفوع کے بتانا غلط محض ہے، بلکہ یہ آثار موافق قرآن و احادیث مرفوعہ صحیحہ و جمہور صحابہ کے ہیں، اور دونوں صحابہ خلفا کا جلیل القدر ہونا اظہر من الشمس ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جلالت سے بھی اہلِ حدیث خوب واقف ہیں کہ ان کو دیگر صحابہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تصور کرتے تھے، ان کا مذہب اخفاے آمین ہے۔ چناں چہ ابراہیم نخعی کہ بہت ہی متبع قول و فعل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہیں، اخفاے آمین کا حکم فرماتے تھے۔

قال: دوم یہ روایتیں طبقہ رابعہ کی ہیں۔ الخ۔

اقول: یہ اصطلاح مخترع بعض علماے متاخرین کی ہے، جس پر نہ کوئی حدیث دال ہے، نہ اثرِ صحابہ وغیرہ، خصوصاً جس حالت میں بڑے بڑے علماے حدیث خفیہ سے ان آثار کو استدلالاً نقل کرتے ہوں، اور امام طحاوی ان طبقات سے ہیں جو طبقہ اہل صحاح ستہ کا ہے، پس ان کا اس سے استدلال عمل کے واسطے حجتِ تامہ ہے۔

قال: سوم روایت ابن مسعود کی بلا اسناد ہے، اس لیے کہ ابراہیم نخعی تک ہی پہنچتی ہے ابن مسعود تک نہیں۔

اقول: اول تو ابن ابی شیبہ کا ابراہیم نخعی سے روایت کرنا اس کو مستلزم نہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی

---

(۱)۔ عن إبراهيم قال: أربع يخافت بهن الإمام: سبحانك اللهم وبحمدك، والتعوذ من الشيطان، و بسم الله الرحمٰن الرحيم ، و آمين. كتاب الآثار، باب الجهر ببسم الله الرحمٰن الرحيم، حديث نمبر ۸۳، ص:۱۶۲، مكتبه المجلس العلمي.

عن ابراهيم قال: أربع لا يجهر بهن الإمام: بسم الله الرحمٰن الرحيم، والاستعاذه، و آمين، و ربنا لك الحمد. (مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الصلوات، باب: ما يستجب أن يخفيه الإمام، ج:۲، ص:۵۳۶)

عن ابراهيم قال: يخفى الإمام بسم الله الرحمٰن الرحيم، الخ، (كتاب الصلوات باب من كان لا يجهر بسم الله الرحمٰن الرحيم، ج:۱، ص:۴۱۱. و باب ما يستجب أن يخفيه الإمام، ج:۲، ص:۵۳۶)محمد قاسم

روایت نہ ہو۔ **دوم** بر تقدیر تسلیم ابراہیم نخعی ارسال کرتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں اور حنفیہ ومالکیہ وحنبلیہ وغیرہ اکثر فقہا کے نزدیک حدیثِ مرسل حجت ہے اور کوئی دلیل مانع اس کی حجیت سے نہیں۔ چناں چہ پہلے اس کا ذکر گزر چکا، بعض کے حجت نہ سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔

قال: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آمین پکار کر کہنے کے حدیث کے راویوں میں سے ہیں،
فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ابن جریر اور طحاوی اور شاہین نے روایت کی ہے کہ حضرت علی آمین پکار کر نہیں کہتے لغو ہے اور لائق ماننے کے ہرگز نہیں۔

اقول: ؎ محقق ہو تو ایسا ہو معاند ہو تو ایسا ہو

تطبیق دینی تو نصیب نہیں بلکہ جب اپنے مطلب کے مخالف کوئی حدیث نظر آئے تو اس کو بے باکانہ لغو قرار دینے لگے۔ نہ خدا کا خوف ہے، نہ اہلِ علم سے شرم کہ کیا کیا اصول واہیہ اور لغو قرار دیتے ہیں۔ یعنی یہ ماجرا عجیب ہے کہ اگر راوی کسی فعل کا سماع یا رویت آں حضرت ﷺ سے بیان کرے، اور وہ پھر خود اس پر عمل نہ کرے تو اب اس کے عمل کو لغو قرار دینا گویا اس کو غیر متبع حدیث آں حضرت ﷺ سمجھنا ہے، بلکہ صریح عقل وانصاف وعلم اس بات کو مقتضی ہے کہ یوں تطبیق کی جائے اور یہ اصول قرار دیا جائے کہ راوی نے جو خلاف مروی عنہ کے عمل کیا تو ضرور ان کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ومتروک العمل ہے، کیوں کہ بسا بعید ہے کہ راوی خلاف مروی عنہ کے عمل کرے، جب اس کے خلاف عمل کیا تو ضرور بہ باعث حسن ظن کے راوی سے اس حدیث کے منسوخ ہونے کا قائل ہونا بہتر ہوگا، بہ نسبت اس کے کہ گمانِ بد اس راوی سے ہو بخلاف حدیث کے کہ اس میں تخصیص اور نسخ وتضعیف وغیرہ راہ یاب ہیں، اور باوجودے کہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو کہ ابن ماجہ سے مروی ہے، ضعیف ہے اور عمل ان کا خلاف اس کے مروی ہے، پھر بھی اس کو لغو قرار دینا کس قدر لغو اور مہمل بات ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

قال: اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ یہ جو ابن جریر وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت علی نماز میں بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے، یہ بھی لغو ہے اور لائق ماننے کے نہیں، اور نیز جو شیخ عبد الحق دہلوی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نماز میں "سبحانك اللّٰھم" الخ خفیہ پڑھتے تھے، سو یہ بھی لغو ہے اور مخالف ہے اس حدیث صحیح کے جو کہ صحیح مسلم میں روایت ہے عبدہ سے کہ تحقیق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پکار کر پڑھتے تھے "سبحانك اللّٰھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰه غیرك."

اقول: یک نشد دو شد، آگے تو طبقۂ رابعہ کی حدیثوں کو لغو کہا تھا، اب بخاری ومسلم کی صحیح صحیح حدیثوں کو بھی نعوذ باللہ لغو قرار دیا۔ سچ ہے، برائے شگون کو اپنی ناک کٹانا اسی کا نام ہے۔ چوں کہ حنفیہ کے موافق احادیث صحیحین تھیں، اس لیے گو وہ حدیثیں صحیح صحیح مردود ہو جائیں پر خفیہ کی مخالفت کے لیے ان کو لغو قرار دینا مناسب سمجھا۔ إنا للّٰہ

و إنا إليه راجعون. یہاں پر یہ کیوں کر کہا جائے کہ مؤلف کو ان احادیث صحیحہ پر نظر نہیں جن میں اخفاے بسم اللہ و اخفاے سبحانك اللّٰھم کا ذکر ہے۔ کیوں کہ جہاں مسلم کی حدیث کو نقل کیا ہے وہیں وہ حدیثیں موجود ہیں، اگر مؤلف صاحب نے چشم پوشی کی ہے تو ہم سنائے دیتے ہیں بخاری و مسلم میں ہے:

”عن أنسٍ قال: صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلف أبي بكر و عمر و عثمان (رضي الله عنهم) فلَم أسمع أحداً منهم يقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم.“

اور صحیح مسلم میں ہے:

”عن أنس بن مالك أنه حدثه قال : صليت خلف النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و أبي بكر و عمر و عثمان فكانوا يستفتحون بالحمد للّٰه رب العالمين لا يذكرون بسم الله الرحمٰن الرحيم في أول قراءة ولا في اٰخرها.“(۱)

خلاصۂ مطلب ان احادیث کا یہ ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے نماز میں آں حضرت ﷺ اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے پڑھی ہے، سو وہ نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے، اور بسم اللہ نہ اول نہ آخر میں پڑھتے تھے۔

دیکھو امام بخاری باوجود شدت مخالفت مذہب امام اپنی صحیح میں عدم جہر کی حدیثیں لائے، سو معلوم ہوا کہ احادیثِ جہر ان کے نزدیک قوی نہیں۔

اور ترمذی میں ہے:

”عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلاَةِ أَقُولُ (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) فَقَالَ لِي أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ إِيَّاكَ وَالْحَدَثَ. قَالَ وَلَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ أَبْغَضَ إِلَيْهِ الْحَدَثُ فِي الإِسْلاَمِ يَعْنِي مِنْهُ. قَالَ وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَ عُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُهَا فَلاَ تَقُلْهَا إِذَا أَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلِ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ). قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَغَيْرُهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ

---

(۱)۔ مسلم، كتاب الصلاة، باب حجة من قال: لا يجهر بالبسملة، ج:۱، ص:۱۷۲.

وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ لاَ يَرَوْنَ أَنْ يَجْهَرَ بـ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) قَالُوا وَيَقُولُهَا فِي نَفْسِهِ.'' انتهیٰ(۱)

یعنی عبد اللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ میرے باپ نے مجھ کو سنا کہ میں نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہوں تو کہا کہ بیٹا یہ نئی بات ہے نئی باتوں سے بچتے رہنا، میں نے کسی کو اصحاب نبی ﷺ سے اسلام میں نئی بات کو برا جاننے والا بڑھ کر نہیں دیکھا، اور بے شک میں نے آں حضرت ﷺ وابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے کوئی بھی ان میں سے بسم اللہ نہیں پڑھتا تھا سو اب تو بھی نہ پڑھا کر، جب نماز شروع کرے تو الحمد للّٰہ رب العالمین سے پڑھا کر۔

کہا ابو عیسیٰ نے کہ حدیث عبد اللہ بن مغفل کی حسن ہے اور اس پر اکثر اہلِ علم اصحابِ نبی ﷺ کا عمل ہے، ان میں سے ابو بکر وعمر وعثمان وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے بعد کے تابعین اور اسی کے قائل ہیں سفیان ثوری۔ وابن المبارک واحمد واسحاق نہیں جائز رکھتے کہ بسم اللہ جہر سے پڑھی جائے بلکہ کہتے ہیں کہ آہستہ جی میں پڑھے۔ انتہیٰ۔

اور تماشا یہ بھی ہے کہ کوئی غیر مقلد بھی بسم اللّٰہ وسبحانک اللھم کی جہر کا عامل نہیں، مگر ضد کا کیا علاج۔ اور جس حدیث مسلم سے مؤلف صاحب نے تمسک کیا ہے، یہ بھی خبر نہیں کہ وہ ضعیف ہے، امام نووی کی شرح کو دیکھتے تو شاید نقل کرنے سے شرماتے مگر شرم رکھتے تو یہ بات ہوتی، لو ہم سنا دیتے ہیں۔

امام نووی تحت حدیث عبدہ کے جو جہر ''سبحانك اللّٰهم'' میں ہے، کہتے ہیں:

''وهو مرسل يعني أن عبدة وهو ابن أبي لبابة لم يسمع من عمر.'' انتہیٰ(۲)

یعنی یہ حدیث مرسل ہے، بے شک عبدہ نے کہ وہ ابن ابی لبابہ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے۔ اور اس کے بعد مسلم نے جو حدیث عدم جہر کی نقل کی ہے، اس کی شرح میں نووی کہتے ہیں کہ یہی حدیث باب سے مقصود ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور مقصود مسلم کا ثانی حدیث صحیح ہے اور اول مرسل مقصود نہیں اس کے نظائر بہت ہیں، انتہیٰ۔

غرض کہ جہر بسم اللہ میں جو احادیث ہیں، اکثر ضعیف ہیں اسی لیے جب کہ دارقطنی مصر میں گئے تو بعض علمائے مصر نے ان سے کہا کہ جہر بسم اللہ میں کوئی رسالہ تصنیف کر دیجیے تو دارقطنی نے ایک جز تصنیف کر دیا، لیکن جب کہ بعض علمائے مالکیہ نے ان کو قسم دلا کر پوچھا کہ ان میں سے صحیح حدیث بتلا دیجیے تو ناچار ہو کر کہا کہ صحیح حدیث ان میں

(۱)۔ ترمذی، ج:۱، ص:۳۳، باب ماجاء فی ترک الجهر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم. ۱۲ ق

(۲)۔ شرح صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب حجة من قال: لا يجهر بالبسملة، ج:۱، ص:۱۷۲

کوئی نہیں، كذا ذكره العيني۔ وغیرہ۔لیکن ہائے رے حسد و بغض یا تو یہ افراط کہ بخاری کے مقابل کسی کو نہ مانیں اور یا یہ تفریط کہ احادیثِ ضعیفہ سے اس کی حدیثوں کو لغو قرار دیں۔

قال: تیسری دلیل امام اعظم کے آمین خفیہ کہنے کے باب میں مقلد امام اعظم کے یہ پیش کرتے ہیں کہ آمین دعا ہے؛ کیوں کہ صحیح بخاری میں ہے: "قال عطاء آمين دعاء الخ" جواب اس کا چار طرح پر ہے۔ الخ

اقول: آمین کا دعا ہونا خود آیت سے ثابت ہے، جیساکہ دعا کا خفیہ کہنا آیت سے ثابت ہے۔ چناں چہ امام کی دلیل تفسیر کبیر میں آیت سے خفیہ ہونے دعا و آمین پر موجود ہے، کما سیاتی۔ ہاں حنفیہ قول عطا کو بھی تائیداً بیان کر دیتے ہیں کہ آمین دعا ہے باقی عطا کا ابن الزبیر وغیرہ کے عمل کو بیان کرنا دعا ہونے کے منافی نہیں؛ کیوں کہ یہاں صرف مقصود بیان دعاے آمین ہے، نہ جہر ہے یا اخفا۔ ہاں اخفا کا ہونا اس کا دوسری دلیل آیت وغیرہ سے ثابت ہے، پھر لا تقربوا الصلوٰة کو بیان کرنا جہالت محض ہے بلکہ حسب زعم مؤلف ابن الزبیر کا عمل مخالف آیت ہے، جو قابل حجت نہیں۔

قال: معنیٰ آیت "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ" کے آج تک کسی مفسر نے بھی خفیہ آمین کہنے کے نہیں کیے۔ تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر مدارک اور تفسیر جلالین اور تفسیر فتح البیان وغیرہ تفسیریں دیکھ لیجیے۔

اقول: مؤلف کے نزدیک جب تک "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ" کے معنیٰ خاص کر خفیہ آمین کے نہ ہوں گے تب تک اس آیت سے استدلال صحیح نہیں، حالاں کہ خفیہ ہونا لفظ آمین کا ایک فرد ہے افراد دعا سے، اور اس آیت میں ہر دعا کا خفیہ ہونا ثابت ہے، پھر وہی حکم اس کا اس کے ہر فرد میں ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ کوئی کہے "أقيموا الصلوٰة" سے خاص کر نماز فجر کے فرض ہونے کا ذکر کسی تفسیر میں نہیں ہے، سو یہ سوال یا اعتراض مالیخولیا کا اثر رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر خیر ہم مؤلف صاحب کی خاطر سے جن تفسیروں کے نام انھوں نے دھوکا دینے کے واسطے دلیرانہ نقل کر دیے ہیں ان میں سے اخفاے آمین ثابت کر دیتے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ:

" امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اخفاے آمین میں دو وجہیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ آمین دعا ہے، اور دوسرے یہ کہ آمین اسماے الٰہی سے ہے۔ پس اگر دعا ہے تو اس کا اخفا واجب ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "دعا مانگو اپنے رب سے زاری و آہستگی سے" اور اگر اسماے الٰہی سے ہے تب بھی اس کا اخفا واجب ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کو جی میں زاری اور خفیہ سے یاد کر۔ اگر وجوب ثابت نہ ہو گا تو استحباب سے کم نہیں ہے، اور ہم اسی کے قائل ہیں۔" انتہیٰ۔(۱)

---

(۱)- زیر آیت " اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً " الآية، أعراف:۵۵، مسئلہ رابعہ، ج:۷، جز ۱۴، ص:۱۳۷، مکتبہ تجاریة، مکہ مکرمہ .۱۲

اور تفسیر مدارک میں آیت ”اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

”فرمایا آں حضرت ﷺ نے، تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو سننے والے قریب کو پکارتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے جہاں تک ہو۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ دعاے خفیہ جہر میں ستر درجہ کا فرق ہے بے شک وہ نہیں دوست رکھتا ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرنے والے ہیں یعنی دعا میں اور انھیں سے مروی ہے کہ چلانا دعا میں مکروہ اور بدعت ہے۔“ انتہیٰ(۱)

ایسا ہی تفسیر بیضاوی و جلالین وغیرہ میں لکھا ہے کہ دعا کو خفیہ مانگنا چاہیے۔

اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

”خفیہ یعنی پوشیدہ، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا پوشیدہ اور ظاہر دعا کے درمیان ستر درجہ کا فرق ہے، اور بے شک مسلمان یعنی صحابہ کرام دعا میں ایسی کوشش کیا کرتے تھے کہ ان کی آواز سنائی نہ دیتی تھی، یا ان کی آواز نہیں تھی، مگر آہستہ ان میں اور ان کے پروردگار میں اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: دعا مانگو اپنے رب سے عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بندۂ صالح کا ذکر کیا اور اس کے فعل سے راضی ہوا، پھر فرمایا کہ جس وقت دعا مانگی اس نے اپنے پروردگار سے دعا خفیہ۔“ انتہیٰ(۲)

علیٰ ہذا تمام تفسیروں میں موجود ہے، پھر مغالطہ سے بجز خجالت کے اور کیا نصیب ہوگا؟

قال: آیت ”ادعو ربکم“ الخ سے آہستہ کہنا دعا کا ثابت ہے نہ آہستہ کہنا آمین کا۔ آہستہ کہنا آمین کا اس سے اس وقت ثابت ہو جب کہ آمین دعا ہو اور آمین کا دعا ہونا نہ تو قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث سے، صرف عطا تابعی کے قول سے ثابت ہے اور وہ لائقِ اعتبار اور قابل حجت پکڑنے کے نہیں، کیوں کہ بے دلیل بات ہے۔

اقول: یک نہ شد دو شد۔ سچ ہے۔

---

(۱)۔ قال عليه السلام :"إنكم لا تدعون أصم ولا غائبا إنما تدعون سميعا قريبا إنه معكم أينما كنتم" – عن الحسن: بين دعوة السر والعلانية سبعون ضعفا (إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ) المجاوزين ما أمروا به في كل شيء من الدعاء وغيره وعن ابن جريج: الرافعين أصواتهم بالدعاء، وعنه: الصياح في الدعاء مكروه و بدعة. اعراف: آیت:۵۵، جز:۲، ص:۵۷

(۲)- { وَخُفْيَةً } أي : سرا . قال الحسن : بين دعوة السر ودعوة العلانية سبعون ضعفا ، ولقد كان المسلمون يجتهدون في الدعاء وما يسمع لهم صوت ، وإن كان إلا همسًا بينهم وبين ربهم ، ذلك أن الله سبحانه يقول : "ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً" وإن الله ذكر عبدا صالحا ورضي فعله فقال : "إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا " .(مريم :۳) أعراف: آیت:۵۵، ص: ٤٦٦ . دار ابن حزم

اگر ہو تا زمانہ میں حصولِ علم بے محنت ۔۔۔۔ تو بس ساری کتابیں ایک جاہل دھو کے پی جاتا

آپ کے نزدیک آمین کا دعا ہونا صرف عطا تابعی کے قول سے ثابت ہے، باقی نہ تو اس کے کوئی معنیٰ ہیں، جس میں دعا کی بات پیدا ہو اور نہ کوئی آیت وحدیث، حالاں کہ شارع بیان لغت کے لیے مبعوث نہیں ہوئے۔بے شک ایسی عجیب باتیں کرنے والے عجائب گھر میں رکھنے کے قابل ہیں اور ہم کو تو مؤلف صاحب کی خاطر منظور ہے، جس طرح جواب کے طالب ہوں اسی طرح دیتے ہیں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ۔۔۔۔ کہ من انداز آں قدمی شناسم

اول قرآن وحدیث سے آمین کا دعا ہونا ثابت کر دیتے ہیں۔سنیے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا''۔

اس آیت کی تفسیر میں جملہ مفسرین لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کی طرف دعا کو منسوب کیا، جس سے ثابت ہوا کہ آمین بھی دعا ہے۔چناں چہ تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دعا کی نسبت دونوں کی طرف کی گئی ہے۔حالاں کہ موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اور آمین دعا ہے۔انتہیٰ(۱)

اور تفسیر جلالین میں ہے کہ موسیٰ نے بد دعا مانگی اور آمین کہی ہارون علیہ السلام نے ان کی دعا پر، تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا''۔انتہیٰ(۲)

اور تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

''کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔پس ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے سو اخفا اس کا بہتر ہے، اور مطلب یہ ہے کہ تم دونوں کی دعا مقبول ہوئی اور جو تم نے مانگا ہونے والا ہے، لیکن اپنے وقت پر ہو گا۔'' انتہیٰ(۳)

---

(۱)-''قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا'' إنما نسب إليهما ، والدعاء كان موسىٰ، لأنه روى أن موسىٰ كان يدعو و هارون يؤمن والتامين دعاء. (یونس آیت:۸۹، ص:۶۰۸، دار ابن حزم.)

(۲)- دعاء عليهم و أمّن هارون (عليه السلام) على دعائه قال تعالىٰ: ''قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا''.(یونس.۸۹، ج:۱، ص:۱۷۸، مجلس برکات، اشرفیہ.)

(۳)- "قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا" قيل كان موسىٰ عليه السلام يدعو و هارون يؤمن فثبت أن التامين دعاء فكان إخفاءه أولىٰ، والمعنىٰ أن دعاءكما مستجاب وما طلبتما كائن ولكن في وقته، (یونس، آیت:۸۹، جز:۲، ص:۱۷۵)

کیوں صاحب! اب بھی قرآن اور تفسیروں سے آمین کا دعا ہونا بلکہ خفیہ کہنا ثابت ہوا یا نہیں ورنہ ماننے کا تو کوئی علاج ہی نہیں اور اس سے بھی زیادہ حرص باقی ہے تو اس کو سن لیجیے۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

"معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ اے خدا سن اور قبول کر اور ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔" انتہیٰ(۱)

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ:

"آمین کے معنیٰ یہ ہیں کہ قبول کر اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "آمین" کے معنیٰ تو فرمایا کہ "اِفعل" یعنی اے خدا یوں ہی کر دے۔" انتہیٰ(۲)

علیٰ ہذا مدارک وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے، شراح حدیث قسطلانی وغیرہ اس کے معنیٰ استجب عند الجمہور کہتے ہیں۔ امام نووی نے شرح مسلم میں یہی معنیٰ لکھے ہیں۔(۳)

مؤلف صاحب اب بھی خوش ہوئے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر اللہ حافظ ہے۔

قال: اور آیت "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ" الخ میں مراد اخفا سے نہ بہت چلّانا ہے اور نہ ایسا آہستہ کہنا ہے جس کو کوئی بھی نہ سن سکے، کیوں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا" کہا حضرت عائشہ نے کہ یہ آیت دعا کے باب میں نازل ہوئی۔

اقول: ؎ نہ محقق بود نہ دانش مند　　چار پائے برو کتابے چند

خفیہ کے یہ معنیٰ تراشے ہوئے ہیں اور نہ آیت مذکورہ تفسیر اس آیت کی ہے جو دعا کے بارے میں بالتصریح ہے، کیوں کہ اخفا کے معنیٰ وہ ہیں جو قاموس میں ہیں: "اخفاه ستره و كتمه" مخفی کیا اس کو یعنی ڈھانکا اور چھپایا اس کو۔ رہی یہ بات کہ جس آیت کو مؤلف نے تفسیر پہلی آیت کے کی ہے سو عند التحقیق وہ دعا میں نازل نہیں ہوئی، جیسا کہ

---

(۱)- (آمين) معناه اللهم اسمع واستجب، وقال ابن عباس و قتادة: معناه كذالك يكون. (سوره فاتحه، ص:۱۱، دار ابن حزم)

(۲)- سمي به الفعل الذي هو استجب ... وعن ابن عباس : سألت رسول الله عن (معنى) آمين فقال افعل. (كشاف، تحت سوره فاتحه، ج:۱، ص:۷٤، انتشارات آفتاب، تهران)

(۳)- ومعناه: استجب. شرح صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة، ج:۱، ص:۱۷٤، مجلس بركات، اشرفيه.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف منقول ہے اور وہ تفسیر صاف صاف ظاہر قرآن کے الفاظ کے موافق ہے۔ چناں چہ بخاری ومسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپے رہتے تھے اور جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن بلند آواز سے پڑھتے۔ جب مشرکین نے قرآن کو سنا تو اس کو اور اس کے بھیجنے والے اور لانے والے کو بُرا کہنے لگے، اس وقت فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نماز میں قراءت بہت جہر سے نہ پڑھو کہ مشرکین سن کر قرآن کو برا کہیں گے اور اپنے صحابہ سے قراءت پوشیدہ اور خفیہ نہ کرو کہ وہ نہ سنیں، بلکہ بین بین پڑھو۔" انتہیٰ(۱)

اور مذہب مختار اس آیت کی تفسیر میں یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ چناں چہ امام نووی شافعی باوجود مخالفت مذہب حنفیہ اس بات کے مقر ہیں۔ دیکھو اسی حدیث کو شرح میں لکھا ہے:

"لیکن مذہب مختار اور ظاہر وہ ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔" انتہیٰ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مختار اور ظاہر قرآن کے موافق ہے، مگر غیر مقلدین کو تو ذرا سہارا ملنا چاہیے، تحقیق وانصاف سے تو ان کو کبھی کام نہیں پڑا۔ اب یوں کہنا کہ دعا مانگ کر بھی کام نہ بنا، کیسی مہمل اور ژٹل(۲) بات ہے۔

---

(۱)-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) قَالَ: نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم — متوارٍ بِمَكَّةَ ، فكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَ ذلك الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ ، وَمَنْ جَاءَ بِهِ ، فقَالَ اللَّهُ لِنَبِيِّهِ - صلى الله عليه وسلم - (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) ، فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ قراءتك (وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) عَنْ أَصْحَابِكَ أسمعهم القرآن ولا تجهر ذٰلك الجهر (وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا) يقول بين الجهر والمخافتة. (مسلم ، كتاب الصلاة، باب التوسط في القراءة في الصلاة الجهرية بين الجهر والإسرار إذا خاف من الجهر مفسدة، ج:۱، ص:۱۸۳) ۱۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم- مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ ، كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ ، وَمَنْ جَاءَ بِهِ ، فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ -صلى الله عليه وسلم- (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) أَيْ بِقِرَاءَتِكَ ، فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ ، فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ (وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ (وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا). (بخاري كتاب التفسير باب، قوله ولا تجهر بصلوٰتك ولا تخافت بها. ج:۲، ص:٦٨٦.) ۱۲

(۲)- ژٹل: بکواس۔

قال: اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ مراد آیت "ادعو بربکم" الخ سے ایسی آہستگی ہے جس میں آواز نہ نکلے تو بھی حکم آمین اس سے مستثنیٰ و مخصوص رہے گا، اس لیے کہ جس پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر یہ آیت اتری اس نے آمین کو بھی اور کئی دعاؤں کو بھی پکار کر کہا ہے، پس اگر حکم آمین اور ان دعاؤں کو پکار کر کہنے والے کا اس سے مستثنیٰ نہ ہوتا تو آں حضرت آمین وغیرہ دعائیں پکار کر کیوں کہتے، کیا یہ آیت آں حضرت سے پیچھے حنفیوں کے امام پر اتری ہے، ویا آں حضرت کی سمجھ میں اس کے معنیٰ نہ آئے، ویا دیدہ و دانستہ حضرت نے اس آیت کا خلاف کیا ہے۔ الخ۔

اقول: آخرش رو پڑے میاں صاحب جب کوئی بات تم سے بن نہ سکی

اول تو حضور کو یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ دعائیں جو آپ نے بہ آواز بلند مانگی ہیں، ان سے پہلے وہ آیت نازل ہو چکی تھی۔ دوم ان دعاؤں کا دوام، استمرار اور علیٰ ہذا اصحابہ سے بھی اس کا دوام ثابت کرنا تھا۔ تاکہ استثنا ان کا صحیح ہوتا۔ ہم خود تسلیم کرتے ہیں کہ بعض وقت میں یہ ادعیہ بطور تعلیم آپ نے لوگوں کو سنائیں تاکہ سیکھ جائیں، علیٰ ہذا آمین ہے۔ اس صورت میں مخالفتِ آیت ہرگز لازم نہیں آتی اور اپنے گمانِ فاسد سے حنفیہ کے ذمہ یہ بات لگانی اور نعوذ باللہ حضرت کی شان میں گستاخی سے پیش آنا غیر مقلدین کا کام ہے، اس عناد اور بغض و حسد سے کام نہیں چلتا۔ مؤلف صاحب در پردہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں کہ جو ہم سمجھے ہیں وہی حضرت سمجھے ہیں۔ اور ہمارے خلاف سمجھنا گویا پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خلاف کرنا ہے۔ سبحان اللہ! یہ منہ اور مسور کی دال۔ مجتہدین تو پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سمجھ کے خلاف کریں اور چودھویں صدی کے غیر مقلدین وہ معنیٰ سمجھیں کہ جو حضرت کے موافق ہوں۔ ع

آدمیانِ گم شدہ ملک خدا خر گرفت

اکیس حدیثوں کا جواب بالتفصیل گزر چکا اور باقی ادعیہ تعلیم پر محمول ہیں، والا اصل میں ان میں بھی اخفا مسنون ہے للتطابق بین الآیۃ والحدیث۔

قال: لفظ "سمعتہ" کا صریح دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت نے ان دعاؤں کو پکار کر کہا ہے۔

اقول: اس کو تو ہم تسلیم کرتے ہیں، لیکن مؤلف صاحب کو کیا فائدہ اور خصم کو کیا مضر۔ اس لیے کہ مفیدِ غیر مقلدین جب ہو کہ سماع سے وہ امر مسنون ہو جائے حالاں کہ "سمعتہ" کا لفظ مسنون ہونے کو مستلزم نہیں، اگر ایسا ہے تو چاہیے کہ صبح اور مغرب کی سنتوں میں قراءت جہر سے مسنون ہو، کیوں کہ "سمعتہ" کا لفظ ان میں بھی موجود ہے، حالاں کہ کوئی غیر مقلد بھی اس کا قائل و عامل نہیں، ترمذی کھول کر دیکھو کہ اس کی کتاب الصلاۃ میں ہے کہ:

"روایت ہے عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے کہ میں نے بے شمار مرتبہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا کہ آپ بعد مغرب دو رکعتوں

میں اور قبل فجر کی دو رکعتوں میں "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ" و "قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ" پڑھا کرتے تھے۔" انتہیٰ(۱)

اب کہیے، یا تو اس "سمعتہ" کے لفظ پر عمل کیجیے یا شرمایئے اور آئندہ ایسی مہمل باتیں نہ ہانکا کیجیے، کوئی بات مان لیجیے۔ اب بخوبی واضح ہو گیا کہ آمین کا سننا اور علیٰ ہذا دیگر دعاؤں کا سماع ان کے مسنون ہونے کو مستلزم نہیں۔ سنت سے دوام مع الترک فی بعض الاوقات یا بہ تصریح صحابہ وغیرہ ثابت ہوتی ہے۔ اور مؤلف نے چند حدیثوں کو متعدد کتابوں سے اعادہ کر کے نقل کر دیا ہے اور غیر جہر والی حدیثوں کو بھی شامل کر کے اکیس تک شمار کر دیا ہے۔ ہم نے بھی جواب ترکی بہ ترکی دے کر سولہ حدیثیں اب تک نقل کر دی ہیں؛ کیوں کہ مؤلف کو بچوں کی طرح بہت سی چیز جو گنتی میں ہو گو رطب و یابس ہو پسند ہے۔

قال: چہارم بہ دلیل آیت: "ادعوا ربکم" کے اگر آپ ہر دعا کا خفیہ کہنا ہی لازم جانتے ہیں اور جن دعاؤں کا پکار کر کہنا پیغمبرِ خدا ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہو چکا ہے، ان کو بھی آپ نہیں مانتے ہیں تو پھر الحمد اور سوائے الحمد کے اور دعاؤں کو کہ قرآن میں ہیں آپ نمازِ مغرب اور عشا اور صبح کو کیوں پکار کر پڑھتے ہیں، کیا آپ کے امام پر اس باب میں کوئی علاحدہ آیت نازل ہوئی ہے، جس پر آپ عمل کرتے ہیں؟

اقول:۔ نہ چھیڑو ہمیں ورنہ ہم بھی کہیں گے بہت ہو چکی بد زبانی تمھاری

آں حضرت ﷺ کے قول سے کہیں دعا کا پکار کر کہنا اور حکم منقول نہیں، اگر سچے ہو تو دکھاؤ، اب تک تو کوئی قول نقل نہیں کیا، بلکہ احادیث و تفاسیر سے یہ بات ثابت ہے کہ جس وقت صحابہ ایک بار پکار پکار کر خدا کو پکارنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے تم تو قریب اور سمیع کو پکارتے ہو، وہ تمھارے ساتھ ہے۔ اب یہ کہنا مؤلف کا کہ جہر دعا میں قولی حدیث ہے افترا علی الرسول ہے۔ اور فرمایا آں حضرت ﷺ نے:

"من كذب عليّ متعمداً فليتبؤ مقعده من النار." رواه أهل الصحاح (۲)

---

(۱)- عن عبد الله بن مسعود أنه قال : ما أحصي ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الركعتين بعد المغرب وفي الركعتين قبل صلاة الفجر "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" و "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ". (جامع الترمذي ، ابواب الصلاة، باب ماجاء في الركعتين بعد المغرب والقراءة فيهما، ج:۱، ص:۵۸، مجلس بركات، اشرفيه.

مشكوٰة ، كتاب الصلاة، باب القراءة في الصلاة، فصل ثاني، ص:۸۰،

(۲)- بخاري كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم ، ج:۱، ص:۲۱، حديث ۱۰۷، ۱۱۰/ مسلم باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ج:۱، ص:۷/ ترمذي، كتاب العلم، باب ما جاء في تعظيم الكذب علىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ج:۲، ص:۹۴/ ترمذي، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برأيه، ج:۲، ص:۱۲۳، ابن ماجة، باب التغليظ في تعمد الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ج:۲، ص:۵/ أبو داؤد باب التشديد في الكذب.

یعنی جس نے مجھ پر جھوٹ بات کہی تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بناوے۔

باقی رہا فعل، سو اس میں وہی سوالات ہیں جو پہلے مذکور ہوئے، اور جس صورت میں تعلیم پر محمول ہوں تو مخالفت آیت بھی نہیں رہتی۔ اور آمین کا خفیہ کہنا حنفیہ مسنون جانتے ہیں، لازم و واجب کس نے کہا ہے، یہ بھی افترا ہے اور الحمد وغیرہ دعائیں جو قراءت میں پڑھی جاتی ہیں، ان کے جہر کی وجہ اور ہے۔ وہ یہ کہ اول تو ان میں مقصود و اہم امر قراءت ہے نہ قصدِ دعا، اور دعا کا قصد تبعاً ہے نہ اصالۃً۔ دوم اجماع و سنت مشہورہ سے ان کا جہر ثابت ہوا ہے سو حنفیہ کے نزدیک تواتر و مشہور اخبار سے قرآن کی زیادتی یا تخصیص جائز ہے بخلاف خبر آحاد و ظنی کے، یعنی آمین وغیرہ ادعیہ کے کہ اس میں بڑے بڑے صحابہ وائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے، اور جمیع اہل کوفہ و امام مالک جو اہل مدینہ کے حالات سے واقف تھے، جہر آمین کے تارک تھے، پھر اس صورت میں کیوں کر تخصیص ہو سکتی ہے اور بار بار یہ کہنا کہ حنفیوں کے امام پر کوئی آیت نازل ہوئی ہے، بجز اس کے کہ دین سے برطرف ہونے کا ارادہ ہو، اور کیا ہے؟ سچے مسلمان کا تو یہ کام نہیں، خداوند کریم ایسے بغض و عناد سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین۔

اب معلوم ہو گیا کہ اس باب میں چاروں طرح کے جواب مؤلف کے بعض مہمل و بے معنیٰ و موجب خندیدگی اطفال ہیں۔

قال: پنجم امام اعظم کے مقلد اگر نماز میں آمین پکار کر اس لیے نہیں کہتے ہیں کہ آیت: "ادعوا ربکم" کہ جس سے تمسک کرتے ہیں قطعی ہے، اور حدیثیں آمین پکار کر کہنے کی ظنی ہیں۔ الخ۔

اقول: اگر غیر مقلدین جو کہ اپنے نفس اور رائے کے مقلد ہیں۔ آمین بالجہر کے سنت ہونے کے قائل ہیں تو دلیل اس پر لائیں کہ آں حضرت ﷺ نے ہمیشہ یا اکثر اور نیز جمہور نے بھی آپ کی اقتدا میں اور آپ کے بعد جہر آمین کیا ہے، اس وقت مسلّم ہو گا ورنہ نہیں۔ اور یہ بات قیامت تک جملہ غیر مقلدین کو نصیب نہ ہو گی۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ مسئلہ اختلافی کیوں ہوتا، اور شافعیہ بھی باوجودے کہ مخالف حنفیہ ہیں جہر آمین کو سنت نہیں کہتے، بلکہ مستحب جانتے ہیں جیسا کہ امام نووی شرح مسلم میں آمین کے باب میں لکھتے ہیں:

"فِي هَذِهِ الْأَحَادِيث اِسْتِحْبَابُ التَّأْمِين عَقبَ الْفَاتِحَةِ لِلْإِمَامِ، وَالْمَأْمُومِ، وَالْمُنْفَرِد." انتہیٰ(۱)

یعنی ان حدیثوں میں آمین کے مستحب ہونے کا ذکر ہے، الحمد کے بعد امام اور مقتدی اور اکیلے کے لیے انتہیٰ۔

اور جب تک شارع سے بہ قواعد اہل سنت کے اس فعل کا سنت ہونا ثابت نہ ہوگا، کیوں کر حجت ہوگا، اور حنفیہ نہ

(۱)- شرح صحیح مسلم، باب : التسمیع والتحمید والتامین، ج:۱ ، ص:۱۷۶.

اس وجہ سے کہ احادیث جہر ظنی ہیں، عمل نہیں کرتے، بلکہ یہ وجہ بھی ہے کہ احادیث جہر احادیث اخفا کے معارض ہیں۔ پس ترجیح احادیث اخفا کو ہے کہ وہ موافق قرآن ہیں اور احادیثِ جہر کی یہ تاویل ہے کہ وہ تعلیم امت پر محمول ہیں، جن کی اب ضرورت نہیں ہے۔ اور بار بار یہ کہنا کہ اگر یہ امر مرضیِ خدا کے خلاف ہوتا تو آپ کو منع کیا جاتا، اس وقت مسلّم تھا کہ آیت سے قبل ان ادعیہ کے جہر ہوئے، اور پھر بھی آپ نے اس پر دوام یا بطور سنت عمل کیا ہوتا، بلکہ تعلیم امت بدون جہر و استماع صحابہ ممکن نہ تھی، اس لیے جہر فرمایا اور ضرورت کے واسطے بعض امور محظور بھی جائز ہوتے ہیں۔ غرض کہ طعن وتشنیع اور بے تکی باتیں مؤلف کی جو حنفیہ پر اس بارے میں کی ہیں ان کی شان علم اور اہلِ سنت ہونے میں فرق نہیں ڈالتیں بلکہ طاعن اور لاعن بننا مؤلف اور ان کے ہم مشرب کا بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

اب بعد تقریر و فراغت جوابات مغالطات مؤلف یہ امر ثابت ہو گیا کہ نماز میں آمین بالا خفا سنت ہے اور وہی قرآن شریف و احادیث صحیحہ وعمل صحابۂ کبار وغیرہ کے موافق ہے، نہ جہر جیسا کہ مؤلف سمجھا ہے، اور بلا وجہ طرح طرح کے دھوکے عوام مسلمانوں کو دیتا ہے۔ خداوند کریم ان کے مکائد سے عوام کو بچاوے، آمین۔

اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور اپنے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ عنہ کے مناقب اہل سنت کو سنا کر باغ باغ اور دل ہائے غیر مقلدین کو داغ داغ کر دیتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

قال: اور ایک مغالطہ امام اعظم کے مقلد، حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ امام اعظم کے پاس حدیث کی کتابوں کے کئی صندوق تھے، اور امام اعظم نے سوائے جماعت صحابہ کے تین سو تابعین مشائخ سے سماعِ حدیث کی ہے، اور ان کے مسند کی روایت پانچ سو آدمیوں نے ان سے کی ہے، اور سب کے سب امام اعظم کے استاد علم کے چار ہزار آدمی ہیں۔ اس بات کو شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت میں نقل کیا، سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تو شیخ عبد الحق حنفیہ وغیرہ کی خانہ ساز باتیں ہیں۔ ان کو بجز متعصب امام اعظم کے مقلدوں کے کوئی نہیں مانتا، اور ایسی بناوٹی دل سے تراشی ہوئی باتوں کو سچا نہیں جانتا۔ الخ۔

اقول: استغفر الله ، لاحول ولا قوة الا بالله بخمسةِ أوجهٍ.

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

ان باتوں کے انکار سے یا ان کو خانہ ساز کہہ دینے سے امام الائمہ علیہ الرحمہ یا علمائے دین کی فضیلت و صداقت میں سر مو فرق نہیں آتا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تابعی ہونا، اور بعض صحابہ سے ملاقی ہونا، اور مشائخ و تلامذہ کی کثرت ہونے کو فقط مقلدین امام نہیں لکھتے۔ بلکہ مقلدین شافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ وغیرہ بھی لکھتے ہیں۔ اگر مؤلف صاحب کے نزدیک یہ علمائے دین سب کے سب نعوذ باللہ جھوٹے ہیں، تو سب سے اول مؤلف اور ان کے ہم مشرب بھی اہلِ

سنت کے نزدیک جھوٹے سمجھے جائیں گے۔

اب امام کے فضائل موافق اور مخالف سے سنیے اور ان کے حق میں اعتقاد صحیح کیجیے اور شاذ اور ضعیف اقوال کو پس انداز فرمایئے۔

ملا علی قاری نخبۃ الفکر کی شرح الشرح میں لکھتے ہیں:

”عراقی نے کہا: اس پر (یعنی ابن حجر نے جو تعریف تابعی کی یہ کی ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی کو دیکھا اور یہی مذہب مختار ہے) اکثر علما کا عمل ہے اور بے شک اشارہ کیا نبی ﷺ نے اپنے قول سے صحابی اور تابعی کی طرف کہ خوش خبری ہو اس شخص کو کہ اس نے مجھ کو دیکھا اور اس شخص کو کہ جس نے اس کو دیکھا کہ اس نے مجھ کو دیکھا تھا (یعنی صحابی کو دیکھا) پس آں حضرت ﷺ نے صرف دیکھنے پر اکتفا فرمائی۔ میں کہتا ہوں کہ اس تعریف سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ تابعین میں داخل ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سوائے ان کے اور صحابہ کو دیکھا ہے۔ چناں چہ ذکر کیا اس کا شیخ جزری نے اسمائے رجال قراء میں۔ اور تورپشتی نے تحفۃ المسترشد میں۔ اور صاحبِ کشف الکشاف نے سورہ مومنین میں، اور صاحبِ مرأۃ الجنان نے علمائے متبحرین سے۔ پس جس شخص نے امام کے تابعی ہونے کی نفی کی ہے یا بوجہ قصور تلاش کی ہے، یا بہ وجہ تعصب شدید کے، انتہیٰ۔(۱)

اور ابن جوزی نے علل متناہیہ میں لکھا ہے:

”ابو حنيفة لم يسمع من أحد من الصحابة و إنما رأى أنسَ بن مالكٍ بعينه.“ انتهىٰ

یعنی امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے (میرے نزدیک) نہیں سنا، یعنی روایت نہیں کیا اور بے شک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، انتہیٰ۔

اور جلال الدین سیوطی شافعی نے ”تبییض الصحیفہ فی مناقب أبي حنیفہ“ میں لکھا ہے کہ:

”حافظ ابن حجر عسقلانی (صاحب تقریب التہذیب) سے امام صاحب کی روایت اور تابعیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جماعت صحابہ کا زمانہ پایا ہے، اس لیے کہ کوفہ میں ان کی ولادت سن اسّی ہجری میں ہوئی ہے اور وہاں عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ تھے کیوں کہ ان کی وفات اس سن کے بعد ہوئی ہے اور اس وقت بصرہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے؛ کیوں کہ وفات ان کی سن نوّے میں یا اس کے بعد ہے، اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی حرج نہیں روایت کی ہے کہ امام نے انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور سوائے ان کے دو اور چند

(۱)- ملا علی قاری کی یہ عبارت اقامۃ الحجۃ تصنیف مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی مرحوم کی ص: ۱۴؍ میں ہے۔ ۱۲ منہ

صحابہ شہروں میں زندہ تھے۔'' انتہیٰ مختصراً۔

پس یہ جواب تحقیقی تقریب پر مقدم ہے، اور اقامۃ الحجۃ میں لکھا ہے کہ ان علمائے ثقات یعنی دارقطنی اور ابن سعد وخطیب اور ذہبی اور ابن حجر اور ولی عراقی اور سیوطی اور علی القاری اور اکرم سندی اور ابو معشر اور حمزہ اور یافعی اور جزری اور تورپشتی اور ابن جوزی اور سراج صاحبِ کشف الکشاف نے امام صاحب کے تابعی ہونے پر تصریح کر دی ہے، اور جنھوں نے ان میں سے انکار کیا ہے تو ان کو صحابہ سے روایت کرنے کا انکار ہے، اور دوسری جماعت محدثین اور مورخین نے بھی اس کی تصریح کی ہے، اور ہم نے ان کی عبارتیں بوجہ طول کلام کے ترک کر دیں اور جو کچھ ہم نے نقل کیا ہے، ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد نقل کیا ہے، صرف دوسرے کی نقل پر اعتماد نہیں کیا، اور جو شخص ان مذکورہ کتابوں کو دیکھے گا تو ہماری نقل کی اس کو تصدیق ہو جائے گی، اور ہمارے فقہا کے اقوال تو اس میں بے شمار ہیں۔ اور مؤرخین میں سے جس نے امام صاحب کے تابعی ہونے کا انکار کیا ہے تو وہ شخص اعتماد اور قوت حفظ اور وسعتِ نظر میں ان مثبتین تابعیت کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ پھر اس کے قول کا اعتبار نہیں ہے کہ ان کے اقوال کا معارض ہو۔ یہ ذہبی شیخ الاسلام کہ جن کی نقل تمام جہان (اہلِ سنت) کے نزدیک معتبر ہے، اگر یہی اکیلے امام کے تابعی ہونے کی تصریح کر دیتے تو بھی بے شک ان کا قول نفی کرنے والوں کے قول کے رد میں کافی تھا۔ پھر بتلائیے جب کہ ان کے موافق امام الحفاظ ابن حجر، اور ثقات کے سردار ولی عراقی، اور خاتم الحفاظ سیوطی، اور معتمدِ مورخین یافعی وغیرہم ہو گئے ہوں، اور سبقت کی ہو اس کی طرف خطیب اور دارقطنی وغیرہ نے، اور تو جانتا ہے کہ خطیب اور دارقطنی کون ہیں؟ بڑے امام اور معتمد اور مستند ہیں۔ پس اب منکر کے واسطے کوئی امر باقی نہیں سوائے اس کے کہ ان ثقات کی تکذیب کرے، پس اگر یہ امر اس سے واقع ہوا تو اس سے کلام نہیں، یا اقوال ادنیٰ کو اعلیٰ پر مقدم کرے، سو اگر یہ کرے تو ترجیح مرجوح لازم آئے گی۔ اور علمائے منصفین سے بعد ملاحظہ ان تصریحات کے یہ امید ہے کہ ان کا انکار باقی نہ رہے گا۔ انتہیٰ۔(۱)

روایتِ امام کا صحابہ سے ثبوت

اور ثبوت روایتِ امام کا صحابہ سے اس طرح ہے کہ ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری شافعی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ فرمایا امام رحمۃ اللہ نے کہ ملا میں صحابۂ رسول اللہ ﷺ سے، اور وہ انس بن مالک، اور عبد اللہ بن انیس، اور عبد اللہ بن جزء زبیدی، اور جابر بن عبد اللہ اور معقل بن یسار، اور واثلہ بن اسقع، اور عائشہ بنت عجرہ ہیں۔ پھر روایت کی امام ابو حنیفہ نے تین حدیثیں انس رضی اللہ عنہ سے، اور ایک حدیث ابن جزء سے، اور دو حدیثیں واثلہ سے، اور

(۱)- اقامۃ الحجۃ کے ص: ۱۴۰ میں ہے۔ ۱۲ منہ

ایک حدیث جابر سے، اور ایک حدیث عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے، اور ایک حدیث عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا سے، انتہیٰ۔

اور ملا علی قاری نے طبقات حنفیہ میں لکھا ہے کہ بے شک ثابت ہوا دیکھنا امام صاحب کا بعض صحابہ کو اور اختلاف کیا گیا ہے روایت کرنے میں امام صاحب کے صحابہ سے اور اعتبار کیا گیا ہے ثبوتِ روایت کا۔ چناں چہ بیان کیا میں نے اس کو سند الانام شرح مسند الامام میں امام کے اسناد کے وقت جو بعض صحابہ سے کی ہے، پس امام صاحب کبار تابعین سے ہیں، جیسا کہ بڑے بڑے علمانے آیت: "وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" کے تحت میں اور عمومیت قول علیہ السلام میں کہ: "خير القرون قرني ثم الذين يلونهم" ہے، تصریح کردی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے۔ انتہیٰ۔(۱)

اور امام صاحب کے قلتِ حدیث کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا کم روایت کرنا اس بات کو مقتضی نہیں کہ ان کو احادیث محفوظ نہ تھیں؛ کیوں کہ اکثر صحابہ سے کم روایت ہے۔ مثل سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، پھر ان پر اعتراض ہو گا جس سے رفاض کے دفتر میں نام ثبت ہوگا۔ علاوہ اس کے مجتہد ہونا بغیر علم اکثر احادیث کے غیر متصور ہے اور وہ باطل ہے۔ اور چار ہزار مشائخ امام کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ محدثین شافعیہ بھی اس کو نقل کرتے ہیں، مگر تعصب و حسد کا کیا علاج، اور عمداً آنکھیں بند کر کے انکار کرنے کا کیا نسخہ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

دیکھیے ابن حجر شافعی بھی خیرات الحسان میں لکھتے ہیں کہ بیان ہو چکی ہے یہ بات کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چار ہزار مشائخ ائمہ تابعین وغیرہم سے حدیث اخذ کی ہے۔ اسی وجہ سے ذہبی وغیرہ نے ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ اور جو شخص گمان کرتا ہے قلتِ حدیث کا پس یا تو بہ باعث تساہل کے اہلِ حدیث سے یا بوجہ حسد کے ہے، اس لیے کہ جس شخص کو چند حدیثیں حاصل ہوں گی اس سے کیوں کر ایسا استنباط بے شمار مسائل کا ہو سکتا ہے، باوجودے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اول ان لوگوں کے ہیں کہ جنھوں نے ادلہ سے بطور خاص جو حنفیہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور رہیں، استنباط کیا ہے اور اسی امر مقصود اہم کی وجہ سے امام کی حدیث خارج میں ظاہر نہ ہوئی، جیسے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بہ باعث مشغول ہونے مصالح عام مسلمانوں کے روایت حدیث ان سے ایسی ظاہر نہیں ہوئی، جیسے سوا ان کے اور صحابہ سے، حتیٰ کہ صغار صحابہ سے ظاہر ہوئی۔

مذمت کثرت روایت بدون فقہ و درایت

اسی طرح امام مالک و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما سے اس قدر روایت ظاہر نہیں ہوئی، جس قدر ان لوگوں سے

(۱)- اقامۃ الحجۃ کے ص: ۱۴۰ میں ہے۔ ۱۲ منہ

ظاہر ہوئی جو اس کے واسطے فارغ ہو گئے تھے، جیسے ابوزرعہ اور یحییٰ بن معین، امام مالک اور امام شافعی کے استنباط مسائل میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔ اس کے علاوہ بغیر سمجھے کثرت روایت کچھ زیادہ تعریف نہیں، بلکہ ابن عبد البر نے اس کی مذمت میں ایک باب مقرر کیا ہے، پھر کہا ہے کہ فقہاے جماعت مسلمانان اور ان کے علما جن پر ہیں بغیر فقاہت اور بغیر سمجھے کثرتِ سے حدیث بیان کرنے کی مذمت وارد ہے۔ انتہیٰ۔

اور تبییض الصحیفہ میں امام صاحب کے استادوں اور شاگردوں کے نام بالتفصیل لکھے ہیں، اور پہلے عقد الجواہر المنیفہ اور میزان شعرانی سے حال مسانید امام بہ تفصیل لکھا گیا، اور نیز ابنِ حجر نے خیرات الحسان میں لکھا ہے، فصل ساتویں: ذکر مشائخ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں:

"اور وہ بہت ہیں، نہیں گنجائش رکھتا یہ مختصر اس کی اور تحقیق ذکر کیا ان میں سے ابوحفص کبیر نے چار ہزار مشائخ کو اور کہا اوروں نے چار ہزار امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ بھی تھے، پھر غیر تابعی کتنے ہوں گے، اور جنھوں نے فقہ اور حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی ہے، ان کے پورے پورے ذکر سے پہلے اس کا ضبط مشکل ہے، اسی واسطے بعض ائمہ نے کہا ہے کہ اسلام کے مشہور اماموں میں سے کسی کے لیے یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ یعنی کثرت مشائخ اور شاگردوں سے اور نہیں نفع پایا علما اور جمیع آدمیوں سے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں سے نفع اٹھایا ہے تفسیر احادیث مثبتہ اور مشبہہ اور مسائل مستنبطہ وغیرہ سے۔" انتہیٰ۔(۱)

اب بھی مؤلف وغیرہ مرغے کی ایک ٹانگ کہتے جائیں اور تابعیت وغیرہ اوصافِ امام سے انکار کرتے رہیں تو خدا حافظ ہے۔ مگر منصف متدین البتہ ان کے مکائد اور ہٹ دھرمی سے واقف ہو کر آئندہ ان کے ایسے واہی عقائد اور اقوال کی تسلیم سے پرہیز کریں گے۔

قال: اور ایک مغالطہ مقلد امام اعظم کے حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جو مرتبہ امام اعظم کا ہے ائمہ میں سے اور کسی کا بھی نہیں ہے، اس لیے کہ امام اعظم کی فضیلت میں ان کا نام لے کر صریح چار حدیثیں آچکی ہیں۔ الخ۔

اقول: امام کی فضیلت کچھ انھیں احادیث پر موقوف نہیں، بلکہ فقط تابعی ہونا ان کا دیگر ائمہ معاصرین سے افضل ہونے کے لیے کافی ہے، اور یہ حدیثیں بھی بہ اصطلاح واسانید محدثین موضوع ہوں تو حرج نہیں ورنہ ان کے مضمون صحیح ہونے میں کسی عاقل کو تامل نہ ہوگا، اور نہ کوئی استحالہ ہے۔ امام رضی اللہ عنہ واقعی امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چراغ ہیں اس حدیث کی نسبت در مختار میں لکھا ہے:

"قال في الضياءِ المعنوي: وقول ابن الجوزي إنه موضوع تعصب لأنه رُوِيَ

(۱)- خیرات الحسان، فصل:۷، ۸

بطرق مختلفة. ''(۱)انتهیٰ

یعنی ضیاے معنوی میں یہ کہا ہے کہ قول ابن جوزی کا کہ یہ حدیث موضوع ہے تعصب ہے؛ کیوں کہ یہ حدیث کئی طریقوں سے مروی ہے، انتہیٰ۔

یعنی درجۂ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

علاوہ اس کے علماے محققین نے اور احادیث صحیحہ سے فضیلتِ امام ثابت کی ہے، چناں چہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ میں جو خاص امام کے مناقب میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا ہے، کہا ہے کہ:

''ائمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت اُس حدیث میں دی ہے کہ قریب ہے کہ لوگ سواریوں کو دوڑاتے ہوئے لائیں گے اور علم طلب کریں گے، پھر نہ پائیں گے، کسی کو زیادہ عالم مدینہ کے عالموں سے۔ اور امام شافعی کی بشارت اس حدیث میں دی ہے کہ تم لوگ قریش کو بُرا مت کہو، اس لیے کہ اُس کا عالِم زمین کو علم سے بھر دے گا۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت دی اس حدیث میں جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اگر علم ثریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ اس کو لے لیتے۔ اور شیرازی نے القاب میں اس حدیث کو قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر علم ثریا پر معلق ہوتا تو ایک قوم فارس کی اس کو لے لیتی۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو بخاری اور مسلم میں مروی ہے، اور لفظ بخاری کے یہ ہیں کہ اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو اس کو فارس کے لوگ لے لیتے، اور لفظ مسلم میں یہ ہے کہ اگر ایمان ثریا کے نزدیک ہوتا تو البتہ ایک شخص فارس کا جا کر اس کو لے لیتا، اور حدیث قیس بن سعد میں جو معجم کبیر طبرانی میں مذکور ہے، اس لفظ سے کہ اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو اس کو فارس کے لوگ لے لیتے، اور دوسری حدیث اسی کتاب میں ابن مسعود کی روایت سے ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دین ثریا پر معلق ہوتا تو البتہ فارس کے لوگ اس کو لے لیتے۔ سو یہ اصل صحیح ہے کہ اس پر بشارت اور فضیلت میں مثل پہلی دونوں حدیثوں کے اعتماد کیا جاتا ہے، حدیثِ موضوع کی کچھ حاجت نہیں۔ انتہیٰ۔

اور یہ حدیثِ فضیلت اہلِ فارس میں امام پر اس لیے محمول ہے کہ اہلِ فارس میں سوائے امام ابو حنیفہ کے کوئی شخص علم وزہد وغیرہ میں مشہور ومعروف نہیں ہوا۔ ایسا ہی ذکر کیا علامہ شامی نے اور تصدیق کی اپنے شیخ سیوطی کی، کذا فی رد المحتار۔(۲)

(۱)- درمختار، مطلب: يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل.

(۲)- قال: ماجزم به شيخنا من أن أبا حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر، لا شك فيه لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه أحدٌ اھ. (رد المحتار مقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل، ج:۱، ص:۱۴۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

اور خیرات الحسان میں ہے:

"اُس بات سے کہ صلاحیت استدلال کی عظمت شان امام ابو حنیفہ میں رکھتی ہے وہ حدیث ہے جو روایت کی گئی ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہ آپ نے فرمایا: اٹھالی جائے گی دنیا کی زینت سن ڈیڑھ سو (١٥٠ھ) میں۔" انتہیٰ۔

اور یہ اس لیے ہے کہ امام موصوف کا انتقال اس دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف سن ڈیڑھ سو میں ہوا تو یقیناً یہ حدیث امام پر محمول ہے۔

قال: اور ایک مغالطہ امام اعظم کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ امام اعظم کی بزرگی اور ائمہ پر اس لیے زیادہ ہے کہ انھوں نے چالیس برس تک ایک وضو سے عشا اور صبح کی نماز پڑھی اور ہر شب میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اس بات کو خطیب نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔ (الی ان قال) کیا ان کو اتنی بھی خبر نہیں تھی کہ یہ بدعت ہے؛ کیوں کہ پیغمبرِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عمر بھر کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نفل نہیں پڑھی اور نہ کبھی تمام شب جاگے۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ مؤلف مع ہم مشربوں کے جب کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم و نیز صحابۂ کرام کی عبادت و ریاضت کے حال سے ناواقف محض ہے تو امام صاحب وغیرہ مجتہدین کی عبادت سے تعجب کرنے میں اور اس کو برا سمجھنے میں محض نابلد رہنا بعید نہیں۔ دیکھو! یہاں پر مطلقاً کثرت عبادت بلکہ تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل پڑھنے کو بہ تقلید صاحب المعیار بدعت کہہ رہا ہے، جس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ وغیرہ نعوذ باللہ بدعتی ہوں، جن سے کثرت عبادت منقول ہے، بلکہ العیاذ باللہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نسبت بھی بد گمانی لازم آتی ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مطلقاً عبادتِ شاقہ کو منع نہیں فرمایا بلکہ جس پر مشقت ہو اور طبیعت اس کی خوب رغبت سے عبادت میں مصروف نہ ہو ورنہ خود آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم و صحابہ و تابعین وغیرہ ریاضت و عبادت کی کثرت نہ فرماتے۔ دیکھو بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

"كان النبي صلى الله عليه وسلم ليقوم ليصلي حتىٰ ترم قدماه أوساقاه فيقال له، فيقول : أفلا أكون عبداً شكوراً." انتهىٰ(١)

یعنی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز کے لیے البتہ کھڑے ہوتے تھے، یہاں تک کہ پاؤں مبارک پر آماس ہو جاتا، اور جب اس بارے میں آپ سے عرض کیا جاتا تو فرماتے، کیا میں شکر گزار بندہ نہیں ہوں؟ انتہیٰ۔

---

(١)- بخاري، كتاب التهجد، باب قيام النبي صلى الله عليه وسلم الليل حتى ترم قدماه. ج:١، ص:١٥٢.

اور علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ میں لکھتے ہیں:

"ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے نفس پر شدت عبادت اختیار کرلے، اگرچہ اس کے بدن کو نقصان کرے؛ اس لیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار کیا باوجودے کہ آپ جانتے تھے کہ میں مغفور ہو چکا ہوں پھر جو شخص اس بات کو نہ جانتا ہو خصوصاً جس کو بے خوفی استحقاقِ نار سے نہ ہوئی ہو اس کو تو بدرجۂ اولیٰ چاہیے۔ اور موقع اس عبادت کا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے، وہ ہے کہ جب تک طبیعت کو ملال نہ پہنچائے، اس لیے کہ حال رسول اللہ ﷺ کا اوروں کے احوال سے کامل تر تھا، آپ اپنے پروردگار کی عبادت سے ملول نہیں ہوتے تھے، اگرچہ بدن کو ضرر ہوتا تھا، بلکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوا ہے کہ فرمایا آپ نے: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ چناں چہ نسائی نے انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ اور جب اور شخص ملالت طبیعی کا خوف کرے اس کو لائق ہے کہ اپنے نفس کو تکلیف میں نہ ڈالے۔" انتہیٰ۔

اور تمام رات کا نہ جاگنا آں حضرت ﷺ سے اکثر اوقات میں امت پر شفقت کے باعث ہے ورنہ بعض اوقات تمام شب کو جاگنا بھی ثابت ہے۔ چناں چہ مسلم و ابو داؤد وغیرہ میں ہے:

"كانَ رسولُ اللّهِ صَلى اللّهُ عليهِ وسلمَ إذَا دخَل العشرُ من رمضانَ أحيىَ الليلَ و أيقظَ أهلهُ وشدَّ الميزرَ." (۱) انتہٰی

یعنی نبی ﷺ کا حال یہ تھا کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپ تمام رات جاگتے اور گھر کے لوگوں کو جگاتے اور تہ بند کو مضبوط باندھتے تھے۔ انتہیٰ۔

اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں عطا تابعی سے روایت ہے کہ:

"انھوں نے کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھ کو زیادہ متعجب بات جو رسول اللہ ﷺ سے دیکھے ہو بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ کون سا امر رسول اللہ ﷺ کا قابلِ تعجب نہ تھا۔ آں حضرت ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے، پھر فرمایا میں اپنے پروردگار کی عبادت کرلوں، پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے، پھر روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسو سینے پر بہے، پھر رکوع کیا پھر روئے پھر سجدہ کیا پھر روئے پھر سر اٹھایا پھر روئے اسی طرح کرتے رہے، یہاں تک کہ بلال (رضی اللہ عنہ) نماز کی اطلاع کو آئے، میں نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو رُلایا، حالاں کہ آپ کے

---

(۱)- صحيح سلم، كتاب الاعتكاف، باب الاجتهاد في العشر الأواخر، ج:۱، ص:۳۷۲. محمد قاسم

سنن ابو داؤد میں یوں ہے:

أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا دخل العشر احيى الليل وشد الميزر وأيقظ أهله. (كتاب الصلاة، باب في قيام شهر رمضان، ج:۱، ص:۱۹۵)

مقدم اور مؤخر گناہ تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیے ہیں، تب فرمایا: کیا میں شاکر بندہ نہیں ہوں۔'' انتہیٰ

اور نسائی و ابن ماجہ میں ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے رہے یہاں تک کہ ایک ہی آیت میں صبح کر دی اور آیت یہ ہے کہ :اگر تو ان پر عذاب کرے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر بخش دے تو بے شک غالب حکمت والا تو ہی ہے۔''(۱) انتہیٰ

اور اپنی طاقت کے موافق عبادت کرنا مامور بہا ہے، چناں چہ بخاری میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: لازم پکڑو اعمال کو جس قدر تم کو طاقت ہے، کیوں کہ بے شک خدا نہیں تھکتا (اور ناخوش نہیں ہوتا) یہاں تک کہ خود تم تھک نہ جاؤ اور ملول نہ ہو۔''(۲) انتہیٰ

علیٰ ہذا ابوداؤد وغیرہ میں ہے:

اقامۃ الحجۃ میں ہے: ''جب کہ عمل کا جواز طاقت کے موافق ثابت ہوا یہاں تک کہ تھکان اور ملالت حاصل نہ ہو۔ پس ہم کہتے ہیں کہ آدمیوں کی طاقت مختلف ہوتی ہے، بہت آدمی ایسے ہیں کہ ایک شے کی طاقت رکھتے ہیں اور دوسرا اس کی طاقت نہیں رکھتا، اور بہت آدمی ایسے ہیں ایک چیز سے ملول ہو جاتے ہیں اور دوسرا اس سے ملول نہیں ہوتا، اور بہت آدمیوں کو سرعتِ قراءت دی گئی ہے اور دوسرا اس کو نہیں پہنچتا۔ اور آں حضرت ﷺ کے تمام رات قیام کرنے کی حدیث سے ثابت ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا رات بھر کے قیام کی نفی کرنا غالب اوقات پر محمول ہے۔ اسی طرح گیارہ رکعتوں سے زیادہ کی نفی غالب اوقات پر محمول ہے، ورنہ روایاتِ متعددہ سے پندرہ رکعت تک ثابت ہے۔ ایسا ہی اس کو نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا۔ اور بعض روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس رکعت رمضان میں بغیر جماعت پڑھی ہیں اور سند اس کی ضعیف ہے۔(۳)

اور دوسری یہ ہے کہ اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کل رات قیام نہیں کیا، اور نہ پورا قرآن ایک

---

(۱)- عن جبيرة بنت دجاجة قالت: سمعت أباذر يقول : قام النبي صلى الله عليه وسلم بآية حتىٰ أصبح يرددها والآية''وَاِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ'' (سنن ابن ماجة، باب ماجاء في القراءة في صلوٰة الليل، ج:١، ص:٩٦، و سنن نسأي كتاب الافتتاح، باب ترديد الآية، ج:١، ص:١١٦)

(۲)- عليكم بما تطيقون من الأعمال فإن الله لا يمل حتىٰ تملوا. (صحيح بخاري ، كتاب التهجد، باب ما يكره من التشديد في العبادة، ج:١، ص:١٥٤، مجلس بركات)/ خذوا من العمل ما تطيقون فوالله لا يسأم الله حتىٰ تسأموا. (صحيح مسلم ، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب: أمر من نعس في الصلاة الخ، ج:١، ص:٢٦٧، مجلس بركات)

(۳)- اقامۃ الحجۃ کے ص:۱۴ر میں ہے۔ ۱۲ منہ

رات میں پڑھا، اور نہ گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھا تو ہم کہتے ہیں کہ اس کی مثل اور مشابہ رسول اللہ ﷺ سے تشدد میں ثابت ہوا ہے اور وہ آپ کا قائم ہونا یہاں تک کہ قدم مبارک آپ کے ورم کر جاتے تھے اور اسی قدر عبادات شاقہ سے بدعت کا نام اٹھا دینے کو کافی ہے اس لیے کہ بدعت وہ ہے کہ وہ اور نہ اس کا مثل عہد نبوی ﷺ میں ثابت ہو، اور یہ اس میں شرط نہیں ہے کہ ہر جزئی جزئیات عبادت کا آں حضرت ﷺ سے ثابت ہو جائے۔

اور تیسری یہ ہے کہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی عبادت امت پر شفقت کی وجہ سے اختیار نہیں کی ہے، لیکن اس کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے جن کے طریقہ پر چلنے کا ہمیں حکم دیا ہے، پس یہ عبادت کیوں کر بدعت ہوں گی۔" انتہیٰ ملتقطاً

اب ان افعال کو بدعت کہنا جن کا ثبوت شارع سے ہو چکا ہے اپنے ایمان کا دشمن ہونا ہے۔

اور صحابہ وغیرہ سے بھی عبادت شاقہ کا ثبوت ہے، جیسا کہ ترمذی میں ہے کہ:

"بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن کو ختم نہ کرنا چاہیے، موافق اس حدیث کے کہ جو نبی ﷺ سے مروی ہے، اور بعض اہلِ علم نے اس کی رخصت دی ہے۔ اور حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ وہ قرآن کا ختم ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور اس کے ساتھ وتر پورا کرتے تھے۔ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ انھوں نے کعبہ میں قرآن کا ختم ایک رکعت میں کیا۔ اور قرآن ترتیل سے پڑھنا علما کے نزدیک مستحب ہے۔"(۱) انتہیٰ

اور حافظ ابو نعیم اصبہانی حلیۃ الاولیا میں عثمان رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھتے ہیں کہ:

"زبیر بن عبد اللہ اپنی دادی زہیمہ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور تمام رات کو قیام کرتے تھے مگر اول شب قدرے آرام کر لیتے۔"(۲) انتہیٰ

اور اسی کتاب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حال لکھا ہے کہ نافع تابعی سے روایت ہے کہ "ابن عمر رضی اللہ عنہما رات بھر نماز پڑھتے، پھر کہتے اے نافع! فجر ہو گئی؟ میں کہتا کہ ابھی نہیں، پھر نماز پڑھنے لگتے، پھر کہتے: نافع! فجر ہو گئی؟ میں کہتا کہ ہاں! پھر بیٹھ جاتے اور اللہ سے استغفار اور صبح تک دعا مانگتے رہتے۔"(۳) انتہیٰ

اور ابن کثیر میں اپنی تاریخ میں عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ لکھا ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو عشا کی نماز پڑھا دیتے، پھر اپنے گھر میں چلے جاتے اور برابر فجر تک نماز پڑھتے اور انتقال نہیں کیا یہاں تک کہ برابر روزے رکھے

(۱)- جامع الترمذي، أبواب القراءة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. باب ماجاء أن القرآن أنزل أنزل على سبعة أحرف، ج:۲، ص:۱۱۸، مجلس برکات، اشرفیه.

(۲)- حلية الأولياء، حالات عثمان بن عفان، حديث:۱۶۱، ج:۱، ص:۹٤، دار الكتب العلمية.

(۳)- حلية الأولياء، حالات عبد الله بن عمر، حديث: ۱۰۵۲، ج:۱، ص:۳۷۶، دار الكتب العلمية.

گئے۔" انتہیٰ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حال میں اقامۃ الحجۃ میں لکھا ہے کہ "بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن میں آٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے جیسا کہ اس کو بعض شراحِ بخاری نے ذکر کیا۔" انتہیٰ

اور امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ:

"بے شک متقدمین کی عادات ہر روز قرآن پڑھنے میں مختلف تھیں، ان کے احوال و افہام اور وظائف کے موافق، پس بعضے تو قرآن کو ایک مہینے میں ختم کرتے تھے، اور بعضے بیس دن میں، اور بعضے دس دن میں، اور بعضے یا اکثر سات دن میں، اور بہت سے تین دن میں اور بہت سے ایک رات، دن میں، اور بعضے ہر رات کو، اور بعضے رات دن میں تین ختم، اور بعضے رات دن میں آٹھ ختم کرتے تھے۔ اور یہ بات اکثر ہم کو پہنچی ہے اور اس امر کو میں نے ان کے فاعل اور ناقل کی طرف کتاب آداب القراء میں ان عمدہ عمدہ امور کے ساتھ واضح کر دیا جو کہ اس سے متعلق ہیں۔"(۱) انتہیٰ

اور آٹھ ختم کی تصریح حضرت علی سے اوپر معلوم ہو چکی۔ اور بعض تابعین و ائمہ مجتہدین کے حالات میں حلیۃ الاولیا میں لکھا ہے کہ:

"اویس قرنی جب شام ہوتی تو کہتے کہ یہ رات رکوع کی ہے، پھر رکوع کرتے یہاں تک کہ صبح کر دیتے، اور جب پھر شام ہوتی تو کہتے کہ یہ رات سجدہ کی ہے، پھر سجدہ کرتے یہاں تک کہ صبح کر دیتے۔"(۲) انتہیٰ

اور عبد المنعم اپنے باپ ادریس سے روایت کرتے ہیں کہ "سعید بن مسیب نے صبح کی نماز عشا کے وضو سے پچاس برس تک پڑھی ہے۔"(۳) انتہیٰ

اور ثابت بن اسلم تابعی جنھوں نے عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چالیس برس رہے ہیں، ان کے حال میں اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"سنان اپنے والد ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ واللہ میں نے ثابت کو قبر میں رکھا تھا، اور میرے ساتھ حمید طویل یا دوسرا شخص تھا۔ یہ شک محمد بن سنان راوی کا ہے۔ پھر جب کہ اُن پر ہم نے مٹی برابر کر دی، ایک اینٹ نکل پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں، پھر میں نے اپنے ساتھی سے کہا، کیا، دیکھتا نہیں،

---

(۱)- شرح صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به، أو فوت به حقاً، الخ.ج:۱، ص:۳٦٦.

(۲)- حلية الاولياء، الطبقة الاولىٰ من التابعين، حالات أويس بن عامر القرني، حديث:۱۵۷۸، ج:۲،ص:۱۰۲.

(۳)- حلية الاولياء، طبقة اهل المدينة، حالات سعيد بن المسيب، حديث:۱۸۷۸، ج:۲، ص:۱۸٦.

تو اس نے کہا چپ رہو، پھر جب ہم نے مٹی ڈال دی تو لوٹ کر ان کے لڑکے کے پاس آئے، اور دریافت کیا کہ تمھارے والد کون سا عمل کیا کرتے تھے؟ تو اس نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا؟ تب ہم نے اس کو اس واقعے کی خبر دی۔ اس نے کہا کہ وہ پچاس برس تک تمام رات قیام کیا کرتے تھے اور جب صبح ہوتی تو کہتے اے خدا اگر تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو قبر میں نماز پڑھنی عطا کی ہو تو مجھ کو عطا کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان کی اس دعا کو رد کر دیتا۔(۱) " " انتہیٰ۔

اب بخوبی واضح ہوا کہ صحابہ و تابعین وغیرہ سے کثرت عبادت و ریاضت جیسا کہ امام سے منقول ہے، ثابت ہے، پھر اس کو بدعت کہنا گویا ان بزرگ واروں کو بدعتی بنانا ہے، اور جس نے ان کو بدعتی بنایا وہ خود پکا جھوٹا بدعتی ہے۔

قال: دوم: شب میں ہزار رکعت نماز پڑھنی عقلاً بھی دشوار ہے، اس لیے کہ تمام رات کے درج اوسط میں بارہ گھنٹے ہوتے ہیں۔ الخ۔

اقول: کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

جیسا کہ ہزار رکعت ایک شب میں عقل سرسری کے نزدیک مشکل ہیں، اسی طرح آٹھ قرآن کا ختم کرنا ایک رات، دن میں جیسا کہ صحابہ وغیرہ سے اوپر مروی ہو چکا مستبعد ہے، پس جس طرح ان کی تصدیق اہل سنت کے نزدیک اعتقاد کرامت کے باعث ہے، اسی طرح اس کی بھی تصدیق ہے۔ مؤلف صاحب اپنے پر پاک لوگوں کو قیاس کرتے ہیں، کہ دن رات عیش و عشرت میں بریانی پلاؤ سیروں کھا کر خراٹے تمام رات مارتے رہتے ہیں، اور یہ خبر نہیں ہوتی کہ رات کدھر سے آئی اور کدھر گئی، لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے، اس لیے کہ اقامۃ الحجۃ میں اس عقل کا جواب بھی دے دیا ہے:

"اگر تو اعتراض کرے کہ بعض مجاہدات کا وقوع عقل میں نہیں آتا، جیسے آٹھ ختم دن اور رات میں، اور ہزار رکعت ایک رات میں اور مثل اس کے، تو میں کہتا ہوں کہ اس کا وقوع اگرچہ عوام سے بعید ہے، لیکن اہل اللہ سے بعید نہیں، اس لیے کہ اپنے خدا کی طرف سے قوت ملکی عطا کیے گئے ہیں کہ اس کی وجہ سے ان صفات کو پہنچ گئے ہیں، اس کا انکار وہی کرتا ہے جو کرامات اور خرق عادات کا منکر ہے۔" انتہیٰ

غرض کہ عقل سلیم بھی اس بارے میں عاجز آ کر کرامات و معجزات کی تصدیق کر لیتی ہے اور اپنی فہمید کو بالائے طاق رکھ دیتی ہے، مگر واہ رے عقلِ غیر مقلدین کہ وہ بھی وہاں جا کر رو رو کر سر دھنتی ہو گی کہ ایسے نامعقولوں کے پاس میرا نام بدنام کنندۂ نکونامی چند کا مضمون ہے۔

---

(۱)- حلية الأولياء، طبقة اهل المدينة، حالات ثابت البناني، حديث:۲۵۶۸، ج:۲، ص:۳۶۳

اور **قفال** مروزی کا قصہ جو مؤلف صاحب نے ضداً و حسداً بغیر تحقیق کے لکھا ہے، اصل میں وہ قصہ موضوع، جھوٹا، شیعوں کا گڑھا ہوا ہے۔ چناں چہ مولوی صدیق حسن خاں قنوجی نے (مؤلف صاحب و جملہ غیر مقلدین جس کے کمال مداح ہیں) کشف الالتباس میں اس حکایت کی نسبت لکھا ہے کہ:

"صاحبِ تبصرہ نے کہا کہ علمائے متاخرین امامیہ نے حنفیہ کے الزام کے لیے ایک حکایت جوڑی ہے کہ ایک شخص نے مذہب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تضحیک کے واسطے نبیذ سے وضو کیا، الیٰ آخرہ۔ چناں چہ منہج الفاضلین ملا محمد باقر مجلسی (شیعی) کے باب اول میں مذکور ہے۔ حاصلہ اور اسی لیے ملا علی قاری نے سخت انکار قصۂ قفال کا امام الحرمین پر کیا ہے۔" انتہیٰ(۱)

اور ملا علی قاری نے رسالۂ رد قفال میں اس کی نماز مصنوعی اور اس قصہ کا اولاً سخت انکار کیا ہے کہ یہ کسی رافضی یا خارجی کا جھوٹا قصہ جوڑا ہوا ہے، اس کے بعد بر تقدیر تسلیم اس کے ہر ہر اعتراض و الزام کا جواب شافی احادیث وغیرہ سے دیا ہے، اور فی الواقع یہ نماز امام صاحب کی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ کبھی تمام عمر میں ایسی نماز پڑھنی امام سے منقول نہیں، افترائے محض ہے، صرف جواز کی صورت نکال لی ہے۔ اور سنن وغیرہ واجبات کو ترک کر دیا ہے۔ اگر ایسے ہی جواز کی صورت نکالنی ہو تو یہ سب صورتیں جواز کی احادیث مرفوعہ و آثار صحابہ وغیرہ سے ثابت ہیں۔ چناں چہ ملا علی قاری نے بالتفصیل اسی رسالہ میں ان سب کو ثابت کیا ہے، سو اب کوئی جاہل یہ کہنے لگے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے بھی ایسی نماز منقول ہے اور ان کی یہ نماز ہے، تو نعوذ باللہ خاصۂ منافق و معاند دین سمجھا جائے گا۔

پس معلوم ہوا کہ قصہ کی تصدیق کرنے والے رفاض کے چھوٹے بھائی ہیں جن سے اہلِ سنت کو پرہیز لازم ہے۔ اور جسے تفصیل دیکھنی ہے تو رسالۂ رد قفال کی طرف رجوع کرے۔ ہم نے یہاں صرف ان کے امام پیشوا سے اس قصے کی تکذیب نقل کر دی ہے۔

امام علیہ الرحمہ کے بعض فضائل کا ذکر

اب پھر کچھ فضائل امام سے نمونۂ خروارے سنیے اور دل شاد کیجیے۔

میزان شعرانی میں امام عبدالوہاب شعرانی نے فضائلِ امام متعدد مقامات میں لکھے ہیں۔ من جملہ ان کے یہ ہیں کہ:

" امام ابو جعفر شیز اماری نے شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے: امام ابو حنیفہ لوگوں میں سے بڑے پرہیز گار، اور بڑے عالم اور بڑے عابد، اور بڑے سخی، اور دین میں بہت احتیاط کرنے والے، اور دین میں رائے

---

(۱)- کشف الالتباس کے ص:۳۶۶ میں ہے۔ ۱۲ منہ

سے بہت دور رہنے والے تھے، اور کوئی مسئلہ علم میں نہ نکالتے یہاں تک کہ اپنے شاگردوں کو جمع کرتے، اور مجلس منعقد کرتے، پھر جب سب شاگرد اس پر متفق ہوتے تو امام ابو یوسف وغیرہ کو فرماتے کہ اس مسئلہ کو فلاں باب میں لکھو۔ اھ۔ اور بے شک پہلی فصلوں میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ سو بھائی صاحب دیکھو تو کس قدر تقویٰ اور خدا سے امام کو خوف تھا، کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ امام شرع الٰہی میں وہ بات بڑھائے کہ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت اس کو قبول نہ کرے، اور یہ بھی اس نے اپنی سند سے ابراہیم بن عکرمہ مخزومی رحمۃ اللہ علیہ تک روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے: میں نے اپنی تمام عمر میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بڑا کوئی عالم پرہیز گار، اور بڑا زاہد، اور بڑا عابد، اور بڑا عالم نہیں دیکھا۔“

اور شیزاماری نے عبد اللہ بن مبارک سے بھی روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

”میں کوفے میں داخل ہوا تو وہاں کے علما سے پوچھا کہ تمھارے اس ملک میں بڑا عالم کون ہے؟ تو سب نے کہا کہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمھارے اس ملک میں بڑا پرہیز گار کون ہے؟ تو سب نے کہا کہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کون بڑا زاہد ہے؟ تو سب نے کہا کہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ سو میں نے عمدہ باتوں سے کوئی بات نہ پوچھی مگر انھوں نے کہا کہ وہ بات امام میں موجود ہے۔ (حالاں کہ اس وقت اور بھی بہت سے امام مجتہد کوفے میں تھے)۔ اور شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بڑی تعریف اور مدح کیا کرتے تھے، اور بڑی جماعت میں سب کے سامنے کہا کرتے تھے کہ تقویٰ میں ابو حنیفہ کے مثل اور کون ہے۔“

اور ابو جعفر شیزاماری سے یہ بھی روایت ہے کہ: امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کو ریشمیں کپڑوں کے بیچنے پر وکیل کیا اور ان میں ایک کپڑا عیب دار تھا، تو آپ نے وکیل سے فرمادیا کہ اس کپڑے کو بغیر اس کے عیب ظاہر کیے نہ بیچنا، پھر وکیل نے اس کو بیچ ڈالا لیکن عیب بیان کرنا بھول گیا اور اس کپڑے کے دام اور داموں میں مل گئے، پھر جب وکیل نے امام کو اس بات کی اطلاع دی تو امام نے سب کپڑوں کے دام فقرا اور مساکین اور محتاجوں اور اہلِ ذمہ پر تقسیم کر دیے۔

ابو جعفر نے کہا ہم نے شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ بے شک امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے قرض دار کی دیوار کے سائے تلے نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس پر میرا قرض ہے، اور جو قرض کہ اُس سے نفع ہو سود میں داخل ہے۔

اور ابو نعیم وغیرہ نے امام صاحب کے حالات سے روایت کی کہ آپ نے صبح کی نماز عشا کے وضو سے پچاس برس سے زیادہ تک پڑھی ہے، اور رات کو مطلقاً اپنا پہلو زمین پر نہ ٹیکتے تھے، اور نمازِ ظہر کے بعد بیٹھے بیٹھے ایک لحظہ سو جاتے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کے قیام کے لیے قیلولہ سے مدد لو۔“(۱)

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، فصل في بيان ذكر بعض من أطنب في الثناء على الإمام أبي حنيفة من بين الأئمة على الخصوص الخ. ج:۱ ،ص:۸۶، ۸۷، دار الكتب العلمية، بيروت.

”اے بھائی! جان لے کہ میں نے ان فصول میں امام کی طرف سے جواب فقط اپنے دل اور حسنِ ظن سے نہیں دیے ہیں جیسا کہ بعض نے دیے ہیں، بلکہ میں نے ان کے جواب امام کے دلائل کی تلاش کے بعد دیے ہیں، جیسا کہ میں نے ان کو کتاب ”المنهج المبين في بيان أدلة مذاهب المجتهدين“ کے خطبہ میں بیان کیا ہے۔ اور امام کا مذہب سب مذاہب سے اول جمع ہوا اور سب سے آخر تک رہے گا جیسا کہ بعض اہلِ کشف نے کہا ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لیے ان کو امام بنایا ہے اور ان کے مقلد ہمیشہ ترقی پر ہیں، قیامت تک، اگر ان میں سے کسی کو قید کیا جائے اور پیٹا جائے کہ اس مذہب کو چھوڑ دے تو وہ اس بات کو نہیں مانے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کے مقلدین سے راضی ہو اور اس پر بھی راضی ہو جو ان کے ساتھ ادب کو لازم پکڑے اور باقی ائمہ کے ساتھ بھی ادب اختیار کرے۔

اور میرے سردار علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام مالک و امام شافعی رضی اللہ عنہما کے مقلدین انصاف کریں تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کسی قول کو ضعیف نہ کہیں جب کہ اپنے اماموں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف سنیں یا ان کو یہ باتیں پہنچیں، اور بے شک پہلے گذر چکا ہے کہ امام مالک فرماتے تھے: اگر امام ابو حنیفہ مجھ سے اس بات میں مناظرہ کرتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو اپنی دلیل سے اس کو سونے کا بنا دیتے۔ اور امام شافعی سے پہلے گزر چکا کہ وہ فرماتے تھے کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کی عیال اور کنبہ ہیں انتہیٰ۔ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم شان ہی منظور تھی کہ جب کہ امام شافعی نے صبح کی نماز امام کی قبر کے پاس پڑھی تو دعاے قنوت کو چھوڑ دیا حالاں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے استحباب کے قائل تھے۔ یہی بات البتہ امام شافعی کے مقلدوں کو ادب امام کے ضروری سمجھنے کے لیے کافی ہے۔“ (۱) انتہیٰ۔

”اور میں نے اپنے سردار علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنا کہ فرماتے تھے: اماموں کے مقلدین پر یہ بات ضروری ہے کہ اس شخص کی ضرور تعظیم کریں کہ جن کی تعریف ان کے امام نے کی ہے؛ کیوں کہ جب اپنے مذہب کا امام کسی عالم کی تعریف کرے تو اس کے جمیع مقلدین پر واجب ہے کہ اس عالم کی تعریف کریں اپنے امام کی تقلید کی وجہ سے، اور یہ کہ اس عالم کو دینِ خدا میں رائے سے پاک سمجھیں، اور اس کی بڑائی اور تعظیم میں مبالغہ کریں؛ کیوں کہ ہر مقلد نے اپنی ذات پر واجب کیا ہے کہ اپنے امام کے جمیع اقوال میں تقلید کرے خواہ اس کی دلیل سمجھے یا نہ سمجھے، اور اس کی دلیل کا مطالب بھی نہ ہو اور یہ بھی من جملہ ان کے ہے۔“ (۲) انتہیٰ

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، فصول في أجوبة عن الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه، الفصل الأول في شهادة الأئمة له بغزارة العلم. الخ. ج:۱، ص:۷۷، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)- ايضاً، الفصل الأول في شهادة الأئمة له بغزارة العلم و بيان أن جميع أقواله و أفعاله و عقائده مشيدة بالكتاب والسنة، ج:۱، ص:۷۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

اور میں نے اپنے سردار علی الخواص سے سنا کہ فرماتے تھے: ہر مقلد پر ائمہ مذاہب کے ساتھ ادب کرنا ضروری ہے۔ اور ایک دفعہ انھوں نے بعض شافعیہ سے سنا کہ وہ کہتا تھا: اس حدیث میں ابو حنیفہ پر رد ہے، تو سن کر کہا کہ خدا تیری زبان کو کاٹ ڈالے امام کے حق میں یہ لفظ کہتا ہے۔ ادب کا تقاضا تو یہ ہے کہ یوں کہے: امام اس حدیث پر مطلع نہیں ہوا۔"(۱) انتہیٰ

"اور مجھ سے یہ معاملہ ہوا کہ ایک شخص نے جو مشہور ذی علم تھا، میرے پاس آیا اور میں اس حالت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب لکھ رہا تھا، سو اس نے دیکھا اور اپنی جیب سے چند کاغذ کے ورق نکالے اور کہا کہ ان کو دیکھیے، تب میں نے دیکھا کہ ان میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رد ہے، پھر میں نے اس سے کہا کہ حضور جیسے امام کے کلام کو سمجھتے ہیں کہ رد کرنے لگیں، تو کہا کہ میں نے یہ اعتراض فخر الدین رازی کی تصانیف سے لکھے ہیں، تب میں نے کہا کہ فخر رازی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہ نسبت ایک طالب علم ہے، یا ایک ادنیٰ رعیت ہے بڑے بادشاہ کے سامنے، یا ایک ستارہ ہے آفتاب کے سامنے، اور جس طرح علما نے اپنے بڑے امام پر رعیت کے طعن کرنا حرام کیا ہے مگر دلیلِ واضح سے، علیٰ ہذا مقلدین کو اپنے اماموں پر اعتراض اور طعن حرام ہے، مگر نص واضح سے کہ تاویل کا احتمال نہ رکھے۔ پھر بر تقدیر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے قول کے ہوتے ہوئے کہ جو معترض نے اس کی دلیل کو نہیں پہچانا تب بھی یہ قول یقیناً اجتہاد سے ہے، پھر اس پر ان کے مقلد کو عمل کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے۔"(۲) انتہیٰ

"اور ہم جیسوں کو ایسے بڑے امام پر اعتراض کرنا کیسے لائق ہے کہ لوگ ان کی بزرگی اور علم اور پرہیزگاری اور زہد اور عفت اور عبادت اور کثرتِ مراقبہ خدا کی جناب، میں اور کثرتِ خوف خدا سے تمام عمر پر متفق ہیں۔ خدا کی قسم! یہ اعتراض سوائے اندھے پن کے اور کچھ نہیں؛ کیوں کہ جو کچھ انھوں نے ہم پر وسیع اور مباح کیا ہے تو وہ شارع کا وسیع کرنا ہے، پھر شارع کی تصریح نہ کرنے کی صورت میں وہ از قبیل اجتہاد اور نور قلب ہوگا، اور وہ بڑے امام ہیں کہ ہم پر اپنے اجتہاد سے فراخی کرتے ہیں۔ ان کے کمال تقویٰ اور احتیاط کے باوجود دین کے معاملہ میں ہمارے زیادہ محتاج ہونے کے باوجود اُن امور کی طرف جن کی انھوں نے ہم پر فراخی کی ہے، کیسے مسلمان عاقل کو جائز ہے کہ ان پر اعتراض کرے حالاں کہ رات دن اس کا محتاج ہے، اس بات کو جان اور سوچ؛ کیوں کہ بے شک یہ عمدہ بات ہے اور بچتے رہنا اس سے کہ معترضین کے ساتھ تو بھی ڈوب جائے، اور ائمہ پر اعتراض کر کے دنیا اور آخرت کا خسارہ حاصل کرے، اس لیے کہ بے شک امام رضی اللہ عنہ کتاب و سنت کے مقید تھے، رائے محض سے بیزار تھے۔ چناں چہ ہم نے اس

---

(۱)- ایضاً، ج:۱، ص:۷۸

(۲)-الميزان الكبرىٰ الشعرانية، فصول في أجوبة عن الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه، الفصل الأول في شهادة الأئمة له بغزارة العلم. الخ. ج:۱، ص:۷۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

کتاب کے چند مقام پر اس کو بیان کر دیا ہے۔ اور جس نے امام رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تلاش کی ہوگی تو اس کو دین میں اکثر مذاہب سے زیادہ احتیاط والا پایا ہوگا، اور جس نے اس کے سوا اور کچھ کہا (جیسا کہ غیر مقلد کہتے ہیں) تو وہ من جملہ ان جاہلین متعصبین کے ہے جو ائمۂ ہدیٰ پر اپنے ردی فہم کے باعث منکر ہیں، اور امام کو ایسی باتوں سے خدا نے بچا لیا ہے بلکہ وہ بڑے امام ہیں کہ سب مذاہب کے مٹنے تک ان کا مذہب رہے گا۔ چناں چہ اس کی خبر مجھ کو بعض اہلِ کشف صحیح نے دی ہے، اور ان کے مقلدین ہمیشہ ترقی پر ہیں ہر زمانہ میں، اور ان کے اقوال و افعال کے عقائد میں یکتا ہیں، اور پہلے ہم اپنے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے قول کو نقل کر چکے ہیں کہ لوگ سب کے سب فقہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے کنبہ ہیں۔ اور بے شک بعض مقلدِ امام پیٹا گیا اور قید کیا گیا تا کہ دوسرے کسی امام کی تقلید کرے تو اس نے اس بات کو قبول نہ کیا، اور خدا کی قسم یہ مہمل پن نہیں تھا، اور امام کے حق میں جو بعض متعصبین نے کلام کیا ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے، اور نہ اس قول کا اعتبار ہے کہ امام کو اہل الرائے کہتے ہیں، بلکہ محققین کے نزدیک اس شخص کا کلام جو امام کے حق میں طعن کرتا ہے من جملہ واہیات و بے ہودہ پن کے ہے، اور اگر اس شخص کو کہ امام پر طعن کرتا ہے مجتہدین کے باریک استنباط کے پہچاننے کی سمجھ ہوتی تو امام ابو حنیفہ کو اکثر مجتہدین پر مقدم کرتا؛ کیوں کہ اس کے مجتہدات، دلائل و مسائل مخفی ہیں۔ اے بھائی! جان لے اس کو کہ میں نے امام کے بارے میں اور مجتہدین کی نسبت جو زیادہ کلام مناقب میں کیا ہے، تو بوجہ اس کے کہ جو دین میں دلیر ہیں، ان پر رحم کیا ہے کہ وہ طالب علم ہیں، اور امام کے مخالف ہیں؛ کیوں کہ وہ بعض وقت امام کے خفی دلائل و مسائل کو ضعیف کہنے لگ جاتے ہیں بہ خلاف دیگر ائمہ کے کہ ان کے مسائل ظاہر ہیں۔"(۱) انتہیٰ

بعض کراماتِ امامِ ہمام رحمۃ اللہ علیہ

اب امام کی بعض کرامات سنو۔ اسی میزان شعرانی میں ہے کہ:

"امام ابو حنیفہ کو یہ بات پہنچی کہ لوگوں نے خلیفہ سے کہا کہ ہم نے علما کی تحقیق کی ہے تو کسی کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ و متقی نہیں پایا، اس کے قریب قریب سفیان ثوری اور صلہ بن اشیم اور شریک ہیں، تب امام نے سن کر کہا کہ میں تم کو تخمیناً کہتا ہوں کہ میں تو پیٹا جاؤں گا اور قید ہوں گا اور قصور نہ کروں گا، اور سفیان ثوری بھاگ جائیں گے، اور صلہ بن اشیم احمق ہو کر چھوٹ جائے گا، ہاں! شریک قضا میں مبتلا ہوگا۔ پس جیسا امام نے کہا ویسا ہی ہوا، اس لیے کہ سفیان ثوری تو سپاہیوں کا لباس پہن کر بھاگ گئے، کہ ان کو جاتے ہوئے کسی نے نہ پہچانا، اور شریک قضا کے متولی ہو گئے، اور صلہ بن اشیم جب بادشاہ کے دربار میں گیا تو کہنے لگا کہ تیرے پاس کتنے گدھے ہیں؟ اور کس قدر گھوڑے

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، فصل في بيان ذكر بعض من أطنب في الثناء على الإمام أبي حنيفة من بين الأئمة، الخ. ج:۱، ص:۸۹، دار الكتب العلمية، بيروت.

ہیں؟ اور کیا کچھ کھانا پکا ہے؟ اس بات کو خلیفہ نے سن کر کہا کہ اس دیوانہ کو یہاں سے نکالو۔ شیزاماری کہتے ہیں کہ ہم کو امام ابو حنیفہ اور سفیان اور صلۃ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ انھوں نے شریک کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہوا، اور کہتے تھے کہ ان کو بھی حیلہ کرنا ممکن تھا کہ اس بلا سے خلاصی پاتے اس کے باوجود انھوں نے چھٹکارے کا کام نہیں کیا۔ خدا ان سب سے راضی ہو۔"(۱) انتہیٰ

"اور بعض شافعیہ طالب علم جو میرے پاس آیا جایا کرتا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر انکار کرنے لگا، اور کہنے لگا کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ امام کے شاگردوں کی بات سنوں، تب اس کو میں نے اس بات سے منع کیا تو باز نہ آیا، پھر چلا گیا اور بلند منزل کی سیڑھی سے ایسا گرا کہ اس کے سرین کی ہڈی ٹوٹ پڑی، پھر ہمیشہ اسی حالت پر رہا کہ برے حال ہو کر مرا، اور میرے پاس کسی آدمی کو خبر لینے کے لیے بھیجا تو میں نے اصحابِ امام سے ادب کی وجہ سے جانے سے انکار کر دیا؛ کیوں کہ وہ ان کو بُرا جانتا تھا۔ اس کو جان لے اور اپنی زبان کو ائمہ کی برائی سے بچالے؛ کیوں کہ وہ صراطِ مستقیم پر تھے۔"(۲) انتہیٰ

"اور بے شک ہم نے اس کتاب میں کہ ائمہ، فقہا اور صوفیہ کی طرف سے جواب دیے ہیں، ذکر کیا ہے کہ تحقیق ائمہ فقہا و صوفیہ سب اپنے مقلدین کی شفاعت کریں گے۔ اور اس مقلد کی روح نکلنے کے وقت، اور منکر نکیر کے سوال کے وقت، اور میدانِ قیامت اور حساب و میزان اور صراط کے وقت خیال رکھیں گے، اور ان سے کسی محل پر غافل نہ ہوں گے۔ اور جب کہ ہمارے شیخ شیخ الاسلام شیخ ناصر الدین لقانی کو بعض صالحین نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو کہا کہ جب مجھ کو فرشتوں نے قبر میں بٹھایا کہ سوال کریں تو اس وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آئے اور کہا کہ ایسے لوگ بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کے لیے سوال کے محتاج ہوتے ہیں؟ ان کا پیچھا چھوڑو اور الگ ہو جاؤ، پھر مجھ سے الگ ہو گئے۔ اھ۔ اور جب کہ مشائخِ صوفیہ اپنے اَتباع اور مریدوں کا دنیا اور آخرت میں سب خوف و شدت کے مقامات پر خیال رکھتے ہیں، تو ائمہ مذاہب کیسے ہوں گے جو کہ زمین کے اوتاد ہیں، اور دین کے رکن ہیں، اور شارع کے امین ہیں اس کی امت پر۔ رضی اللہ عنہم۔

پس اے بھائی! اپنے جی میں خوش ہو، اور آنکھوں کو ٹھنڈا کر ان میں سے ہر امام کی تقلید میں جو چاہے۔" (۳) انتہیٰ ملتقطاً۔

---

(۱)- الميزان الكبرىٰ الشعرانية، فصل في بيان ذكر بعض من أطنب في الثناء على الإمام أبي حنيفة من بين الأئمة، الخ. ج:۱، ص:۸۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲)-الميزان الكبرىٰ الشعرانية ، فصل شهادة الأئمة له بغزارة العلم، الخ ج:۱، ص:۷۹۔ محمد قاسم

(۳)-الميزان الكبرىٰ الشعرانية ، فصل في بيان جملةٍ من الأمثلة المحسوسة التي يعلم منها اتصال أقوال جميع المجتهدين.الخ. ج:۱، ص:۶۵.

اب امام مالک کا شفاعت کرنا جب ثابت ہوا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بطریق اولیٰ شفیع ہوں گے۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسالۂ رد قفال میں لکھا ہے کہ: "امام ابو حنیفہ کے مقلد ہمیشہ سے ترقی پر تمام ملکوں میں رہے ہیں، خاص کر ملک روم اور ماوراء النہر اور ولایتِ ہندوستان اور اکثر اہل خراسان اور عراق میں، اور بلادِ عرب میں بھی بہت ہیں بالاتفاق۔ اور مجھ کو یہ گمان ہے کہ تمام مسلمانوں میں دو حصے حنفی ہوں گے اور باقی سب، بلکہ محاسبین کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہوں گے۔" انتہیٰ

اس لیے کہ یہ تو معلوم ہے اور ثابت ہے کہ امام اعظم اول مجتہد ہیں، انھوں نے ہی اصول اور فروع کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے بنا کیا ہے، یہاں تک کہ امام شافعی نے اس بات کا اقرار کیا ہے، اور کہا ہے کہ لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کنبہ ہیں، اور یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں نہ دیکھے اس کو فقہ میں تبحر حاصل نہ ہو گا، اور بے شک ان کا اجتہاد قرن ثانی میں بڑے بڑے مجتہدین کے سامنے ہوا ہے، اور ان کی شاگردی عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جو کہ علمائے عاملین سے تفسیر اور حدیث اور فقہ اور زہد و شجاعت و سخاوت و یقین میں مشہور تھے، اور وہ کہتے تھے کہ اگر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہ کرتا تو البتہ مبتدع ہوتا، اور اگر امام نہ ہوتے تو میں مفلس ہوتا، یعنی علم میں۔

اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایسے تھے کہ جس طرح باز کے سامنے چڑیاں۔

اور سفیان بن عیینہ نے کہا: جو شخص کہ لڑائی کا حال دیکھنا چاہے تو مدینہ شریف پہنچے اور جو حج کے احکام چاہے تو مکہ شریف ہے، اور جو فقہ کا ارادہ کرے تو کوفے میں جا کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی ملازمت اختیار کرے۔

اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ امام کے شاگردوں میں تھے، اور وہ ساداتِ صوفیہ کے شیخ المشائخ ہیں، کیوں کہ وہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، اور وہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، اور وہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے حق میں کہا گیا ہے کہ اگر اہلِ دنیا ایک طرف تولے جائیں اور داؤد طائی ایک طرف تو البتہ داؤد طائی وزن صلاح اور زہد میں غالب آویں۔

اور کردری نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور مدینہ شریف میں ان سے مناظرہ ہوا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کر گئے۔ اور کہا گیا ہے کہ امام کے شاگردوں میں فضل بن عیاش اور شقیق بن ابراہیم بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور سہل بن عبد اللہ تستری اور ابو بکر ورّاق اور ابو عبد اللہ محمد بن علی ترمذی ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی امام کے شاگرد ہیں

اور ابن حجر نے کہا کہ امام کے شاگرد بڑے بڑے مشائخ ائمہ مجتہدین و علماے راسخین سے مثل امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کی جلالت اور زہد پر سب کا اتفاق ہے اور جیسے امام ابو اللیث بن سعد اور امام مالک بن انس اور ایسے ایسے بڑے امام اور مشائخ اسلام ہیں کہ لوگوں میں شرقاً و غرباً اور عرب میں بھی مشہور ہیں اور موید اس کی وہ بات ہے کہ: "بعض اہلِ مناقب نے حکایت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت ثابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ چھوٹے تھے سو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی اور ان کی اولاد کے حق میں برکت کی دعا دی، پس امام صاحب کو جو کچھ دیا گیا وہ اسی دعا کی برکت سے تھا۔" انتہیٰ۔

اور بے شک امام شافعی نے امام محمد بن حسن سے حدیث لیا، انھوں نے امام ابو یوسف سے، انھوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے، سو وہ امام کے شاگرد دو واسطے سے ہیں، بلکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام مالک نے حدیث لیا جیسا کہ زرکشی نے اس کی تصریح کی ہے، پس امام ابو حنیفہ بڑے امام ہیں۔" انتہیٰ ملتقطاً۔

اور صاحبِ مشکات نے اکمال فی اسماء الرجال میں امام کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

"اگر ہم امام کے مناقب و فضائل کی شرح لکھنے لگتے تو خطبے طویل ہو جاتے پھر بھی مقصود تک نہ پہنچتے، اس لیے کہ بے شک وہ عالم عامل، پرہیز گار، زاہد، علومِ شریعت میں تھے، اور اس کتاب میں ان کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ ان کے نام سے برکت ہو، اگرچہ ہم نے مشکات میں کوئی حدیث ان سے نقل نہیں کی؛ کیوں کہ ان کا مرتبہ بڑا ہے اور ان کا علم وافر ہے۔"(۱) انتہیٰ

اور امام مجد الدین مشہور بہ ابن الاثیر نے جامع الاصول کی فصل نون میں لکھا ہے:

"لولَم يَكُن للّٰهِ تَعالىٰ سرٌ خفيٌ ورِضًا إلهيٌ فِي أبي حَنيفة لمَا جمعَ شطرَ أهلِ الإسلامِ علىٰ تقليدهٖ."(۲) انتهىٰ

---

(۱)- الإكمال في أسماء الرجال، الباب الثاني في ذكر أئمة أصحاب الأصول، ترجمة النعمان بن ثابت.۱۲

(۲)- جامع الأصول میں یوں ہے:

لو لم يكن للّٰه فيه سر خفي ورضاً إلهيٌ وفقه اللّٰه له لما اجتمع شطر الإسلام أوما يقاربه علىٰ تقليده. (حرف النون، فصل أول، الفرع الثاني في التابعين ومن بعدهم، الرقم ۲۷۸۰، النعمان بن ثابت، ج:۱٤، ص:۲٦٦، دار الكتب العلمية، بيروت) ۱۲

یعنی اگر خدا تعالیٰ کا بھید پوشیدہ اور خدا کی خوش نودی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں نہ ہوتی تو خداوند کریم آدھے مسلمانوں کو امام کی تقلید پر جمع نہ کرتا۔ انتہیٰ

اور شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار میں کہا کہ:

"اگر اللہ تعالیٰ کا بھید پوشیدہ امام کے حق میں نہ ہوتا تو البتہ خدا تعالیٰ آدھے مسلمانوں کو امام کی تقلید پر متفق نہ ہونے دیتا۔ انتہیٰ۔

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

"وقال يحيىٰ بن مَعين: القراءةُ عندي قراءةُ حمزةَ، والفقهُ فقهُ أبي حنيفةَ وعلىٰ هذا أدركتُ الناسَ. "انتهىٰ

یعنی یحییٰ بن مَعین کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو قراءت حمزہ (قاری) کی ہے اور فقہ، ابو حنیفہ کی فقہ، اور اسی پر میں نے لوگوں کو متفق پایا ہے۔ انتہیٰ۔

اور صاحبِ قاموس نے لکھا ہے:

"ابو حنیفہ بیس فقہا کی کنیت ہے اور ان سب میں زیادہ مشہور امام الفقہا نعمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (۱) انتہیٰ

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے:

"رئیس فقہاے اہل سنت ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ است۔" انتہیٰ

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد ثانی کے صفحہ ۱۰۷ میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کہ بعد از نزول کہ متابعت ایں شریعت خواہد نمود و اتباع سنت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام نیز خواہد کرد کہ نسخ ایں شریعت مجوز نیست نزدیک است کہ علماے ظواہر مجتہدات اورا علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند، ومخالف کتاب وسنت دانند مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی ست -رحمۃ اللہ علیہ- کہ بہ برکت ورع وتقویٰ وبدولت متابعت سنت درجۂ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم آں عاجز و قاصر اند و مجتہدات اورا بہ واسطۂ دقتِ معانی مخالفِ کتاب و سنت دانند، و اورا، واصحاب اورا اصحاب راے پندارند كل ذٰلك لعدم الوصول إلى حقيقة علمه و درايته و عدم الاطلاع علىٰ فهمه و فراست امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بکرِ شمۂ از وقتِ فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت: الفقهاء كلهم عيال

(۱)- أبو حنيفة: كنية عشرين من الفقهاء أشهرهم إمام الفقهاء النعمان، باب الفاء، فصل الحاء، ص:۱۰۳۶، مؤسسة الرسالة، بيروت.

أبی حنیفۃ واے از جرأت ہائے قاصر نظراں کہ قصور خود را بہ دیگرے نسبت نمایند۔

قاصر گر کند ایں قافلۂ راطعنِ قصور　　حاش للہ کی برارم بہ زباں ایں کلمہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند　　روبہ ازحیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

و بہ واسطۂ ہمیں مناسبت کہ بہ حضرت روح اللہ وارد تواند بود آں چہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام۔ بعد از نزول بہ مذہب امام ابی حنیفۃ عمل خواہد کرد۔ یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہادِ امامِ اعظم خواہد بود، نہ آں کہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام۔ کہ شان او۔ علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام۔ ازاں بلند تر است کہ تقلید علماے امت فرماید بے شائبۂ تکلف و تعصب گفتہ می شود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بہ نظر کشفی در رنگ دریاے عظیم می نماید، وسائر مذاہب در رنگ حیاض وجداولِ بہ نظر می در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان۔ و ایں مذہب باوجود کثرت متابعان در اصول و فروع از سایر مذاہب متمیز است و در استنباط طریق علاحدہ دارد، و ایں معنیٰ مبنی از حقیقت است۔

عجب معاملہ است امام ابو حنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است، و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت می داند و بر راے خود مقدم می دارد، و ہم چنیں قول صحابہ را بہ واسطۂ شَرف صحبت خیر البشر۔ علیہ و علیہم الصلاۃ والتسلیمات۔ بر راے خود مقدّم می دارد و دیگراں نہ چنیں اند۔ مع ذٰلک مخالفان او را صاحب راے می دانند و الفاظے کہ مبنی از سوے ادب اند باو منتسب می سازند، باوجود آں کہ ہمہ بہ کمال علم و وفور ورع و تقویٰ او معترف اند حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ایشاں را توفیق دہد کہ آزار راس دیں و رئیس اسلام نہ نمایند و سواد اعظم اسلام را ایذا نہ کنند "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِھِمْ "۔

جماعہ کہ ایں اکابر دین را اصحاب می دانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاناں براے خود حکم می کردند و متابعت کتاب و سنت نمی نمودند پس سواد اعظم از اہلِ اسلام بزعمِ فاسد ایشاں ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اہل اسلام بیروں بودند۔ ایں اعتقاد نہ کند مگر جاہلے کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطال شطر دین است ناقصے چند احادیث را یاد گرفتہ اند (جماعۃ غیر مقلدین زمانۂ حال) و احکامِ شریعت را منحصر دراں ساختہ اند و ماوراے معلوم خود را نفی می نمایند و آں چہ نزد ایشاں ثابت نہ شد منتفی می سازند۔

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است　　زمین و آسمانے او ہمانست

واے ہزار واے بر تعصب ہاے بارد ایشاں و از نظر ہاے فاسد ایشان بانی فقہ ابو حنیفہ است و سہ حصہ از فقہ او را مسلّم داشتہ اند، و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند باوے در فقہ صاحب خانہ او است و دیگراں ہمہ عیال وے اند، باوجود

التزام ایں مذہب مرا باامام شافعی گویا محبتِ ذاتی است وبزرگ می دانم۔ لہٰذا در بعضے اعمالِ نافلہ تقلید مذہب او می نمایم اما چہ کنم کہ دیگراں راباوجود وفور علم وکمالِ تقویٰ در جنب امام ابی حنیفہ در رنگ طفلاں می یابم والامر الی سبحانہ۔"(۱) انتہیٰ

(۱)- مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب پنجاہ وپنجم، ج:۲، ص:۱۵۳، تا۱۵۵، مکتبہ ایشیق ترکی۔

ترجمہ: اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جو کہ آسمان سے نزول کے بعد اس شریعت کی پیروی کریں گے تو حضرت سرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام کی سنت کی ہی اتباع کریں گے، کیوں کہ اس شریعت کا منسوخ ہونا جائز نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ علمائے ظواہر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے اجتہادات کے ماخذ کی انتہائی باریکی وپوشیدگی کی وجہ سے اس کا انکار کریں، اور ان کو کچھ کتاب وسنت کے مخالف سمجھیں، حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا حال حضرت امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے جیسا ہے کہ وہ پرہیز گاری وتقویٰ کی برکت اور سنت کی پیروی کی بدولت اجتہاد واستنباط مسائل کے ایسے بلند مرتبہ پر فائز ہو چکے ہیں کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی عاجز ہیں، اور دقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب وسنت کے مخالف سمجھتے ہیں، ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب رائے کہتے ہیں۔ اور یہ سب ان کے علم ودرایت کی حقیقت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی بنیاد پر ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی فراست نے اشاروں سے ان کی فقاہت کی باریکی کو معلوم کرلیا کہ انھوں نے فرمایا: تمام فقہا ابو حنیفہ کے عیال ہیں، افسوس ان تنگ نظروں کی جرأت پر کہ اپنے قصور کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اگر کوئی تنگ نظر اس قافلہ پر قصور کا طعنہ کرتا ہے -حاشاللہ کہ زبان پر حرفِ شکایت لاؤں

دنیا کے تمام شیر اس زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں -تو پھر لومڑی حیلہ سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اسی مناسبت رکھنے کی وجہ سے کہ خواجہ محمد پارسا نے فصول ستّہ میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ہوگا نہ کہ وہ اس مذہب کی تقلید کریں گے کہ ان کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ امت کے علما کی تقلید کریں۔

بلا تکلف وبغیر تعصب کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی طریقے پر دریائے عظیم کی طرح نظر آتی ہے اور بقیہ دوسرے مذاہب حوضوں اور چھوٹی نہروں کی مانند معلوم ہوتے ہیں، اور بظاہر بھی یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیرو ہے، اور یہ مذہب متبعین کی کثرت کے باوجود اصول وفروع میں دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے، اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے اور یہ بات اس کے حق ہونے کا پتہ دیتی ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے مقدم ہیں، اور مرسل احادیث کی اتباع بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں، اور ایسے ہی صحابۂ کرام کے قول کو بھی خیر البشر علیہم الصلاۃ والسلام کے شرف صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں حالاں کہ دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے، اس کے باوجود مخالفین ان کو صاحب رائے سمجھتے ہیں اور ان کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرتے ہیں جن سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے۔ حالاں کہ یہ سب ان کے کمال علم اور تقویٰ و پرہیز گاری کی کثرت کا اعتراف کرتے ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو توفیق بخشے کہ وہ دین کے سردار اور مسلمانوں کے رئیس کی دل آزاری نہ کریں اور اسلام کے سوادِ اعظم کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔

جو لوگ اکابر دین کو اصحاب رائے کہتے ہیں، اگر وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ حضرات اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب وسنت کا اتباع نہیں کرتے تھے تو وہ ان کے گمانِ فاسد کی بنا پر اہلِ اسلام کے سوادِ اعظم کو گم راہ اور بدعتی کہتے ہیں بلکہ اپنے خیال میں ان کو اہلِ اسلام کی جماعت سے خارج کر دیتے ہیں، بلکہ ان کے خیال میں اہلِ اسلام کی جماعت سے خارج ہیں تو یہ عقیدہ یا تو وہ جاہل رکھتا ہوگا جو خود اپنی جہالت سے بے خبر ہے، یا وہ بے دین جس کا مقصد نصف دین کو باطل قرار دینا ہے۔

امام عبد اللہ بن مبارک محدث وفقیہ اور صحاح ستہ کے راویوں میں سے اور بخاری ومسلم کے استادوں کے استاد ہیں اور امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے ہیں، ان کا مشہور قصیدہ جو امام کی تعریف میں ہے، لکھ کر مناقب کو ہم ختم کر دیتے ہیں، چناں چہ درِ مختار وغیرہ کتب میں ہے:

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَ مَنْ عَلَيْهَا   إِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ أَبُوْ حَنِيْفَةْ

یعنی البتہ تحقیق زینت دی شہروں اور ان کے رہنے والوں کو مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ نے۔

بِأَحْكَامٍ وَ اٰثَارٍ وَفِقْهٍ   كَاٰيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلٰى صَحِيْفَه

زینت دی احکامِ شرعیہ اور آثار وفقہ سے جس طرح زبور کی آیتیں روشن ورقوں پر لکھی ہوئی ہیں۔

فَمَا فِيْ مَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ   وَلَا فِيْ الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَه

دونوں مشرقوں میں اور دونوں مغربوں میں اور کوفے میں ان کا کوئی مثل نہیں ہے۔

يَبِيْتُ مُشَمِّراً سَهِرَ اللَّيَالِيْ   وَصَامَ نَهَارَهٗ لِلّٰهِ خِيْفَه

رات کاٹتا ہے مستعد ہوکر اور راتوں کو جاگتا ہے اور دن کو خدا کے خوف سے روزہ رکھتا ہے۔

فَمَنْ كَأَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ عُلَاهُ   إِمَامٍ لِلْخَلِيْقَةِ وَالْخَلِيْفَه

پھر ابو حنیفہ جیسا بلند مرتبہ کون ہے جو امام خلق اور بادشاہ کا امام ہو۔

رَأَيْتُ الْعَائِبِيْنَ لَهٗ سَفَاهًا   خِلَافَ الْحَقِّ مَعَ حُجَجٍ ضَعِيْفَه

میں نے امام پر عیب لگانے والوں کو بیوقوف اور کمینہ دیکھا کہ حق کے خلاف ضعیف دلیلیں لاتے ہیں۔

وَكَيْفَ يَحِلُّ أَنْ يُّوْذٰى فَقِيْهٌ   لَهٗ فِيْ الْأَرْضِ آثَارٌ شَرِيْفَه

اور کیسے حلال ہے کہ ایسے فقیہ کو تکلیف دی جائے کہ جس کے لیے زمین میں بزرگ علامات ہیں۔

وَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِيْسٍ مَقَالاً   صَحِيْحَ النَّقْلِ فِىْ حِكَمٍ لَطِيْفَه

اور بے شک ابن ادریس شافعی نے ایک بات کہی ہے کہ نقل اس کی صحیح ہے اور دانش کی عمدہ باتوں کے حکم میں ہے۔

چند ناقص لوگوں نے چند حدیثیں یاد کرلی ہیں اور احکامِ شریعت کو ان میں منحصر سمجھتے ہیں، اور اپنی معلومات کے علاوہ دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں اور جو ان کے نزدیک ثابت نہیں اس کا انکار کرتے ہیں۔

اس کیڑے کی طرح جو ایک پتھر میں چھپا ہوا ہے، اس کی زمین و آسمان وہی پتھر ہے۔

افسوس ہزار افسوس ان کے خشک تعصب اور ان کی فاسد نظر پر کہ فقہ کے بانی ابو حنیفہ ہیں اور لوگوں نے فقہ کا تین حصہ ان کے لیے مسلّم کر رکھا ہے اور باقی چوتھائی حصے میں تمام فقہا شریک ہیں اور وہ فقہ میں صاحبِ خانہ اور سب ان کے عیال ہیں۔ باوجودے کہ میں مذہبِ حنفی کا پابند ہوں لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے، ان کو بزرگ سمجھتا ہوں، لہٰذا بعض نفلی اعمال میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ دوسرے فقہا کو میں ان کے علم کی کثرت اور کمالِ تقویٰ کے باوجود امام ابو حنیفہ کے مقابلے میں بچوں کی طرح پاتا ہوں اور معاملہ کی حقیقت خدا کے سپرد ہے۔

بِأَنَّ النَّاسَ فِيْ فِقْهٍ عِيَالٌ   عَلىٰ فِقْهِ الْإِمَامِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ(۱)

کہ بے شک لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے فقہ کے کنبہ ہیں، انتہیٰ۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ فضائل دریائے زخار، فضائل امام سے ایک قطرہ ہیں، اس لیے کہ علمائے کرام نے مستقل رسالے اور دفتروں کے دفتر ان کے مناقب میں لکھے ہیں۔ لیکن اہل دین وعقل وانصاف کے خوش ہونے کے لیے اور اعتراضِ واہیہ متوخلین اور حاسدین زماں کے دفعیہ کے واسطے اسی قدر بس ہیں۔ اور معاند وحاسد کے واسطے دفتروں کے دفتر بھی کافی نہیں۔ اس عاجز نے اسی غرض سے ان پر خاتمہ کیا ہے کہ خداوند کریم اس کم ترین کو من جملہ مداحین اور خیر خواہ ائمۂ دین خصوصاً امام الأئمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کرے، اور ان کے گروہ میں قیامت کے روز اٹھائے۔ آمین ثم آمین۔

انتباہ

اہل سنت وجماعت کی خدمت میں عموماً اور غیر مقلدین منصفین کی خدمت میں خصوصاً التماس ہے کہ ظفر المبین کے مغالطات اور بیہودہ کلمات کو بہ نظر انصاف دیکھ کر اور نصر المقلدین سے اُس کے جوابات پاکر ایسے عقیدے سے بچیں جو کہ باعث طعن ائمہ مجتہدین، خصوصاً رئیس المجتہدین وامام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہے، کہ جن کی شان عظیم کے نہ صرف موافق بلکہ مخالف بھی قائل ہیں۔ سچ ہے۔

والفضل ما شهدت به الأعداء

اور جن کی نسبت مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی جو کہ پیشوائے غیر مقلدین ہیں، اپنی معیار الحق میں لکھ چکے ہیں کہ امام ہمارے پیشوا اور سردار ہیں سو ان کو لازم ہے کہ ایسے امام کے حق میں کلمات گستاخانہ اور بیہودانہ سے زبان اور تحریر کو روکیں، اور ہم مشربوں کو بھی منع کریں ورنہ عذاب اخروی اور طعن وذلتِ دنیاوی سے خلاصی نہ ہوگی۔

مانو نہ مانو حضرتِ من اختیار ہے   ہم نیک وبد تو آپ کو سمجھائے جائیں گے

اور التماس برادرانِ دینی سے یہ ہے کہ اس عاجز کی تالیف سے جو صاحب فائدہ اٹھائیں مؤلف کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرماویں۔ اور یہ عاجز بھی دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو راہِ اہلِ سنت والجماعت پر مستقیم رکھے۔ اور جو اس سے بہکے اور بھٹکتے پھرتے ہیں، ان کو بھی راہِ راست پر لاوے۔ آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سيد المرسلين سيدنا محمد و اٰله و صحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين.

---

(۱)- در مختار، مقدمة، ج:۱، ص:۱۵۹، ۱۶۰، دار الكتب العلميه بيروت.

جامع الشواهد في إخراج الوهابيين عن المساجد

بسم الله الرحمٰن الرحيم، نحمده و نصلي علىٰ رسوله الكريم

۱) علماے اہلِ سنت و جماعت اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ یہ گروہ وہابیین یعنی فرقۂ غیر مقلدین اہل سنت و جماعت میں داخل ہے یا اور فرقِ ضالہ کے مثل ان سے خارج ہے؟

۲) اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوف فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں؟

۳) اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

جواب سوال اول

وہابیہ غیر مقلدین (کہ قطع نظر عقائد کے جن کی علامات ظاہری اس ملک میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید نہ کرنا، اور فقہ کو مخالف حدیث کہنا، اور مقلدوں کا نام مشرک اور بدعتی رکھنا، اور اپنے تئیں موحد اور محمدی ظاہر کرنا، اور تقلید سے چڑھنا، اور نفس انعقاد مجلس میلاد خیر العباد اور فاتحہ خوانی و عرس اولیاء اللہ کو شرک و بدعت کہنا، اور کسی امام کی تقلید کے بغیر نماز میں آمین پکار کے کہنا، اور رکوع اور قومے کے وقت رفع یدین کرنا، اور نماز میں ناف سے اوپر بلکہ سینے پر ہاتھ باندھنا، اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا، اور جو ایسا نہ کرے اس کو برا کہنا) دیگر فرقِ ضالہ[1] رافضی و خارجی وغیرہما کے مثل اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں؛ کیوں کہ ان کے بہت سے عقائد اور مسائل اہل سنت و جماعت کے ہیں۔ چناں چہ بموجب تحریر انھیں کی کتابوں کے چند عقائد اور مسائل بقید نام کتاب وصفحہ نمبر کے بطور نمونہ بیان کیے جاتے ہیں، تاکہ پھر کسی منکر کو ان کے ثبوت میں گنجائش انکار اور شبہے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

پہلے ان کے عقائد سنیے

اول: یہ کہ خداے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن کہتے ہیں چناں چہ صفحہ ۵، کتاب "صیانۃ الایمان" مطبوعہ مراد آباد، تصنیف مولوی شہود الحق، شاگرد مولوی نذیر حسین میں مندرج ہے۔

دوم: انبیا علیہم السلام سے احکامِ دینی میں بھول چوک کے قائل ہیں، جیساکہ مولوی حسین خاں، صفحہ: ۱۲، کتاب "ردِ

(۱)- فرق ضالہ: گم راہ فرقے۔

تقلید بہ کتاب المجید"مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی میں اس مضمون کا اقرار کرتے ہیں۔ اور غرہ یہ کہ اس کی صحت پر مولوی نذیر حسین وشریف حسین وغیرہما اکابر غیر مقلدین کی مہریں بھی ثبت ہیں، حالاں کہ انبیا علیہم السلام تبلیغ احکام میں بالاتفاق معصوم ہیں۔

سوم: کہ آں حضرت کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کرتے ہیں، چناں چہ یہ مضمون صفحہ ۲ و ۱۶ ر "نصر المومنین" مصنفہ آخوند صدیق پشاوری، شاگردِ رشید مولوی نذیر حسین سے ظاہر ہے کہ انھوں نے خاتم النبیین کے الف لام کو عہد خارجی کا لکھا ہے، جس کے معنٰی یہ ہیں کہ بعض کے خاتم ہیں، نہ سب کے، حالاں کہ آپ کل انبیا کے خاتم اور نبی آخر الزماں ہیں، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔

چہارم: کہتے ہیں کہ حدیث آحاد سے یعنی سوائے حدیث متواتر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ثابت نہیں ہوتا، جس کا یہ مطلب ہوا کہ آں حضرت سے سوائے ایک دو معجزوں کے زیادہ صادر نہ ہوئے، کیوں کہ سوائے قرآن کے اور معجزات حدیث متواتر سے ثابت نہیں ہوتے، چناں چہ یہ مضمون کتاب "دلیل محکم" مطبوعہ دہلی تصنیف مولوی نذیر حسین سے ظاہر ہے۔

پنجم: اجماع کل امت کا جس کی سند ہم کو معلوم نہ ہو حجت شرعی نہیں ہے، جیسا کہ صفحہ ۱۳۱، کتاب "معیار الحق" مطبوعہ لاہور، مصنفہ مولوی نذیر حسین میں۔ وصفحہ ۲۴، کتاب "اعتصام السنۃ" مطبوعہ کان پور، تصنیف مولوی عبد اللہ محمدی معروف جھاوساکن مئو میں موجود ہے۔

ششم: مجتہد کا قیاس شریعت میں قابل اعتبار نہیں ہے، چناں چہ اسی کتاب معیار الحق کے صفحہ ۷۹، میں اور اعتصام السنۃ کے صفحہ :۳۶، میں مرقوم ہے۔

ہفتم: کتاب "دراسات اللبیب" مطبوعہ لاہور، مصنفۂ ملا معین کے صفحہ :۲۱۹، میں لکھا ہے کہ حضرت امام مہدی کے زمانے میں رجعت ہو گی یعنی جو لوگ ان کی محبت میں بدون ملاقات کے مر گئے ہیں اور انھوں نے زمانۂ امام کو نہ پایا تو بہ حکم خدائے تعالیٰ قبروں سے قبل قیامت کے زندہ ہو کر ان سے مستفید ہوں گے، چناں چہ اس کتاب کی اصل عبارت یہ ہے:

"مَنْ مَاتَ عَلَى الْحُبِّ الصَّادِقِ لِإِمَامِ الْعَصْرِ الْمَهْدِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ يُدْرِكْ أَوَانَهٗ أَذِنَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ أَنْ يُحْيِيَهٗ فَيَفُوْزَ فَوْزاً عَظِيْماً فِيْ حُضُوْرِهٖ وَ هٰذِهٖ رَجْعَتُهٗ فِيْ عَهْدِهٖ."

حالاں کہ رجعت کا مسئلہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک مردود ہے۔ چناں چہ امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں کہ رجعت باطل ہے اور اس کے معتقد رافضی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ طریقہ رفاض کا ہے نہ کہ اہل سنت کا۔

ہشتم: کہتے ہیں کہ بارہ امام اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا معصوم ہیں، یعنی ان سے خطا کا ہونا محال ہے۔ اور

حضرت ابو بکر صدیق اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت میں، اور حضرت فاطمہ کے ارث دینے میں مخالف ہوئے وہ سب کے سب خطاوار ہیں۔ اور نیز یہ کہتے ہیں کہ آں حضرت کی عصمت عقلی ہے، اور امام مہدی کی عصمت نقلی۔ چناں چہ یہ مضمون اسی کتاب "دراسات" کے صفحہ ۲۱۳، میں مرقوم ہے۔ حالاں کہ یہ عقیدہ بھی خاص رافضیوں کا ہے کہ بارہ امام اور چودہ معصوم ان کے یہاں مقرر ہیں، اور ہمارے یہاں تو سوائے پیغمبروں کے کوئی دوسرا معصوم نہیں۔ جیسا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ کے باب دہم میں لکھتے ہیں:

"مذہب اہل سنت نیست کہ کسے را غیر نبی معصوم دانند۔ انتہیٰ۔

نہم: اسی کتاب "دراسات" میں حدیث: "أصحابي كا لنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" بمقابلۂ عصمتِ اہلِ بیت کے موضوع قرار دیا ہے۔ اور حدیث "اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكرٍ و عُمرَ" سے جواز اقتدائے شیخین کا قائل ہوا ہے، اور وجوب و استحباب کو بالکل اڑا دیا۔ چناں چہ اس کی عربی عبارت یہ ہے:

"والحديث الأول موضوع وإلا لكان قوله "اهتديتم" فيه خاصةً مما يدل علىٰ عدم خطائِهم، والثاني منه جواز الإقتداء بهما وهو لا يقتضي عدم خطائهما."

باوجودے کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی کتاب "سيف المسلول" میں حدیث "أصحابي" کی نسبت لکھا ہے کہ "منه مشهورٌ وقد رواه البيهقي بأسانيد متنوّعة يرتقي بها إلى درجة الحسن."

اور دوسری حدیث اس موقع پر ہے کہ آں حضرت نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ میری زندگی کتنی ہے، پس تم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی اقتدا کرو۔ افسوس کہ باوجود اقتضائے صیغۂ امر کے جوازِ اقتدا لیا اور وجوب و استحباب بالکل چھوڑ دیا۔

دہم: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ زہرا کے ساتھ، اور حضرت عمر حضرت علی کے ساتھ معاذ اللہ عداوت اور کینہ رکھتے تھے۔ چناں چہ صفحہ ۶۹، کتاب "اعتصام السنة" مذکور میں مسطور ہے۔

یازدہم: چاروں اماموں کے مقلد اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور چشتیہ و قادریہ و نقش بندیہ و مجددیہ وغیرہ سب لوگ مشرک اور کافر ہیں(۱)۔ چناں چہ اسی کتاب "اعتصام السنة" کے صفحہ ۷و۸ میں لکھا

---

(۱)- اسی طرح نواب صدیق حسن خاں نے فقہ کو جعل سازی و مکاری اور فقہا و مقلدین کو مشرک و بدعتی و دغا باز لکھا ہے، چناں چہ صفحہ ۳۵و۳۶، ترجمانِ وہابیہ مطبوعہ مفید عام آگرہ میں یہ عبارت موجود ہے کہ سارے جھوٹے حیلوں اور مکروں کا سرچشمہ، اور تمام فریبوں اور دغا بازیوں کی کان علم فقہ و رائے ہے، اور ان سب خرابیوں کا مہاجال فقہا اور مقلدین کی بول چال ہے، اور ساری خرابی ان ملاؤں کی ڈالی ہوئی ہے جو دام تقلید میں گرفتار ہیں اور نشۂ شرک و بدعت میں سرشار، اور تمام عالم کا فساد اور ساری خرابیوں کی بنیاد گروہِ مقلدین ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۹۲/ میں لکھا ہے کہ کثرت نوافل، نماز و وظائف اور صدقات طعام وغیرہ اموات کے ثواب رسانی کے واسطے طریقۂ ہنود کے موافق ہے۔ انتہیٰ ۱۲ منہ

ہے۔ اور مولوی محمد یٰسین نے رسالۂ ”اشعار الحق جواب رسالۂ تنویر الحق“ میں سب مقلدوں کو اخوان یزید اور رافضی پلید اور شیطان و کافر لکھا ہے۔ اور اسی طرح مولوی محی الدین نومسلم کتب فروش لاہوری نے بھی کتاب ظفر المبین مطبوعہ لاہور مورخہ ۷/ رمضان ۱۲۹۷ھ کے صفحہ ۱۸۹، و ۲۳۰، و ۲۳۲ میں تقلید کو شرک اور حرام اور مقلدین حنفیہ کو مشرک اور کافر لکھا ہے۔ اور چاروں اماموں کے مصلوں کو ضلالت اور بدعت قرار دیا ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ نعوذ باللہ منہا.

امام بخاری علیہ الرحمہ کے شافعی المذہب ہونے کا ثبوت

تنبیہ: مقامِ عبرت ہے اور کتنی بڑی جرأت ہے کہ جب انھوں نے علمائے مقلدین اور اولیائے کاملین کو بے دھڑک مشرک اور کافر لکھ دیا تو اب ان کے کفر والحاد میں کیا شک باقی رہ گیا۔ افسوس! صد افسوس! ان ناعاقبت اندیشوں اور بے خبروں کو اتنی بھی خبر نہیں کہ ہماری اس بیہودہ تقریر اور ناشائستہ تحریر سے خود ہمارے امام المحدثین اور مقتدائے عالمین حضرت امام بخاری علیہ رحمۃ الباری بھی معاذ اللہ کافر و مشرک ہوئے جاتے ہیں۔ بدیں وجہ کہ وہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اور زمرۂ مقلدین شافعیہ میں داخل ہیں، جیسا کہ زبدۃ المحدثین عمدۃ المفسرین عارف باللہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ میں لکھا ہے:

ومن هذا القبيلِ محمدُ بنُ اسماعيلَ البخاري فإنه معدودٌ في طبقاتِ الشافعيةِ مِمَّنْ ذكره في طبقات الشافعيةِ: الشيخُ تاجُ الدين السُبكي، وقال: إنه تَفَقَّه بالحُمَيْدِي، والحُمَيْديُ تَفَقَّهَ بالشافِعي واستدل شيخُنا العلامةُ علي إدخالِ البخاري في الشافعية بذكره في طبقاتهم ، و كلام النووي الذي ذكرناهُ شاهدٌ له.“(۱) انتہیٰ

یعنی جس طرح ابو جعفر بن جریر طبری شافعی المذہب ہیں، اسی طرح امام محمد بن اسماعیل البخاری بھی مقلدین شافعیہ میں شمار کیے گئے ہیں، اور جس شخص نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے، وہ امام تاج الدین سبکی ہیں، اور انھوں نے فرمایا کہ امام بخاری نے امام حمیدی سے اور امام حمیدی نے امام شافعی سے علم فقہ سیکھا ہے اور دلیل لائے ہیں ہمارے شیخ علامہ امام بخاری کے داخل ہونے پر شافعیہ میں، ساتھ مذکور ہونے ان کے طبقات شافعیہ میں، اور امام نووی کا کلام جو ہم نے ذکر کیا، وہ گواہی دے رہا ہے اس کی کہ امام بخاری شافعی المذہب ہیں۔ انتہیٰ۔

(۱)- باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة، و بيان الإختلاف بين الأوائل والأواخر في الإنتساب إلي مذهب من المذاهب وعدمه الخ، ص:۲۱ ، مكتبه حقيقة، استنبول، تركي. ۱۲

پس جب ایسے بڑے امام المحدثین نے بدون تقلید دین میں چارہ نہ دیکھا، ناچار مذہب شافعی اختیار کیا تو اب ان لامذہبوں کو بہ تقلید امام بخاری علیہ الرحمہ کے ضرور چاہیے کہ کسی مذہب کو اختیار کریں اور اپنی لامذہبی پر ہزار بار نفریں اور پھٹکار کریں۔

دوازدہم: جو شخص ایمان باللہ والیوم الآخر، و تصدیق بما جاء بہ النبی رکھے، اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے اس شخص کو غیر مقلدین مسلمان متقی اور اس آیت: "اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" کا مصداق جانتے ہیں چناں چہ یہ مضمون رسالہ "ثبوت الحق الحقیق" تصنیف مولوی نذیر حسین مطبوعہ چشمۂ فیض دہلی محلہ پیپل مہادیو کے صفحہ اول میں مندرج ہے۔ حالاں کہ صرف موصوف بالایمان ہونے اور تصدیق بما جاء بہ النبی کرنے سے مسلمان متقی کذائی نہیں ہوسکتا، اور نہ باوجود مرتکب ہونے محرمات قطعیہ کے اور تارک ہونے واجبات حتمیہ کے متقی اور مصداق ہونا اس آیت کا لازم آتا ہے۔ اور یہ بالاتفاق تمام علماے اہلِ سنت کے نزدیک باطل ہے، بلکہ متقی کذائی ہونے میں اتصاف بالحسنات اور احتراز عن السیئات بھی ضرور ہے۔ اور آیۂ مذکورہ کے مصداق وہی لوگ ہیں جو باوجود موصوف بالایمان ہونے کے باوجود موصوف بالفضائل العملیہ بھی ہوں، جیسے بذل اموال، وایتاے زکات و اقامت صلوٰۃ و اداے صوم و حج و ایفاے عہود و مواثیق و صبر و استقلال بہ وقت مصیبت و ملال غرض کہ جملہ ضروریاتِ دین اور مستحسنات اسلام پر بھی عمل ہو۔

سیزدہم: اسی کتاب "ثبوت الحق الحقیق" کے صفحہ ۳، و ۴، و ۷، میں مولوی نذیر حسین نے تقلید کو بدعتِ مذمومہ اور مخالف طریق اسلام قرار دیا ہے۔ اور ائمہ مجتہدین کو مثل احبار و رہبان یعنی علماے یہود و ترسا[1] کے بنایا ہے، اور حضرات مقلدین کو ان آیات کا مصداق ٹھہرایا ہے:

"اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ". (۲)

"وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ" (۳)

حالاں کہ یہ آیتیں یہود و نصاریٰ و کفار و مشرکین کی شان میں وارد ہیں۔ افسوس کہ اس کے مصداق مومنین و مجتہدین اسلام ٹھہرائے جائیں، اس سے بڑھ کر تعصب اور گمراہی کیا ہوگی۔

از بروں طعنہ زنی بر بایزید　　　　وز درونت ننگ می دارد یزید

---

(۱)- ترسا: نصرانی، بت پرست۔ ۱۲

(۲)- یعنی بنالیا کافروں نے اپنی قوم کے عالموں اور درویشوں کو پروردگار سواے اللہ تعالیٰ کے۔ ۱۲ منہ

(۳)- یعنی جب کہا جاتا ہے ان لوگوں سے کہ پیروی کرو تم حکم شریعت کی تو وہ جواب دیتے ہیں بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم تو اس طریق کی جس پر پایا ہم نے اپنے باپ اور داداؤں کو۔ ۱۲ منہ

خیال کرنا چاہیے کہ تفسیر آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے جو تحریم ما احل اللہ اور تحلیل ما حرم اللہ میں اپنے احبار و رہبان کی اتباع کی تو کافر و مشرک ہو گئے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تحلیل اور تحریم محرمات و مباحات یقینیہ ضروریہ کی تھی یا ایسے محرمات و مباحات کی کہ جن کی حرمت و اباحت میں اختلاف اور ضرورت اجتہاد کی ہے۔ پس درصورت اول مولوی صاحب کو ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کی نسبت بھی تحلیل و تحریم محرمات و مباحات یقینیہ ضروریہ کی ثابت کرنا چاہیے، حتی کہ ان کے مقلدین اتباع کرنے کے سبب ایسی تحلیل و تحریم میں مشرک و کافر قرار دیے جائیں، اور بدون اثبات اس امر کے مقلدین ائمہ کو مشرک قرار دینا قیاس ناروا اور اجتہاد بے جا ہے۔ اور در صورتِ ثانی معاذ اللہ صحابۂ کرام کا مشرک اور کافر ہونا لازم آتا ہے؛ کیوں کہ انھوں نے لفظ "أنت طالق ثلٰثا" سے طلقات ثلاثہ واقع ہونے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتباع کیا ہے۔ یا کافر ہونا خود بدولت اور ان کے اکابر کا مثل قاضی شوکانی و ابن القیّم وغیرہم کے لازم آتا ہے اس واسطے کہ انھوں نے لفظ مذکور سے طلقات ثلاثہ نہ واقع ہونے میں ابن تیمیہ و داؤد ظاہری و ابن حزم کی تقلید کی ہے۔ پس شق اول تو بدیہی البطلان ہے کہ صحابہ سے تحریم ما احل اللہ ہرگز نہیں ہوسکتی، اور شق ثانی بہ زعمِ مولوی صاحب کے متعین ہو گئی، اب اس کا کیا جواب ہے کیوں ایسی بات کیجیے کہ الٹا اس کا الزام اپنے اوپر لیجیے۔

چہاردہم: "رسالۃ الاحتوا علیٰ مسألۃ الاستوا" تصنیف نواب صدیق حسن خاں امیر بھوپال مطبوعہ گلشن اودھ لکھنؤ میں لکھا ہے: "خدا عرش پر بیٹھا ہے اور عرش اس کا مکان ہے اور دونوں قدم اپنی کرسی پر رکھے ہیں اور کرسی اس کے قدم رکھنے کی جگہ ہے اور ذات خدا کی جہت، فوق اور طرف علو میں ہے، اور اس کو فوقیت جہت کی ہے نہ فوقیت رتبہ کی، اور وہ عرش پر رہتا ہے، اور وہ اترتا ہے ہر شب کو آسمانِ دنیا کی طرف، اور اس کے لیے داہنا بایاں ہاتھ اور قدم اور ہتھیلی اور انگلیاں اور دو آنکھیں، اور منہ اور پنڈلی وغیرہ سب چیزیں بلا کیف ثابت ہیں۔ اور جو آیتیں اس بارے میں ہیں سب محکمات ہیں، آیات متشابہات نہیں۔ اور ان آیات و احادیث میں تاویل نہ کرنا چاہیے، سب آیتیں اور حدیثیں اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہوں گی، اور اسی ظاہری معنیٰ پر عمل اور اعتقاد رکھنا چاہیے۔" انتہیٰ۔

حالاں کہ یہ مذہب فرقۂ مجسمہ و مشبہہ و جہلۂ حنابلہ کا ہے، اور اہلِ توحید و اربابِ تنزیہ سنت و جماعت کے مخالف ہے۔ چناں چہ اس رسالے کے رد میں رسالہ "استیلا علی الاحتوا" مطبع مصطفائی لاہور میں چھپ چکا ہے۔ اور دوسرا رسالہ بھی اس کے جواب میں موسوم بہ "ضوء الایمان فی تنزیہ الرحمٰن" مطبع رحیمی لدھیانہ میں مطبوع ہوا ہے۔

ان دونوں رسالوں میں مذہب اہلِ حق کو خوب تفصیل سے لکھا ہے اور نواب صاحب کے عقائد کا رد بخوبی کیا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی صفات واردہ فی الشرع پر ہرگز ایمان نہیں لائے ہیں، بلکہ ظواہر معنیٰ متشابہات پر اپنی رائے اور

تاویل اور تفسیر کے موافق ایمان لائے ہیں اور اس سے زائغین و مفتّن فی الدین کے مصداق بن گئے ہیں، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

''فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ ''

یعنی جن لوگوں کے دل میں کجی اور گمراہی ہے تو وہ آیاتِ تشابہات کے ظاہر معانی کی پیروی کرتے ہیں، فتنہ انگیزی اور اس کی حقیقت جاننے کی غرض سے حالاں کہ اس کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے۔

پس اس بارے میں اہلِ سنت و جماعت کا مذہب یہی ہے کہ آیات و احادیث صفات باری تعالیٰ الفاظ اور کلمات کے اعتبار سے محکم ہیں، یعنی صاف اور واضح الدلالۃ ہیں، اور مفاہیم اور معانی کے اعتبار سے متشابہ ہیں، یعنی ان کے کئی کئی معنیٰ ہیں، اور اجمالاً اس کے ظاہر الفاظ پر ایمان لانا کافی ہے۔ اور بلا ضرورت اس کی تفسیر اور تاویل نہ کریں، اور حق تعالیٰ کو ان صفتوں کے حقائق سے پاک اور منزہ جانیں، اور اس کے مرادی معنوں کو علم الٰہی کے سپرد کریں اور اس کی کیفیت سے ساکت اور خاموش رہیں، اور اس کے کسی معنیٰ کو معین نہ کریں، مثلاً یہ نہ کہیں کہ استوا بہ معنیٰ استقرار یا جلوس کے ہے، یا ''ید'' بہ معنیٰ قدرت، یا جارحہ کے ہے، یا ''وجہ'' بہ معنیٰ ذات یا منہ کے ہے، بلکہ اتنا کہنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اور صاحب ید اور صاحبِ وجہ ہے، کیوں کہ متشابہات کے ظاہری معنیٰ لینے سے اللہ تعالیٰ کے واسطے جسم اور صورت اور جہت تحتانی و فوقانی اور مکان و زمان و جوارح و دیگر لوازم جسمیت من صفات الحوادث والممکنات ثابت ہوتے ہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور ان چیزوں سے منزہ اور پاک ہے اور اس کا نہ منہ ہے اور نہ ہاتھ ہے اور نہ وہ چڑھتا ہے اور نہ اترتا ہے، اگرچہ بے کیف سہی۔ ''فَافْهَمْ وَخُذْ هٰذَا مِنْ عَقَائِدِ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِیْنَ وَلَا تَكُنْ مِنَ الظَّوَاهِرِیَّةِ وَالْغَیْرِ الْمُقَلِّدِیْنَ.''

پانزدہم: بیس رکعت تراویح کو بدعت اور ضلالت جانتے ہیں، اور اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صریح خاطی اور بدعت ضلالہ کا مخترع ٹھہراتے ہیں، چناں چہ نواب صدیق حسن خاں امیر بھوپال نے کتاب ''الانتقاد الرجیح''، مطبوعہ مطبع علوی لکھنؤ کے صفحہ: ۶۲ و ۶۳ میں حضرت عمر کو نہایت بے باکی سے صاف خاطی اور بدعت ضلالہ کا مخترع لکھا ہے کہ اس کی عبارت عربی یہ ہے:

''وأمَّا قوله ''نعم البدعةُ هذه'' فليس في البدعة ما يُمْدَحُ، بل كل بدعة ضلالة، وليس المراد بسنة الخلفاء الراشدين إلا طريقتُهم الموافقةَ بطريقته من جهادِ الأعداءِ و تقويةِ شعائر الدِّينِ ونحوِها، ومعلومٌ من قواعدِ الشريعةِ أنه ليس لخليفة راشدٍ أن يَشْرَعَ طرِيقةَ غيرَ ما كان عليه النبي ثم أن عمر نفسَه الخليفةَ الراشدَ سمّٰى ما راٰه من

تجميع صَلاته ليلَ رَمَضانَ بدعةً ولم يَقُلْ إِنَّهَا سنةٌ.''

اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ نواب بھوپال نے جماعت تراویح کو آں حضرت کے حکم کے خلاف سمجھ کر اس پر اطلاق سنت کا ناجائز خیال کیا ہے، حالاں کہ قول و فعل صحابۂ کرام بھی سنت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

''عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين من بعدي.''(۱)

اور سوائے اس کے بیس رکعت تراویح کو بدعت عمری کہنا رافضیوں کا قول ہے۔ كما ذكره السيوطي في جوامعه. اور آٹھ رکعت تراویح کو سنت کے بہانے سے راحت نفس سمجھ کر پڑھنا اور بیس رکعت کو بدعت عمری کہہ کے مشقت کے سبب چھوڑ دینا تو اس میں صریح تقلید خواہش نفسانی ہے۔ نہ اتباع سنت رسول رحمانی بلکہ آں حضرت کی سنت فعلی کو بہ نظر تخفیف محنت کے لینا ہے، اور سنت قولی کو تو بہ باعث مشقت کے چھوڑ دینا ہے، سبحان اللہ! دعویٰ یہ کہ ہم پوری پوری سنت پر عمل کرتے ہیں اور عمل یہ کہ آدھی سنت پر چلتے ہیں اور وہ آدھی (۲) بھی پوری نہیں، اور اس پر طرہ یہ کہ جو تمام امت محمدیہ شرق سے غرب تک بیس رکعت تراویح کو پڑھتے ہیں اور سنت قولی و فعلی دونوں (۳) پر عمل کرتے ہیں، بدعتی اور تارکِ سنت نبوی ہو جائیں۔ اور خود جو نیم سنت پر چلتے ہیں عامل بالسنۃ کہلائیں۔ یہ بھی عجیب دھوکے کی بات ہے جو پیروِ سنت کہلاتے ہیں وہ راہِ سنت پر نہیں آتے ہیں، اور جو سنت کو بجالاتے ہیں وہ بدعتی کا خطاب پاتے ہیں، کیا اندھیر ہے اور کیسا اُلٹ پھیر ہے کہ غیر مقلد نے صرف آٹھ رکعت پڑھ کے فراغت پائی، تخفیف عبادت کی راحت اٹھائی، اور مقلد نے ہر چند کہ بیس رکعت ادا کرنے میں بارِ مشقت اٹھایا، لیکن ہر دو سنت کے میدان تکمیل پیروی سے قدم نہ ہٹایا۔

سودا قمارِ عشق میں شیریں سے کوہ کن ۔۔۔ بازی اگرچہ پا نہ سکا، سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشق باز ۔۔۔ اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

شانزدہم: کتاب ''منجی المومنین'' مطبوعہ مطبع محمدی، لاہور تصنیف قاضی محمد حسین ساکن اچرا ضلع املوان کے

---

(۱)- عمدة القاري، كتاب الحدود، باب ما جاء في ضرب شارب الخمر، ج:۱٦، ص:٥٥، دار الفكر، بيروت.۱۲

(۲)- اس واسطے کہ آں حضرت نے نمازِ تراویح ایک مرتبہ تہائی شب تک پڑھی اور دوسری مرتبہ نصف شب تک پڑھی اور تیسری مرتبہ یہاں تک پڑھی کہ وقتِ صبح کا ذب ہو گیا تھا، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، پس غیر مقلدین اس طرح طول قیام کے ساتھ کہاں پڑھتے ہیں کہ پوری سنتِ قولی کی تعمیل ہو۔ ۱۲ منہ

(۳)- یعنی بیس رکعت تو سنت قولی کے موافق ادا کرتے ہیں اور آٹھ رکعت سنت فعلی کی تو بیس کے اندر آ گئیں۔ ۱۲ منہ

صفحہ: ۹۷ سے تا ۱۰۴ میں لکھا ہے کہ "يا شيخ عبدَ القادر الجيلاني شيئًا للّٰهِ" کہنے والا کافر اور مشرک ہے کہ اس نے یہ تینوں شرک کیے۔ اشراک فی العلم اور اشراک فی التصریف اور اشراک فی العبادۃ۔ اور اسی طرح سے یا رسول اللہ کہنے والا بھی کافر اور مشرک ہے۔(۱)

حالاں کہ یہ کہنا بالکل تعصب اور نفسانیت سے بھرا ہے اور خود معترض علم معرفت سے بے بہرہ ہے۔

ہفدہم: اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ہے: جو کوئی اذان میں أشهد أن محمداً رسول الله سننے کے انگوٹھوں کو چوم کے آنکھوں پر رکھے وہ بدعتی ہے۔ اور جس قدر اس بارے میں حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور بناوٹی ہیں اور اس پر عمل کرنا موجب ضلالت ہے۔(۲)

حالاں کہ یہ کہنا بھی بالکل حماقت اور جہالت ہے۔

ہیجدہم: اسی کتاب کے صفحہ: ۱۲۶ تا ۱۲۸ میں مرقوم ہے کہ آں حضرت کا عالم برزخ میں احوال اور اعمال امت پر واقف ہونا بدیہی البطلان ہے۔ اور اعتقاد اس پر موجب شرک جلی اور اثبات علم غیب کو مستلزم ہے کہ یہ خاصہ علام الغیوب کا ہے، اور بہ واسطۂ ملائکہ کے احوالِ امت پر آپ جو مطلع کیے جاتے ہیں یہ بھی غیر متیقن اور غیر مثبت ہے، اور قابل اعتبار نہیں ہے کہ ارباب سیر کے علاوہ کسی نے معتبرین اہل حدیث سے اس کو نقل نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف حدیثیں وارد ہیں۔(۳)

حالاں کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ قبر شریف میں آں حضرت پر احوال و اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں، جن لوگوں کے اعمال صالح ہوتے ہیں تو آپ خوش ہوتے ہیں، اور جن کے اعمال بد ہوتے ہیں تو آپ ان کے حق میں دعا و استغفار فرماتے ہیں۔

نوزدہم: اسی کتاب میں صفحہ: ۱۳۰ تا ۱۳۳ لکھا ہے کہ میت کو ادراک اور سماع ثابت نہیں ہے، ارواح مفارقہ کو تعلق اور حیات صرف بہ قدر ما يَتألَّمُ ويَتَلَذَّذُ به حاصل ہے، اور جو حدیثیں شرح الصدور میں اثبات سماعِ موتیٰ کے بارے میں وارد ہیں وہ قابلِ تمسک نہیں، کہ اکثر حدیثیں اس میں جلال الدین سیوطی کے رسائل طبقۂ رابعہ سے لکھی ہیں، اور احادیث طبقۂ رابعہ اس قابل نہیں ہیں کہ کسی عقیدے یا عمل کے اثبات میں سند اور تمسک ہوں۔(۴)

---

(۱)- منجي المومنين، استفتا رد باب مسئله شيئًا لله، ص:۸۵، مطبع صديقي، لاهور.
منجي المومنين، استفتا متضمن بر سه سوال، جواب سوال اول، ص:۹۲. ۱۲ محمد قاسم
(۲)- منجي المومنين، بيان برائے چومنے انگوٹھے کا الخ. ص:۱۱۷،
(۳)- منجي المومنين، استفتا متضمن بر شش مسائل، جواب سوال اول، ص:۱۲۵ تا ۱۲۸
(۴)- منجي المومنين، استفتا متضمن بر شش مسائل، جواب سوال دوم، ص:۱۲۹ تا ۱۳۳

حالاں کہ عقیدۂ اہلِ سنت اس میں یہ ہے کہ ادراک اور سماع، اموات کو حاصل ہے اور یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

بستم: اسی کتاب کے صفحہ: ۱۳۴ میں مرقوم ہے کہ ارواح انبیا کرام اور اولیاے عظام سے خلق اللہ پر کسی طرح کا فیض نہیں ہے، اور افعالِ اختیاریہ وغیر اختیاریہ میں استفاضہ ان سے شرعاً وعقلاً ناجائز بلکہ بدیہی البطلان ہے، ورنہ بعثت انبیا مرۃً بعد اخریٰ بے کار اور بے فائدہ ہو جاتی، اور ایک ہی وجود شریف حضرت آدم علیہ السلام کا قیامت تک کافی ہو جاتا، اور وہ آثار افادہ واستفادہ وتعلیم وتعلم جو بعد انتقال آں حضرت زمانۂ صحابہ میں پائے گئے وہ سب بے اصل معلوم ہوتے ہیں، ورنہ اگر قبر شریف سے تعلیم و افادہ ہوتا تو آپ کے تعیین کفن وکیفیت دفن وغسل و دیگر مسائل عبادات و معاملات میں فیمابین صحابہ اختلاف نہ پڑتا، اور محاربات ومنازعات کی نوبت نہ آتی۔ اور اسی طرح تابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین ومفسرین ومحدثین کا اختلاف ہرگز نہ رہتا، بلکہ قیاس واجتہاد واستنباطات مسائل وتتبع روایات احادیث و فقہ کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا۔(۱) انتہیٰ۔

خدا بچائے ایسی سوے عقیدت اور بدگمانی سے کہ اس سے معجزات انبیا اور کراماتِ اولیا کا صریح انکار پایا جاتا ہے۔ لا حول ولا قوة إلا باللّٰہ۔

بست ویکم: اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ میں مرقوم ہے کہ اہلِ قبور سے استمداد بایں طور کرنا کہ یا حضرت حصول مطالب کے واسطے دعا فرمایئے، یہ خلافِ شرع بلکہ موجب شرک ہے، کہ "یا حضرت" کہنا سماع کو چاہتا ہے، اور ادراک و سماع اہلِ قبور سے بالکل منتفی ہے، اور نیز دعاے اہل قبور کے واسطے کوئی اثر مرتب نہیں ہے۔ پس ان سے دعا کرنا لغو ہے۔ انتہیٰ۔(۲) پس یہ عقیدہ بھی اہلِ سنت کے خلاف ہے۔

بست و دوم: اور اسی کے صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے کہ بہ قصد تحصیلِ برکت امکنۂ ثلاثہ یعنی مسجد نبوی ومسجد حرام و بیت المقدس کی طرف سفر کرنا بحکم حدیث "لا تشدو الرحال إلا إلىٰ ثلاثة مساجد" الخ منصوص ہے۔ اور بجز ان مقامات کے اور کسی نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کو دور سے جانا ناجائز ہے کہ خود صحاح کی حدیث موجود ہے کہ فرمایا

---

(۱)- منجي المومنين، استفتا متضمن بر شش مسائل، جواب سوال سوم، ص: ۱۳۳، مطبع صديقى ، لاهور۔

(۲)- اصل عبارت: سوال ۴ – استمداد از اہل قبور محض بایں وجہ کہ یا حضرت دعا کنید براے حصول مطالب مشروع است یا غیر مشروع ذٰلک کذالک۔ جواب: ایں سوال در سوال دوم و سوم مندرج است، چرا کہ گفتن "یا حضرت" سماع را می خواہد، و سماع از اہل قبور منتفی است کما مر، نیز بر دعاے اہل قبور اثر مرتب نیست، چناں چہ گذشت، پس طلب دعا از ایں شاں لغو افتاد۔ (ایضاً، جواب سوال چہارم)

آں حضرت نے. "لا تتخذوا قبري وثناً" اور دعا مانگی آپ نے "اللهم لا تعجل قبري و ثناً" یعنی اے اللہ نہ بنا میری قبر کو بت کہ لوگ اس کی پرستش کریں۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ وثن صنم سے عام ہے کہ صورت وغیر صورت دونوں پر بولا جاتا ہے اور یہ بات بھی دریافت ہوئی کہ قبر بھی بر تقدیر پرستش کے داخلِ اوثان ہے، اور مصنف ابو بکر بن شیبہ میں مروی ہے کہ ایک شخص آں حضرت کی قبر شریف کے پاس کھڑا ہو کے کچھ عرض حال کر رہا تھا، پس زین العابدین علی بن حسین نے اس کو منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ نے منع فرمایا ہے: "لا تتخذوا قبري وثناً" پس یہاں سے یہ بات نکل آئی کہ جس طرح بت پرست بتوں کے آگے عرض حال کرتے ہیں، اسی طرح قبر کے آگے نہ کیا جائے ورنہ وہ قبر حد اوثان میں داخل ہو جائے گی اور اجتناب اس سے واجب ہوگا، اسی واسطے خواجہ بہاء الدین نقش بند نے فرمایا۔

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی　　　بکر د کارِ مرداں کن درستی(۱)

"وانتهت خلاصة ما في منجي المومنين بل هذا مَهلكةٌ من الإضلال لعوام المقلدين."

اب ان غیر مقلدوں کا کیا کہنا کہ جس طرح محمد بن عبد الوہاب نجدی نے آں حضرت کے مزار شریف کو اسی کج فہمی کے سبب صنم اکبر قرار دے کر انہدام کا حکم لگا دیا تھا، یہ بھی ویسا ہی کیا چاہتے ہیں، اور یہ خبر نہیں کہ خود حق تعالیٰ مانعین زیارتِ نبوی پر لعنت فرماتا ہے، اس واسطے کہ جب یہ حدیث صحیح در بارۂ وعید غیر مجوزین زیارت نبوی کے وارد ہوگئ: "من حج ولم يزر قبري فقد جفاني" یعنی جس نے حج کیا اور نہ زیارت کی میری قبر کی، سو اس نے بے شک مجھ پر ظلم کیا۔ جب اللہ تعالیٰ مطلق ظالموں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے کہ "لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ" پس جو لوگ کہ آں حضرت پر ظلم کرنا جائز رکھیں گے، وہ تو اللہ کے نزدیک بہت بڑے پکے ملعون ہوں گے۔

بست و سوم: ختم پنج آیت و سوم میت و مصافحۂ جمعہ و معانقۂ عیدین و مجلس میلاد خیر العباد و عمل اسقاط میّت وغیرہ یہ سب امور بدعت اور ضلالت ہیں۔ چناں چہ یہ مضمون کتاب "تحقيق الكلام فی مسئلۃ البیعۃ والإلهام" تصنیف ابو عبد اللہ قصوری عرف غلام علی، مطبوعہ ریاض ہند پریس امرت سر مورخہ ۱۲۹۸ھ کے ص:۱۵ میں مرقوم ہے۔

بست و چہارم: اسی کتاب کے صفحہ ۲۰ و ۲۱ میں لکھا ہے کہ تاثیرِ اوراد و اعمالِ سلب امراض و افاضۂ توبۂ عاصی، و تصرف خیال و آگاہی نسبت اہل اللہ و اطلاع خطرات قلبیہ، و کشف و قائع آیندہ و دیگر تصرفات اولیاء اللہ، و کشف قبور و کشف ارواح، و تعویذات و طریق دفعِ بلیّات وغیرہ من اعمال المشائخ الصوفیہ سب شرک و بدعت ہیں، اور

---

(۱)- منجي المومنين، استفتا متضمن بر شش مسائل، جواب سوال پنجم، ص: ۱۳۵، مطبع صدیقی، لاهور۔

خلاف حدیث و سنت۔ اور صفحہ ۲۸ میں بعد انکار ورد بیعت صوفیہ کے لکھا ہے کہ بہت بڑا استدلال اس بیعت کے حرام ہونے پر یہ ہے کہ بیعت مروجہ یعنی پیری مریدی سے اسلام میں اس قدر فتور اور فسادات پڑے ہیں کہ جن کا شمار امکان سے باہر ہے۔ شرک فی الالوہیت و شرک فی الربوبیت و شرک فی الدعا جس قدر اقسام شرک کے ہیں سب اسی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے: سچ پوچھو تو یہی بیعتِ مروجہ باعث ہوتی ہے کلمات کفریہ و اعتقادات حلولیہ کی جس کو فنافی اللہ اور فنافی الشیخ سے تاویل کرتے ہیں، انتہیٰ۔

مقامِ حیرت اور جائے عبرت ہے کہ اس شخص نے بہ تقلید نفس پلید بلکہ باتباع خبث یزید کے حضرات صوفیۂ کرام کی شان میں کیسی کیسی صریح بے ادبیاں کی ہیں کہ گویا گالیاں دی ہیں، منتقم حقیقی اس کا بدلا لے یا اس کو ہدایت دے۔

بست و پنجم: اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ درود مستغاث اور دلائل الخیرات و کبریت احمر و درود اکبر وغیرہ کتب درود سب بے اصل اور محض اختراعی ہیں، بلکہ یہ درود ہی نہیں، انتہیٰ۔

خدا بچائے ایسے خیالاتِ واہیہ اور مقالاتِ بے ہودہ سے کہ بالکل خباثت اور آں حضرت ﷺ سے صاف عداوت معلوم ہوتی ہے۔

بست و ششم: اسی کتاب کے صفحہ ۴۰ و ۴۱ میں فرط محبت عقلی کو آں حضرت ﷺ کے ساتھ شرک لکھا ہے، اور آپ کے ساتھ زیادہ محبت رکھنے والے کو مشرک کہا ہے، نعوذ باللہ منہا۔ اور اسی بنا پر صفحہ ۴۳ میں حضرت مولانا نظام الدین گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کو مشرک لکھ دیا ہے کہ انھوں نے بہ سبب فرط محبت کے سکندر نامہ میں یہ بیت نعتیہ لکھی ہے۔

چہ گویم کہ عیسیٰ بموکب رواں　　　　بہ ہارونیش خضر و موسیٰ دواں

اور لکھا ہے کہ اس فرط مدح میں دوسرے پیغمبروں کی تحقیر اور توہین ہوتی ہے، حالاں کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے سید المرسلین خاتم النبیین کی سواری معراج کے ساتھ ساتھ جلو میں پیغمبروں کا ہونا موجب کمال تعظیم اہل موکب ہے، اور ہم راہیوں کی نہایت عزت و تکریم کا سبب ہے، اور احادیث سے ثابت ہے کہ شب معراج میں آپ بمقام بیت المقدس سب پیغمبروں کے پیشوا اور امام ہوئے، اور سبھوں نے آپ کے پیچھے اقتدا کی اور نماز پڑھی، اسی طرح سے آسمانوں میں بھی پیغمبروں نے بہ تعظیم تمام آپ کا استقبال کر کے ملاقات کی اور اپنی اپنی حدِ اختیار تک آں حضرت ﷺ کی سواری کے ساتھ رہے، اس میں تو کوئی توہین پیغمبروں کی نہیں نکلتی، ہاں البتہ بزرگی اور سرداری آپ کی سب پیغمبروں پر ظاہر ہوتی ہے، اس میں کیا قباحت کہ خود حق تعالیٰ نے آپ کو سارے پیغمبروں کا سردار اور بادشاہ بنا کے بھیجا، اور سب اہلِ اسلام کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ آپ افضل الانبیا اور سید المرسلین ہیں، پس اس شعر کے سبب حضرت نظامی کو مشرک کہنا قصوری صاحب کی عقل کا قصور ہے اور دماغ میں ان کے بالکل فتور ہے۔

بست و ہفتم: اسی کتاب کے صفحہ: ۴۵ سے صفحہ: ۴۹ تک لکھا ہے کہ الہام صرف دل کے خیال کو کہتے ہیں، خواہ خدا کی طرف سے ہو، خواہ شیطان کی جانب سے، خواہ خیر ہو، خواہ شر، اور الہام ہر ایک کو ہوتا ہے، مکھی سے لے کر انسان تک، اور کافر سے لے کر مسلمان تک۔ اس میں کسی کی خصوصیت نہیں ہے، اس الہام کو اولیاء اللہ کا خاصہ سمجھنا خطا ہے، بلکہ ہر ایک مومن اولیاء اللہ ہے، اور الہام کسی کا خاصہ نہیں۔ انتھی کلامہ۔

واہ اب کیا پوچھنا ہے کہ مکھی مچھر، اور مشرک و کافر کو بھی الہام ہونے لگا۔ اور ہر مومن خواہ فاسق ہو یا فاجر، اولیاء اللہ کا ولی ہے۔ لا حول ولا قوة إلا بالله۔ ایسی سمجھ کے آدمی سے خدا بچائے اور کسی مسلمان کو ان کے دام وسوسۂ شیطانی میں نہ پھنساوے۔ ظاہر ہے کہ وسوسہ امورِ شر میں شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور الہام امورِ خیر میں رحمٰن کی جانب سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ علما نے بیان کیا ہے: ”الإلهام إلقاء معنىً في القلب بَطريقِ الفَيضِ مِنَ الْخَيْرِ لِيَخْرُجَ الوَسْوَسَةُ۔“

بست و ہشتم: اسی کتاب کے صفحہ: ۴۴ و ۴۵ میں لکھا ہے کہ سب افعال اور اقوال آں حضرت ﷺ کے تشریعی اور محمود نہیں ہیں۔ اور عصمت مطلقہ آپ کے واسطے ثابت نہیں ہے۔ ورنہ صحابہ آپ کی بعض خطاؤں پر اعتراض نہ کرتے۔ انتھت۔ خلاصة کلامه۔

یہاں تو ملا قصوری آں حضرت ﷺ سے بھی خوش عقیدہ نہیں ہے، اور ان کو پیغمبر معصوم نہیں سمجھتا ہے، اور آپ کے بعض قول و فعل کو خلاف شرع و نا محمود بتاتا ہے، اور انھیں کی امت میں ہو کر انھیں پر اعتراض جماتا ہے، اور نسبت اس کی صحابہ کی طرف لگاتا ہے۔ معاذ اللہ۔ اگر کوئی بادشاہِ دین ہوتا تو اس گستاخی اور بے ادبی کی ضرور سزا دیتا، اور دائرۂ اسلام سے خارج کر کے بدلا اس کا قرار واقعی لیتا۔ خیر اب ہم ملا قصوری کے اس قصور سراپا فسق و فجور کو منتقم حقیقی کے سپرد کرتے ہیں؛ کہ وہ اپنے حبیب پر افترا اور اعتراض کرنے والوں کو خوب سمجھ لے گا جو چاہے گا اس کی سزا دے گا، حالاں کہ اہل سنت کا عقیدہ آں حضرت کی نسبت یہ ہے کہ جملہ افعال و اقوال آپ کے محمود اور مشروع ہیں، اور مطلق عصمت آپ کو حاصل ہے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے حکم کے تابع اور فرماں بردار تھے، کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ بعض معاملات میں بہ طریق مشورہ اور بہ مقتضائے مصلحت وقت کے عرض حال کرتے تھے، اور آپ کو ہر کام میں امام مطلق اور پیشوائے برحق سمجھتے تھے۔ اور کسی نے مخالفت اور عدول حکمی آپ کی نہیں کی کہ اس پر یہ آیت واضح الدلالۃ ناطق ہے:

”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ

يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا. (۱)

نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ فرمادیں تو پھر انھیں اپنے معاملے کا کوئی اختیار ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ مکمل گم راہی میں مبتلا ہو گیا۔

بست و نہم: اسی کتاب کے صفحہ: ۵۵ میں تضمین اور اقتباس قرآنی کو کفر اور ممنوع لکھا ہے۔ اسی بنا پر شیخ سعدی و حضرت جامی و حافظ (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسے بزرگوں کو کہ جن کی جلالت وعظمت و ثقاہت زمانہ متفق ہے کافر بنادیا اور ان پر تکفیر کا فتویٰ لگادیا۔ صرف اس قصور پر کہ سعدی نے گلستاں میں ۔

زینہار از قرین بد زنہار　　　　وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

اور جامی نے زلیخا میں ۔

شد از سبوحیاں گردوں صدا دہ　　　　کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

اور حافظ نے دیوان میں ۔

چشمِ حافظ زیرِ بامِ قصرِ آں حوراسرشت　　　　شیوۂ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ داشت

کو آیات سے تضمین کر کے قرآن کو سیاق سے نکال کر اپنے جنسِ کلام سے کیوں کر دیا، اس واسطے کہ یہ آیتیں جس محل اور موقع پر نازل ہوئی تھیں اس کے خلاف یہاں وارد کیا ہے۔ حالاں کہ پہلے شعر میں آیت کی تضمین نہیں ہے؛ کیوں کہ آیت تو فقط "وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" ہے یا "فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" ہے۔ پس قصوری صاحب کا فہم قرآن میں سراسر قصور ہے۔ ورنہ کبھی اس کو آیت قرار دے کر ایسے بزرگ کی تکفیر پر مستعد نہ ہوتے۔ اور یہ سمجھنا کہ شعر جامی میں آیت سیاق سے نکل گئی، صرف منشائے سوءِ فہمی اور عقل کی کمی ہے کوئی عاقل اس کو نہ کہے گا کہ یہ آیت اپنے سیاق سے نکل گئی، کیوں کہ اس شعر کا صرف یہی مطلب ہے کہ جب آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شبِ معراج میں آسمان پر پہنچے تو ملائکہ نے آپ کا یہ عروج اور مرتبہ دیکھ کر اس آیت کو جو خاص بیانِ معراج میں وارد ہے، حکایۃً بطور تسبیح باری تعالیٰ کے بعینہ پڑھ دیا۔ یا اس کا مضمون ادا کر دیا، جیسے احادیث میں وارد ہے کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تضمین بہ وقت افتتاح صلاۃ کے آیت: "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ" الآیۃ، جو خاص حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے حق میں وارد ہے نقلاً وحکایۃً پڑھا کرتے تھے۔ اور علیٰ ہذا القیاس شعر حافظ میں بھی جو عارفانہ استعارۂ لطیف و شاعرانہ تشبیہ بلیغ ہے، وہ ہرگز سیاق آیت کے منافی نہیں ہے، جو شاعر ہے وہ اس کے باریک مضمون سے ماہر ہے۔ اور جو قصوری ہے وہ اس نازک خیال کے فہم سے قاصر ہے۔

---

(۱)- سورہ أحزاب، آیت:۳۶

اور پھر ان کے عملیات دیکھیے

اول: یہ کہ پانی اگرچہ نہایت ہی قلیل ہو، نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ رنگ اور بو اور مزا اس کا نہ بدلے۔ اور پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا۔ چناں چہ یہ مضمون "طریقۂ محمدیہ ترجمہ درر بہیہ" مصنفہ قاضی شوکانی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ۶ و ۷ میں جواب صدیق حسن خاں امیر بھوپال نے لکھ دیا ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے کہ جس پر خود مولوی نذیر حسین نے اپنی مہر لگا کر لکھا ہے کہ اس پر موحدین بے دھڑک عمل کریں، اور دیباچے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں کہ متبع سنت اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بیبیوں کو پڑھائے۔ اور یہی مضمون کتاب "فتح المغیث بفقہ الحدیث" مطبوعہ مطبع صدیقی، لاہور کے صفحہ ۵ میں بھی مندرج ہے۔ یہ وہی کتاب طریقۂ محمدیہ ہے کہ جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ اور سہ بارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوا دیا۔ غرض اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کنویں میں سور یا کتا یا بلی ڈوب مرے کہ جس سے پانی کے اوصاف ثلاثہ میں تغیر نہ آیا ہو، یا ایک لوٹے یا ایک پیالے پانی میں، یا ایک گھڑے میں اس قدر گوہ یا موت، یا شراب، یا کوئی نجس شے پڑ جائے جس سے اس کا رنگ اور بو اور مزا نہ بدلنے پائے، یا اس میں کتا یا سور منہ ڈالے تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ اس سے وضو، نماز درست ہے اور اس کا پینا جائز۔ اگرچہ یہ نص صریح کے مخالف اور اس حدیث صحیح کے منافی ہے:

"إذا وَلَغَ الكلبُ فِيْ إناءِ أحدِكُم فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرّاتٍ."

یعنی جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہیے۔

مگر غیر مقلدینِ ظاہریہ شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہاں حدیث میں صرف کتے کے منہ ڈالنے سے برتن دھونے کا حکم آیا ہے، نہ پانی ناپاک ہونے کا۔ اور نہ کتنے کے پانی پینے کا ذکر ہے جیسا کہ داؤد ظاہری نے فرمایا کہ بموجب اس حدیث کے: "لا يبُولَنَّ أحدُكُمْ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ" پانی میں پیشاب کرنا درست نہیں ہے، مگر پاخانہ پھرنا جائز ہے؛ کیوں کہ حدیث میں اس کی ممانعت نہیں آئی۔

دوم: گوہ اور مُوت اور کتے کا لعاب اور لینڈ [۱]، اور حیض و نفاس کا خون، اور سور کا گوشت، یہ سات چیزیں نجس اور پلید ہیں اور سوائے ان کے شیر خوار بچے کا بول اور سور کا پیشاب اور گوہ، اور کتے کا بول، اور گدھے اور گھوڑے اور خچر اور بندر اور ریچھ اور بھیڑیا اور بلی اور شیر وغیرہ حیوانات کا بول و براز، اور چربی و خون و منی و شراب یہ سب چیزیں پاک ہیں۔ چناں چہ اسی کتاب طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں اور فتح المغیث کے صفحہ : ۵ میں یہ عبارت بجنسہ لکھی ہے کہ نجاست گوہ اور مُوت ہے، آدمی کا مطلق، مگر مُوت لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب ہے کتے کا اور لینڈ بھی، اور خون ہے حیض

(۱)۔ لینڈ: بہ یاے مجہول و نون غنہ یعنی پاے خانہ۔

ونفاس کا اور گوشت ہے سور کا اور جو اس کے سوا ہے اس میں خلاف ہے، اور اصل اشیا میں پاکی ہے، اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی نقل دوسری نہ ہو۔ انتہیٰ۔

پس جب اِن سات چیزوں میں نجاست وپلیدی کا حصر ہوگیا تو دیگر اشیاے مذکورہ کے پاک ہونے میں کیا کلام رہا، بلکہ خود اس کی تصریح کر دی کہ اصل اشیا میں پاکی ہے، چناں چہ ''روضۂ ندیہ شرح عربی درر بہیہ'' مطبوعہ کے صفحہ ۸و۹ میں بھی نواب بھوپال اس مقام پر لکھتے ہیں:

ولا يخفىٰ عليك أن الأصلَ في كل شيئ أنه طاهرٌ.''

اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۱؍ میں منی کے پاک ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''والحق أن الأصل الطهارة والدليل علي القائل بالنجاسة فنحن باقون على الأصل.''

اور پھر صفحہ :۱۲ میں شراب و گوشت مردار وخون مسفوح کے پاک ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''فتحريمُ الخمرِ والميتة والدمِ ولا يدل علىٰ نجاسة ذٰلك فتحريمُ الخمرِ واللحم الذي دَلتْ عليهِ النُصوصُ لا يَلْزَمَ منه نجاستهُما بل لا بد من دليل اٰخر عليه وإلا بقيا على الأصول المتفق عليها من الطهارة فمن ادعىٰ خلافه فالدليل عليه.''

اور بھی کتاب ''نہج المقبول من شرائع الرسول ''مطبوعہ بھوپال کے صفحہ :۲۰ میں نواب بھوپال نے اپنے بیٹے نور الحسن خاں کی طرف سے لکھا ہے کہ منی اور شراب اور دیگر مسکرات وخونِ رواں پاک ہے۔ اور نجاست کتے اور سور کے گوشت کی مختلف فیہ ہے۔ چناں چہ عبارت فارسی اس کتاب کی بجنسہ نقل کی جاتی ہے۔

''وشستن منی از براے استقذار[1] بودہ است نہ بنا بر نجاست، و بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست، و ہر نجس حرام ست و ہر حرام نجس نیست، و کیف کہ اصل در ہمہ چیزہا طہارتست، و در نجاست سگ و لحم خوک خلافست، و ہر خون واذی نجس نیست، و دم مسفوح حرام ست نہ نجس۔'' انتہیٰ۔

سوم: اسی ''طریقۂ محمدیہ'' کے صفحہ: ۱۷و۱۸ میں اور ''فتح المغیث'' کے صفحہ ۱۴و۱۵ میں لکھا ہے کہ واجب نہیں زکاۃ مگر اونٹ، گاے بکری میں، اور اموالِ تجارت میں بھی زکاۃ نہیں ہے اور زیور پر بھی اس مفتی نے عدم وجوبِ زکاۃ کا حکم لگادیا ہے۔ چناں چہ کتاب ''نہج المقبول'' مطبوعہ مذکور کے صفحہ : ۳۵ میں اس مضمون کو لکھا ہے، خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ تجارت اور سوداگری کے مال میں اگرچہ کروڑہا روپے کا ہو، اور مثل بھینس اور بھیڑ وغیرہ جانوروں میں اگرچہ کروڑہا روپے کے ہوں، اور سونے اور چاندی کے زیور میں اگرچہ کروڑہا روپے کا ہو زکاۃ نہیں ہے۔

---

(۱)- پلید شدن و کراہت داشتن۔ ۱۲ منہ

پس جب لوگ یوں ہی زکاۃ کے ادا کرنے میں باوجود فرض ہونے کے سستی اورغفلت کرتے تھے، اور تاہم اموالِ تجارت اور زیور میں ہزاروں اور لاکھوں روپے کی زکاۃ نکالتے تھے۔ اورغربائے اہلِ اسلام اس سے فیض پاتے تھے، اب تو مجتہد غیر مقلدین نے حکم لگا دیا کہ زکاۃ ان چیزوں میں واجب نہیں، بہانہ بازوں اور حیلہ سازوں کو سند مل گئی۔ افسوس! کہ دروازہ خیر کا بند ہو گیا اور مجتہد صاحب بھی ''مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيْمٍ''(۱) کے پورے پورے مصداق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

چہارم: ایک طلاق سے زائد دو طلاقیں دی ہوں، یا تین، اور بیچ میں رکوع نہ کیا ہو تو دو طلاقیں، یا تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی۔ اور اس کے خاوند کو وہ عورت بغیر حلالہ (یعنی بغیر نکاح دوسرے شوہر کے) درست ہو جائے گی۔ چناں چہ یہ مسئلہ اسی کتاب ''طریقۂ محمدیہ'' کے صفحہ: ۲۶ میں مرقوم ہے۔ اور اسی طرح صفحہ: ۲۰ ''فتح المغیث'' میں لکھا ہے کہ حلالہ کرنا حرام ہے (یعنی مطلقۂ ثلاثہ کا نکاح دوسرے شخص سے کرا کے پھر اپنے نکاح میں پھیر لینا) حالاں کہ یہ مسائل تمام اہلِ اسلام بلکہ نص قرآن کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ.''(۲)

یعنی جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے تو پھر نکاح اُس عورت کا، اُس مرد سے جائز نہ ہو گا، جب تک کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے، پس بہ موجب نص قرآنی کے جو نکاح ثانی مطلقہ کا بعد حلالہ کرنے کے زوج اول پر حلال تھا، اس کو مجتہد صاحب نے اپنی رائے سے حرام کر دیا۔

پنجم: مرد پر سونے کا زیور حرام ہے نہ اور چیزوں کا۔ چناں چہ یہ عبارت ''طریقۂ محمدیہ'' کے صفحہ: ۳۸ و ''فتح المغیث'' کے صفحہ: ۳۵ میں واقع ہے، جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرد کو خواہ وہ مولوی ہو یا واعظ، مفتی ہو یا قاضی، کٹنا ہو یا ہیجڑا، چاندی کی بالیاں، بالے، کڑے، چھڑے، کنگن وغیرہ زیور درست ہیں۔

ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند

ششم: اسی کتاب ''فتح المغیث'' کے صفحہ: ۶ میں لکھا ہے: اور کافی ہے مسح کرنا بعض سر کا، اور مسح کرنا پگڑی عمامے پر۔ انتہیٰ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بعض سر کا مسح نہ کرے تو پگڑی عمامے پر مسح کرنا کافی ہے، حالاں کہ یہ نصِ قرآنی کے خلاف ہے: ''وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ''۔(۳)

---

(۱)- منع کرنے والا بھلائی سے، حد سے نکلنے والا گنہگار۔ ۱۲ منہ

(۲)- سورہ بقر، آیت: ۲۳۰

(۳)- سورہ مائدہ، آیت: ۶۔ یعنی مسح کرو تم اپنے سروں کا، نہ عماموں اور پگڑیوں کا۔ ۱۲ منہ

ہفتم: اسی "فتح المغیث" کے صفحہ: ۷ میں لکھا ہے کہ وضو لیٹنے سے ٹوٹتا ہے۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیند کو کچھ دخل نہیں فقط لیٹنے سے بغیر سوئے وضو جاتا رہتا ہے، حالاں کہ یہ باطل ہے۔

ہشتم: اسی کتاب کے صفحہ: ۷ میں مرقوم ہے کہ توڑنے والی تیمم کی وہی چیزیں ہیں جو توڑنے والی وضو کی ہیں۔ انتہیٰ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ پانی کے دیکھنے اور اس پر قدرت پانے سے تیمم نہیں ٹوٹتا، حالاں کہ یہ غلط ہے۔

نہم: اسی کتاب کے صفحہ: ۱۰ میں لکھا ہے کہ اگر خلل پڑے نماز میں امام کی تو وہ خلل امام پر ہے نہ مقتدیوں پر۔ انتہیٰ۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اگر امام جنبی ہو، یا اس سے کوئی فرض ترک ہو، یا اس کا کپڑا نجس ہو، یا اس نے وضو نہ کیا ہو، یا وضو اس کا ٹوٹ گیا ہو تو فقط امام کی نماز فاسد ہوگی، اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ نقصان نہ آئے گا، حالاں کہ یہ باطل ہے۔

دہم: اُسی کتاب کے صفحہ: ۱۵ میں لکھا ہے کہ حرام ہے زکات بنی ہاشم اور ان کے غلاموں پر، اور آسودہ اور تن درست کماؤ پر۔ انتہیٰ۔

اس کا یہ مطلب ہوا کہ مصرفِ زکات کے واسطے بیماری لازم ہے، اور اگر فقیر تن درست ہو گا تو اس کو زکاۃ لینی حرام ہو گی، حالاں کہ یہ محض غلط ہے۔

یازدہم: اُسی کتاب کے صفحہ ۲۵ میں مرقوم ہے کہ جائز ہے دودھ پلانا بڑی عمر والی کا اگر چہ داڑھی رکھتا ہو واسطے جائز ہونے نظر کے۔ انتہیٰ۔

یہ بات تو بعض یاروں کے مطلب کے موافق کہی، یعنی اگر کوئی جوان مرد کسی عورت مرضعہ[1] پر عاشق ہو تو وہ اس دودھ پینے کے بہانے سے اُس عورت کو ہر روز دیکھا کرے، اور اس کی چھاتیاں پکڑے، پس جس عورت سے یہ بات حاصل ہو تو پھر پردہ چہ معنیٰ دارد؟

دوازدہم: وضو میں بجائے پاوں دھونے کے مسح فرض ہے۔ چناں چہ فتاویٰ ابراہیمیہ مصنفہ مولوی ابراہیم غیر مقلد، مطبوعۂ طبع دھرم پر کاش الہ آباد کے صفحہ: ۲ میں مسطور ہے، حالاں کہ یہ رافضیوں کا دستور ہے۔

سیزدہم: پیشاب کے بعد پانی سے استنجا کرنا اور ڈھیلا لینا بدعت ہے۔ چناں چہ کتاب "اعتصام السنۃ" کے صفحہ ۱۹، ۲۰ و ۲۷ میں اس کی تصریح موجود ہے، اور بدعت ان کے نزدیک ایسا فعل ہے کہ جو آں حضرت ﷺ کے بعد ہوا ہو، اور ہر بدعت ضلالت ہے، اور ہر ضلالت فی النار۔ پس ہر بدعتی ان کے نزدیک ناری اور دوزخی ٹھہرا تو کلوخ اور پانی سے استنجا کرنے والا بھی دوزخی ہوا، حالاں کہ یہ سنت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ پس ان کے بقول معاذ

---

(۱)- مرضعہ: دودھ پلانے والی۔

اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بدعتی اور دوزخی ٹھہرے۔

چہاردہم: جو کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔ چناں چہ "ہدایتِ قلوب قاسیہ جواب گلزار آسیہ" تصنیف مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین کے صفحہ: ۳۶ میں موجود ہے۔

پانزدہم: تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل پڑھنا اور تہائی رات سے زیادہ عبادت میں جاگنا بدعت مذمومہ ہے، چناں چہ کتاب "معیار الحق" مصنفہ مولوی نذیر حسین، مطبوعہ دہلی کے صفحہ: ۲۲ میں مذکور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اکثر شب یا تہائی رات سے زیادہ عبادت کرنا جیساکہ آں حضرت علیہ الصلاۃ والسلام وصحابۂ کرام واولیاے عظام مثل حضرت غوث اعظم وغیرہ سے ثابت ہے، ان کے نزدیک گناہ ہے، معاذ اللہ۔

شانزدہم: خالہ سوتیلی یعنی جس کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا، اس سے اس کے بھانجے کا نکاح درست ہے، چناں چہ فتواے مہری مولوی عبد القادر غیر مقلد امام کالی مسجد دہلی میں مرقوم ہے کہ جس پر ان کے استاذ مولوی نذیر حسین کی مہر بھی ثبت ہے۔

ہفدہم: پنیر شام کا جو سور کے پنیر مائے سے بنایا جانا اُس کا مشہور ہے، اور چیزیں مثل جوخ کے جن میں سور کی چربی پڑنی مشہور ہے، جب وہ آں حضرت کے پاس آتی تھیں تو آپ بلا دریافت کھاتے تھے۔ چناں چہ یہ عبارت فتویٰ مہری مولوی عطا محمد مندرجہ کتاب "اظہار الحق" مطبوعہ مطبع اتالیق ہند لاہور کے صفحہ: ۱۸ میں مرقوم ہے، اور اس رسالے میں مولوی نذیر حسین وغیرہ علماے غیر مقلدین کی بھی مہریں موجود ہیں، اور اس کے چھپوانے میں مولوی نذیر حسین نے بڑی کوشش فرمائی۔ چناں چہ خود رسالۂ مذکور کے مصنف نے عنوان کتاب میں اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ اب جاے انکار باقی نہیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلک! کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی ایسی حرام چیزوں کے استعمال کرنے کا سراسر بہتان اور اتہام ہے۔ اور پھر ایسے خرافات مضامین کی اشاعت میں علما کا سعی اور کوشش کرنا باعث سوے انجام و موجبِ ہدمِ اسلام ہے۔ نہیں معلوم غیر مقلدین ایسی باتوں کو بہ مقابلہ مقلدین کے از راہِ نفسانیت جان بوجھ کر چھپواتے ہیں یا بہ سبب نادانی اور بے سمجھی کے ایسے امور اُن سے ظہور میں آتے ہیں، بہر حال ؎

فإن كنتَ لا تـدريْ فتـلكَ مصيبةٌ　　　وَ إنْ كنتَ تدريْ فللمُصيبةِ أعظمُ

جواب سوال دوم

ایسے غیر مقلدوں سے جو عقائد و عملیات مذکورہ کے قائل ہیں مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو مساجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع اور باعثِ خوف و فتنۂ دین ہے، کیوں کہ مسائل متذکرہ بالا سے معلوم ہوا کہ وہ اہل بدعت ہیں اور مخالف ملتِ اہلِ سنت ہیں۔ اور مجالست و مخالطت اہل بدعت سے شرعاً ممنوع ہے:

"كمَا قالَ رسولُ اللّهِ - صلى الله عليه وسلم - إنَّ اللّهَ اختارنيْ واختارليْ

أصحابيْ فَجَعَلَهُمْ أنصاريْ و أصهاريْ و أنهُ سيجئُ فيْ اٰخرِ الزمانِ قومٌ يَنْقصُونَهمْ فَلا تُواكلوهُمْ وَلَا تُشارِبُوهمْ وَلَا تُنَاكحوهُمْ وَلَا تُصلُّوْا معهمْ ولا تصلُّوْ عليهِمْ. انتهیٰ“

یعنی فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا مجھ کو اور اختیار کیا میرے واسطے میرے صحابہ کو پس گردانا ان لوگوں کو میرے انصار اور میری سسرال، اور بے شک قریب ہے کہ آخر زمانے میں ایک ایسی قوم آئے گی کہ جو ان کو حقیر جانے گی، کھانا پینا اور آپس میں ان کے ساتھ نکاح کرنا چھوڑ دو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھو، اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے اس آیت ”وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ“ کی تفسیر میں فرمایا ہے:

”درحقائق تنزیل مذکور است کہ سہل بن عبد اللہ تستری می فرمودہ اند کہ ”مَنْ صححَّ إيمانُهٗ وأخلصَ توحيدَهٗ فإنهٗ لا يانسُ إلٰى مُبتَدعٍ وَلَا يُجالِسهٗ وَلَا يُواكلهٗ وَلَا يُشاربُهٗ وَيُظهرُ لَهٗ مِن نَفسهٖ العَداوةَ وَ مَن داهنَ بمبتدعٍ سلبهُ اللّٰهُ تعالىٰ حَلَاوةَ الإيمانِ وَ مَن تَحبَّبَ إلٰى مُبتَدعٍ نَزعَ اللّٰهُ تعالىٰ نورَ الْإيمَانِ مِنْ قَلْبهِ.“یعنی مرد صحیح الایمان را باید کہ بابدعتیان انس نگیرد و ہم مجلس و ہم کاسہ و ہم نوالہ ایشاں نشود، وہر کہ بابدعتیان دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آں ازوے برگیرند۔“(۱) انتہیٰ۔

اور طحطاوی نے حاشیہ در مختار کے کتاب الذبائح میں فرمایا ہے:

”وَهٰذهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قدِ اجْتمعت الْيَومَ فِيْ الْمَذَاهِبِ الْأرْبَعَةِ وَ هُمُ الْحَنَفِيُّونَ والمالكيونَ والشافعيونَ والحنبليونَ وَمَن كانَ خَارِجاً مِن هذهِ المذاهبِ الأربعةِ فِي ذٰلكَ الزمانِ فهوَ منْ اهلِ البدعةِ والنارِ.“ انتهىٰ

یعنی یہ نجات پانے والا گروہ آج کے دن چاروں مذہب میں جمع ہے، اور وہ لوگ حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ہیں، اور جو شخص ان چاروں مذہب سے اس زمانے میں خارج ہوا سو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ اور یہی مضمون اور بہت سی کتب دینیہ میں موجود ہے، ضرورتاً اسی قدر قلیل پر اختصار کیا۔

جواب سوال سوم

اگرچہ در صورت مراعات مذہب مقتدی کے بشرطے کہ امام کسی مفسد و مبطل صلاۃ کا مرتکب نہ ہو اقتدا کرنا جائز ہے، لیکن اب معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے؛ کیوں کہ مسائل مذکورہ اور عقائد مسطورہ بعض

(۱)- تفسیر فتح العزیز، سورۂ نون ، آیت ”وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ“ ص:۳۶، مطبع امید، لاهور.

موجب کفر اور بعض مفسد نماز ہیں، اور سوائے اس کے جب کہ شافعی المذہب متعصب کے پیچھے اقتدا جائز نہ ہوئی جیسا کہ فتاویٰ عالم گیری و جامع الرموز میں مرقوم ہے:

أَمَّا الإقتداءَ بالشافعيِّ فَلَا بأسَ بهٖ إذَا لَم يَتعَصَّبْ أَيْ لَمْ يَبغُضْ لِلحَنفيِّ.'' (۱)

یعنی شافعی کے پیچھے اقتدا کرنا مضایقہ نہیں بشرطے کہ متعصب نہ ہو۔ یعنی حنفیوں سے بغض و عداوت نہ رکھتا ہو، پس ان غیر مقلدین لا مذہب کے پیچھے تو بہ طریق اولیٰ اقتدا جائز نہ ہو گی کہ یہ تو حنفیوں کے نام سے جلتے ہیں۔ اور مقلدین کو علانیہ برا کہتے ہیں، بلکہ مشرک اور بدعتی سمجھتے ہیں، اور اس سے بڑھ کر ایک بات ان لا مذہبوں کے حق میں محدث نامی علامۂ شامی نے حاشیۂ رد المحتار میں لکھی ہے کہ ہمارے زمانے کے وہابی عبد الوہاب نجدی کے پیرو اور تابع مثل خارجیوں کے ہیں جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر کے ان کے لشکر سے خروج کیا تھا، پس جب لا مذہب مثل خارجیوں کے ٹھہرے اور خارجی مثل باغیوں کے ہوئے تو جو حکم باغیوں کا ہے وہی حکم لا مذہبوں کا ٹھہرا۔

''كما في البدائع: ولا يُصلّٰى عَلىٰ بُغَاةٍ بَل يُكفَنُونَ وَيُدفَنُونَ.''

یعنی ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے، صرف ان کو کفن دے کے دفن کر دیں۔

وَحُكمُ الخَوَارِجِ عِندَ جُمهُورِ الفُقَهَاءِ وَالمُحَدِّثِينَ حُكمُ البُغَاةِ وَذَهَب بَعضُ الْمُحَدِّثِينَ إلٰي كُفرِهِم.''

یعنی خارجیوں کا حکم جمہور علمائے محدثین و فقہا کے نزدیک باغیوں کا حکم ہے اور بعض محدثین تو ان کے کفر کے قائل ہو گئے۔ (شامی، ص:۳۰۹، ج:۳، مطبوعہ مصر)

واضح ہو کہ شہر دہلی میں فیما بین ہر دو فریق کے نزاع کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ عدالت، دیوانی اور فوج داری میں مقدمات دائر ہو گئے تھے، سو صاحب کمشنر بہادر دہلی نے فریقین کے بعض لوگوں کو اپنی کوٹھی پر بلا کر دفعِ فساد کے واسطے باہم ملاپ کرانا چاہا۔ چناں چہ ۲۸/ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ کو ایک کاغذ لکھا گیا کہ کوئی شخص ایک دوسرے سے معترض نہ ہو اور بہ شرط مراعات عدم مفسدات نماز کے ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی پڑھ لے، سو وہ ایک فیصلۂ باہمی تھا نہ فتوائے شرعی بہ چند وجوہ۔

اول: یہ کہ حکام والاشان کو دینی امور میں کچھ مداخلت نہیں، نہ وہ فتووں پر دستخط کرتے ہیں۔

دوم: نہ اس میں سوال علمائے دین سے ہے، نہ بحوالۂ کتب دینیہ اس کا جواب رقم ہے۔

---

(۱)- والإقتداء بشافعي المذهب إنما يصح إذا كان الإمام يتحامى مواضع الخلاف.... ولا يكون متعصبا. عالم گيري، كتاب الصلاة، باب:۵، فصل ثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره، ج:۱، ص:۸٤، ۱۲. محمد قاسم

سوم: اس پر مواہیر اور دستخط کرنے والے سب علما نہیں ہیں بلکہ اکثر طلبا ے مولوی نذیر حسین، اور بعض عوام سکنا ے شہر ہیں، گو ان کے نام بڑے لمبے چوڑے لکھے گئے ہیں، تاکہ مولوی معلوم ہوں، اور بعض طرفین کے مولوی بھی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس فتوے کو علماے اہلِ سنت نے بطیبِ خاطر منظور نہیں کیا بلکہ بہ خاطر حاکم اعلیٰ کے اس پر مہریں کر دیں، چناں چہ مولوی منصور علی صاحب ساکن مسجد نئی سڑک چاندنی چوک نے باوجود طلبی مکرر سہ کرر کے اپنی مہر نہ کی۔ اس پر ظاہر ہے کہ اگر وہ فتویٰ ہوتا تو ان عوام کی مہر اس پر کیوں ہوتی؟ غیر مقلدوں نے اس کو فتویٰ سمجھ کر بڑی شہرت دی؛ تاکہ اور لوگ بھی دھوکے میں آجائیں، اور بالفرض اگر یہ فتویٰ بھی ہو تو اس سے ان کی وہ کتابیں کہ جن میں حضرات مقلدین کو کافر ومشرک لکھا ہے سب باطل ہوگئیں کہ آخر ان کے منہ سے حق صادر ہو گیا کہ مقلدین کے پیچھے نماز جائز رکھی۔ وھو المقصود واللّٰہُ سبحانه أعلمُ و عِلمُه أتمُّ

حررہ العاصی وصی احمد السنی الحنفی السورتی

مواہیر و دستخط علماے دہلی و کانپور وغیرہ

هو الموفق

الجواب صحيح والمجيب مصيب — حرره قاضي شيخ احمد عفا الله عنه

قاضی شیخ احمد

هو العَلي

أصاب وأجاد من أجاب وأفاد. والله سبحانه أعلم و علمه أتمّ وأحكم - حرره العبد الخامل محمد عادل عامله الله تعالىٰ بفضله الشامل

حاکم محکمہ شرع محمد عادل

هو المصوب

ایسا شخص گروہِ اہلِ سنت وجماعت سے خارج ہے اور نماز اس کے پیچھے نہ پڑھنا چاہیے۔

كتبه: الفقير الى الله الغني محمد علي عفي عنه

محمد علی

هو الموفق

مجیب لبیب نے جو مسائل واحکام مخالف فرقۂ اہل سنت وجماعت غیر مقلدین کے فرقۂ اہل سنت سے خارج ہونے پر بطور دلیل کے ان کی کتابوں سے لکھے ہیں، ان میں سے بعض احکام ان کی بعضے کتابوں میں راقم نے بھی دیکھے ہیں، غیر مقلدین کے یہ مسائل مخترعہ واحکام مبتدعہ بلاشبہہ قابلِ رد وانکار ہیں کہ ان میں سے بعضے موجب کفر، اور بعضے موجب فسق وابتداع، اور عموماً یہ سب احکام اہلِ سنت کے نزدیک محض لغو اور بے اعتبار ہیں، ایسے احکام مخالف اہلِ

سنت کا معتقد و ملتزم بلا شبہہ اہل سنت کی جماعت سے خارج ہے، اور جب وہ شخص ایسے مخالف مسائل کے التزام سے اہل سنت کی جماعت سے خارج ہوا تو اس کے پیچھے اہل سنت کو نماز پڑھنا ناجائز ہے، اور اگر ایسے شخص کے مسجد میں آنے سے فتنہ و فساد پیدا ہو تو انسداد فتنہ کے لیے مسجد میں آنے سے منع کرنا بہتر ہے، واللہ اعلم۔

کتبه محمد عبد الله الحسيني الواسطي البلگرامي عامله الله بلطفه العميم الشامي

محمد عبد اللہ الحسینی — مدرس مدرسہ عربی

صح الجواب	الجواب صحیح	المجیب مصیب
محمد عبد الحق ۱۲۹۰ھ	از ہشت منصور علی احمد ۱۲۷۳ھ	خوشا جانباز محمد عمر
مدرس مدرسۂ مسجد فتح پوری	امام مسجد حوض	ابن کریم اللہ
در دو جہاں ہست محمد شاہ	فقیر محمد حسین — قاضی محمد نصیر الدین احمد	محمد نذیر سد بی مفتیان ۱۲۰۹
مدرس مدرسۂ مسجد فتح پوری		مدرس مدرسۂ نعمانیہ
محمد اسماعیل	محمد عبد الغفور خان — محمد قاسم	بندۂ عاصم الٰہی بخش
مدرس مدرسۂ دہلی	لاریب فیہ	دہلوی
محمد عبد النبی	محمد عبد الرؤف — فتح الدین	عبد العزیز
الحق کذلک		
عبد الرحمٰن	احمد علی — محمد عبد العزیز	ابی عبد اللہ
سید محمد اسماعیل	محمد گلاب بگلزار عالم ۱۲۹۱	محمد سپہدار خان
مدرس مدرسۂ دہلی		
محمد محسن علی	حافظ عبد الحق ۱۲۹۹ھ	ہو الحکیم الرشید
محمد عبد الکریم	حاجی محمد جی — محمد غریب الدین	

الجواب صحیح	الجواب صواب	المجیب مصیب
محمد عبد الرحمٰن الشریف الراجی غفران ربہ اللطیف	علم شد از فیض قاسم قسمت عبد الحکیم	مولوی محمد یعقوب ولد مولوی کریم اللہ صاحب
احمد حسین	عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴ھ — محمد اسحاق ولد مولوی عبد العزیز	محمد الدین ۱۲۹۷ھ

فی الحقیقت اگر ان لوگوں کے یہ عقائد اور یہ اعمال ہیں تو ایسا ہی ہے جیسا مجیب صاحب نے جواب دیا۔

والله أعلم بالصواب و إليه المرجع والمآب — محمد ظہور الاسلام ۱۲۸۰ھ

صح الجواب محمد فخر الحسن ۱۲۸۹ھ والله سبحانه أعلم و علمه أتم

هو الفتاح

فی الواقع اس فرقۂ لا مذہب کو کہ جن کے عقائد موافق تحریر مفتی نحریر ہیں اہلِ سنت و جماعت سے خارج سمجھنا اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، اور بہ سبب فتنہ وفساد و کے ان کو مسجد میں آنے نہ دینا بجا اور درست ہے۔

والله اعلم بالصواب و عنده أم الكتاب — حرره الراجي عفو ربه القوي الحافظ فتح محمد الفاروقي الحنفي الدهلوي. حافظ فتح محمد ذٰلک فضل الله ۱۲۹۲ھ

بے شبہہ جو غیر مقلدین ایسے ہوں کہ عقائد ان کے خلاف اہلِ سنت و جماعت و سلف صالحین کے ہوں اور مقلدین کو اپنے زعم فاسد میں مشرک اور بدعتی سمجھتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کو بسبب فتنہ وفساد کے اپنی مساجد میں آنے دینا جائز نہیں۔ والله أعلم بالصواب و إليه المرجع والمآب۔

ابو الجيش محمد مهدي عفا عنه الله الهادي الفرنجي محلي ابو الجیش محمد مہدی

بن مولانا مفتی محمد یوسف صاحب مرحوم لکھنوی

مواہیر و دستخط علمائے مقام لدھیانہ و دیوبند

تخمیناً مدت ۴۶/ سال یعنی ۱۲۵۴ھ سے ۱۳۰۰ھ تک اس فرقے کو خوب دیکھا، مسائل مندرجہ فتاویٰ ہذا کے سوا بڑی بڑی مخالفتِ حدیث پر یہ فرقہ جری ہے۔ مولانا اسحاق صاحب مرحوم برملا ان کو ضال مضل وعظ میں فرمایا کرتے، اور یہ لوگ باہر نکل کے کہتے کہ میاں صاحب کا مذہب وہی ہے جو ہمارا ہے، ظاہر میں ایسا کہہ دیا ہے، اسی طرح ہر عالم دین دار کو ہم مذہب اپنا بتلا کر دینِ محمدی سے اور قرآن و حدیث سے منحرف کرتے ہیں، ان کے دینِ محمدی سے مخالف ہونے اور سنت و جماعت کے مخالف اور دشمن ہونے میں کچھ شک و شبہہ نہیں ہے۔ جیسے روافض و خوارج کے پیچھے نماز پڑھنی ویسے ہی ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہے، ان کی امامت جائز نہیں ہے۔ تفصیل طول رکھتی ہے۔ والله اعلم۔ محمد عبد الرحمٰن پانی پتی ۱۲۸۳ھ

چوں کہ گروہِ شر ذمۂ لامذہبیہ اہل بدع اور ہوا میں سے ہیں اس لیے ان سے حتی الامکان احتراز ضروریات سے ہے۔ وما علينا إلا البلاغ - الراجي رحمة ربه الباري أبو البشير عبد العلي القاري

ابو البشیر بدالعلی قاری ۱۲۸۰ھ

یہ فرقۂ غیر مقلدین بے شک خارج اہلِ سنت و جماعت سے ہے، ان سے مجالست کرنی ایسی ہے جیسے کہ اہل ہوا

و بدع سے۔ امامت ان کی جائز نہیں؛ کیوں کہ عقائد اور عملیات ان کے مخالف حدیث وقرآن کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ **محمد عبد الرحمٰن ۱۳۰۰**

باسمہ سبحانہ

”عَنِ ابنِ عمرَ أنَّ النبيَ - صلى الله عليه وسلم - قالَ فِي غَزوةِ خَيبرَ : مَن أَكَلَ مِن هٰذه الشَّجرَةِ يَعنِيَ الثُّومَ فَلَا يَقرَبَنَّ مَسجِدَ نَا . رواه البخاري.“

یعنی جو شخص کہ لہسن کھائے تو ہماری مسجد کے نزدیک نہ پھٹکے۔

اور مؤطا امام محمد رضی اللہ عنہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت مجذومہ کو طواف مکے سے مانع آئے اور فرمایا کہ تو اپنے گھر میں بیٹھ اور لوگوں کو ایذا نہ دے۔(۱)

اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک دن ایک واعظ کو مسجد کوفے میں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ واعظ ہے، لوگوں کو گناہوں سے روکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے پوچھو کہ ناسخ منسوخ کو جانتا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ کو ناسخ منسوخ کا علم نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو مسجد سے نکال دو۔

اور نیز شاہ عبد العزیز صاحب نے بہ تحت بیان آیت: ”وَاصْبِرْ عَلٰی مَا يَقُوْلُوْنَ“ کے لکھا ہے کہ طعن کرنا سلف پر سخت ترین ایذاے لسانی سے ہے۔

اور اشباہ میں لکھا ہے کہ موذی کو مسجد میں آنے سے منع کرنا چاہیے، اگرچہ ایذا اس کی لسانی ہو۔

فائدہ: پس جب کہ روکنا مسجد کے آنے سے بہ سبب موجود ہونے ایک امر کے امور مذکورہ سے درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ کے ہیں نکالنا بہ طریق اولیٰ درست ہوا۔ اور بہ سبب لحوق مرض باطنی کے جو جذام سے بڑھ کر ہے، اور مساجد میں ان کے آنے سے فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے، اور خداے تعالیٰ مفسدوں کو دوست نہیں

---

(۱)- عن أبي مليكة أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه مر على إمرأة مجزومة تطوف بالبيت، فقال: يا أمة الله ! اقعدي في بيتكِ ولا تُؤذي الناسَ. الحديث (كتاب الحج، باب طواف بالبيت راكباً أوماشيًا، ص:۲۲٦ ، مجلس بركات.)۱۲ محمد قاسم

رکھتا: کما قال اللّٰہ تعالیٰ ''وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ'' باقی تحقیق اس مسئلے کی رسالۂ'' انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد'' میں جو اس عاجز کی تالیفات سے ہے، موجود ہے۔ واللّٰہ أعلم وعلمه أتم

الراقم - خادم العلماء محمد حبیب الرحمٰن لدھیانوي، المرقوم ۱۳۰۰ھ

حبیب الرحمٰن ۱۳۰۰ھ

عقائد اس جماعت کے جب کہ خلاف جمہور ہیں تو بدعتی ہونا ظاہر، اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے، اور تجویز تقیہ اور برا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر ہے، تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحے میں ان کے احتیاط لازم ہے، جیسے روافض کے ساتھ احتیاط چاہیے۔

حرره محمد يعقوب نانوتوي عفا عنه القوي

محمد یعقوب ۱۳۰۰ھ

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ — رشید احمد

ابو الخیرات سید احمد عفی عنہ — اسمہ احمد

محمود حسن عفی عنہ — محمود حسن

محمد محمود دیوبندی عفی عنہ — محمد محمود ۱۲۹۱ھ

حامداً و مصلياً

فی الحقیقت یہ گروہ غیر مقلدین اور لا مذہب خارج ہیں اہل سنت وجماعت سے، ان کو اہل سنت وجماعت میں سمجھنا بڑی غلطی کی بات ہے، کس واسطے کہ اہل سنت وجماعت منحصر ہیں مذاہب اربعہ میں، اور جمیع اہلِ سنت حنفی ہیں یا مالکی یا شافعی یا حنبلی۔ جو کوئی بالکلیہ ان چار مذہبوں میں سے اس زمانے میں ایک کا بھی مقلد اور پیرو نہ ہو، اور اپنے تئیں ان میں سے ایک کی طرف منسوب نہ کرے وہ اہلِ سنت سے نہیں، بلکہ وہ خارج مذہب اہل سنت وجماعت سے ہے، اور مثل دیگر فرق ضالۂ روافض وخوارج ومعتزلہ وجبریہ وقدریہ وغیرہم کے ہے۔

قال الطحطاوي في شرح الدر المختار: ''فعليكم يا معشر المؤمنين اتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة، فإن نصرة اللّٰه تعالىٰ و حفظه و توفيقه في موافقهم، وخذلانه وسخطه و مقته في مخالفتهم، وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة : وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون، ومن كان خارجا من هذه المذاهب الأربعة في ذلك الزمان فهو من أهل البدعة والنار.'' انتهٰى

وقال في التفسير الأحمدي : ''قد وقع الإجماع على أن الاتباع إنما يجوز للأئمة الأربعة.'' انتهیٰ

وقال في الأشباه والنظائر تحت القاعدة الأولیٰ: ''ما خلف للأئمة الأربعة فهو مخالف للإجماع و إن كان فيه خلاف غيرهم فقد صرح في التحرير : أن الإجماع قد انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للأئمة الأربعة.'' انتهیٰ

قال الفاضل الجليل الفقيه المحدث المفسر الشيخ ولي الله الدهلوي في عقد الجيد : ''أعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة، وفي الإعراض عنها كلها مفسدة كبيرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اتبعوا السواد الأعظم فمن شذ شذ في النار.''(۱) انتهیٰ

قال القاضي ثناء الله في التفسير المظهري : ''فإن أهل السنة قد افترق بعد القرون الثلٰثة والأربعة على أربعة مذاهب، ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذه المذاهب الأربعة فقد انعقد الإجماع المركب على بطلان قولٍ يخالف كلهم. وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا تجتمع أمتي على الضلالة. وقال الله تعالیٰ : ''وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا'' انتهیٰ.

پس ثابت ہوا حصر اہلِ سنت و جماعت کا اس زمانے میں مذاہب اربعہ میں اور جس کسی کا قول کہ مخالف ائمہ اربعہ کے ہو گا وہ مردود اور باطل ہو گا، بہ سبب مخالف ہونے اہل سنت و جماعت کے، اور نہ مانا جائے گا، اور یہ لا مذہب لوگ قائل ہیں جوازِ خروج کے مذاہب اربعہ سے اور حصرِ مذاہب اربعہ کو باطل سمجھتے ہیں۔ چناں چہ ''معیار الحق'' مطبوعہ لاہور کے صفحہ: ۳۶ میں مولوی نذیر حسین نے لکھا ہے: ''جب کہ اہلِ سنت و جماعت منحصر اور مجتمع ہوئے مذاہب اربعہ میں بالاجماع تو اب اس انحصار اور اجماع کا باطل کہنے والا اور سمجھنے والا اور قائل جواز خروج مذاہب اربعہ کا اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور مثل دیگر اہل مذاہب باطلہ اور فرق ضالۂ روافض و خوارج اور جبریہ اور قدریہ اور مرجیہ و جہمیہ وغیرہم کے ہے، پس جب کہ لا مذہب اور غیر مقلدین اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں تو اہلِ سنت و جماعت کی نماز لا مذہبوں کے پیچھے نہیں ہوتی اور بالکل غیر جائز اور نادرست ہے۔ اور ان کے ساتھ مخالطت اور

(۱)- عقد الجيد، باب تاكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة، الخ. ص:۳۷، مكتبه حقيقة تركي. ۱۲

مجالست اور موانست رکھنے سے بھی اہل سنت و جماعت کو پرہیز اور اجتناب چاہیے، کیوں کہ مجالست اور مخالطت اور مصاحبت اہل شر و فساد اور اہل بدعت کے ساتھ بموجب حدیث صحیح کے بالاجماع ممنوع ہے۔

قال الإمام النووي في شرح صحيح مسلم قبيل كتاب القدر في باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء: ''فيه تمثيله صلى الله عليه وسلم جليس الصالح بحامل المسك جليس السوء بنافخ الكير، وفيه فضيلة مجالسة الصالحين، وأهل الخير والمروة، ومكارم الأخلاق والورع والعلم والأدب، والنهي عن مجالسة أهل الشر، وأهل البدع، ومن يغتاب الناس أو يكثر فجره وبطالته ونحو ذٰلك من الأنواع المذمومة.''(۱) انتہیٰ

اور حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں ۔

دور شو از اختلاطِ یار بد — یارِ بد، بد تر بود از مارِ بد

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند — یارِ بد بر جان و بر ایماں زند

نار خنداں باغ را خنداں کند — صحبتِ نیکانت از نیکاں کند

صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبتِ طالح ترا طالح کند

پس اہلِ سنت و جماعت کو فرقۂ ضالہ لا مذہبان غیر مقلدین کی صحبت سے بہت احتراز کرنا اور بچنا اور بھاگنا چاہیے۔ "فروا من صحبتهم اكثر ما تفرون من الأسد" کس واسطے کہ صحبت کو بڑا اثر ہے۔

حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمۃ اللہ "محبوب العارفین" میں فرماتے ہیں ۔

منشین بابداں کہ صحبتِ بد — گرچہ پاکی ترا پلید کند

آفتابے بدیں بزرگی را — ذرۂ ابر ناپدید کند

جس حالت میں کہ یہ غیر مقلدین خارج از اہلِ سنت و جماعت اور داخل اہل بدعت و فرق ضالہ ہوائیہ میں ٹھہرے اور نماز اہل سنت و جماعت کی ان لا مذہبوں کے پیچھے غیر صحیح و ناجائز و نادرست ہوئی، اور مخالطت اور مجالست بھی حسب روایات مذکورہ ان سے ممنوع ہوئی تو اہل سنت و جماعت کو چاہیے کہ ان لا مذہبوں کو اپنی مساجد سے نکال دیں، اور ہرگز نہ آنے دیں، اس واسطے کہ ان کے آنے سے مسجدوں میں شر و فساد و فتنہ پیدا ہوتا ہے۔

---

(۱)- شرح صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء، ج:۲، ص:۳۳۰، مجلس بركات، اشرفيه. ۱۲ محمد قاسم

قال اللّٰہ تعالیٰ: ''وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ.''

وقوله تعالیٰ : ''وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ.''

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی وقت نماز کے لہسن، پیاز، گندنا وغیرہ بدبودار چیز کہ جس کے کھانے سے منہ میں بدبو پیدا ہو، کھا کر مسجد میں آوے تو اسے دخولِ مساجد سے منع کرو۔

"عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَلاَ يُؤْذِيَنَّا بِرِيحِ الثُّومِ ". رواه مسلم.(۱)

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسَاجِدَ.'' رواه مسلم(۲)

''وعن عمر بن الخطاب قال: ''إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لاَ أَرَاهُمَا إِلاَّ خَبِيثَتَيْنِ هَذَا الْبَصَلَ وَالثُّومَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِى الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا.'' رواه مسلم.(۳)

قال النووي في شرح صحيح مسلم في باب نهي: ''من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها مما له رائحة كريهة عن حضور المسجد حتى يذهب ذٰلك الريح ، و إخراجُه من المسجد : قوله صلى الله عليه وسلم : من أكل هذه الشجرة يعني الثوم فلا يقربن المساجد. هذا تصريح بنهي مَن أكل الثوم ونحوه عن دخول كل مسجد و هذا مذهب العلماء كافة.''(۴) انتهىٰ

پس یہ احادیث صحیحہ دال ہیں اس امر پر کہ جس شخص کی ذات سے لوگوں کو تکلیف و ایذا پہنچے اسے مسجد میں نہ

---

(۱)- صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أوبصلا، أو كراثا أونحوها مماله رائحه كريهة عن حضور المسجد الخ. ج:۱، ص:۲۰۹. ۱۲ محمد قاسم

(۲)- ايضاً. ج:۱، ص:۲۰۹

(۳)- ايضاً. ج:۱، ص:۲۱۰

(۴)- شرح صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أوبصلا، أو كراثا أونحوها مماله رائحه كريهة عن حضور المسجد الخ. ج:۱، ص:۲۱۰. ۱۲ محمدقاسم

آنے دیناچاہیے، پَر ظاہر ہے کہ لامذہبوں کے مسجدوں میں آنے سے شر وفساد وفتنہ پیدا ہوتا ہے، اور لوگ بے علم، بے خبر بے چارے ان کی صحبت سے بگڑتے اور خراب ہوتے ہیں۔ پس لازم و مناسب ہے اہل سنت و جماعت کو کہ لامذہبوں غیر مقلدوں کو اپنی مسجدوں میں نہ آنے دیں۔ اور ان مفسدوں شریروں کو اپنی مساجد سے اخراج کریں اور نکال دیں۔ والسلام على من اتبع الهدىٰ و اٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمين.

حرره الفقير المفتقر المذنب الراجي الى رحمة الله الأكبر العلي الولي القوي الغني محمد أحسن الدين أبو النصر المعروف بـ سيد محمد أكبر علي الحسيني الجيلاني الحنفي القادري الچشتي النقشبندي الدهلوي غفر الله له ولوالديه وأحسن إليهما و إليه. احسن الدین محمد اکبر علی

بہ تحقیق مفتن در مسجد ہم موجد فتنہ است "والفتنة أشد من القتل" دال بر اخراج کردن ایں شرذمۂ باطلہ ہویدا است۔

اولاً: ایں فرقۂ ماوّلین متشابہات اند بلکہ مثل محکمات می دانند، چناں چہ در رسالۂ "إحتوىٰ على العرش استوىٰ" از نواب بھوپال موجود ست، وایں ہمہ بداں عقیدہ باوے متفق اند حالاں کہ انصرام تام از متشابہات بکلام عز و جل "وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ." ثابت پس مورد "من فسر القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار" ہمیں شرذمۂ مبطلہ اند۔

ثانیاً: منکرین قیاس و اجماع اند بناءً علیہ مجتہدین را بد می گویند، و مقلدین را مشرک می دانند، حالاں کہ بہ کتاب اللہ ثابت ست بقولہ عز وجل "فَاعْتَبِرُوْا يٰاُوْلِي الْاَبْصَارِ" وبہ حدیث نبوی نیز وہو ہذا ما روى "أن النبي صلى الله عليه وسلم حين بعث معاذاً إلي اليمين قال: كيف تقضي يا معاذ فقال : بكتاب الله قال: فإن لم تجد في كتاب الله ؟ قال: فبسنة رسول الله، قال: فإن لم تجد، قال: أجتهد برائي، فقال عليه السلام: نحمد الله الذي وفق رسول رسوله بما يرضىٰ به رسوله، فإن لم يكن القياس حجة لأنكره بل حمد الله عليه .

ثالثاً: کتمان بطلان عقیدۂ خود عند ظہور الحق بَل يسكتون عند أهل الحق إذا غلبوا عليهم خذلهم الله تعالىٰ بقول حبيبه صلى الله عليه وسلم: من سكت عن الحق فهو شيطان اخرس.(١)

(١)- شرح صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف ولزوم الصمت إلا عن الخير وكون ذٰلك كله من الايمان ، ج:١، ص:٥٠. ١٢ محمد قاسم

فثبت أن هذا قوم لا يحصى قبائحهم و خيانتهم في الدين فحسب عليهم ضرب النعل من أهل الحق والكمال، الذين استقروا هذه الضابطة أن لا يدخلون هذا القوم في مساجدنا ولا يصحب معهم أبداً. والله تعالیٰ عليهم بما كانوا يفعلون. فقط

كتبه تراب أقدام أهل الإسلام عبد الضعيف المدعو بمحمد عبد السلام الكاشميري وطناً، والحنفي مذهباً، والچشتي النظامي الفخري النيازي مشربا إليه غفر الله له في حياته ويدخله الجنة بعد مماته أمين. حیّنا ربنا بالسلام ۱۲۸۴ھ

مواہیر و دستخط علمائے شہر اندور و چھاؤنی

الجواب صحيح، هكذا في كتب الفقه والحديث.
خادمِ شرعِ رسول الله قاضي حبيب الله اندوري.

خادمِ شرعِ رسول اللہ قاضی حبیب اللہ

الجواب صحيح — خادم الطلبہ سید حسین علی
والمجیب مصیب — خادم الطلبہ عبد الحمید
صح الجواب — حافظ محمد حسین خاں اندوری
لا ريب فيه — احمد جان ولایتی اندوری
الامر كذٰلك — محمد عیسیٰ خان ساکن شہر اندور
أصاب من أجاب — سید محمد یعقوب پنجابی اندوری
صح الجواب — خادم العلما عبد الواحد حال وارد شہر اندور
صح الجواب — سید غیاث الدین ساکن عدن حال وارد اندور

فرقۂ جدیدہ غیر مقلدین کے عقائد جو مجیب مصیب نے ارقام کیے فی الواقع اہل سنت و جماعت و سلف صالحین کے خلاف ہیں، اور یہ فرقہ بدعتی مفسد مفارق الجماعت اور اہلِ سنت و جماعت سے خارج ہے، اور مخالطت اور مجالست فرقۂ مذکورہ کے ساتھ ہرگز جائز نہیں ہے، اور اپنی مسجدوں میں ہرگز آنے دینا نہیں چاہیے، اور نماز اس فرقۂ مذکورہ کے پیچھے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ والله سبحانه أعلم و علمه أتم. الراقم: خیر خواہ مسلمین محمد علاء الدین

قد اطلعت علىٰ هذا الجواب المسطور بتمام ما فيه من اللؤلؤ المنثور فوجدته موافقا بالكتاب والسنة والدلائل قد جاء الحق وزهق الباطل أشكر الله على حسن

توفيق المجيب المصيب وأساله أن يعطيه في الدارين أكمل النصيب.

حرره حافظ محمد أكرم قاضي كمپ مئو، فقط قاضی محمد اکرم ۱۲۷۸ھ

أعظم الله أجر من أجاب فإنه قد نطق بالقول الصواب، وأتى بما يشهد به السنة والكتاب و يقبله أولوالألباب نمقه تراب أقدام أهل العلم أضعف عباد الله المنان محمد المدعو بعبد الرحمٰن نائب قاضي كمپ مئو.

ما قاله المجيب المصيب حق سديد وبالحق المحض عقيد جزاه الله خير الجزاء عناو عن المسلمين اٰمين يارب العالمين و يا مجيب دعاء السائلين في كل اٰن وحين .

سطره الراجي غفران الله المستعان محمد فضل الرحمٰن، قاضي دارالفتح،اجّين

جو عقائد غیر مقلدین کے انھیں کی کتبِ معتبرہ سے بیان کیے گئے، درحقیقت خلاف عقیدۂ اہلِ سنت وجماعت ہیں، ان کو مفسد دین جان کر ان سے مخالطت نہ کریں۔ عاجز محمد عبد الرحمٰن اندوری محمد عبد الرحمٰن

صح الجواب شیخ لال محمد أصاب من أجاب فقیر عبد اللہ

مواہیر مشاہیر علماے دار الاسلام، مصطفٰی آباد عرف رام پور

بلاشبہہ یہ فرقۂ ضالہ جس کے عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ مخالفہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے مجیب مصیب نے بحوالۂ رسائل اور فتاویٰ باطلہ اُن کے نقل کیے، اور اکثر اس کے راقم الحروف کی نظر سے بھی گزرے۔ مبتدع ہے، اور اس کے حق میں یہی حکم ہے جو مجیب مصیب نے تحریر کیا۔ واللہ سبحانہ الموفق محمد ارشاد حسین احمدی

هذا هو الحق عندي محمد عبد العلی ۱۲۹۲ھ مدرس مدرسۂ عالیہ رام پور

الجواب هو الصواب سیف الدین خان

هذا هو الحق الصراح والصدق القراح محمد گوہر علی

الجواب صحيح والراي نجيح العبد مولوی بلبل بقلم خود

الجواب حق العبد محمد یعقوب عفی عنہ

الجواب هو الصواب العبد سید حبیب احمد

لا شک فیہ العبد محمود عالم عفی عنہ

ذٰلک کذٰلک العبد حضرت شاہ عفی عنہ

یہ شخص امام اس گروہ غیر مقلدین کا سنّی نہیں ہے۔ رافضی ہو تو عجب نہیں، یہ بے چارہ عامیوں کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ: سید عبد الحق، سابق متوطن کانپور، حال باشندۂ رام پور — سید عبد الحق

فی الواقع عقیدہ اس فرقۂ جدیدہ و جماعت مستحدثہ کا ایسا ہی ہے جیسا کہ مجیب نے ثابت کیا۔ من قال سوی ذٰلك قد قال محالا. عابد حسین عفی عنہ — محمد عابد حسین حنفی ۱۳۰۰ھ

واقعی یہ فرقۂ باطلہ کہ جس کے جواب میں علمائے دین ہمارے جو کچھ تحریر فرماتے ہیں درست ہے۔

حرره الراجي إلى رحمة الله محمّد كريم الله — محمد کریم اللہ ۱۲۷۱ھ

الجواب صحيح- العبد فداے احمد عفي عنہ — فدائے احمد ۱۲۹۸ھ

سعيد الرحمٰن مجددى ۱۲۹۷ھ

ولى النبى سجادہ نشیں خانقاہ شاہ غلام علی — ولی النبی

الجواب هو الصواب — محمد حسن ۱۲۹۰ھ

المجيب مصيب- العبد — سعید احمد عفی عنہ — سعید احمد ۱۲۹۳ھ

ابو النعمان محی الدین محمد اعجاز حسین مجددی عفی عنہ وعن والدیہ المسلمین ۱۲۹۹ھ

برادرِ خورد مولانا محمد ارشاد حسین

ان حضرات مشیخت مآب حاسدین مفسدین دین و معاندین مجتہدین و مقلدین، اور ان کے مریدین و معتقدین کے حق میں جن کو حضرت حق جل جلالہ وعم نوالہ نے آزادی کا طوق گلے میں ڈال کر ہندوستان کا شیخِ نجد بنا کر چھوڑا ہے، جس قدر شمشیرِ دست و زباں کے ذریعہ سے مقابلہ برمحل کیا جائے تھوڑا ہے۔ فی الحقیقت یہ سب کے سب ضال اور مضل ہیں، اور سلسلۂ مذاہب اربعۂ فقہ سے خارج اور محمدی بن کر دین محمد ﷺ میں رخنہ انداز و مخل اور ان کے عقائد پر مکائد منجر بکفر و شرک و الحاد۔

ومن يضلل الله فما له مِنْ هَادٍ. وهو الموفق إلى سبيل الرشاد و منه المبدأ وإليه المعاد. إلا لا يتفوه بذٰلك العقائد المذكورة إلا من له ذهن سقيم . والله سبحانه يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم. كتبه العبد الأثم أبو الجميل معين الدين محمد عبد الجليل صانه الله عن كل دميل و زميل. — محمد عبد الجلیل بن محمد عبد الحق خان

اصاب من اجاب — سید محمد ضیاء الحق

محمد عبد اللہ ۱۳۸۱ھ

الجواب صحيح والمجيب مصيب

إن هذا الجواب صحيح

هو الموفق ، إن هذا الجواب موافق للسنة والكتاب

كتبہ: العبد المذنب محمد عبد القادر

محمد عبد القادر

هو المستعان۔ فی الحقیقت یہ جواب باصواب معین مقلدین اورحق الیقین ہے۔ محمد عبد القادر

عبد القادر خان ولد عبد الجبار خان

هو الرحمٰن الرحيم، لا شك إن هذا الجواب صحيح والمجيب مصيب. فقط

حرره الأثيم محمد عبد الكريم

محمد عبد الكريم

فتوائے مفتیانِ حرمین شریفین بر دکتاب الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین، مؤلفہ محی الدین لاہوری، نومسلم کتاب فروش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبه نستعين حامداً لله تعالىٰ، ومصلياً على نبيه و اٰله اجمعين. أما بعد! فما قولكم دام فضلكم في رجل يقول: إن أكثر مسائل كتب الفقه خلاف القراٰن والحديث، و إن الأئمة الأربعة رحمهم الله تعالىٰ ليسوا على الحق لا سيما الإمام أبا حنيفة النعمان، أقواله مخالفة للقراٰن والحديث، و إنه ما تلقى في جميع عمره إلا سبعة عشر حديثا، ويزعم أنه مخالف للقراٰن والحديث وشَنَع عليه شنيعا فاحشا، وصنف في ذٰلك كتابا وسماه، ''الظفر المبين في رد مغالطات المقلدين'' وطبعه وأفشاه و ذكر فيه بعض المسائل المذكورة في كتب الحنفية وسطر أيضاً في رقم مائة من الكتاب المسطور قائلا إن هذه مخالفة للقراٰن والحديث، وقال من قلد أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ تقليدا شخصيا فهو مرتكب بالحرام أو مشرك ، واستدل بقوله تعالىٰ ''اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' وقال كل ذٰلك

مخالف للقرآن والأحاديث الفلانية وأعرض عن الأحاديث التي استدل بها الإمام رحمه الله تعالىٰ وأرضاه وهذا الأجل أن يصد الناس عن العمل بالفقه بقوله: مسائل الفقه مردودة: خصوصاً مسائل الإمام وينفر كل من عمل بها من عوام الناس ويدعوهم يرغبهم في العمل بالحديث مطلقاً سواء كان ناسخاً أو منسوخاً، ضعيفاً أو موضوعاً حتى ترك الناس العمل. بالكتب المعتبرة كالهداية والنقاية والبحر والمنتقىٰ والهندية والكنز و شروحه والدرر و حواشيه ويخرج كل من عمل بهذه الكتب المبجلة المعظمة عن الإسلام ويلقبهم بالمشركين — نعوذ بالله تعالىٰ منه — فما حكم هذا الرجل المصنف لهذا الكتاب و من يعمل بكتابه أفتونا ماجورين.

الجواب

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً. إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ. حكم هذا الرجل المتصف بالصفات المذكورة أنه ضالّ مضل ساع في الأرض بالفساد وقد زين له سوء عمله فهو و أتباعه من حزب الشيطان: أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ . وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ. أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ.

وقوله: ''من قلد أبا حنيفة كان مشركا'' دليل على أنه خارج عن جماعة المسلمين، وقد ورد في الحديث الشريف: ''اتبعوا السواد الأعظم فمن شذ شذ في النار.'' وما يقوله في حق الهداية التي هي هداية إلى أحكام الإسلام وفيما عطف عليها من المعتبرات التي تشرح صدور أولى الأعلام فهذه هفوة هنه تشير بزند قته — نعوذ بالله تعالىٰ منها — وقد تقرر أن إهانة العلم والعلماء كفرٌ خصوصاً التكلّم بالفاحشة في حق الأئمة الأربعة رحمهم الله تعالىٰ، وقد انعقد الإجماع خلفا عن سلف على وجوب تقليد واحد منهم: لأن المجتهد مفقود بعد المائة الرابعة كما في أذكار النووي حيث أنه لم يوجد بعد هذا التاريخ من استكمل شروط الاجتهاد ، و من ادعاه فدون ذٰلك خرط القتاد لا سيما أقدمهم الإمام أبو حنيفة النعمان، لا زالت منهلة على ضريحه الأقدس سحب الرحمة والرضوان. كيف؟ وقد أدرك جمعا من الصحابة —

رضي الله تعالیٰ عنهم — وممن جزم بذٰلك، الحافظ الذهبي، والحافظ العسقلاني وغيرهما شهد له النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم بالخيرية، لأنه من التابعين بلا شبهة ، ولأبين ففي الحديث الشريف مرفوعا: خير أمتي القرن الذي بعثت فيه، ثم الذين يلونهم إلى اٰخره.(١) انتهیٰ

من جامع الحافظ السيوطي. وروى الشيخان عن أبي هريرة ''والذي نفسي بيده لو كان الدين معلّقا بالثريا لتنا وله رجل من فارس.''(٢)

قال الحافظ السيوطي هذا الحديث الذي رواه الشيخان أصل صحيح يعتمد عليه في الإشارة لأبي حنيفة و هو متفق على صحته، و في الحاشية الشريا ملسي: قال ماجزم به شيخنا يعني الحافظ السيوطي من أن أبا حنيفة هو المراد من الحديث ظاهر لا شك فيه، لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه أحد. انتهیٰ.

وقد تبعه كثير من أئمة الدين وكل منهم أقر بفضله و أثني عليه على رؤس الاشهاد بين المسلمين. فقد روي عن خلف بن أيوب أنه قال: صار العلم من الله تعالیٰ إلى محمد صلى الله عليه وسلم، ثم صار إلى الصحابة رضي الله عنهم، ثم صار إلى التابعين، ثم صار إلى أبي حنيفة، فمن شاء فليرض ومن شاء فليسخط انتهیٰ. فيجب على كل من أراد أن لا يخرج عن جماعة المسلمين أن يتباعد عن هذا الرجل الطاعن في أئمة الدين، ويجب زجره إلى الدرجة التي بها ينتهي عن هذا العمل الفضيح — والكلام في هذا المقام يطول وفيما حررناه كفاية عند ذوي الدين وأرباب العقول — والله يقول الحق وهو يهدي السبيل نمقه الفقير محمد أمين بالي الحنفي مفتي المدينة المنورة عفي عنه. **محمد امين**

عبد الرحمٰن امرلی من أيمة الحنفية في مسجد خير البرية

---

(١)- ترمذي ، ابواب الفتن، باب ماجاء في القرن الثالث، ج:٢، ص:٤٥، مجلس بركات. ١٢ق

(٢)-لو كان الإيمان عند الثريا لنا له رجال أو رجل من هٰؤلاء. بخاري، ج:٢، ص:٧٢٤، كتاب التفسير، باب سوره جمعه. قوله و اٰخرين منهم لما يلحقوا بهم، الخ. / لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس أو قال من أبناء فارس حتى يتناوله. مسلم ج:٢، ص:٣١٢، كتاب الفضائل، باب فضل فارس. مجلس بركات　١٢ محمدقاسم

المدرس بالحرم الشريف السوي

أحمد الله وحده من ممد الكون واستمد به التوفيق والعون. الحكم في هذا الرجل أنه ضال مضل، أقواله المسطورة بدع وضلالة لا يقولها إلّا مبتدع خارج عن طريقة علماء الشريعة و خصوصاً نهيه عن اتباع الكتب المدونة في المذاهب الأربعة؛ فإن تلك المذاهب مستمدة من الكتاب والسنة فهي عبارة عن شريعة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي من خرج عنها كان محكوما بكفره فيلزم على قول هذا الضال أن السواد الأعظم من أمة محمد صلى الله عليه وسلم اجتمعوا على الضلالة، وأن مائة ألوف منهم من العلماء العظام والأولياء الكرام وغير المحصورين من الصلحاء الفخام الذين اتفقت كلمة أهل السنة والجماعة على جلالتهم وعظم درجتهم و صلاحهم وورعهم و صلابتهم في أمر الدين كانوا مبتدعين ضالين وماتوا على البدعة والضلالة حاشا ثم حاشا أن يكون كذٰلك . وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم إن الله لا يجمع امتي . أو قال . أمة محمد على ضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذّ شُذّ في النار — رواه الترمذي — وقال : اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شَذّ شُذّ في النار فيجب على ولاة الأمور ضاعف الله لهم الأجور ردع هذا الضال المضل بشديد النكال ولو بالقتل نسأل الله التوفيق والهداية لأقوم طريق و الله سبحانه و تعالىٰ أعلم.

أمر برقمه خادم الشريعة والمنهاج عبد الرحمٰن بن عبد الله السراج الحنفي مفتي مكة المكرمة كان الله لهما .

وما توفيقى إلا بالله عبد الرحمٰن سراج

حامداً مصلياً مسلماً. لا شك أن ذٰلك الرجل ضال مضل. **محمد رحمت الله**

حامداً و مصلياً و مسلماً. أصاب من أجاب. و الله سبحانه و تعالىٰ أعلم بالصواب.

حرره محمد عبد الحق عفي عنه **محمد عبد الحق**

تقریظ

از: جناب مولانا وبالفضل اولانا جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول جناب مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی سلمہ ربہ مؤلف تفسیر حقانی

حامداً و مصلیاً

امابعد! فقیر حقیر ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر کہتا ہے کہ اس کتاب کے اکثر مقامات کو میں نے بغور دیکھا اور لطف اٹھایا کیوں نہ ہو یعرف الرجال بالأقوال. جناب حافظ مولوی احمد علی صاحب نے انصاف کی اعانت کی اور مولوی محی الدین صاحب غیر مقلد نے جو کچھ جذبہ اور غصے میں اگر بے خود ہو کر حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جناب میں نکتہ چینیاں کر کے ان کی شان روز افزوں میں بٹا لگانا چاہا ہے۔ اور بے تُک اعتراضات کر کے تمغاے گستاخی حاصل کیا ہے، اس کی اس کتاب میں عمدہ طور پر تغلیط کی گئی ہے، انصاف بالخصوص سچے ایمان کا یہ مقتضیٰ نہیں کہ

اکابر علما بالخصوص ایسے لوگوں کی خود رہ گیری میں کوئی کتاب بنائی جاوے کہ جو تنہا اپنی ذاتی لیاقتوں اور اسلام کے اعلیٰ درجے کی خیر خواہیوں میں استاد زمانہ اور منبعِ فیض تھے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کا شرف اور آں حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا معجزہ یا آیتِ بینہ بھی تھے۔

اول اور دوسری صدی میں جو کچھ اہلِ اسلام نے امور دنیا اور دین میں ترقیاں اور جاں فشانیاں کی ہیں ہم لوگ ان کا کس طرح سے شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ انھیں اکابروں کی ہمت کا اثر تھا کہ اسلام تھوڑے سے زمانے میں شرقاً غرباً ابر رحمت کی طرح پھیل گیا کہ جس پر اب تک مخالف رشک و حسد کرتے ہیں۔ ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ'' مگر اب اسلام کا وہ زمانہ آیا کہ یہ فرقۂ محدثہ اسی کے قدیم ستون اور پرانے پیڑوں کو (کہ جن پر اس کی بنیاد قائم ہے اور جن کے سائے اور پھلوں سے ہر ایک بہرہ یاب ہے) اکھیڑنا اور تیشۂ ظلم پیشہ سے کاٹنا اپنے اسلامِ موہوم کی ترقی سمجھتا ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

جس قدر وہ ترقی تھی اسی قدر اس کے مقابلے میں تنزل نے اسفل السافلین تک معاندوں اور جبلی مشرکوں کو پہنچا دیا ہے۔ ایک فریق نے حضرت ابو بکر اور عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عیب گیری کر کے ان کی شان میں بہ زعم خود بٹا لگایا۔ اب اسی طرح اس حادث گروہ نے جو اپنے آپ کو محدث کہتا ہے حضرات ائمہ کبار کی جناب میں گستاخی کرنا اور لوگوں کی آنکھوں میں ان کو بے توقیر کرنا دین و ایمان سمجھ رکھا ہے۔ حیف صد حیف! افسوس صد افسوس! خدائے تعالیٰ مولوی محی الدین صاحب کو ہدایت نصیب کرے جس طرح اس نے اپنے کرم و فضل سے ان کو بت پرست مذہب سے باہر نکالا، اسی طرح خدائے رحیم و کریم اس خیال پر ضلال کی وادی سے بھی ان کو نجات دے، آمین۔ اور جناب مولوی احمد علی صاحب کی سعی کو مشکور فرماوے، آمین۔

حررہ ابو محمد عبد الحق ۲۴/ شعبان ۱۳۰۳ھ
ابو محمد عبد الحق

مهر مولوي محمد شاه صاحب محدث دهلوي
ہست در دو جہاں محمد شاہ

تقریظ

از: مفتی محمد عبد اللہ، اول مدرس علوم عربیہ مدرسہ عالیہ، لاہور

نحمده ونصلي على رسوله الكريم و اٰله و صحبه أجمعين

امابعد! خاکسار نے اس کتاب کو (جسے میرے معزز دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی نے رسالہ ظفر المبین کے جواب میں تالیف فرمایا ہے اکثر مقامات سے دیکھا اور پسند کیا، اس سے پہلے بھی رسالہ مذکورہ کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن اپنے طرزِ خاص میں اس کتاب کو رسالۂ مذکور کا پہلا جواب کہنا کچھ نامناسب بات نہ ہو گی۔ مصنف نے مسائل مشہورۂ اختلافیہ میں رجحانِ مذہب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کو بہت اچھی طرح سے بیان کیا ہے، اور خصوصاً بعض مسائل کا (جو اصل اصول اختلاف و اختصام باہمی تھی: مثلاً: ثبوت حجیت قیاس، ووجوبِ تقلید

مجتہدین عظام علیہم الرحمۃ والرضوان) نہایت بسیط اور کافی تحقیق سے ثبوت دیا ہے جو غالباً رسائل مصنفہ لہذا المقصود میں بہ ہیئت مجموعی کسی ایک رسالے میں نہ ہوگا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کے من حیث العمل ارجح کتب الحدیث واصحہانہ ہونے کو بھی ایک بسیط اور مفصل تقریر سے واضح کیا ہے جو غالباً اسی کتاب کے خواص میں سے ہو اور جس مغالطے کا انکشاف اور انخلا پُرضرور تھا، الزامی جوابات سے بھی جن کو مؤلف ممدوح نے استعمال کیا ہے۔ بشرط انصاف فریق مخالف کے لیے جواب کی گنجائش نہیں رکھی۔ جزاه الله عني و عن جميع المسلمين خير الثناء عاجلا و أحسن الجزاء أٰجلا.

چوں کہ مجھے اس کتاب کے مسائل سے عموماً اتفاق ہے، اس لیے اس ریویو کے ساتھ اپنی مہر اور دستخط بھی ثبت کیے دیتا ہوں۔

وأٰخر دعائي أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمد و أٰله و صحبه أجمعين — كتبه العبد المذنب المفتي محمد عبد الله عفا الله عما جناه — اول المدرسين للعلوم العربية في المدرسة العالية بلدة لاهور، عصمني الله و إياها عن الجور بعد الكور.

محمد عبد الله عفا الله عنه

تقریظ

از: نتائج فکر عالی، ماہر شعر وسخن، علامۂ زمن، مولانا حافظ قاضی خلیل الدین حسن مہتمم مدرسہ جامع مسجد، پیلی بھیت

کہاں ہیں اصول کی جڑ کھودنے والے؟ کہاں ہیں فروع میں شاخیں نکالنے والے؟ کہاں ہیں ادب بے گستاخ تبرائیوں کے بھائی غیر مقلد؟ (شتر بے مہار) اہلِ حدیث ادعائی؟ کہاں ہیں نامی اکابر کو نام رکھنے والے، کیسے نامی اکابر، مقبول کو مردود سے، راجح کو مرجوح سے، ناسخ کو منسوخ سے، صحیح کو غلط سے، قوی کو ضعیف سے تمیز کرنے والے۔ کھوٹے کھرے کے پرکھنے والے۔ توبہ توبہ! ایسے اکابر سے ہم سَری کا دعویٰ، ہم سَری ہی نہیں بلکہ برتری کا دعویٰ، اس کا نام ہے کم بختی کے لچھن۔

گر خدا خواہد کہ پر دہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

کہاں ہیں؟   ع   لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل

الف کے نام لٹھا بھی نہ جاننے والے، اماموں کو نہ ماننے والے، فقیہوں سے بھویں تاننے والے۔ جہاں دو چار کتابیں اردو کی ٹاف ٹاف پڑھ لیں، پھر کیا تھا اپنے منہ میاں مٹھو بن گئے اور دون کی لینے لگے۔ ہم مولوی صاحب ہیں، ہم عامل بالحدیث ہیں۔ معاذ اللہ من ذٰلك. ع برکس نہنگ نام زنگی کافور

نااہلِ حدیث ہوکر اہلِ حدیث ہونے کا دعویٰ کرنا، یہ انھیں حضرات کی ہمت وجرأت ہے۔

ع   آفریں بر تو وبر ہمت مردانۂ تو

بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کو اپنی تعریف میں مزہ کیا آتا ہے۔

ثنائے خود بہ خود گفتن نمی زیبد ترا صاحب   چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

خیر سے اس ہمت وجرأت پر کبھی میدان میں نہیں آتے، اور اگر کبھی سوے اتفاق سے آ گھرتے ہیں تو میاں کی چونچ نہیں کھلتی ہے اگر بہت ساچمکارنے کے بعد چونچ بھی کھلتی ہے تو فقط حق اللہ پاک ذات اللہ پر کھلتی ہے۔ لفظ ہی لفظ نوکِ زبانِ یاد ہیں۔ آگے ٹائیں ٹائیں فش۔ وہی ایک سبق گم راہی کا یاد کرلیا ہے کہ امام اعظم صاحب محدث نہ تھے۔ اور تقلید شخصی بدعت ہے۔

آج پھر ہم ان حضرات کو بہ آواز بلند پکارتے ہیں اور میدان میں بُلاتے ہیں۔ اِدھر آئیں اور منہ کی کھائیں۔ تشریف لائیں اور یہ کتاب دیکھیں۔ اور اگر خدا توفیق دے تو راہِ صواب دیکھیں۔ اللہ اللہ کیا کتاب ہے۔ نصر المقلدین نام ہے، رسالۂ ظفر مبین کا جواب ہے۔ کیا جامعیت ہے، کیا انتخاب ہے۔ سچ پوچھیے تو لاجواب ہے۔ مصنف کا فضل و تبحر، مصنف کی فصاحت، مصنف کی بلاغت، مصنف کی قوتِ مناظرہ، مصنف کا زورِ قلم، ماشاء اللہ ایک سے ایک زیادہ۔ الٰہی تیرا شکر کس زبان سے ادا ہو کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی علماے سلف کی یادگار اور ہمارے دین کے حامی، ہمارے دین کے ناصر، ہمارے دین کے مددگار باقی ہیں جن کی بدولت ہم ''لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ'' کے شر سے ''اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ'' کے حصار استثنا میں محفوظ ومصون ہیں۔ الٰہی ایسے علما کو قائم ودائم رکھے، الٰہی! اپنے بندوں کو توفیق دے کہ دینِ برحق کے حامی رہیں، دین کا علم سیکھیں، سکھائیں، عامی سے عالم بنیں، عامیوں کو عالم بنائیں۔ الٰہی! اپنے عاجز بے کس بندوں کی مدد کر کہ اس اخیر زمانہ شَرُّ الْقُرُوْن میں دَجّٰلُوْنَ كَذَّابُوْنَ سے دھوکا اور فریب نہ کھائیں۔ الٰہی! اس رسالۂ نصر المقلدین کو قیامت تک نصر المقلدین رکھ۔ بِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَتَابِعِيْهِ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ اَلْفُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ.

تقریظِ بے نظیر

وتحریرِ دل پذیر، چکیدۂ خامۂ علامۂ نحریر، وفہامۂ سِفسیر، سرکوبِ منکرین، رادِّ وہابین، جناب مولوی محمد عبدالجلیل صاحب یوسف زئی پشاوری مصنف سیف المقلدین

ہم کو ہر جوہر سے یوں بالکل معرّیٰ کر دیا — تونے اے آب وہوائے ہند، یہ کیا کر دیا
کر دیے تونے تمام اسلام کے ارکان سست — ہو گئے بودے ہمارے عہد اور پیمان سست

ان ایامِ نکبت فرجام میں کہ سیفِ بُرّانِ فاروقی گوشۂ دنیاے بے بقا سے روپوش ہے، اور حملۂ حیدری اس جہانِ بے وفا سے سربدوش، صداے حمیّتِ شجاعان اسلام سراسر خاموش، ڈاکہ زنی بزدلاں ِناعاقبت اندیش در جوش و خروش، دشمنانِ ظاہری وباطنی بالحمال طرّاری عَلَم بدوش، خوبیانِ اَبالسۂ دوران ودجالۂ زماں سے از مدّت دراز تیرہ صدی میں ابلیس بامرام دلی ہم آغوش، اور کمالِ فارغ البالی سے پاؤں پھیلا کر مثل موش درعیش خورد ونوش۔ چھپے ہوئے

دشمنوں کی دشمنی نے اسلام کو ایسا خراب وستیاناس کیا، اور تیرہ سوبرس کے بعد اتفاقِ باہمی میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ جملہ دشمنانِ ظاہری کو تردداتِ تخریبِ اسلام سے مستغنی اور بے پروا کر دیا۔ اور بڑے سرغنہ اپنے دجال کا (بہ حکم حدیث کہ پیش تر خروجِ دجال کے کئی دجال اور نکلیں گے) ابھی سے عمدہ ترین سامان امتِ مرحومہ سے بنا دیا۔ ہائے رے زمانے تیری خوبی۔

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کے — وہ عُرضۂ تیغ جُہلا و سُفہا ہے
جِس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب — اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے
عالم ہے سو نجدی ہے، جاہل ہے سو وحشی ہے — ہادی ہے سو مُحدِث ہے مَہدی ہے سُو رُسوا ہے
اب ڈر ہے کہ یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر — مدّت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے
جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت — اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ بِنا ہے

کہاں گئے وہ نائبانِ رُسل؟ کہاں گئے وہ ہادیانِ سُبل؟ کہاں ہیں وہ علمائے دہر؟ کہاں ہیں وہ فضلائے عصر؟ کیا ہوا حاملانِ شریعت کو؟ کیا ہوا عاملانِ سنت کو؟ کدھر اُڑے وہ بلبلانِ طریقت؟ کہاں گئے وہ نوسنجانِ حقیقت؟ واللہ! اسماہیں وہ مسمیاں نہیں۔ ذرا دیکھو شاید وہ زمین وزماں نہیں۔

رباعی-

افسوس کہ صالحانِ کفن پوش شدند — وز خاطرِ یک دِگر فراموش شدند
آناں کہ بصد زبانِ سخن می گفتند — آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

لالہ ہری چند بن دیوان چند جاٹ پنجابی نا مسلم ہوا۔ ظاہراً تو مسلم باطناً مانند ابن سبا یہودی کے ساعی تخریب دین ہر مسلم ہوا۔ و بموجب تصریح مسلم رضی اللہ عنہ صاحبِ صحیح حیث قال:

”لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُوْرِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ.“

ادھر (یعنی لاہور و تمام ملک پنجاب میں) اپنا نام محی الدین رکھ کر بہ سبب محدثات جدیدہ کے جملہ جہلا کا پیشوا بنا۔ ادھر (یعنی بنارس و تمام ملک ہند و بنگالے میں) حضرت رنجیت سنگھ پنجابی عرف (بہ حکم ”نہ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل“) مولوی محمد سعید حمقا میں مہتدا ہوا۔ پس بحکمِ حدیث ” لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اَوَّلَهَا“(۱) اِن دونوں نے

(۱)-ترجمہ: برا کہیں گے اِس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو۔ ۱۲ منہ

سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علمٍ فكتمه،ج:١، ص:٩٧، حديث ٢٦٣ محمد قاسم

نہایت بے حیائی و غایت بے دینی سے اردو رسائل بنا بنا کر اُس میں سلفِ صالحین و ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مانند روافض کے کمال چالاکی و کیادی سے تبرّا شروع کیا۔ جہاں شیطان روش جاں نسواں منش مقلد انِ مال و منال نے بلاسمجھ اور بوجھ کے مضمون حدیث ہذا سے:

''اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ دَجَّالِيْنَ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ.''

بلا حذر ان دونوں کی تقلید کو اختیار کر کے اتفاقِ باہمی کو جو مدتِ دراز سے چلا آتا تھا، کمالِ برہم و درہم کر کے قصہ ہی پورا کیا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ''۔

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا — اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے — اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے — اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جُدا ہے

الامان! اب تو باپ بیٹوں میں لڑائی، ماں بیٹیوں میں سخت جدائی، بہن بھائیوں میں جنگ و جدال، دونوں باہم مستعد خون و قتال، مسجدوں میں ذکر و نماز کی جگہ فتنہ و فساد، عبادت گاہوں میں دشمنیوں کی بنیاد، مُردوں کے ذکرِ خیر کا بدلہ سلفِ صالحین پر شب و شتم اور تبرا، مساجد میں لعن طعن کے فوارے چھوٹیں، برائی اور غیبت کرنے والوں کی آنکھیں پھوٹیں۔

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین کہ دنیا میں تھا اک سروِ چراغاں — اب اُس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے
جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں — اب اُس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
ہم جاہ کے طالب ہیں نہ دنیا کے ہوا خواہ — لیکن ہمیں فکر اِس تِری امت کی سدا ہے
کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں — منجدھار میں اب جس کا جہاز آکے گھرا ہے

اور بموجب۔

وہابی گرچہ اخفامی کنند بغضِ نبی لیکن — نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ان روپوش دشمنان اعداء اللہ خذلھم اللہ نے اپنی مکاریوں سے بہ نظر تخریبِ دین، درمیان ہمارے ایسا حسد کا شعلہ بھڑکا دیا ہے کہ ہم نے آپس میں فتنہ و فساد پیدا کیا ہے، ہم کو اور ہمارے پیشوایان سابقین کو کافر و مشرک

کہلواتے ہیں اور بدعتی کہنا اور کہلوانا تو شیر مادر ہے، جب چاہتے ہیں تبرکاً و تیمناً ثواب جان کر نوش جان فرماتے ہیں، اور بارہ سو برس کے بعد تیرہویں صدی میں اپنے تئیں پکا مسلمان مستحق جنت ٹھہراتے ہیں، اور تمامی مقلدین اولین، رحمہم اللہ اجمعین کو اِس گیارہ سو برس میں گزرے ہیں بدعتی وضال ومضل بلکہ ایندھن جہنم کے بتاتے ہیں۔ یہ قوم بھی عجب فرقۂ بے جا ہے، اور مضمون "الحياء من شعبة الإيمان" سے محض معرا، کہ صدہا براہینِ قاطعہ سے ان کو ساکت بنایئے، سال دو سال کے بعد پھر وہی سوالات مسائل عشرہ کے فی مسئلہ:

ع: انعام کا غلغلہ بپا ہے

اور مسائل رفع یدین، و تامین بالجہر، و فاتحہ کا بار بار جھگڑا ہے، کسی لامذہب نے خود اپنے حق میں کیا سچ کہا ہے ۔

مردودِ جہانم بجہانِ شہرتم این ست ۔۔۔ پست از ہمہ پستی کہ بود رفعتم این ست
آں دیو نژادم کہ اگر بر سرِ بازار ۔۔۔ صد کفش خورم سر نکشم ہمتم این ست
گو خلقِ جہاں در پئے رسوائیِ ما بعد ۔۔۔ ما یار خرِ خوش صفتم شوکتم این ست
ہر چند کہ بارد بسرم تیر ملامت ۔۔۔ جز خندۂ بے جانہ کنم غیرتم این ست
ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت ۔۔۔ لیکن چو خرے ابلہ شوم حسرتم این ست
پہلو بہ سقر می زنم از ہمتِ عالی ۔۔۔ ہم ناریم و آتشیم طینتم این ست
آنم کہ نہ کردم بہ ازل سجدۂ آدم ۔۔۔ در اصل چنیں آمدہ ام فطرتم این ست
دانی کہ چرا صورتِ انساں بہ گرفتم ۔۔۔ تازود بدام آورمش حکمتم این ست
ہر چند کہ در بند خود آورد عزازیل ۔۔۔ من باز بدام آورمش قدرتم این ست
شاگردِ من اند ایں ہمہ جہاں بہ آفاق ۔۔۔ شیطان شود آدم اثرِ صحبتم این ست
از کردۂ خویش ست کہ در چشم یکے ہم ۔۔۔ باخاک برابر نشوم حرمتم این ست
گر تیغِ شرر بار بدستم رسد آخر ۔۔۔ اول بکشم محسنِ خود خصلتم این ست
آں را کہ ببوسد رخِ من بر صفتِ شمع ۔۔۔ سوزانم و خود خاک شوم خلقتم این ست
اے یار مکن شکوہ ازیں نیش کہ دارم ۔۔۔ عقرب صفتم من چہ کنم عادتم این ست
ابلیس زمانم پئے لا مذہبیِ خویش ۔۔۔ در صلح درِ جنگ زنم ہمتم این ست
باخندہ زناں باز کشایم سر گریہ ۔۔۔ بر گریہ کناں خندہ زنم عادتم این ست
آں ظلِ ہمایم کہ چہ از چغد و چہ از بوم ۔۔۔ دربار گہم سجدہ زند شوکتم این ست

آنم کہ بہ صحرا صفِ خوک از رہِ تعظیم   خالی بکند جاے خودش عزتم این ست
ایں طرفہ کہ تقلید کنم نفس و نے را   خود غیر مقلد شدم و حیرتم این ست

اور ان ناخلفوں کی مکاریوں پر بلا اختلاف دو دلیلیں اہل انصاف کے نزدیک مانند آفتاب نیم روز درخشاں ہیں۔

اول تو پورے طور سے مصداق اس حدیث شریف ''لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اَوَّلَهَا''(۱) کے بن گئے کہ اس بارے میں کوئی دقیقہ ان لوگوں نے نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کلام المتین وغیرہ کتب اردو میں یہ لوگ حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اہانت میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک دو کلمے یہ ہیں کہ تمہارے ہائی کورٹ کوفہ میں یہ بات ایسی ہو گی، اور تمہارے پیغمبر نعمان علیہ السلام کے نزدیک ایسا ہو گا۔ چناں چہ یہ بات کتاب سیف المقلدين على أعناق المنكرين کے مطالعہ کرنے سے جو راقم الحروف کی تصنیف ہے، بخوبی دریافت ہو سکتی ہے۔

دوم: روى الطَّبْرَانِيْ:

''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَيَكُوْنَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الدَّجَّالُ وَبَيْنَ يَدَيِ الدَّجَّالِ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَكْثَرُ، قُلْنَا : مَا اٰيَاتُهُمْ؟ قَالَ : أَنْ يَأْتُوْكُمْ بِسُنَّةٍ لَمْ تَكُوْنُوْا عَلَيْهَا لِيُغَيِّرُوْا بِهَا سُنَّتَكُمْ وَدِيْنَكُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاجْتَنِبُوْهُمْ وَعَادُوْهُمْ.''

اور حدیث صحیح مسلم شریف میں وارد ہے:

''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ.''(۲)

یعنی روایت کیا طبرانی نے ابن عمر سے کہ ہر آئینہ کہا انھوں نے، خدا کی قسم ہے کہ بالضرور سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ ہو گا قیامت کے قریب دجال، اور دجال کے سامنے جھوٹے لوگ تیس ہوں گے، یا زیادہ، ہم صحابہ نے پوچھا ان کی نشانیاں کیا ہیں، یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ لائیں گے تمھارے پاس وہ حدیثیں کہ یہ لوگ حقیقت میں ان پر ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے نہ ہوں گے تاکہ تمھارے طریق و

---

(۱)- سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علمٍ فكتمه، ج:١، ص:٩٧، حديث ٢٦٣ محمد قاسم

(۲)- مسلم، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ج:١، ص:١٠، محمد قاسم

دین کو بدل ڈالیں، پس جب تم لوگ ان کو دیکھو تو بچو ان کے شر سے اور دشمنی کرو ان کے ساتھ۔

یہی فرقۂ ضالہ اس زمانۂ اخیرہ میں ان دجاجلۂ مشہود بہا میں سے بہ تمام وکمال ایک فرقۂ مستقلہ ہو کر مصداق حدیث ہذا کا بنا ہے، اور مضمون احادیث مذکورہ کو کمال عروج وترویج دیا ہے، اور دلائل ضعیفہ وبلا سند کو پیش کیا کرتا ہے، اور اکثر جگہ فریب اور افترابندی اور گاہے تبدیل اصل مضمون کر کے، واسطے گم راہ بنانے عوام کالانعام ودیگر سادہ لوحان وحشی صفتان کی کمال چالاکی وکیاوی سے اپنے مشرب کے ایک مسئلہ ضعیفہ کو ظاہراً مطابقت قرآن و حدیث سے آراستہ کر کے دکھلاتا ہے۔ پھر دوسرے مسئلہ قویہ مستدلہ بہ قرآن وحدیث کو اقوال مجتہدین صالحین سے بلا تفصیل دلائلِ قرآن وحدیث کے جو اس مسئلہ میں اس مجتہد نے بیان کیا ہے، واسطے دھوکا دینے کے بہ نظر سرسری مخالف قرآن واحادیث کے ٹھہرا کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ مثلاً امام ابو حنیفہ کا ہے اور اتنی آیات واحادیث سے مخالف ہے، پھر سب وشتم، لعن وطعن میں ان پر اور ان کے اتباع پر جہاں تک قلم وزبان سے ہو سکتا ہے دریغ نہیں کرتا، بلکہ اس امر کو موجب فلاحِ عقبیٰ اور باعثِ صلاحِ دنیا سمجھتا ہے، اور اس باعث سے اپنے چھوٹے برادران شیعہ تبرا گو سے لعنت وملامت میں سبقت لے گیا اور ہزارہا جاہلوں کو اس عمل بالحدیث کے پیرایہ میں گم راہ بنایا، اور اپنے اقوال کی رسوخیت کے واسطے مقامات شتّٰی میں کتبِ معتبرہ کی عبارات کا ابتدا یا انتہا قلم انداز فرما کر مابقی عبارت کو اپنے مدعا کے موافق بنا کر اپنے اردو رسائل وغیرہ میں درج کرتا ہے، اور حتی الامکان اِس بد فطرتی کے باعث سے اپنے اردو رسالہ جات میں کتبِ شاذہ وکم یاب غیر معتبرہ کا جس سے کہ تصدیق اس کی کم ہو سکے اور بہت سی جگہ فرضی کتب کا حوالہ دے کر اپنا کام چلاتا ہے۔

پس ان حضرات کی کیّادی اور چالاکی دریافت کرنے کے واسطے اس کتاب لاجواب کاشف مکائد ضالین و مضلین اعنی نسخہ ”نصر المقلدین“ مصنفۂ عالم یلمعی، فاضل لوذعی، کشافِ حقائق، حلال دقائق، منبعِ علومِ خفی وجلی، فضائل ممتلی، حضرت مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی کو بغور تعمق ملاحظہ فرمائیں، تاکہ حضرات منصف مزاجان سلیم الطبع میری اس بات کی پوری تصدیق کر کے مؤلف علام کو تہِ دل سے بہ دعائے خیر یاد کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاسْتَقِمْنَا عَلٰى سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ أُسْوَةِ الشَّافِعِيْنَ، وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. حَرَّرَهُ الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْمُذْنِبُ بِلَا قَالٍ وَقِيْلٍ، التَّائِبُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ كُلِّهَا مِنَ الْكَثِيْرِ وَالْقَلِيْلِ الْمُتَمَسِّكُ بِفَضْلِ اللّٰهِ الْجَزِيْلِ ، الرَّاجِيْ عَفْوَ رَبِّهِ الْجَمِيْلِ ، اَلْمَدْعُوْا بِمُحَمَّدٍ عَبْدِ الْجَلِيْلِ الْفِشَاوَرِيْ تَجَاوَزَ

عَنْ خَطِيَّاتِهِ الْبَارِيْ بِكَرَمِهِ الْعَمِيْمِ الْجَارِيْ وَلُطْفِهِ الصَّمِيْم السَّارِيْ.

محمد عبد الجليل الفشاوري الحنفي ١٢٩٩ھ

☆☆☆☆☆

میں نے اس رسالہ کو جابہ جاسے دیکھا، فوائد جلیلہ اور تحقیقاتِ انیقہ صحیحہ سے مملو اور مشحون پایا فللّٰہِ در مؤلفہ النقاد حیث أفاد و أجاد، والله سبحانه يهدي من يشاء إلى سبيل الرشاد.

ارشاد حسین احمدی ۱۲۸۲

☆☆☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لأهله ، والصلوٰة علىٰ أهلها — أما بعد! فقد طالعتُ هذه الرسالة الشريفة والعجالة المنيفة فإذا قد وجدت فيها أن مؤلفها — سلمه الله — قد أتى بعجائب تحقيقات تتعلق بمباحث التقليد والاتباع، و غرائب تدقيقات تجلو صدى الأسماع، ولعمري أن مبحث التقليد الذي هو قصارى هذه الرسالة من الضروريات الشرعية التى لا يتيسر الاطلاع بالأحكام لكافة الأنام إلا بعد مراعاة ما يجب مراعاته على حسب تقليد الأيمة المجتهدين الذين هم عمدة أركان الدين، ومن ثم قال مولانا الشاه ولي الله محدث الدهلوي: إن في جواز تقليد الأئمة الأربعة في يومنا هذا من المصالح والمنافع ما لا يخفىٰ ، و بينه في ''حجة الله البالغة'' بابين وجهٍ وأكمل تفصيل ولولا مخافة التطويل لذكرت نبذا من التحقيقات التي تنفع أهل التحصيل إلا أن الوقت أضيق، ولأن أمهلني الله تعالىٰ لأولف في هذا البحث رسالة تنفع الخواص والعوام، وتقمع الشكوك والأوهام، والحمد لله رب العالمين، والصلاة على رسول محمد و اٰله أجمعين، وأنا العبد المدعو بأبي الخير عبد الوهاب البهاري عفا عنه الباري.

ابو الخير محمد عبد الوهاب البهاري

☆☆☆☆☆

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

الحمد لمن خلق کل شئ ثم هدیٰ وجعل حسب استعداد کل قوم نبیا مرشدا، و أتم النبوة عند کمال استعدادهم علی سید النبیین خیر الوریٰ — علیه صلواة اللّٰه تعالیٰ لا تقصي و علیٰ من تبعه من أصحابه الکرام والتابعین و تابعیهم سیما الأئمة الأعلام المجتهدین المشار إلیهم بحدیث، بلّغوا عني فرب مبلغ أفقه مما بلغ وبعد فأقول إن الکتاب المسمي بنصر المقلدین في رد الظفر المبین الماخوذ من الظفرة في عین الیقین في باب إبطال أمر التقلید بمن له في التفقه مسلك سدید مع البراهین القارعة رؤس أقوام عمین فائقا علی سائر ما صنف في هذا الرد بإثبات أمر التقلید بالاستدلالات التي منقولاتها أقویٰ، و معقولاتها أجلیٰ ، مشحون من الفوائد. کل منها درّ بیضاء، هذا الکتاب مشکوٰة فیها النور بل برح فیه الذکاء أضاءت ما أظلم لیل الجهل في الصدور و أرشدت السالکین إلي المامول بعد ما غووا جهلا و غوی إلا من کان أعمیٰ فهو في الاٰخرة أعمیٰ.

یا قوم هذا هو الحق الذي فیه تمیرون ولا یخوضون في ما بلغ إلیهم من المرسلین فاسئلوا أهل الذکر إن کنتم لا تعلمون بل تیعاظمون أنفسم بتحقیر العلماء الأولین مالهم لا یعلمون السابقون السابقون، أولٰئِكَ هم المقربون، وهو البرهان علی فضیلة من صنفه مروة للإخوان الذین هم إلٰی طریق الحق مهتدون أعنی المعز العلام اللوذعي المولوي أحمد علي کأنه أحمد علي فعله العلي القوي لازال بفیضانه الجلي والخفي مؤیداً بتایید اللّٰه الأزلي الأبدي.

أبو الفتح محمد نور علي

☆☆☆☆☆

لك الحمد كما حمدت علىٰ ذاتك يا خالق الظلمة والنور، وصل على من لا نظير له في الأزمنة والدهور، و علىٰ أصحاب الذين أظهرت الحق بهم بعد الفتور، خصوصاً الذين بذلوا مهجتم في الإجتهاد تسهيلا للناس سبيل الرشاد.

بعد فإن هذا المجموع المسمى بنصر المقلدين نصر لهم من الله العزيز الحكيم حين ضاقت عليهم الأرض بما رحبت من فتنة الدجالين الذين يستاصلون الإسلام في زي المسلمين، قالو: نحن نعمل بالقرآن والحديث، ويريدون بالقرآن : ما يقارن قلوبهم، وتقتضيه عقولهم، وبالحديث البدعةَ والأمر الحديث يفتون بحرمة التقليد الذي هو طريق رشيد للعامين حتى صنف رئيسهم الذي هو رأس الشياطين كتاباً سماه ''الظفر المبين'' تشبيهًا له بأظفار البنان التي تخرط الأبدان بين في هذا المجموع إثبات الحق من أمر التقليد يقينيات من التمسكات بالمعقولات والمنقولات. لم يظفر به أحد من باقي الرادين للظفر المبين رد ما تفوه به فيه على طريق أنيق يليق أن يقال للمتفوه فأت بمثله إن كنت من الصادقين. فلما اطلعت على فوائد قلت متحيراً مالي أجد بحرا تيموج منه أمواج السناحين لا أرجو الطل في وادي الدجىٰ مع كثرة ما فيه من الجهل اطلالاً ماهو هل هو سراب فكيف يزيل من إليه اهتدي أم سحر فكيف يزيل الضلال والغوى بل هو الحق راسيا يذوب منه أشد القلوب قسا، هيهات هيهات لمن لا يتفقه ولا يكتسب فهو للجهل المركب، مرتكب فانتذروا إنه نذير مبين إلهاما من الحق باليقين على عبدٍ له أن يجلب ذيل الإفتخار على فرق كمال الصواب مناديا إنّ الله يحق الحق و يبطل الباطل و عنده أم الكتاب مولانا المولوي الحافظ أحمد علي كانه أحمد للعلي العظيم بهذا الفعل الكريم والحمد لله رب العالمين .

الراقم : قاضي محمد متوطن هزاره **قاضي محمد ١٣٠٣**

صح ماقال القاضي في حق هذا الكتاب المستطاب ومصنفه العلامة الفهامة حافظ القرأن و عالم فصل الخطاب.

محمد عبد الحق حنفي ١٣٠٢ **محمد عبد الغفار**

ذلك فضل اللّٰه
اسمہ احمد

محمد امیر الدین ۱۳۹۰ھ
بندہ عاصم الٰهي بخش ۱۳۱۲

تقریظ

تحریر مولانائے نحریر جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندرپوری دام بالفیض المعنوی والصوری

خدا کی حمد اور رسول کی ثنا کے بعد بندہ وکیل احمد أعانه الله بالعَدد والعُدد. خدمتِ اخوان دین وبرادرانِ تقلید امام المجتہدین میں یوں مژدہ رساں ہے کہ یہ کتاب کاشف حجاب (جس کو ایک ماہر ذی استعداد، مطفی نائرۂ شر و فساد، حامیِ حدودِ دینِ نبوی، حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور جو واقعہ اپنی متانت عبارت، اور رزانت اشارت، و اصابت دلائل مسائل، ازاحت غوائل فرقۂ سابّ الاوائل میں ایک بے نظیر اور قابل قدر ہر ناقد بصیر تصنیف خیال کی جاسکتی ہے) اکثر مقامات سے میرے مطالعے میں آئی، چوں کہ یہ کتاب خود فوائد حسنہ سے مالامال، اور عوائد مستحسنہ کے لحاظ سے بے مثل و بے مثال، اور اپنی گراں مایگی اور والا قدری کے شواہد حقۂ صادقہ کدعویٰ الشیٔ بالبینات والبراهین الناطقه اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے، اس لیے میں اس کی توصیف میں زیادہ خامہ فرسائی ضروری نہیں سمجھتا۔ ناظرین خود دیکھ لیں کہ مؤلف علامہ نے اپنے خامۂ خاراشگاف کی نیزہ بازی اور

اپنے مخالفین مذہب کی زہرہ گدازی میں کس قدر اندازی سے کام لیا ہے، کہ اہل وفاق کیا، اہلِ خلاف میں بھی اپنا نام کر دیا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ مفسدین یاوہ گو کا در اصل کام تمام کر دیا ہے۔

اب اس کتاب سے پوری امید کی جاسکتی ہے کہ یہ ان خود سران سر ور وہوا کے تعصّبات کو، جن کے دماغ میں ہُمز و لُمز اکابر کی فاسد ہوا ابھری ہوئی ہے دھویں کی طرح اڑا دے، اور جن کی آنکھیں لمعانِ تقلید سے خیرہ اور جن کے قلوب زنگِ ریوب سے تیرہ ہو رہے ہیں، ان کے دلوں کو اپنی صیقل تعلیم سے جِلا دے کر کالنور علیٰ شاہق الطور چمکا دے۔ حق یہ ہے کہ ایسے زمانۂ شر القرون میں (کہ ہر طرف دیگِ جہالت جوش میں ہے، اور سگانِ روباہ منش شیر نر کی طرح خروش میں، اگر ایک طرف کوئی بدلگام کرۂ خام کی طرح شوخیاں کرتا اور تقلید کی رسیاں توڑتا اور ہنہناتا ہے، تو دوسری طرف دوسرا بدنفس کم تراز حس طنین مگس کی طرح بھنبھناتا ہے) جن مساعی بلیغہ کی ضرورت تھی ان کی بجا آوری میں مؤلف ممدوح کو ایک حد تک کامیابی ضرور ہوئی، جس سے فتنۂ عدم تقلید کی آگ فرو اور الزام مخالفت حدیث کی بلا دور ہوئی۔ اگر اب بھی یہ لوگ حق ظاہر ہو جانے کے بعد باطل پر اڑے رہیں گے تو چاہِ ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اِس کی جزائے خیر عنایت کرے اور مخالفین کو ہدایت۔ آمین۔ **حکیم وکیل احمد ۱۲۸۰**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أما بعد! الحمد والصلاة فقد شرفت بمطالعة هذا الكتاب المؤيد من الله في كل باب، وتنزهت في رياض مبانيه، وحدائق معانيه، فياله من كتابٍ فاقدِ النظير، كاشف المعضلات بحسن التقرير. ولما رأيته يحمى حمى المذهب الحنفي، ويذب عن ذٰلك المشرب الصافي الهني، ويأتي بأجوبة مفحمه للخصوم دافعةٍ لما يعتريهم من الأوهام والزعوم. قلت أنا فيه مرتجلا ؎

وناهيك هذا السفر في دفع ريبة — يهيجها أهل الهواء بخبثهم

فقط حرره المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهى المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله آصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهي المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله آصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

☆☆☆☆☆

الأجوبة المسطوره في هذا الكتاب لا ريب فيها ولا ارتياب.

سيد غلام برهان الدين ١٢٧٦

☆☆☆☆☆

هذا كتاب مبارك لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه.

محمد عنايت العلى ١٢٨٩

حمداً لمن بحكمته استقامت المخلوقات، وصلاة وسلاماً على سيدنا محمد أشرف المرسلين بالمعجزات، وعلى آله و أصحابه الطاهرين و أزواجه الطاهرات، وبعد فقد سرحت نظري في رياض هذا الكتاب الغني بشهرته عن المدح و الإطناب، فوجدت المؤلف المولى الجليل الحري بالإكرام والتبجيل سالكاً مسلك المحققين أولى الألباب، فجزاه الله خير الجزاء، أنه الملك الوهاب — حرره العبد الأرذل عبده عبد الأول عفا عنه الله الأجل. **عبد الأول بن علي جونپوري ١٣٠٢**

صورةُ ما قرظه العالم الغامل الفاضل الكامل، جامع المعقول والمنقول ، حاوي الفروع والأصول، حاجّ الحرمين الشريفين، الأديب اللبيب الموفق المؤيد مولانا المولوي نور أحمد پسروري دام فيضه الجلي

الحمد لله، وسلامٌ على عباده الذين اصطفى، اما بعد! فقد سرحت طرف طرفي في رياض هذا الكتاب والمؤلف الجديد الجيد المفيد المستطاب لحضرة العلامة النبيل والمثيل الذي ليس له مثيل ذي القدر الجليل الجلي، المولوي الحافظ أحمد علي سلمه الله الولي، وصانه عن شر كل غبي وغوي فإذا هو جديرٌ بأن يكتب بالنور على نحور الحور، وحقيق بأن يعتوره الفحول بأيدي القبول، فإنه قد اشتمل على ما رق وراق، ولذ لسليمي الأذواق، واحتوى على ما يسر الناظر، ويشرح الخاطر، ويبهج اللب، ويفرح القلب من أبحاث شريفة ونكاتٍ لطيفة والزامات منيفة، وفوائد نادرةٍ رقيقة، وقواعد معجبةٍ أنيقة، و تحقيقاتٍ رائقة، وتدقيقات فائقه، وأنظارٍ غائصة، وأفكارٍ غائرة، ردا على من زاغ عن طريق الرشاد، وانحرف عن سبيل السداد، إذا

اعتقد جهلا منه (حمانا اللّٰه من ذٰلك) في الأئمة المجتهدين الهادين المهديين، سيما في الإمام الأعظم، والهمام الأقدم، الإمام الصفي الوفي، والتقي النقي أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي — رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم وعنا — ما يعلو مقامهم عنه فخبط ذٰلك الزائغ المنحرف خبط العشواء في الليلة الظلماء وورد موارد الأضلال والأزلال، وشرب كؤوس الجهالة والضلال . فللّٰه درّ المؤلف حيث كشط سحب الغباوة عن سماء عقولهم الضعيفة، وكشف حجب الأوهام عن أفكارهم الحنيفه، بما جاء به من الحجج الساطعة والبراهين القاطعة تزييفاً لما لفقه ذاك الضال المضل واستدل عليه ذٰلك المبطل بحجج أوهن من بيت العنكبوت وأنه لأوهن البيوت وتثبيتًا لما جمعه المؤلف العلام من أشتات المسائل العظيمة الأكثرية المرجحة المتفرقة في بطون الكتب ذوات المنافع العميمة لا سيّما إثبات مسئلة التقليد الشخصي مما دل على طول باعه وسعة إطلاعه فقد أتى بما يشفي العليل، ويروي الغليل، ويهدي الضالين عن سبيل السلف الصالحين إلى الطريق القويم والصراط المستقيم. فجزاه اللّٰه خير الجزاء ووفقنا و إياه إلى ما يرضى اللّٰه ورسوله خاتم الأنبياء، و اٰخر دعوانا أن الحمد للّٰه رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين وأنا العبد الراجي رحمة ربه الأحد المدعو بنور أحمد نور اللّٰه قلبه و أزال كربه.

نور احمد ١٣١٨

تقــریظ

فاضل جلیل عالم بے بدیل ادیب اریب لبیب نجیب مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم. او. ایل. پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، زاد اَفضالہم وعم مجدہم

يا قوم مالي قد أرىٰ أهلَ الهدىٰ	سكتوا و يهذي كل بطال غوىٰ
ما زال جهالُ الزمان طباعهم	يبري فسيَ الطعن في أهل النهىٰ
وَلَناسِهامٌ صائباتٌ فُرِّقَت	نرمي بها عن قوسنا أهل الهوىٰ
حتّٰى إذا رجعوا بافرق فاصل	لم يبق فيها منزعٌ في الملتقىٰ
اتعيب من قد فاز بالعلياء والـــــــــــ	ـــــــفضل الغزير وللعلى أهل التقىٰ
أقسمت لوخلق الالٰه نظيره	لطويت منهج رأيه بين الورىٰ

إذ ليس في أُمم خلت كأبي حنيـــــــــفة صاحب الرأي السديد فيقتدىٰ
من كان مثل أبي حنيفة حاوياً سنن الرسول ففيه ما قد يكتفىٰ
اَوَلَيسَ فيمن قد مضىٰ من فلِكم[1] لك عبرةٌ يامن بهلكته ثوىٰ
فَاسْلكْ طريق الحق تبلغ منزلاً وَدَعِ الخصومةَ عنك تنجُ من الردىٰ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام علىٰ محمد خير الورىٰ، وعلىٰ اٰله مصابيح الدجيٰ، وأصحابه مفاتيح الهدىٰ، أما بعد!

یہ ظاہر ہے کہ بموجب حدیث مشہور ''خير القرون قرني'' معتقدات حقہ کی بنا روز بروز کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے، انواع واقسام کی بدعتیں دین احمدی میں داخل ہوکر عامۂ ناس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال رہی ہیں۔ کہنے کو توسب اہلِ اسلام بجائے خود متبع سنت خیر الانام، اور مقلد طریقۂ صحابۂ کرام ہیں، مگر حق یہ ہے کہ اگر ایک ایک شخص کے معتقدات اور اعمال کو معیارِ سنت پر پرکھا جائے تو بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ خالص الایمان والاحسان مسلمان صرف انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں۔ پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اسلام کی آج یہ حالت ہے کہ اگر اس کا مقابلہ صحابہ

(۱) الفل: المنزهمون. ۱۲ منہ

رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب وعناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن وتشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام وبہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور ونزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جمالیتا تو آج ہم۔

بدنام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

بزرگش نہ خواند اہلِ خرد کہ نامِ بزرگاں بزشتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول و فروع کو بہ فحوائے ۔

چوں آں کرمی کہ در گندم نہان ست　　　زمین و آسمانِ او ہمان است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ"۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبان طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجائے خود توحیدِ خالص کا دَم مارتے ہیں۔ مگر در حقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ" انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ وسنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات و معاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ مقتضائے "قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ" الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہوگا۔

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند　　　از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطور نمونہ دیکھ لیں کہ "اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ"، گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت و نقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کرسکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون و ولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور "مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ" میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سوائے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات و احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہی رائے صحیح و درست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا متبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خدا ستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا دربارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام و تبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح و بسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند

کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد و تعصب سے کنارہ کش ہو کر ااس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہوگی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو برے روز کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علماے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تاکہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام و خاص مستفید ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کر کے اپنی رائے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله — وهـذا دعـاء للبريـة شامـل

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول ﷺ کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ — اصغر علی روحی

الجواب صحیح — احمد حسین ۱۳۰۲ھ — من أجاب لقد أصاب — محمد علی انور

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثارِ شریعت، ماہرِ اسرارِ طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا و مرشدنا آیۃٌ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام الله بركاتهم و حسناتهم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى حَبِيبِهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ. أما بعد قال الله تعالىٰ:
''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ.''[1] الآیۃ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا

---

(۱)۔ سورۃ الحجر ۱۵، آیت:۹

طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ ''ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ''[۱] کے سید الاولین والآخرین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فہم مراد وملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام و مجتہدین کرام رضی اللہ عنہم وشکر اللہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: ''مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ''[۲] وقد قال ﷺ: ''خَيرُ القُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.''[۳] صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کرسکتا ہے کہ بعد آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب ''مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ ''[۴] ان کا ناشکر خدا کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خدا داد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ''شر الخلف خلف يشتم السلف وواحد من السلف خير من ألف من الخلف''۔

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا الله عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑہ، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

☆☆☆☆☆☆

تقریظ

(۱)- سورة القيامة ۷۵، آيت:۱۹

(۲)- سورة الحشر ۵۹، آيت:۷

(۳)- اتحاف الخيرة المهرة، ج:۷، ص:۱۲۰، حديث: ٦٩٩٤، تلخيص الحبير لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:٢٠٤، حديث: ٢١٣٠، أسنى المطالب، ج:١، ص:١٣٦، حديث: ٦٢٨ ۱۲ محمد قاسم

(۴)- ترمذي، ج:٤، ص:۳۳۹، حديث:۱۹۵۵، و مسند أحمد بن حنبل ، ج:۳، ص:۳۲، حديث ۱۱۲۹۸، و أبو يعلى الموصلي، ج:٢، ص:٣٦٥. حديث:۱۱۲۲، و طبراني. ج:٢، ص:٣٥٦، حديث:٢٥٠١، و شعب الإيمان، ج:٦، ص:٥١٦، حديث: ٩١٩١ ۱۲ محمد قاسم

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین
مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علیٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

اما بعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظِ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ مجی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات ونکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہِ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفا اللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

☆☆☆☆☆

تقریظ

مولانا وبالفضل اولانا، جامع شریعت وطریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی وامام مسجد شاہی لاہور، عم فيضهم و زاد فضلهم

باسمه حامداً و مصلياً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و لله در المصنف حيث أتى بتحقيق عجيب و بأسلوب

غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور

فقیر غلام محمد

اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بدعتی اور دوزخی ٹھہرے۔

چہاردہم: جو کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔ چناں چہ ''ہدایتِ قلوب قاسیہ جواب گلزار آسیہ'' تصنیف مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین کے صفحہ :۳۶ میں موجود ہے۔

پانزدہم: تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل پڑھنا اور تہائی رات سے زیادہ عبادت میں جاگنا بدعت مذمومہ ہے، چناں چہ کتاب ''معیار الحق'' مصنفہ مولوی نذیر حسین، مطبوعہ دہلی کے صفحہ :۲۲ میں مذکور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اکثر شب یا تہائی رات سے زیادہ عبادت کرنا جیساکہ آں حضرت علیہ الصلاۃ والسلام وصحابۂ کرام واولیاے عظام مثل حضرت غوث اعظم وغیرہ سے ثابت ہے، ان کے نزدیک گناہ ہے، معاذ اللہ۔

شانزدہم: خالہ سوتیلی یعنی جس کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا، اس سے اس کے بھانجے کا نکاح درست ہے، چناں چہ فتواے مہری مولوی عبد القادر غیر مقلد امام کالی مسجد دہلی میں مرقوم ہے کہ جس پر ان کے استاذ مولوی نذیر حسین کی مہر بھی ثبت ہے۔

ہفدہم: پنیر شام کا جو سور کے پنیر مائے سے بنایا جانا اُس کا مشہور ہے، اور چیزیں مثل جوخ کے جن میں سور کی چربی پڑنی مشہور ہے، جب وہ آں حضرت کے پاس آتی تھیں تو آپ بلا دریافت کھاتے تھے۔ چناں چہ یہ عبارت فتویٰ مہری مولوی عطا محمد مندرجہ کتاب ''اظہار الحق'' مطبوعہ مطبع اتالیق ہند لاہور کے صفحہ: ۱۸ میں مرقوم ہے، اور اس رسالے میں مولوی نذیر حسین وغیرہ علماے غیر مقلدین کی بھی مہریں موجود ہیں، اور اس کے چھپوانے میں مولوی نذیر حسین نے بڑی کوشش فرمائی۔ چناں چہ خود رسالۂ مذکور کے مصنف نے عنوان کتاب میں اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ اب جاے انکار باقی نہیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلک! کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی ایسی حرام چیزوں کے استعمال کرنے کا سراسر بہتان اور اتہام ہے۔ اور پھر ایسے خرافات مضامین کی اشاعت میں علما کا سعی اور کوشش کرنا باعث سوے انجام و موجبِ ہدمِ اسلام ہے۔ نہیں معلوم غیر مقلدین ایسی باتوں کو بہ مقابلہ مقلدین کے از راہِ نفسانیت جان بوجھ کر چھپواتے ہیں یا بہ سبب نادانی اور بے سمجھی کے ایسے امور اُن سے ظہور میں آتے ہیں، بہر حال۔

فإن كنتَ لا تـدريْ فتلكَ مصيبةٌ　　　وَ إنْ كنتَ تدريْ فللمُصيبةِ أعظمُ

جواب سوال دوم

ایسے غیر مقلدوں سے جو عقائد وعملیات مذکورہ کے قائل ہیں مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو مساجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع اور باعثِ خوف و فتنۂ دین ہے، کیوں کہ مسائل متذکرہ بالا سے معلوم ہوا کہ وہ اہلِ بدعت ہیں اور مخالفِ ملتِ اہلِ سنت ہیں۔ اور مجالست و مخالطت اہلِ بدعت سے شرعاً ممنوع ہے:

''كمَا قالَ رسولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - إنَّ اللهَ اختارنيْ واختارليْ

أصحابيْ فَجَعَلَهُمْ أنصاريْ و أصهاريْ و أنهُ سيجئُ فيْ اٰخرِ الزمانِ قومٌ يَنْقصُونَهمْ فَلا تُواكلوهُمْ وَلَا تُشارِبُوهمْ وَلَا تُنَاكحوهُمْ وَلَا تُصلُّوْا معهمْ ولا تصلُّوْ عليهِمْ. انتهىٰ''

یعنی فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا مجھ کو اور اختیار کیا میرے واسطے میرے صحابہ کو پس گردانا ان لوگوں کو میرے انصار اور میری سسرال، اور بے شک قریب ہے کہ آخر زمانے میں ایک ایسی قوم آئے گی کہ جو ان کو حقیر جانے گی، کھانا پینا اور آپس میں ان کے ساتھ نکاح کرنا چھوڑ دو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھو، اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے اس آیت ''وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ'' کی تفسیر میں فرمایا ہے:

''درحقائق تنزیل مذکور است کہ سہل بن عبد اللہ تستری می فرمودہ اند کہ ''مَنْ صحَّ إيمانُهٗ وأخلصَ توحيدَهٗ فإنهٗ لا يانسُ إلٰى مُبتَدعٍ وَلَا يُجالِسهٗ وَلَا يُواكلهٗ وَلَا يُشاربُهٗ وَيُظهرُ لَهٗ مِن نَفسهِ العَداوةَ وَ مَن داهنَ بمبتدعٍ سلبهُ اللّٰهُ تعالىٰ حَلَاوةَ الإيمانِ وَ مَن تَحبَّبَ إلٰى مُبتَدعٍ نَزعَ اللّٰهُ تعالىٰ نورَ الْإيمَانِ مِنْ قَلْبهِ.''یعنی مرد صحیح الایمان را باید کہ با بدعتیان انس نگیرد و ہم مجلس و ہم کاسہ و ہم نوالہ ایشاں نشود، و ہر کہ با بدعتیان دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آں از وے برگیرند۔''(۱) انتہیٰ۔

اور طحطاوی نے حاشیہ در مختار کے کتاب الذبائح میں فرمایا ہے:

''وَهٰذهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قدِ اجْتمعتِ الْيَومَ فِيْ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ وَ هُمُ الْحَنَفِيُّونَ والمالكيونَ والشافعيونَ والحنبليونَ وَمَن كانَ خَارِجاً مِن هذهِ المذاهبِ الأربعةِ فِي ذٰلكَ الزمانِ فهوَ منْ اهلِ البدعةِ والنارِ.'' انتهىٰ

یعنی یہ نجات پانے والا گروہ آج کے دن چاروں مذہب میں جمع ہے، اور وہ لوگ حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ہیں، اور جو شخص ان چاروں مذہب سے اس زمانے میں خارج ہوا سو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ اور یہی مضمون اور بہت سی کتب دینیہ میں موجود ہے، ضرور تاً اسی قدر قلیل پر اختصار کیا۔

جواب سوال سوم

اگرچہ در صورت مراعات مذہب مقتدی کے بشرطے کہ امام کسی مفسد و مبطل صلاۃ کا مرتکب نہ ہو اقتدا کرنا جائز ہے، لیکن اب معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے؛ کیوں کہ مسائل مذکورہ اور عقائد مسطورہ بعض

(۱)- تفسير فتح العزيز، سورۂ نون ، آيت ''وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ'' ص:۳٦، مطبع اميد، لاهور.

موجب کفر اور بعض مفسد نماز ہیں، اور سوائے اس کے جب کہ شافعی المذہب متعصب کے پیچھے اقتدا جائز نہ ہوئی جیسا کہ فتاویٰ عالم گیری و جامع الرموز میں مرقوم ہے:

أَمَّا الإقتداءَ بالشافعيِّ فَلَا بأسَ بهٖ إذَا لَم يَتَعَصَّبْ أَيْ لَمْ يَبغُضْ لِلحَنفيِّ.'' (۱)

یعنی شافعی کے پیچھے اقتدا کرنا مضایقہ نہیں بشرطے کہ متعصب نہ ہو۔ یعنی حنفیوں سے بغض و عداوت نہ رکھتا ہو، پس ان غیر مقلدین لا مذہب کے پیچھے تو بہ طریق اولیٰ اقتدا جائز نہ ہوگی کہ یہ تو حنفیوں کے نام سے جلتے ہیں۔ اور مقلدین کو علانیہ برا کہتے ہیں، بلکہ مشرک اور بدعتی سمجھتے ہیں، اور اس سے بڑھ کر ایک بات ان لا مذہبوں کے حق میں محدث نامی علامۂ شامی نے حاشیۂ رد المحتار میں لکھی ہے کہ ہمارے زمانے کے وہابی عبد الوہاب نجدی کے پیرو اور تابع مثل خارجیوں کے ہیں جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر کے ان کے لشکر سے خروج کیا تھا، پس جب لا مذہب مثل خارجیوں کے ٹھہرے اور خارجی مثل باغیوں کے ہوئے تو جو حکم باغیوں کا ہے وہی حکم لا مذہبوں کا ٹھہرا۔

''كما في البدائع: ولا يُصلّى عَلىٰ بُغَاةٍ بَل يُكفَنُونَ وَيُدفَنُونَ.''

یعنی ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جائے، صرف ان کو کفن دے کے دفن کر دیں۔

وَحُكمُ الخَوَارِجِ عِندَ جُمهُورِ الفُقَهَاءِ وَالمُحَدِّثِينَ حُكمُ البُغَاةِ وَذَهَب بَعضُ الْمُحَدِّثِينَ إلىٰ كُفرِهِم.''

یعنی خارجیوں کا حکم جمہور علمائے محدثین و فقہا کے نزدیک باغیوں کا حکم ہے اور بعض محدثین تو ان کے کفر کے قائل ہو گئے۔ (شامی، ص:۳۰۹، ج:۳، مطبوعہ مصر)

واضح ہو کہ شہر دہلی میں فیما بین ہر دو فریق کے نزاع کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ عدالت، دیوانی اور فوج داری میں مقدمات دائر ہو گئے تھے، سو صاحب کمشنر بہادر دہلی نے فریقین کے بعض لوگوں کو اپنی کوٹھی پر بلا کر دفعِ فساد کے واسطے باہم ملاپ کرانا چاہا۔ چناں چہ ۲۸/ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ کو ایک کاغذ لکھا گیا کہ کوئی شخص ایک دوسرے سے معترض نہ ہو اور بہ شرط مراعات عدم مفسدات نماز کے ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی پڑھ لے، سو وہ ایک فیصلۂ باہمی تھا نہ فتوائے شرعی بہ چند وجوہ۔

اول: یہ کہ حکام والا شان کو دینی امور میں کچھ مداخلت نہیں، نہ وہ فتوؤں پر دستخط کرتے ہیں۔

دوم: نہ اس میں سوال علمائے دین سے ہے، نہ بحوالۂ کتب دینیہ اس کا جواب رقم ہے۔

---

(۱)- والإقتداء بشافعي المذهب إنما يصح إذا كان الإمام يتحامى مواضع الخلاف.... ولا يكون متعصبا. عالم گيري، كتاب الصلاة، باب:۵، فصل ثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره، ج:۱، ص:۸٤.

سوم: اس پر مواہیر اور دستخط کرنے والے سب علما نہیں ہیں بلکہ اکثر طلبا ے مولوی نذیر حسین، اور بعض عوام سکنا ے شہر ہیں، گو ان کے نام بڑے لمبے چوڑے لکھے گئے ہیں، تا کہ مولوی معلوم ہوں، اور بعض طرفین کے مولوی بھی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس فتوے کو علما ے اہلِ سنت نے بطیبِ خاطر منظور نہیں کیا بلکہ بہ خاطر حاکم اعلیٰ کے اس پر مہریں کر دیں، چناں چہ مولوی منصور علی صاحب ساکن مسجد نئی سڑک چاندنی چوک نے باوجود طلبی مکرر سہ کرر کے اپنی مہر نہ کی۔ اس پر ظاہر ہے کہ اگر وہ فتویٰ ہوتا تو ان عوام کی مہر اس پر کیوں ہوتی؟ غیر مقلدوں نے اس کو فتویٰ سمجھ کر بڑی شہرت دی؛ تا کہ اور لوگ بھی دھوکے میں آجائیں، اور بالفرض اگر یہ فتویٰ بھی ہو تو اس سے ان کی وہ کتابیں کہ جن میں حضرات مقلدین کو کافر و مشرک لکھا ہے سب باطل ہوگئیں کہ آخر ان کے منہ سے حق صادر ہو گیا کہ مقلدین کے پیچھے نماز جائز رکھی۔ وهو المقصود واللّٰهُ سبحانه أعلمُ و عِلمُه أتمُّ

حررہ العاصی وصی احمد السنی الحنفی السورتی

مواہیر و دستخط علما ے دہلی و کانپور وغیرہ

هو الموفق	هو العَلي	هو المصوب
الجواب صحيح والمجيب مصيب — حرره قاضي شيخ احمد عفا الله عنه	أصاب وأجاد من أجاب وأفاد. والله سبحانه أعلم و علمه أتمّ وأحكم - حرره العبد الخامل محمد عادل عامله الله تعالىٰ بفضله الشامل	ایسا شخص گروہِ اہلِ سنت و جماعت سے خارج ہے اور نماز اس کے پیچھے نہ پڑھنا چاہیے۔ كتبه: الفقير الى الله الغني محمد علي عفي عنه
قاضی شیخ احمد	حاکم محکمہ شرع محمد عادل	محمد علی

هو الموفق

مجیب لبیب نے جو مسائل و احکام مخالف فرقۂ اہل سنت و جماعت غیر مقلدین کے فرقۂ اہل سنت سے خارج ہونے پر بطور دلیل کے ان کی کتابوں سے لکھے ہیں، ان میں سے بعض احکام ان کی بعضے کتابوں میں راقم نے بھی دیکھے ہیں، غیر مقلدین کے یہ مسائل مخترعہ و احکام مبتدعہ بلا شبہہ قابلِ رد و انکار ہیں کہ ان میں سے بعضے موجب کفر، اور بعضے موجب فسق و ابتداع، اور عموماً یہ سب احکام اہلِ سنت کے نزدیک محض لغو اور بے اعتبار ہیں، ایسے احکام مخالف اہلِ

سنت کا معتقد و ملتزم بلا شبہہ اہل سنت کی جماعت سے خارج ہے، اور جب وہ شخص ایسے مخالف مسائل کے التزام سے اہل سنت کی جماعت سے خارج ہوا تو اس کے پیچھے اہل سنت کو نماز پڑھنا ناجائز ہے، اور اگر ایسے شخص کے مسجد میں آنے سے فتنہ و فساد پیدا ہو تو انسداد فتنہ کے لیے مسجد میں آنے سے منع کرنا بہتر ہے، واللہ اعلم۔

كتبه محمد عبد الله الحسيني الواسطي البلگرامي عامله الله بلطفه العميم الشامي

محمد عبد اللہ الحسینی مدرس مدرسہ عربی

صح الجواب	الجواب صحيح	المجيب مصيب
محمد عبد الحق ۱۲۹۰ھ	از ہشت منصور علی احمد ۱۲۷۳ھ	خوشا جانباز محمد عمر
مدرس مدرسۂ مسجد فتح پوری	امام مسجد حوض	ابن کریم اللہ
در دو جہاں ہست محمد شاہ	فقیر محمد حسین — قاضی محمد نصیر الدین احمد	محمد نذیر سدبی مفتیان ۱۲۰۹
مدرس مدرسۂ مسجد فتح پوری		مدرس مدرسۂ نعمانیہ
محمد اسماعیل	محمد عبد الغفور خان — محمد قاسم	بندۂ عاصم الٰہی بخش
مدرس مدرسۂ دہلی	لاریب فیہ	دہلوی
محمد عبد النبی	محمد عبد الرؤف — فتح الدین	عبد العزیز
الحق کذلک		
عبد الرحمٰن	احمد علی — محمد عبد العزیز	ابی عبد اللہ
سید محمد اسماعیل	محمد گلاب بگلزار عالم ۱۲۹۱	محمد سپہدار خان
مدرس مدرسۂ دہلی		
محمد محسن علی	حافظ عبد الحق ۱۲۹۹ھ	ہوا الحکیم الرشید
محمد عبد الکریم	حاجی محمد جی — محمد غریب الدین	

الجواب صحيح	الجواب صواب	المجيب مصيب
محمد عبد الرحمٰن الشریف الراجی غفران ربہ اللطیف	علم شد از فیض قاسم قسمت عبد الحکیم	مولوی محمد یعقوب ولد مولوی کریم اللہ صاحب
احمد حسین	عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴ھ — محمد اسحاق ولد مولوی عبد العزیز	محمد امیر الدین ۱۲۹۷ھ

فی الحقیقت اگر ان لوگوں کے یہ عقائد اور یہ اعمال ہیں تو ایسا ہی ہے جیسا مجیب صاحب نے جواب دیا۔

والله أعلم بالصواب و إليه المرجع والمآب محمد ظہور الاسلام ۱۲۸۰ھ

صح الجواب   محمد فخر الحسن ۱۲۸۹ھ   والله سبحانه أعلم و علمه أتم

هو الفتاح

فی الواقع اس فرقۂ لا مذہب کو کہ جن کے عقائد موافق تحریر مفتی نحریر ہیں اہلِ سنت و جماعت سے خارج سمجھنا اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، اور بہ سبب فتنہ و فساد و کے ان کو مسجد میں آنے نہ دینا بجا اور درست ہے۔

والله اعلم بالصواب و عنده أم الكتاب — حرره الراجي عفو ربه القوي الحافظ فتح محمد الفاروقي الحنفي الدهلوي.   حافظ فتح محمد   ذٰلک فضل الله ۱۲۹۲ھ

بے شبہہ جو غیر مقلدین ایسے ہوں کہ عقائد ان کے خلاف اہلِ سنت و جماعت و سلف صالحین کے ہوں اور مقلدین کو اپنے زعم فاسد میں مشرک اور بدعتی سمجھتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کو بسبب فتنہ و فساد کے اپنی مساجد میں آنے دینا جائز نہیں۔ والله أعلم بالصواب و إليه المرجع والمآب۔

ابو الجيش محمد مهدي عفا عنه الله الهادي الفرنجي محلي   ابو الجیش محمد مہدی

بن مولانا مفتی محمد یوسف صاحب مرحوم لکھنوی

مواہیر و دستخط علمائے مقام لدھیانہ و دیوبند

تخمیناً مدت ۴۶/ سال یعنی ۱۲۵۴ھ سے ۱۳۰۰ھ تک اس فرقے کو خوب دیکھا، مسائل مندرجہ فتاویٰ ہذا کے سوا بڑی بڑی مخالفتِ حدیث پر یہ فرقہ جری ہے۔ مولانا اسحاق صاحب مرحوم برملا ان کو ضال مضل وعظ میں فرمایا کرتے، اور یہ لوگ باہر نکل کے کہتے کہ میاں صاحب کا مذہب وہی ہے جو ہمارا ہے، ظاہر میں ایسا کہہ دیا ہے، اسی طرح ہر عالم دین دار کو ہم مذہب اپنا بتلا کر دینِ محمدی سے اور قرآن و حدیث سے منحرف کرتے ہیں، ان کے دینِ محمدی سے مخالف ہونے اور سنت و جماعت کے مخالف اور دشمن ہونے میں کچھ شک و شبہہ نہیں ہے۔ جیسے روافض و خوارج کے پیچھے نماز پڑھنی ویسے ہی ان کے پیچھے نماز پڑھنی ہے، ان کی امامت جائز نہیں ہے۔ تفصیل طول رکھتی ہے۔ والله اعلم۔   محمد عبد الرحمٰن پانی پتی ۱۲۸۳ھ

چوں کہ گروہِ شر ذمۂ لا مذہبیہ اہل بدع اور ہوا میں سے ہیں اس لیے ان سے حتی الامکان احتراز ضروریات سے ہے۔ وما علينا إلا البلاغ - الراجي رحمة ربه الباري أبو البشير عبد العلي القاري

ابو البشیر بد العلی قاری ۱۲۸۰ھ

یہ فرقۂ غیر مقلدین بے شک خارج اہلِ سنت و جماعت سے ہے، ان سے مجالست کرنی ایسی ہے جیسے کہ اہل ہوا

و بدع سے۔ امامت ان کی جائز نہیں؛ کیوں کہ عقائد اور عملیات ان کے مخالف حدیث وقرآن کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ محمد عبد الرحمٰن ۱۳۰۰

باسمه سبحانه

"عَنِ ابنِ عمرَ أنَّ النبيَ - صلى الله عليه وسلم - قالَ فِي غَزوةِ خَيبرَ : مَن أَكَلَ مِن هٰذه الشَّجرَةِ يَعنِيَ الثُّومَ فَلَا يَقرَبَنَّ مَسجِدَ نَا . رواه البخاري."

یعنی جو شخص کہ لہسن کھائے تو ہماری مسجد کے نزدیک نہ پھٹکے۔

اور مؤطا امام محمد رضی اللہ عنہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت مجذومہ کو طواف مکے سے مانع آئے اور فرمایا کہ تو اپنے گھر میں بیٹھ اور لوگوں کو ایذا نہ دے۔(۱)

اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا ہے کہ ایک دن ایک واعظ کو مسجد کوفے میں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ واعظ ہے، لوگوں کو گناہوں سے روکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے پوچھو کہ ناسخ منسوخ کو جانتا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ کو ناسخ منسوخ کا علم نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو مسجد سے نکال دو۔

اور نیز شاہ عبد العزیز صاحب نے بہ تحت بیان آیت: "وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ" کے لکھا ہے کہ طعن کرنا سلف پر سخت ترین ایذاے لسانی سے ہے۔

اور اشباہ میں لکھا ہے کہ موذی کو مسجد میں آنے سے منع کرنا چاہیے، اگرچہ ایذا اس کی لسانی ہو۔

فائدہ: پس جب کہ روکنا مسجد کے آنے سے بہ سبب موجود ہونے ایک امر کے امور مذکورہ سے درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ کے ہیں نکالنا بہ طریق اولیٰ درست ہوا۔ اور بہ سبب لحوق مرض باطنی کے جو جذام سے بڑھ کر ہے، اور مساجد میں ان کے آنے سے فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے، اور خداے تعالیٰ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا: کما قال الله تعالیٰ "وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ" باقی تحقیق اس مسئلے کی رسالۂ "انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد" میں جو اس عاجز کی تالیفات سے ہے، موجود ہے۔ والله أعلم وعلمه أتم

---

(۱)- عن أبي مليكة أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه مر على إمرأة مجزومة تطوف بالبيت، فقال: يا أمة الله ! اقعدي في بيتكِ ولا تُؤذي الناسَ. الحديث (كتاب الحج، باب طواف بالبيت راكباً أوماشيًا، ص:۲۲۶، مجلس بركات.)

الراقم - خادم العلماء محمد حبیب الرحمٰن لدهیانوي، المرقوم ١٣٠٠ھ

حبیب الرحمٰن ١٣٠٠ھ

عقائد اس جماعت کے جب کہ خلاف جمہور ہیں تو بدعتی ہونا ظاہر، اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے، اور تجویز تقیہ اور برا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر ہے، تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحے میں ان کے احتیاط لازم ہے، جیسے روافض کے ساتھ احتیاط چاہیے۔

حرره محمد یعقوب نانوتوي عفا عنه القوي

محمد یعقوب ١٣٠٠ھ

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ — رشید احمد

ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ — اسمہ احمد

محمود حسن عفی عنہ — محمود حسن

محمد محمود دیوبندی عفی عنہ — محمد محمود ١٢٩١ھ

حامداً و مصلیاً

فی الحقیقت یہ گروہ غیر مقلدین اور لامذہب خارج ہیں اہل سنت وجماعت سے، ان کو اہل سنت وجماعت میں سمجھنا بڑی غلطی کی بات ہے، کس واسطے کہ اہل سنت وجماعت منحصر ہیں مذاہب اربعہ میں، اور جمیع اہلِ سنت حنفی ہیں یا مالکی یا شافعی یا حنبلی۔ جو کوئی بالکلیہ ان چار مذہبوں میں سے اس زمانے میں ایک کا بھی مقلد اور پیرو نہ ہو، اور اپنے تئیں ان میں سے ایک کی طرف منسوب نہ کرے وہ اہلِ سنت سے نہیں، بلکہ وہ خارج مذہب اہل سنت وجماعت سے ہے، اور مثل دیگر فرق ضالہ روافض وخوارج ومعتزلہ وجبریہ وقدریہ وغیرہم کے ہے۔

قال الطحطاوي في شرح الدر المختار: ”فعليكم يا معشر المؤمنين اتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة، فإن نصرة الله تعالیٰ و حفظه و توفيقه في موافقهم، وخذلانه وسخطه و مقته في مخالفتهم، وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة : وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون، ومن كان خارجا من هذه المذاهب الأربعة في ذلك الزمان فهو من أهل البدعة والنار.“ انتهٰی

وقال في التفسير الأحمدي : ”قد وقع الإجماع على أن الاتباع إنما يجوز للأئمة الأربعة.“ انتهیٰ

وقال في الأشباه والنظائر تحت القاعدة الأولىٰ: ”ما خلف للأئمة الأربعة فهو مخالف للإجماع و إن كان فيه خلاف غيرهم فقد صرح في التحرير : أن الإجماع قد انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للأئمة الأربعة.“ انتهىٰ

قال الفاضل الجليل الفقيه المحدث المفسر الشيخ ولي الله الدهلوي في عقد الجيد : ”أعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة، وفي الإعراض عنها كلها مفسدة كبيرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اتبعوا السواد الأعظم فمن شذ شذ في النار.“(۱) انتهىٰ

قال القاضي ثناء الله في التفسير المظهري : ”فإن أهل السنة قد افترق بعد القرون الثلٰثة والأربعة على أربعة مذاهب، ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذه المذاهب الأربعة فقد انعقد الإجماع المركب على بطلان قولٍ يخالف كلهم. وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا تجتمع أمتي على الضلالة. وقال الله تعالىٰ : ”وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا“ انتهىٰ.

پس ثابت ہوا حصر اہلِ سنت و جماعت کا اس زمانے میں مذاہب اربعہ میں اور جس کسی کا قول کہ مخالف ائمہ اربعہ کے ہوگا وہ مردود اور باطل ہوگا، بہ سبب مخالف ہونے اہل سنت و جماعت کے، اور نہ مانا جائے گا، اور یہ لامذہب لوگ قائل ہیں جوازِ خروج کے مذاہب اربعہ سے اور حصرِ مذاہب اربعہ کو باطل سمجھتے ہیں۔ چناں چہ ”معیار الحق“ مطبوعہ لاہور کے صفحہ: ۳۶ میں مولوی نذیر حسین نے لکھا ہے: ”جب کہ اہلِ سنت و جماعت منحصر اور مجتمع ہوئے مذاہب اربعہ میں بالاجماع تو اب اس انحصار اور اجماع کا باطل کہنے والا اور سمجھنے والا اور قائل جواز خروج مذاہب اربعہ کا اہل سنت و جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور مثل دیگر اہل مذاہب باطلہ اور فرق ضالۂ روافض و خوارج اور جبریہ اور قدریہ اور مرجیہ و جہمیہ وغیرہم کے ہے، پس جب کہ لامذہب اور غیر مقلدین اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں تو اہلِ سنت و جماعت کی نماز لامذہبوں کے پیچھے نہیں ہوتی اور بالکل غیر جائز اور نادرست ہے۔ اور ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست اور موانست رکھنے سے بھی اہل سنت و جماعت کو پرہیز اور اجتناب چاہیے، کیوں کہ مجالست اور مخالطت اور مصاحبت اہل شر و فساد اور اہل بدعت کے ساتھ بموجب حدیث صحیح کے بالاجماع ممنوع ہے۔

(۱)- عقد الجيد، باب تاكيد الأخذ بهذه المذاهب الأربعة، الخ. ص:۳۷، مكتبه حقيقة تركي. ۱۲

قال الإمام النووي في شرح صحيح مسلم قبيل كتاب القدر في باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء : ''فيه تمثيله صلى الله عليه وسلم جليس الصالح بحامل المسك جليس السوء بنافخ الكير، وفيه فضيلة مجالسة الصالحين، وأهل الخير والمروة، ومكارم الأخلاق والورع والعلم والأدب، والنهي عن مجالسة أهل الشر، وأهل البدع، ومن يغتاب الناس أو يكثر فجره وبطالته ونحو ذٰلك من الأنواع المذمومة.''(۱) انتھیٰ

اورحضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں فرماتے ہیں ۔

دور شو از اختلاطِ یار بد　　یارِ بد، بد تر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند　　یارِ بد بر جان و بر ایماں زند
نار خنداں باغ را خنداں کند　　صحبتِ نیکانت از نیکاں کند
صحبتِ صالح ترا صالح کند　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

پس اہلِ سنت و جماعت کو فرقۂ ضالہ لامذہبان غیر مقلدین کی صحبت سے بہت احتراز کرنا اور بچنا اور بھاگنا چاہیے۔''فروا من صحبتهم اكثر ما تفرون من الأسد'' کس واسطے کہ صحبت کو بڑا اثر ہے۔

حضرت خواجہ عزیزاں علی رامینی رحمۃ اللہ ''محبوب العارفین ''میں فرماتے ہیں ۔

منشین با بداں کہ صحبتِ بد　　گرچہ پاکی ترا پلید کند
آفتابے بدیں بزرگی را　　ذرۂ ابر ناپدید کند

جس حالت میں کہ یہ غیر مقلدین خارج از اہلِ سنت و جماعت اور داخل اہل بدعت و فرق ضالہ ہوائیہ میں ٹھہرے اور نماز اہل سنت و جماعت کی ان لامذہبوں کے پیچھے غیر صحیح و ناجائز و نادرست ہوئی، اور مخالطت اور مجالست بھی حسب روایات مذکورہ ان سے ممنوع ہوئی تو اہل سنت و جماعت کو چاہیے کہ ان لامذہبوں کو اپنی مساجد سے نکال دیں، اور ہرگز نہ آنے دیں، اس واسطے کہ ان کے آنے سے مسجدوں میں شر و فساد و فتنہ پیدا ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ''وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ.''

وقوله تعالىٰ : ''وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ.''

(۱)- شرح صحيح مسلم ، كتاب الفضائل، باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء، ج:۲، ص:۳۳۰، مجلس بركات، اشرفيه. ۱۲ محمد قاسم

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی وقت نماز کے لہسن، پیاز، گندنا وغیرہ بدبودار چیز کہ جس کے کھانے سے منہ میں بدبو پیدا ہو، کھا کر مسجد میں آوے تو اسے دخولِ مساجد سے منع کرو۔

"عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَلاَ يُؤْذِيَنَّا بِرِيحِ الثُّومِ". رواه مسلم.(۱)

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسَاجِدَ." رواه مسلم(۲)

"وعن عمر بن الخطاب قال: "إِنَّكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لاَ أَرَاهُمَا إِلاَّ خَبِيثَتَيْنِ هَذَا الْبَصَلَ وَالثُّومَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- إِذَا وَجَدَ رِيحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِى الْمَسْجِدِ أَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنْ أَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا." رواه مسلم.(۳)

قال النووي في شرح صحيح مسلم في باب نهي: "من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها مما له رائحة كريهة عن حضور المسجد حتى يذهب ذٰلك الريح ، و إخراجُه من المسجد : قوله صلى الله عليه وسلم : من أكل هذه الشجرة يعني الثوم فلا يقربن المساجد. هذا تصريح بنهي مَن أكل الثوم ونحوه عن دخول كل مسجد و هذا مذهب العلماء كافة."(۴) انتهىٰ

پس یہ احادیث صحیحہ دال ہیں اس امر پر کہ جس شخص کی ذات سے لوگوں کو تکلیف وایذا پہنچے اسے مسجد میں نہ آنے دینا چاہیے، پر ظاہر ہے کہ لامذہبوں کے مسجدوں میں آنے سے شر وفساد وفتنہ پیدا ہوتا ہے، اور لوگ بےعلم، بے خبر بے چارے ان کی صحبت سے بگڑتے اور خراب ہوتے ہیں۔ پس لازم و مناسب ہے اہل سنت و جماعت کو کہ

---

(۱)- صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أوبصلا، أو كراثا أونحوها مماله رائحه كريهة عن حضور المسجد الخ. ج:۱، ص:۲۰۹. ۱۲ محمد قاسم
(۲)- ايضاً. ج:۱، ص:۲۰۹
(۳)- ايضاً. ج:۱، ص:۲۱۰
(۴)- شرح صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب نهي من أكل ثوما أوبصلا، أو كراثا أونحوها مماله رائحه كريهة عن حضور المسجد الخ. ج:۱، ص:۲۱۰. ۱۲ محمدقاسم

لائق ہوں غیر مقلدوں کو اپنی مسجدوں میں نہ آنے دیں۔ اور ان مفسدوں شریروں کو اپنی مساجد سے اخراج کریں اور نکال دیں۔ والسلام على من اتبع الهدىٰ و اٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمين.

حرره الفقير المفتقر المذنب الراجي الى رحمة الله الأكبر العلي الولي القوي الغني محمد أحسن الدين أبو النصر المعروف بـ سيد محمد أكبر علي الحسيني الجيلاني الحنفي القادري الچشتي النقشبندي الدهلوي غفر الله له ولوالديه وأحسن إليهما و إليه.

احسن الدین محمد اکبر علی

بہ تحقیق مفتن در مسجد ہم موجد فتنہ است "والفتنة أشد من القتل" دال بر اخراج کردن ایں شرذمۂ باطلہ ہویدا است۔

اولاً: ایں فرقۂ ماوّلین متشابہات اند بلکہ مثل محکمات می دانند، چناں چہ در رسالۂ "إحتوىٰ على العرش استوىٰ" از نواب بھوپال موجود ست، و ایں ہمہ بداں عقیدہ باوے متفق اند حالاں کہ انصرام تام از متشابہات بکلام عز و جل "وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ." ثابت پس مورد "من فسر القراٰن برأيه فليتبوأ مقعده من النار" ہمیں شرذمۂ مبطلہ اند۔

ثانیاً: منکرین قیاس و اجماع اند بناءً علیہ مجتہدین را بد می گویند، و مقلدین را مشرک می دانند، حالاں کہ بہ کتاب اللہ ثابت ست بقولہ عز وجل "فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِي الْاَبْصَارِ" و بہ حدیث نبوی نیز و ہو ہٰذا ما روى "أن النبي صلى الله عليه وسلم حين بعث معاذاً إلي اليمين قال: كيف تقضي يا معاذ فقال : بكتاب الله قال: فإن لم تجد في كتاب الله ؟ قال: فبسنة رسول الله، قال: فإن لم تجد، قال: أجتهد برائي، فقال عليه السلام: نحمد الله الذي وفق رسول رسوله بما يرضىٰ به رسوله، فإن لم يكن القياس حجة لأنكره بل حمد الله عليه .

ثالثاً: کتمان بطلان عقیدۂ خود عند ظہور الحق بَل يسكتون عند أهل الحق إذا غلبوا عليهم خذلهم الله تعالىٰ بقول حبيبه صلى الله عليه وسلم: من سكت عن الحق فهو شيطان اخرس.(۱) فثبت أن هذا قوم لا يحصى قبائحهم و خيانتهم في الدين فحسب عليهم ضرب النعل من أهل الحق والكمال، الذين استقروا هذه الضابطة أن لا يدخلون هذا القوم في مساجدنا ولا

(۱)- شرح صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف ولزوم الصمت إلا عن الخير وكون ذٰلك كله من الايمان ، ج:۱، ص:۵۰. ۱۲ محمد قاسم

يصحب معهم أبداً. والله تعالىٰ عليهم بما كانوا يفعلون. فقط

كتبه تراب أقدام أهل الإسلام عبد الضعيف المدعو بمحمد عبد السلام الكاشميري وطناً، والحنفي مذهباً، والچشتي النظامي الفخري النيازي مشربا إليه غفر الله لہ في حياته ويدخله الجنة بعد مماته اٰمين. حَیِّنَا ربنا بالسلام ۱۲۸۴ھ

مواہیر و دستخط علمائے شہر اندور و چھاؤنی

الجواب صحيح، هكذا في كتب الفقه والحديث.

خادمِ شرعِ رسول الله قاضي حبيب الله اندوري.

خادمِ شرعِ رسول اللہ قاضی حبیب اللہ

الجواب صحيح — خادم الطلبہ سید حسین علی

والمجيب مصيب — خادم الطلبہ عبد الحمید

صح الجواب — حافظ محمد حسین خاں اندوری

لا ريب فيه — احمد جان ولایتی اندوری

الامر كذٰلك — محمد عیسیٰ خان ساکن شہر اندور

أصاب من أجاب — سید محمد یعقوب پنجابی اندوری

صح الجواب — خادم العلما عبد الواحد حال وارد شہر اندور

صح الجواب — سید غیاث الدین ساکن عدن حال وارد اندور

فرقۂ جدیدہ غیر مقلدین کے عقائد جو مجیب مصیب نے ارقام کیے فی الواقع اہل سنت و جماعت و سلف صالحین کے خلاف ہیں، اور یہ فرقہ بدعتی مفسد مفارق الجماعت اور اہلِ سنت و جماعت سے خارج ہے، اور مخالطت اور مجالست فرقۂ مذکورہ کے ساتھ ہرگز جائز نہیں ہے، اور اپنی مسجدوں میں ہرگز آنے دینا نہیں چاہیے، اور نماز اس فرقۂ مذکورہ کے پیچھے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ والله سبحانه أعلم و علمه أتم. الراقم: خیر خواہ مسلمین محمد علاء الدین

قد اطلعت علىٰ هذا الجواب المسطور بتمام ما فيه من اللؤلؤ المنثور فوجدته موافقا بالكتاب والسنة والدلائل قد جاء الحق وزهق الباطل أشكر الله على حسن توفيق المجيب المصيب وأساله أن يعطيه في الدارين أكمل النصيب.

حرره حافظ محمد أكرم قاضي كمپ مئو، فقط قاضی محمد اکرم ۱۲۷۸ھ

أعظم اللّٰه أجر من أجاب فإنه قد نطق بالقول الصواب، وأتى بما يشهد به السنة والكتاب و يقبله أولوالألباب نمقه تراب أقدام أهل العلم أضعف عباد اللّٰه المنان محمد المدعو بعبد الرحمٰن نائب قاضي كمپ مئو.

ما قاله المجيب المصيب حق سديد وبالحق المحض عقيد جزاه اللّٰه خير الجزاء عناو عن المسلمين اٰمين يارب العالمين و يا مجيب دعاء السائلين في كل اٰن وحين .

سطره الراجي غفران اللّٰه المستعان محمد فضل الرحمٰن، قاضي دارالفتح،اجّين

جو عقائد غیر مقلدین کے انھیں کی کتبِ معتبرہ سے بیان کیے گئے، درحقیقت خلاف عقیدۂ اہلِ سنت و جماعت ہیں، ان کو مفسد دین جان کر ان سے مخالطت نہ کریں۔ عاجز محمد عبد الرحمٰن اندوری محمد عبد الرحمٰن

صح الجواب شیخ لال محمد أصاب من أجاب فقیر عبد اللّٰہ

مواہیر مشاہیر علماے دار الاسلام، مصطفٰی آباد عرف رام پور

بلا شبہہ یہ فرقۂ ضالہ جس کے عقائد فاسدہ اور اعمال کاسدہ مخالفہ فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے مجیب مصیب نے بحوالۂ رسائل اور فتاویٰ باطلہ اُن کے نقل کیے، اور اکثر اس کے راقم الحروف کی نظر سے بھی گزرے۔ مبتدع ہے، اور اس کے حق میں یہی حکم ہے جو مجیب مصیب نے تحریر کیا۔ واللہ سبحانہ الموفق محمد ارشاد حسین احمدی

هذا هو الحق عندي محمد عبد العلی ۱۲۹۲ھ مدرس مدرسۂ عالیہ رام پور

الجواب هو الصواب سیف الدین خان

هذا هو الحق الصراح والصدق القراح محمد گوہر علی

الجواب صحيح والراي نجيح العبد مولوی بلبل بقلم خود

الجواب حق العبد محمد یعقوب عفی عنہ

الجواب هو الصواب العبد سید حبیب احمد

لا شک فیہ العبد محمود عالم عفی عنہ

ذٰلک کذٰلک العبد حضرت شاہ عفی عنہ

یہ شخص امام اس گروہ غیر مقلدین کا سنّی نہیں ہے۔ رافضی ہو تو عجب نہیں، یہ بے چارہ عامیوں کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ: سید عبد الحق، سابق متوطن کانپور، حال باشندۂ رام پور — سید عبد الحق

فی الواقع عقیدہ اس فرقۂ جدیدہ و جماعت مستحدثہ کا ایسا ہی ہے جیسا کہ مجیب نے ثابت کیا۔ من قال سوی ذٰلك قد قال محالا. عابد حسین عفی عنہ — محمد عابد حسین حنفی ۱۳۰۰ھ

واقعی یہ فرقۂ باطلہ کہ جس کے جواب میں علمائے دین ہمارے جو کچھ تحریر فرماتے ہیں درست ہے۔

حرره الراجي إلى رحمة الله محمّد كريم الله — محمد کریم اللہ ۱۲۷۱ھ

الجواب صحيح- العبد فدایے احمد عفي عنہ — فدائے احمد ۱۲۹۸ھ

سعيد الرحمٰن مجددی ۱۲۹۷ھ

ولی النبی سجادہ نشیں خانقاہ شاہ غلام علی — ولی النبی

الجواب هو الصواب — محمد حسن ۱۲۹۰ھ

المجيب مصيب- العبد — سعید احمد عفی عنہ — سعید احمد ۱۲۹۳ھ

ابو النعمان محی الدین محمد اعجاز حسین مجددی عفی عنہ و عن والدیہ المسلمین ۱۲۹۹ھ

برادرِ خورد مولانا محمد ارشاد حسین

ان حضرات مشیخت مآب حاسدین مفسدین دین و معاندین مجتہدین و مقلدین، اور ان کے مریدین و معتقدین کے حق میں جن کو حضرت حق جل جلالہ وعم نوالہ نے آزادی کا طوق گلے میں ڈال کر ہندوستان کا شیخِ نجد بنا کر چھوڑا ہے، جس قدر شمشیرِ دست و زباں کے ذریعہ سے مقابلہ برمحل کیا جائے تھوڑا ہے۔ فی الحقیقت یہ سب کے سب ضال اور مضل ہیں، اور سلسلۂ مذاہب اربعۂ فقہ سے خارج اور محمدی بن کر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رخنہ انداز و مخل اور ان کے عقائد پر مکائد منجر بکفر و شرک والحاد۔

ومن يضلل الله فما له مِنْ هَادٍ. وهو الموفق إلى سبيل الرشاد و منه المبدأ وإليه المعاد. إلا لا يتفوه بذٰلك العقائد المذكورة إلا من له ذهن سقيم . والله سبحانه يهدي من يشاء إلى صراط مستقيم. كتبه العبد الأثم أبو الجميل معين الدين محمد عبد الجليل صانه الله عن كل دميل و زميل. — محمد عبد الجلیل بن محمد عبد الحق خان

اصاب من اجاب — سید محمد ضیاء الحق

الجواب صحيح والمجيب مصيب — محمد عبد اللہ ۱۲۸۲ھ

إن هذا الجواب صحيح — محمد فضل الرحمٰن خان ۱۲۱۹ھ

هو الموفق ، إن هذا الجواب موافق للسنة والكتاب

کتبہ: العبد المذنب محمد عبد القادر　　**محمد عبد القادر**

هو المستعان۔　فی الحقیقت یہ جواب باصواب معین مقلدین اورحق الیقین ہے۔ محمد عبد القادر

عبد القادر خان ولد عبد الجبار خان

هو الرحمٰن الرحيم، لا شك إن هذا الجواب صحيح والمجيب مصيب. فقط
حرره الأثيم محمد عبد الكريم　　**محمد عبد الكريم**

فتواے مفتیانِ حرمین شریفین بر دکتاب الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین، مؤلفہ محی الدین لاہوری، نومسلم کتاب فروش

بسم الله الرحمن الرحيم

وبه نستعين حامداً لله تعالىٰ، ومصلياً على نبيه و اٰله اجمعين. أما بعد! فما قولكم دام فضلكم في رجل يقول: إن أكثر مسائل كتب الفقه خلاف القراٰن والحديث، و إن الأئمة الأربعة رحمهم الله تعالىٰ ليسوا على الحق لا سيما الإمام أبا حنيفة النعمان، أقواله مخالفة للقراٰن والحديث، و إنه ما تلقى في جميع عمره إلا سبعة عشر حديثا، ويزعم أنه مخالف للقراٰن والحديث وشَنَع عليه شنيعا فاحشا، وصنف في ذٰلك كتابا وسماه، ''الظفر المبين في رد مغالطات المقلدين'' وطبعه وأفشاه و ذكر فيه بعض المسائل المذكورة في كتب الحنفية وسطر أيضاً في رقم مائة من الكتاب المسطور قائلا إن هذه مخالفة للقراٰن والحديث، وقال من قلد أبا حنيفة رحمه الله تعالىٰ تقليدا شخصيا فهو مرتكب بالحرام أو مشرك ، واستدل بقوله تعالىٰ ''اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ'' وقال كل ذٰلك مخالف للقراٰن والأحاديث الفلانية وأعرض عن الأحاديث التي استدل بها الإمام رحمه الله تعالىٰ وأرضاه وهذا الأجل أن يصد الناس عن العمل بالفقه بقوله: مسائل الفقه مردودة: خصوصاً مسائل الإمام وينفر كل من عمل بها من عوام الناس ويدعوهم يرغبهم في العمل بالحديث مطلقاً سواء كان ناسخاً أو منسوخاً، ضعيفاً أو موضوعاً حتى ترك الناس العمل. بالكتب المعتبرة كالهداية والنقاية والبحر والمنتقىٰ والهندية والكنز و شروحه والدرر و حواشيه ويخرج كل من عمل بهذه الكتب المبجلة المعظمة عن الإسلام ويلقبهم بالمشركين — نعوذ بالله تعالىٰ منه — فما حكم هذا الرجل المصنف لهذا الكتاب و من يعمل بكتابه

أفتونا ماجورين.

الجواب

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ﴾. حكم هذا الرجل المتصف بالصفات المذكورة أنه ضالّ مضل ساع في الأرض بالفساد وقد زين له سوء عمله فهو و أتباعه من حزب الشيطان: ﴿أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾. ﴿وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾.

وقوله: ''من قلد أبا حنيفة كان مشركا'' دليل على أنه خارج عن جماعة المسلمين، وقد ورد في الحديث الشريف: ''اتبعوا السواد الأعظم فمن شذ شذ في النار.'' وما يقوله في حق الهداية التي هي هداية إلى أحكام الإسلام وفيما عطف عليها من المعتبرات التي تشرح صدور أولى الأعلام فهذه هفوة هنه تشير بزند قته — نعوذ باللّٰه تعالىٰ منها — وقد تقرر أن إهانة العلم والعلماء كفرٌ خصوصاً التكلّم بالفاحشة في حق الأئمة الأربعة رحمهم اللّٰه تعالىٰ، وقد انعقد الإجماع خلفا عن سلف على وجوب تقليد واحد منهم: لأن المجتهد مفقود بعد المائة الرابعة كما في أذكار النووي حيث أنه لم يوجد بعد هذا التاريخ من استكمل شروط الاجتهاد ، و من ادعاه فدون ذٰلك خرط القتاد لا سيما أقدمهم الإمام أبو حنيفة النعمان، لا زالت منهلة على ضريحه الأقدس سحب الرحمة والرضوان. كيف؟ وقد أدرك جمعا من الصحابة — رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم — وممن جزم بذٰلك، الحافظ الذهبي، والحافظ العسقلاني وغيرهما شهد له النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بالخيرية، لأنه من التابعين بلا شبهة ، ولأبين ففي الحديث الشريف مرفوعا: خير أمتي القرن الذي بعثت فيه، ثم الذين يلونهم إلى أخره.(١) انتهىٰ

من جامع الحافظ السيوطي. وروى الشيخان عن أبي هريرة ''والذي نفسي بيده لو كان الدين معلّقا بالثريا لتنا وله رجل من فارس.''(٢)

---

(١)- ترمذي ، ابواب الفتن، باب ماجاء في القرن الثالث، ج:٢، ص:٤٥، مجلس بركات. ١٢ق

(٢)-لو كان الإيمان عند الثريا لنا له رجال أو رجل من هٰؤلاء. بخاري، ج:٢، ص:٧٢٤، كتاب التفسير، باب سوره جمعه. قوله و أخرين منهم لما يلحقوا بهم، الخ. / لو كان الدين عند الثريا

قال الحافظ السيوطي هذا الحديث الذي رواه الشيخان أصل صحيح يعتمد عليه في الإشارة لأبي حنيفة و هو متفق على صحته، و في الحاشية الشريا ملسي: قال ماجزم به شيخنا يعني الحافظ السيوطي من أن أبا حنيفة هو المراد من الحديث ظاهر لا شك فيه، لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه أحد. انتهىٰ.

وقد تبعه كثير من أئمة الدين وكل منهم أقر بفضله و أثني عليه على رؤس الاشهاد بين المسلمين. فقد روي عن خلف بن أيوب أنه قال: صار العلم من الله تعالىٰ إلى محمد صلى الله عليه وسلم، ثم صار إلى الصحابة رضي الله عنهم، ثم صار إلى التابعين، ثم صار إلى أبي حنيفة، فمن شاء فليرض ومن شاء فليسخط انتهىٰ. فيجب على كل من أراد أن لا يخرج عن جماعة المسلمين أن يتباعد عن هذا الرجل الطاعن في أئمة الدين، ويجب زجره إلى الدرجة التي بها ينتهي عن هذا العمل الفضيح – والكلام في هذا المقام يطول وفيما حررناه كفاية عند ذوي الدين وأرباب العقول – والله يقول الحق وهو يهدي السبيل نمقه الفقير محمد أمين بالي الحنفي مفتي المدينة المنورة عفي عنه. **محمد امين**

عبد الرحمٰن امرلى من أيمة الحنفية في مسجد خير البرية

اشكوبي حسن المدرس بالحرم الشريف السوي

أحمد الله وحده من ممد الكون واستمد به التوفيق والعون. الحكم في هذا الرجل أنه ضال مضل، أقواله المسطورة بدع وضلالة لا يقولها إلّا مبتدع خارج عن طريقة علماء الشريعة و خصوصاً نهيه عن اتباع الكتب المدونة في المذاهب الأربعة؛ فإن تلك المذاهب مستمدة من الكتاب والسنة فهي عبارة عن شريعة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي من خرج عنها كان محكوما بكفره فيلزم على قول هذا الضال أن السواد الأعظم من أمة محمد صلى الله عليه وسلم اجتمعوا على الضلالة، وأن مائة ألوف منهم من العلماء العظام والأولياء الكرام وغير المحصورين من الصلحاء الفخام

لذهب به رجل من فارس أو قال من أبناء فارس حتى يتناوله. مسلم ج:٢، ص:٣١٢، كتاب الفضائل، باب فضل فارس. مجلس بركات ١٢ محمدقاسم

الذين اتفقت كلمة أهل السنة والجماعة على جلالتهم وعظم درجتهم و صلاحهم وورعهم و صلابتهم في أمر الدين كانوا مبتدعين ضالين وماتوا على البدعة والضلالة حاشا ثم حاشا أن يكون كذٰلك . وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم إن الله لا يجمع امتي . أو قال . أمة محمد على ضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذّ شُذّ في النار — رواه الترمذي — وقال : اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شَذّ شُذّ في النار فيجب على ولاة الأمور ضاعف الله لهم الأجور ردع هذا الضال المضل بشديد النكال ولو بالقتل نسأل الله التوفيق والهداية لأقوم طريق و الله سبحانه و تعالىٰ أعلم.

أمر برقمه خادم الشريعة والمنهاج عبد الرحمٰن بن عبد الله السراج الحنفي مفتي مكة المكرمة كان الله لهما .

وما توفيقى إلا بالله عبد الرحمٰن سراج

حامداً مصلياً مسلماً. لا شك أن ذٰلك الرجل ضال مضل. **محمد رحمت الله**

حامداً و مصلياً و مسلماً. أصاب من أجاب. و الله سبحانه و تعالىٰ أعلم بالصواب.

حرره محمد عبد الحق عفي عنه **محمد عبد الحق**

تقریظ

از: جناب مولانا و بالفضل اولانا جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول جناب مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی سلمہ ربہ مؤلف تفسیر حقانی

حامداً و مصلیاً

امابعد! فقیر حقیر ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر کہتا ہے کہ اس کتاب کے اکثر مقامات کو میں نے بغور دیکھا اور لطف اٹھایا کیوں نہ ہو یعرف الرجال بالأقوال. جناب حافظ مولوی احمد علی صاحب نے انصاف کی اعانت کی اور مولوی محی الدین صاحب غیر مقلد نے جو کچھ جذبہ اور غصے میں اگر بے خود ہو کر حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جناب میں نکتہ چینیاں کر کے ان کی شان روز افزوں میں بٹا لگانا چاہا ہے۔ اور بے تک اعتراضات کر کے تمغائے گستاخی حاصل کیا ہے، اس کی اس کتاب میں عمدہ طور پر تغلیط کی گئی ہے، انصاف بالخصوص سچے ایمان کا یہ مقتضیٰ نہیں کہ اکابر علما بالخصوص ایسے لوگوں کی خودہ گیری میں کوئی کتاب بنائی جاوے کہ جو تنہا اپنی ذاتی لیاقتوں اور اسلام کے اعلیٰ درجے کی خیر خواہیوں میں استاد زمانہ اور منبعِ فیض تھے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کا شرف اور آں حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا معجزہ یا آیتِ بینہ بھی تھے۔

اول اور دوسری صدی میں جو کچھ اہلِ اسلام نے امور دنیا اور دین میں ترقیاں اور جاں فشانیاں کی ہیں ہم لوگ ان کا کس طرح سے شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ انھیں اکابروں کی ہمت کا اثر تھا کہ اسلام تھوڑے سے زمانے میں شرقاً غرباً ابر رحمت کی طرح پھیل گیا کہ جس پر اب تک مخالف رشک و حسد کرتے ہیں۔ ’’ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ‘‘ مگر اب اسلام کا وہ زمانہ آیا کہ یہ فرقۂ محدثہ اسی کے قدیم ستون اور پرانے پیڑوں کو (کہ جن پر اس کی بنیاد قائم ہے اور جن کے سائے اور پھلوں سے ہر ایک بہرہ یاب ہے) اکھیڑنا اور تیشۂ ظلم پیشہ سے کاٹنا اپنے اسلامِ موہوم کی ترقی سمجھتا ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

جس قدر وہ ترقی تھی اسی قدر اس کے مقابلے میں تنزل نے اسفل السافلین تک معاندوں اور جبلی مشرکوں کو پہنچا دیا ہے۔ ایک فریق نے حضرت ابو بکر اور عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عیب گیری کر کے ان کی شان میں

بہ زعم خود بٹّا لگایا۔ اب اسی طرح اس حادث گروہ نے جو اپنے آپ کو محدث کہتا ہے حضرات ائمہ کبار کی جناب میں گستاخی کرنا اور لوگوں کی آنکھوں میں ان کو بے توقیر کرنا دین وایمان سمجھ رکھا ہے۔ حیف صد حیف! افسوس صد افسوس! خدائے تعالیٰ مولوی محی الدین صاحب کو ہدایت نصیب کرے جس طرح اس نے اپنے کرم وفضل سے ان کو بت پرست مذہب سے باہر نکالا، اسی طرح خدائے رحیم وکریم اس خیال پر ضلال کی وادی سے بھی ان کو نجات دے، آمین۔ اور جناب مولوی احمد علی صاحب کی سعی کو مشکور فرماوے، آمین۔

حررہ ابو محمد عبد الحق ۲۴/ شعبان ۱۳۰۳ھ

مہر مولوي محمد شاہ صاحب محدث دھلوي — ہست در دوجہاں محمد شاہ

تقریظ

از: مفتی محمد عبد اللہ، اول مدرس علوم عربیہ مدرسہ عالیہ، لاہور

نحمده ونصلي على رسوله الكريم و اٰله و صحبه أجمعين

امابعد! خاکسار نے اس کتاب کو (جسے میرے معزز دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی نے رسالہ ظفر المبین کے جواب میں تالیف فرمایا ہے اکثر مقامات سے دیکھا اور پسند کیا، اس سے پہلے بھی رسالہ مذکورہ کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن اپنے طرزِ خاص میں اس کتاب کو رسالۂ مذکور کا پہلا جواب کہنا کچھ نامناسب بات نہ ہوگی۔ مصنف نے مسائل مشہورۂ اختلافیہ میں رجحانِ مذہب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کو بہت اچھی طرح سے بیان کیا ہے، اور خصوصاً بعض مسائل کا (جو اصل اصول اختلاف و اختصام باہمی تھی: مثلاً: ثبوت حجیت قیاس، ووجوب تقلید مجتہدین عظام علیہم الرحمۃ والرضوان) نہایت بسیط اور کافی تحقیق سے ثبوت دیا ہے جو غالباً رسائل مصنفہ لہذا المقصود میں بہ ہیئت مجموعی کسی ایک رسالے میں نہ ہوگا۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کے من حیث العمل ارجح کتب الحدیث واصحہا نہ ہونے کو بھی ایک بسیط اور مفصل تقریر سے واضح کیا ہے جو غالباً اسی کتاب کے خواص میں سے ہو اور جس مغالطے کا انکشاف اور انخلا پُرضرور تھا، الزامی جوابات سے بھی جن کو مؤلف ممدوح نے استعمال کیا ہے۔ بشرط انصاف فریق مخالف کے لیے جواب کی گنجائش نہیں رکھی۔ جزاه الله عني و عن جميع المسلمين خير الثناء عاجلا و أحسن الجزاء اٰجلا.

چوں کہ مجھے اس کتاب کے مسائل سے عموماً اتفاق ہے، اس لیے اس ریویو کے ساتھ اپنی مہر اور دستخط بھی ثبت کیے دیتا ہوں۔

واٰخر دعائي أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمد و اٰله و صحبه أجمعين — كتبه العبد المذنب المفتي محمد عبد الله عفا الله عما جناه — اول المدرسين للعلوم العربية في المدرسة العالية بلدة لاهور، عصمني الله و إياها عن الجور بعد الكور.

محمد عبد الله عفا الله عنه

تقریظ

از: نتائج فکر عالی، ماہر شعر و سخن، علامۂ زمن، مولانا حافظ قاضی خلیل الدین حسن
مہتمم مدرسہ جامع مسجد، پیلی بھیت

کہاں ہیں اصول کی جڑ کھودنے والے؟ کہاں ہیں فروع میں شاخیں نکالنے والے؟ کہاں ہیں ادب بے گستاخ تبرائیوں کے بھائی غیر مقلد؟ (شتر بے مہار) اہلِ حدیث ادعائی؟ کہاں ہیں نامی اکابر کو نام رکھنے والے، کیسے نامی اکابر، مقبول کو مردود سے، راجح کو مرجوح سے، ناسخ کو منسوخ سے، صحیح کو غلط سے، قوی کو ضعیف سے تمیز کرنے والے۔ کھوٹے کھرے کے پرکھنے والے۔ توبہ توبہ! ایسے اکابر سے ہم سَری کا دعویٰ، ہم سَری ہی نہیں بلکہ برتری کا دعویٰ، اس کا نام ہے کم بختی کے لچھن ۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

کہاں ہیں؟　　ع　　لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل

الف کے نام لٹھا بھی نہ جاننے والے، اماموں کو نہ ماننے والے، فقہیوں سے بھویں تاننے والے۔ جہاں دو چار کتابیں اردو کی ٹاف ٹاف پڑھ لیں، پھر کیا تھا اپنے منہ میاں مٹھو بن گئے اور دون کی لینے لگے۔ ہم مولوی صاحب ہیں، ہم عامل بالحدیث ہیں۔ معاذ اللہ من ذٰلك. ع بر عکس نہنگ نام زنگی کافور

نااہلِ حدیث ہو کر اہلِ حدیث ہونے کا دعویٰ کرنا، یہ انھیں حضرات کی ہمت وجرأت ہے۔

ع　　آفریں بر تو و بر ہمت مردانۂ تو

بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کو اپنی تعریف میں مزہ کیا آتا ہے۔

ثنائے خود بہ خود گفتن نمی زیبد ترا صاحب　　　چو زن پستان خود مالد حظوظِ نفس کے یابد

خیر سے اس ہمت وجرأت پر کبھی میدان میں نہیں آتے، اور اگر کبھی سوے اتفاق سے آگھِرتے ہیں تو میاں کی چونچ نہیں کھلتی ہے اگر بہت ساچمکارنے کے بعد چونچ بھی کھلتی ہے تو فقط حق اللہ پاک ذات اللہ پر کھلتی ہے۔ لفظ ہی لفظ نوکِ زبان یاد ہیں۔ آگے ٹائیں ٹائیں فش۔ وہی ایک سبق گم راہی کا یاد کرلیا ہے کہ امام اعظم صاحب محدث نہ تھے۔ اور تقلید شخصی بدعت ہے۔

آج پھر ہم ان حضرات کو بہ آواز بلند پکارتے ہیں اور میدان میں بُلاتے ہیں۔ اِدھر آئیں اور منہ کی کھائیں۔ تشریف لائیں اور یہ کتاب دیکھیں۔ اور اگر خدا توفیق دے تو راہِ صواب دیکھیں۔ اللہ اللہ کیا کتاب ہے۔ نصر المقلدین نام ہے، رسالۂ ظفر مبین کا جواب ہے۔ کیا جامعیت ہے، کیا انتخاب ہے۔ سچ پوچھیے تو لاجواب ہے۔ مصنف کا فضل و تبحر، مصنف کی فصاحت، مصنف کی بلاغت، مصنف کی قوتِ مناظرہ، مصنف کا زورِ قلم، ماشاء اللہ ایک سے ایک زیادہ۔ الٰہی تیرا شکر کس زبان سے ادا ہو کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی علمائے سلف کی یادگار اور ہمارے دین کے حامی، ہمارے دین کے ناصر، ہمارے دین کے مددگار باقی ہیں جن کی بدولت ہم ''لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ''کے شر سے ''اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ''کے حصار استثنا میں محفوظ و مصون ہیں۔ الٰہی ایسے علما کو قائم و دائم رکھے، الٰہی! اپنے بندوں کو توفیق دے کہ دینِ برحق کے حامی رہیں، دین کا علم سیکھیں، سکھائیں، عامی سے عالم بنیں، عامیوں کو عالم بنائیں۔ الٰہی! اپنے عاجز بےکس بندوں کی مدد کر کہ اس اخیر زمانہ شَرُّ الْقُرُوْن میں دَجّٰلُوْنَ كَذَّابُوْنَ سے دھوکا اور فریب نہ کھائیں۔ الٰہی! اس رسالۂ نصر المقلدین کو قیامت تک نصر المقلدین رکھ۔ بِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَتَابِعِيْهِ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ اَلْفُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ.

خلیل الدین حسن

تقریظِ بے نظیر

و تحریرِ دل پذیر، چکیدۂ خامۂ علامۂ نحریر، و فہامۂ سفسیر، سرکوبِ منکرین، رادِّ وہابیین، جناب مولوی محمد عبدالجلیل صاحب یوسف زئی پشاوری مصنف سیف المقلدین

ہم کو ہر جوہر سے یوں بالکل معری کر دیا　　تو نے اے آب و ہوائے ہند، یہ کیا کر دیا

کر دیے تو نے تمام اسلام کے ارکان سست　　ہو گئے بودے ہمارے عہد اور پیمان سست

ان ایامِ نکبت فرجام میں کہ سیفِ بُرّانِ فاروقی گوشۂ دنیائے بے بقا سے روپوش ہے، اور حملۂ حیدری اس جہانِ بے وفا سے سربدوش، صدائے حمیّتِ شجاعان اسلام سراسر خاموش، ڈاکہ زنی بزدلاں ِناعاقبت اندیش در جوش و خروش، دشمنانِ ظاہری و باطنی بالحمال طرّاری عَلَم بدوش، خوبیانِ اَبالسۂ دوران و دجالۂ زماں سے از مدّت دراز تیرہ صدی میں ابلیس بامرام دلی ہم آغوش، اور کمالِ فارغ البالی سے پاؤں پھیلا کر مثل موش درعیش خورد و نوش۔ چھپے ہوئے دشمنوں کی دشمنی نے اسلام کو ایسا خراب و ستیاناس کیا، اور تیرہ سو برس کے بعد اتفاقِ باہمی میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ جملہ دشمنانِ ظاہری کو ترددات تخریبِ اسلام سے مستغنی اور بے پروا کر دیا۔ اور بڑے سرغنہ اپنے دجال کا (بہ حکم حدیث کہ پیش تر خروجِ دجال کے کئی دجال اور نکلیں گے) ابھی سے عمدہ ترین سامان امتِ مرحومہ سے بنا دیا۔ ہائے رے زمانے تیری خوبی۔

جو دین کہ گودوں میں پَلا تھا حکما کے　　وہ عُرضۂ تیغ جُہلا و سُفہا ہے

جِس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب　　اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے

عالم ہے سو نجدی ہے، جاہل ہے سو وحشی ہے　　ہادی ہے سو مُحدِث ہے مَہدی ہے سو رُسوا ہے

اب ڈر ہے کہ یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر　　مدّت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت　　اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ بِنا ہے

کہاں گئے وہ نائبانِ رُسل؟ کہاں گئے وہ ہادیانِ سُبل؟ کہاں ہیں وہ علمائے دہر؟ کہاں ہیں وہ فضلائے عصر؟ کیا ہوا حاملانِ شریعت کو؟ کیا ہوا عاملانِ سنت کو؟ کدھر اُڑے وہ بلبلانِ طریقت؟ کہاں گئے وہ نوسنجانِ حقیقت؟ واللہ! اسماہیں وہ مسمیاں نہیں۔ ذرا دیکھو شاید وہ زمین و زماں نہیں۔

رباعی۔

افسوس کہ صالحانِ کفن پوش شدند وز خاطرِ یک دِگر فراموش شدند
آناں کہ بصد زبانِ سخن می گفتند آیاچہ شنیدند کہ خاموش شدند

لالہ ہری چندبن دیوان چند جاٹ پنجابی نامسلم ہوا۔ ظاہراًنو مسلم باطناًمانند ابن سبایہودی کے ساعی تخریب دین ہرمسلم ہوا۔ وبموجب تصریح مسلم رضی اللہ عنہ صاحبِ صحیح حیث قال:

''لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُوْرِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةَ بِمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ.''

ادھر (یعنی لاہور وتمام ملک پنجاب میں) اپنانام محی الدین رکھ کر بہ سبب محدثات جدیدہ کے جملہ جہلا کا پیشوا بنا۔ ادھر (یعنی بنارس وتمام ملک ہند وبنگالے میں) حضرت رنجیت سنگھ پنجابی عرف (بہ حکم ''نہ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل'') مولوی محمد سعید حمقا میں مہتدا ہوا۔ پس بحکمِ حدیث'' لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اَوَّلَهَا''(۱) اِن دونوں نے نہایت بے حیائی وغایت بے دینی سے اردو رسائل بنابنا کر اُس میں سلفِ صالحین وائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مانند روافض کے کمال چالاکی وکیادی سے تبرّا شروع کیا۔ جہال شیطان روش جال نسواں منش مقلدانِ مال ومنال نے بلاسمجھ اور بوجھ کے مضمون حدیث ہذا سے:

''اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ دَجَّالِيْنَ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ.''

بلا حذر ان دونوں کی تقلید کو اختیار کر کے اتفاقِ باہمی کو جو مدتِ دراز سے چلا آتا تھا، کمالِ برہم ودرہم کر کے قصہ ہی پورا کیا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ''۔

جو دین کہ ہم دردِ بنی نوعِ بشر تھا اب جنگ وجدل چار طرف اس میں بپاہے
جوتفرقے اقوام کے آیا تھامٹانے اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑاہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جُداہے

الامان! اب تو باپ بیٹوں میں لڑائی، ماں بیٹیوں میں سخت جدائی، بہن بھائیوں میں جنگ وجدال، دونوں باہم مستعدخون وقتال، مسجدوں میں ذکرونماز کی جگہ فتنہ وفساد، عبادت گاہوں میں دشمنیوں کی بنیاد، مُردوں کے ذکرِخیر کا بدلہ سلفِ صالحین پرشب وشتم اورتبرا، مساجد میں لعن طعن کے فوارے چھوٹیں، برائی اورغیبت کرنے والوں کی آنکھیں پھوٹیں۔

---

(۱)-ترجمہ: برا کہیں گے اِس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو۔ ۱۲منہ
سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علمٍ فكتمه،ج:١، ص:٩٧، حديث ٢٦٣ محمد قاسم

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین کہ دنیا میں تھا اک سروِ چراغاں — اب اُس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے
جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں — اب اُس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
ہم جاہ کے طالب ہیں نہ دنیا کے ہوا خواہ — لیکن ہمیں فکر اِس تِری امت کی سدا ہے
کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں — منجدھار میں اب جس کا جہاز آکے گھرا ہے

اور بموجب ؎

وہابی گرچہ اخفامی کنند بغضِ نبی لیکن — نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ان روپوش دشمنان اعداء اللہ خذلھم اللہ نے اپنی مکاریوں سے بہ نظر تخریبِ دین، درمیان ہمارے ایسا حسد کا شعلہ بھڑکا دیا ہے کہ ہم نے آپس میں فتنہ وفساد پیدا کیا ہے، ہم کو اور ہمارے پیشوایان سابقین کو کافر ومشرک کہلواتے ہیں اور بدعتی کہنا اور کہلوانا تو شیر مادر ہے، جب چاہتے ہیں تبرکاً وتیمناً ثواب جان کر نوش جان فرماتے ہیں، اور بارہ سو برس کے بعد تیرہویں صدی میں اپنے تئیں پکا مسلمان مستحق جنت ٹھہراتے ہیں، اور تمامی مقلدین اولین، رحمہم اللہ اجمعین کو اِس گیارہ سو برس میں گزرے ہیں بدعتی وضال ومضل بلکہ ایندھن جہنم کے بتاتے ہیں۔ یہ قوم بھی عجب فرقۂ بے جا ہے، اور مضمون "الحیاء من شعبة الإیمان" سے محض معریٰ، کہ صدہا براہینِ قاطعہ سے ان کو ساکت بنایئے، سال دوسال کے بعد پھر وہی سوالات مسائل عشرہ کے فی مسئلہ:

ع: انعام کا غلغلہ بپا ہے

اور مسائل رفع یدین، وتامین بالجہر، وفاتحہ کا بار بار جھگڑا ہے، کسی لامذہب نے خود اپنے حق میں کیا سچ کہا ہے ؎

مردودِ جہانم بجہانِ شہرتم این ست — پست از ہمہ پستی کہ بود رفعتم این ست
آں دیو نژادم کہ اگر برسرِ بازار — صد کفش خورم سر نکشم ہمتم این ست
گو خلقِ جہاں در پئے رسوائیِ ما بعد — ما یار خرِ خوش صفتم شوکتم این ست
ہر چند کہ بارد بسرم تیرِ ملامت — جز خندۂ بے جانہ کنم غیرتم این ست
ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت — لیکن چو خرے ابلہ شوم حسرتم این ست
پہلو بہ سقر می زنم از ہمتِ عالی — ہم ناریم و آتشیم طینتم این ست

آنم کہ نہ کردم بہ ازل سجدۂ آدم	دراصل چنیں آمدہ ام فطرتم این ست
دانی کہ چرا صورتِ انساں بہ گرفتم	تازود بدام آورمش حکمتم این ست
ہرچند کہ دربند خود آورد عزازیل	من باز بدام آورمش قدرتم این ست
شاگردِ من اند ایں ہمہ جہاں بہ آفاق	شیطان شود آدم اثرِ صحبتم این ست
از کردۂ خویش ست کہ در چشم یکے ہم	باخاک برابر نشوم حرمتم این ست
گر تیغِ شرربار بدستم رسد آخر	اول بکشم محسنِ خود خصلتم این ست
آں را کہ ببوسد رخِ من بر صفتِ شمع	سوزانم وخود خاک شوم خلقتم این ست
اے یار مکن شکوہ ازیں نیش کہ دارم	عقرب صفتم من چہ کنم عادتم این ست
ابلیس زمانم پئے لا مذہبی خویش	در صلح درِ جنگ زنم ہمتم این ست
باخندہ زناں باز کشایم سر گریہ	بر گریہ کناں خندہ زنم عادتم این ست
آں ظل ہمایم کہ چہ از چغد وچہ از بوم	دربار گہم سجدہ زند شوکتم این ست
آنم کہ بہ صحرا صفِ خوک از رہِ تعظیم	خالی بکند جاے خودش عزتم این ست
ایں طرفہ کہ تقلید کنم نفس ونے را	خود غیر مقلد شدم وحیرتم این ست

اور ان ناخلفوں کی مکاریوں پر بلا اختلاف دو دلیلیں اہل انصاف کے نزدیک مانند آفتاب نیم روز درخشاں ہیں۔

اول تو پورے طور سے مصداق اس حدیث شریف ”لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا“(۱) کے بن گئے کہ اس بارے میں کوئی دقیقہ ان لوگوں نے نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کلام المتین وغیرہ کتب اردو میں یہ لوگ حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اہانت میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک دو کلمے یہ ہیں کہ تمہارے ہائی کورٹ کوفہ میں یہ بات ایسی ہوگی، اور تمہارے پیغمبر نعمان علیہ السلام کے نزدیک ایسا ہوگا۔ چناں چہ یہ بات کتاب سیف المقلدین علی أعناق المنکرین کے مطالعہ کرنے سے جو راقم الحروف کی تصنیف ہے، بخوبی دریافت ہوسکتی ہے۔

دوم: روی الطَّبْرَانِيْ:

”عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

(۱)۔ سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علمٍ فكتمه، ج:١، ص:٩٧، حديث٢٦٣ محمد قاسم

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَيَكُوْنَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الدَّجَّالُ وَبَيْنَ يَدَيِ الدَّجَّالِ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَكْثَرُ، قُلْنَا : مَا اٰيَاتُهُمْ؟ قَالَ : أَنْ يَأْتُوكُمْ بِسُنَّةٍ لَمْ تَكُوْنُوْا عَلَيْهَا لِيُغَيِّرُوْا بِهَا سُنَّتَكُمْ وَدِيْنَكُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاجْتَنِبُوْهُمْ وَعَادُوْهُمْ.''

اور حدیث صحیح مسلم شریف میں وارد ہے:

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ.''(۱)

یعنی روایت کیا طبرانی نے ابن عمر سے کہ ہر آئینہ کہا انھوں نے، خدا کی قسم ہے کہ بالضرور سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ ہوگا قیامت کے قریب دجال، اور دجال کے سامنے جھوٹے لوگ تیس ہوں گے، یا زیادہ، ہم صحابہ نے پوچھا ان کی نشانیاں کیا ہیں، یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ لائیں گے تمھارے پاس وہ حدیثیں کہ یہ لوگ حقیقت میں ان پر ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے نہ ہوں گے تاکہ تمھارے طریق و دین کو بدل ڈالیں، پس جب تم لوگ ان کو دیکھو تو بچو ان کے شر سے اور دشمنی کرو ان کے ساتھ۔

یہی فرقۂ ضالہ اس زمانۂ اخیرہ میں ان دجاجلۂ مشہود بہا میں سے بہ تمام و کمال ایک فرقۂ مستقلہ ہو کر مصداق حدیث ہذا کا بنا ہے، اور مضمون احادیث مذکورہ کو کمال عروج و ترویج دیا ہے، اور دلائل ضعیفہ و بلا سند کو پیش کیا کرتا ہے، اور اکثر جگہ فریب اور افترا بندی اور گاہے تبدیل اصل مضمون کر کے، واسطے گم راہ بنانے عوام کالانعام و دیگر سادہ لوحان وحشی صفتان کی کمال چالاکی و کیاوی سے اپنے مشرب کے ایک مسئلہ ضعیفہ کو ظاہراً مطابقت قرآن و حدیث سے آراستہ کر کے دکھلاتا ہے۔ پھر دوسرے مسئلہ قویہ مستدلہ بہ قرآن و حدیث کو اقوال مجتہدین صالحین سے بلا تفصیل دلائلِ قرآن و حدیث کے جو اس مسئلہ میں اس مجتہد نے بیان کیا ہے، واسطے دھوکا دینے کے بہ نظر سرسری مخالف قرآن و احادیث کے ٹھہرا کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ مثلاً امام ابو حنیفہ کا ہے اور اتنی آیات و احادیث سے مخالف ہے، پھر سب و شتم، لعن و طعن میں ان پر اور ان کے اتباع پر جہاں تک قلم و زبان سے ہو سکتا ہے دریغ نہیں کرتا، بلکہ اس امر کو موجب فلاحِ عقبیٰ اور باعثِ صلاحِ دنیا سمجھتا ہے، اور اس باعث سے اپنے چھوٹے برادران شیعہ تبرا گو سے لعنت و ملامت میں سبقت لے گیا اور ہزارہا جاہلوں کو اس عمل بالحدیث کے پیرایہ میں گم راہ بنایا، اور اپنے اقوال کی رسوخیت کے واسطے مقامات شتّٰی میں کتبِ معتبرہ کی عبارات کا ابتدا یا انتہا قلم انداز فرما کر مابقی عبارت کو اپنے مدعا کے موافق بنا کر اپنے اردو رسائل وغیرہ میں درج کرتا ہے، اور حتی الامکان اِس بد فطرتی کے باعث سے اپنے

---

(۱)- مسلم، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ج:۱، ص:۱۰، محمد قاسم

اردو رسالہ جات میں کتبِ شاذہ و کم یاب غیر معتبرہ کا جس سے کہ تصدیق اس کی کم ہو سکے اور بہت سی جگہ فرضی کتب کا حوالہ دے کر اپنا کام چلاتا ہے۔

پس ان حضرات کی کیّادی اور چالا کی دریافت کرنے کے واسطے اس کتاب لاجواب کاشف مکائد ضالین و مضلین اعنی نسخہ "نصر المقلدین" مصنفۂ عالم یلمعی، فاضل لوذعی، کشافِ حقائق، حلال دقائق، منبعِ علومِ خفی و جلی، فضائل ممتلی، حضرت مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی کو بغور تعمق ملاحظہ فرمائیں، تاکہ حضرات منصف مزاجان سلیم الطبع میری اس بات کی پوری تصدیق کر کے مؤلف علام کو تہِ دل سے بہ دعائے خیر یاد کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاسْتَقِمْنَا عَلٰى سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ أُسْوَةِ الشَّافِعِيْنَ، وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. حَرَّرَهٗ الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْمُذْنِبُ بِلَا قَالٍ وَقِيْلٍ، التَّائِبُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ كُلِّهَا مِنَ الْكَثِيْرِ وَالْقَلِيْلِ الْمُتَمَسِّكُ بِفَضْلِ اللّٰهِ الْجَزِيْلِ ، الرَّاجِيْ عَفْوَ رَبِّهِ الْجَمِيْلِ ، اَلْمَدْعُوْا بِمُحَمَّدٍ عَبْدِ الْجَلِيْلِ الْفِشَاوَرِيْ تَجَاوَزَ عَنْ خَطِيَّاتِهِ الْبَارِيْ بِكَرَمِهِ الْعَمِيْمِ الْجَارِيْ وَلُطْفِهِ الصَّمِيْمِ السَّارِيْ.

محمد عبد الجليل الفشاوري الحنفي ١٢٩٩ھ

☆☆☆☆☆

میں نے اس رسالہ کو جابجا سے دیکھا، فوائد جلیلہ اور تحقیقاتِ انیقہ صحیحہ سے مملو اور مشحون پایا فللّٰہِ در مؤلفہ النقاد حيث أفاد و أجاد، والله سبحانه يهدي من يشاء إلى سبيل الرشاد.

ارشاد حسين احمدي ١٢٨٢

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لأهله ، والصلوٰة علىٰ أهلها — أما بعد! فقد طالعتُ هذه الرسالة الشريفة

والعجالة المنيفة فإذا قد وجدت فيها أن مؤلفها – سلمه الله – قد أتى بعجائب تحقيقات تتعلق بمباحث التقليد والاتباع، و غرائب تدقيقات تجلو صدى الأسماع، ولعمري أن مبحث التقليد الذي هو قصارى هذه الرسالة من الضروريات الشرعية التى لا يتيسر الاطلاع بالأحكام لكافة الأنام إلا بعد مراعاة ما يجب مراعاته على حسب تقليد الأيمة المجتهدين الذين هم عمدة أركان الدين، ومن ثم قال مولانا الشاه ولي الله محدث الدهلوي: إن في جواز تقليد الأئمة الأربعة في يومنا هذا من المصالح والمنافع ما لا يخفىٰ ، و بينه في "حجة الله البالغة" بابين وجهٍ وأكمل تفصيل ولولا مخافة التطويل لذكرت نبذا من التحقيقات التي تنفع أهل التحصيل إلا أن الوقت أضيق، ولأن أمهلني الله تعالىٰ لأولف في هذا البحث رسالة تنفع الخواص والعوام، وتقمع الشكوك والأوهام، والحمد لله رب العالمين، والصلاة على رسول محمد و اٰله أجمعين، وأنا العبد المدعو بأبي الخير عبد الوهاب البهاري عفا عنه الباري.

ابو الخير محمد عبد الوهاب البهاري

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لمن خلق كل شئ ثم هدىٰ وجعل حسب استعداد كل قوم نبيا مرشدا، و أتم النبوة عند كمال استعدادهم على سيد النبيين خير الورىٰ – عليه صلواة الله تعالىٰ لا تقصي و علىٰ من تبعه من أصحابه الكرام والتابعين و تابعيهم سيما الأئمة الأعلام المجتهدين المشار إليهم بحديث، بلّغوا عني فرب مبلغ أفقه مما بلغ وبعد فأقول إن الكتاب المسمي بنصر المقلدين في رد الظفر المبين الماخوذ من الظفرة في عين اليقين في باب إبطال أمر التقليد بمن له في التفقه مسلك سديد مع البراهين القارعة رؤس أقوام عمين فائقا على سائر ما صنف في هذا الرد بإثبات أمر التقليد بالاستدلالات التي منقولاتها أقوىٰ، و معقولاتها أجلىٰ ، مشحون من الفوائد. كل منها درّ بيضاء، هذا الكتاب مشكوٰة فيها النور بل برح فيه الذكاء أضاءت ما أظلم ليل

الجهل في الصدور و أرشدت السالكين إلي المامول بعد ما غووا جهلا و غوى إلا من كان أعمٰى فهو في الاٰخرة أعمىٰ.

يا قوم هذا هو الحق الذي فيه تميرون ولا يخوضون في ما بلغ إليهم من المرسلين فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون بل تيعاظمون أنفسم بتحقير العلماء الأولين مالهم لا يعلمون السابقون السابقون، أولٰئِكَ هم المقربون، وهو البرهان على فضيلة من صنفه مروة للإخوان الذين هم إلٰى طريق الحق مهتدون أعنى المعز العلام اللوذعي المولوي أحمد علي كأنه أحمد علي فعله العلي القوي لازال بفيضانه الجلي والخفي مؤيداً بتاييد الله الأزلي الأبدي.

أبو الفتح محمد نور علي

☆☆☆☆☆

لك الحمد كما حمدت علىٰ ذاتك يا خالق الظلمة والنور، وصل على من لا نظير له في الأزمنة والدهور، و علىٰ أصحاب الذين أظهرت الحق بهم بعد الفتور، خصوصاً الذين بذلوا مهجتم في الإجتهاد تسهيلا للناس سبيل الرشاد.

بعد فإن هذا المجموع المسمى بنصر المقلدين نصر لهم من الله العزيز الحكيم حين ضاقت عليهم الأرض بما رحبت من فتنة الدجالين الذين يستاصلون الإسلام في زي المسلمين، قالو: نحن نعمل بالقرآن والحديث، ويريدون بالقرآن : ما يقارن قلوبهم، وتقتضيه عقولهم، وبالحديث البدعةَ والأمر الحديث يفتون بحرمة التقليد الذي هو طريق رشيد للعامين حتى صنف رئيسهم الذي هو رأس الشياطين كتاباً سماه "الظفر المبين" تشبيهًا له بأظفار البنان التي تخرط الأبدان بين في هذا المجموع إثبات الحق من أمر التقليد يقينيات من التمسكات بالمعقولات والمنقولات. لم يظفر به أحد من باقي الرادين للظفر المبين رد ما تفوه به فيه على طريق أنيق يليق أن يقال للمتفوه فأت بمثله إن كنت من الصادقين. فلما اطلعت على فوائد قلت متحيراً

مالي أجد بحرا تيموج منه أمواج السناحين لا أرجو الطل في وادي الدجىٰ مع كثرة ما فيه من الجهل اطلالاً ماهو هل هو سراب فكيف يزيل من إليه اهتدي أم سحر فكيف يزيل الضلال والغوى بل هو الحق راسيا يذوب منه أشد القلوب قسا، هيهات هيهات لمن لا يتفقه ولا يكتسب فهو للجهل المركب، مرتكب فانتذروا إنه نذير مبين إلهاما من الحق باليقين على عبدٍ له أن يجلب ذيل الإفتخار على فرق كمال الصواب مناديا إنّ اللّٰه يحق الحق و يبطلٍ الباطل و عنده أم الكتاب مولانا المولوي الحافظ أحمد علي كانه أحمد للعلي العظيم بهذا الفعل الكريم والحمد للّٰه رب العالمين .

الراقم : قاضي محمد متوطن هزاره

قاضي محمد ١٣٠٣

صح ماقال القاضي في حق هذا الكتاب المستطاب ومصنفه العلامة الفهامة حافظ القرآن و عالم فصل الخطاب.

محمد عبد الحق حنفي ١٣٠٢

ذلك فضل اللّٰه

اسمہ احمد

محمد عبد الغفار

محمد امير الدين ١٣٩٠ھ

بنده عاصم الٰهي بخش ١٣١٢

تحریر مولانائے نحریر جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندر پوری دام بالفیض المعنوی والصوری

خدا کی حمد اور رسول کی ثنا کے بعد بندہ وکیل احمد أعانه الله بالعَدد والعُدد. خدمتِ اخوان دین وبرادرانِ تقلید امام المجتہدین میں یوں مژدہ رساں ہے کہ یہ کتاب کاشف حجاب (جس کو ایک ماہر ذی استعداد، مطفی نائرۂ شر و فساد، حامیِ حدودِ دینِ نبوی، حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور جو واقعہ اپنی متانت عبارت، اور رزانت اشارت، واصابت دلائل مسائل، ازاحت غوائل فرقۂ سابّ الاوائل میں ایک بے نظیر اور قابل قدر ہر ناقد بصیر تصنیف خیال کی جاسکتی ہے) اکثر مقامات سے میرے مطالعے میں آئی، چوں کہ یہ کتاب خود فوائد حسنہ سے مالامال، اور عوائد مستحسنہ کے لحاظ سے بے مثل وبے مثال، اور اپنی گراں مایگی اور والا قدری کے شواہد حقۂ صادقہ کدعویٰ الشیٔ بالبینات والبراهين الناطقه اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے، اس لیے میں اس کی توصیف میں زیادہ خامہ فرسائی ضروری نہیں سمجھتا۔ ناظرین خود دیکھ لیں کہ مؤلف علامہ نے اپنے خامۂ خاراشگاف کی نیزہ بازی اور اپنے مخالفین مذہب کی زہرہ گدازی میں کس قدر اندازی سے کام لیا ہے، کہ اہل وفاق کیا، اہلِ خلاف میں بھی اپنا نام کر دیا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ مفسدین یاوہ گو کا در اصل کام تمام کر دیا ہے۔

اب اس کتاب سے پوری امید کی جاسکتی ہے کہ یہ ان خود سران سرور وہوا کے تعصّبات کو، جن کے دماغ میں ہُمز ولُمز اکابر کی فاسد ہوا ابھری ہوئی ہے دھویں کی طرح اڑا دے، اور جن کی آنکھیں لمعانِ تقلید سے خیرہ اور جن کے قلوب زنگِ ریوب سے تیرہ ہو رہے ہیں، ان کے دلوں کو اپنی صیقل تعلیم سے جِلا دے کر کالنور علیٰ شاہق الطور چمکا دے۔ حق یہ ہے کہ ایسے زمانۂ شر القرون میں (کہ ہر طرف دیگِ جہالت جوش میں ہے، اور سگانِ روباہ منش شیر نر کی طرح خروش میں، اگر ایک طرف کوئی بدلگام کرۂ خام کی طرح شوخیاں کرتا اور تقلید کی رسیاں توڑتا اور ہنہناتا ہے، تو دوسری طرف دوسرا بدنفس کم تر از حس طنین مگس کی طرح بھنبھناتا ہے) جن مساعی بلیغہ کی ضرورت تھی ان کی بجا آوری میں مؤلف ممدوح کو ایک حد تک کامیابی ضرور ہوئی، جس سے فتنۂ عدم تقلید کی آگ فرو اور الزام مخالفت حدیث کی بلا دور ہوئی۔ اگر اب بھی یہ لوگ حق ظاہر ہو جانے کے بعد باطل پر اڑے رہیں گے تو چاہِ ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اِس کی جزائے خیر عنایت کرے اور مخالفین کو ہدایت۔ آمین۔ **حکیم وکیل احمد ۱۲۸۰**

بسم الله الرحمن الرحيم

أما بعد! الحمد والصلاة فقد شرفت بمطالعة هذا الكتاب المؤيد من الله في كل باب، وتنزهت في رياض مبانيه، وحدائق معانيه، فياله من كتابٍ فاقدِ النظير، كاشف

المعضلات بحسن التقرير. ولما رأيته يحمى حمى المذهب الحنفي، ويذب عن ذٰلك المشرب الصافي الهني، وياتي بأجوبة مفحمه للخصوم دافعةٍ لما يعتريهم من الأوهام والزعوم. قلت أنا فيه مرتجلا ـــ

وناهيك هذا السفر في دفع ريبة　　　　يهيجها أهل الهواء بخبثهم

فقط حرره المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهى المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله أٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهي المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله أٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

☆☆☆☆☆

الأجوبة المسطوره في هذا الكتاب لا ريب فيها ولا ارتياب.

سيد غلام برهان الدين ١٢٤٦

☆☆☆☆☆

هذا كتاب مبارك لايأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه.

محمد عنايت العلي ١٢٤٩

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لمن بحكمته استقامت المخلوقات، وصلاة وسلاماً على سيدنا محمد أشرف المرسلين بالمعجزات، وعلى أٰله و أصحابه الطاهرين و أزواجه الطاهرات، وبعد فقد سرحت نظري في رياض هذا الكتاب الغني بشهرته عن المدح و الإطناب، فوجدت المؤلف المولى الجليل الحري بالإكرام والتبجيل سالكاً مسلك المحققين أولى الألباب، فجزاه الله خير الجزاء، أنه الملك الوهاب — حرره العبد الأرذل عبده عبد الأول عفا عنه الله الأجل.

عبد الأول بن علي جونپوري ١٣٠٢

صورةُ ما قرظه العالم الغامل الفاضل الكامل، جامع المعقول والمنقول ، حاوي الفروع والأصول، حاجّ الحرمين الشريفين، الأديب اللبيب الموفق

المؤيد مولانا المولوي نور أحمد پسروري دام فيضه الجلي

الحمد للّٰه، وسلامٌ على عباده الذين اصطفى، اما بعد! فقد سرحت طرف طرفي في رياض هذا الكتاب والمؤلف الجديد الجيد المفيد المستطاب لحضرة العلامة النبيل والمثيل الذي ليس له مثيل ذي القدر الجليل الجلي، المولوي الحافظ أحمد علي سلمه اللّٰه الولي، وصانه عن شر كل غبي وغوي فإذا هو جديرٌ بأن يكتب بالنور على نحور الحور، وحقيق بأن يعتوره الفحول بأيدي القبول، فإنه قد اشتمل على ما رق وراق، ولذ لسليمي الأذواق، واحتوى على ما يسر الناظر، ويشرح الخاطر، ويبهج اللب، ويفرح القلب من أبحاث شريفة ونكاتٍ لطيفة والزامات منيفة، وفوائد نادرةٍ رقيقة، وقواعد معجبةٍ أنيقة، و تحقيقاتٍ رائقة، وتدقيقات فائقه، وأنظارٍ غائصة، وأفكارٍ غائرة، ردا على من زاغ عن طريق الرشاد، وانحرف عن سبيل السداد، إذا اعتقد جهلا منه (حمانا اللّٰه من ذٰلك) في الأئمة المجتهدين الهادين المهديين، سيما في الإمام الأعظم، والهمام الأقدم، الإمام الصفي الوفي، والتقي النقي أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي — رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم وعنا — ما يعلو مقامهم عنه فخبط ذٰلك الزائغ المنحرف خبط العشواء في الليلة الظلماء وورد موارد الأضلال والأزلال، وشرب كؤوس الجهالة والضلال . فللّٰه درّ المؤلف حيث كشط سحب الغباوة عن سماء عقولهم الضعيفة، وكشف حجب الأوهام عن أفكارهم الحنيفه، بما جاء به من الحجج الساطعة والبراهين القاطعة تزييفاً لما لفقه ذاك الضال المضل واستدل عليه ذٰلك المبطل بحجج أوهن من بيت العنكبوت وأنه لأوهن البيوت وتثبيتًا لما جمعه المؤلف العلام من أشتات المسائل العظيمة الأكثرية المرجحة المتفرقة في بطون الكتب ذوات المنافع العميمة لا سيّما إثبات مسئلة التقليد الشخصي مما دل على طول باعه وسعة إطلاعه فقد أتى بما يشفي العليل، ويروي الغليل، ويهدي الضالين عن سبيل السلف الصالحين إلى الطريق القويم والصراط المستقيم. فجزاه اللّٰه خير الجزاء ووفقنا و إياه إلى ما يرضى اللّٰه ورسوله خاتم الأنبياء، و اٰخر دعوانا أن الحمد

للّٰه رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين وأنا العبد الراجي رحمة ربه الأحد المدعو بنور أحمد نور اللّٰه قلبه و أزال كربه.

نور احمد ۱۳۱۸

تقریظ

فاضل جلیل عالم بے بدیل ادیب اریب لبیب نجیب مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم. او. ایل. پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، زاد افضالہم وعم مجدہم

یا قوم مالي قد أرىٰ أهلَ الهدىٰ　　سكتوا و يهذي كل بطال غوىٰ
ما زال جهالُ الزمان طباعهم　　يبري فسيَ الطعن في أهل النهىٰ
وَلناسِهامٌ صائباتٌ فُرِّقَت　　نرمي بها عن قوسنا أهل الهوىٰ
حتّٰى إذا رجعوا بافرق فاصل　　لم يبق فيها منزعٌ في الملتقىٰ
اتعيب من قد فاز بالعلياء والـــــــــفضل الغزير وللعلى أهل التقىٰ
أقسمت لوخلق الالٰه نظيره　　لطويت منهج رأيه بين الورىٰ
إذ ليس في أُمم خلت كأبي حنيـــــــفة صاحب الرأي السديد فيقتدىٰ
من كان مثل أبي حنيفة حاوياً　　سنن الرسول ففيه ما قد يكتفىٰ
اَوَلَيسَ فيمن قد مضىٰ من فلِكم(۱)　　لك عبرةٌ يامن بهلكته ثوىٰ
فَاسْلكْ طريق الحق تبلغ منزلاً　　وَدَعِ الخصومةَ عنك تنجُ من الردىٰ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام علىٰ محمد خير الورىٰ، وعلىٰ اٰله مصابيح الدجيٰ، وأصحابه مفاتيح الهدىٰ، أما بعد!

یہ ظاہر ہے کہ بموجب حدیث مشہور ”خير القرون قرني“ معتقدات حقہ کی بنا روز بروز کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے، انواع واقسام کی بدعتیں دین احمدی میں داخل ہوکر عامۂ ناس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال رہی ہیں۔ کہنے کو تو سب اہلِ اسلام بجائے خود متبع سنت خیر الانام، اور مقلد طریقۂ صحابۂ کرام ہیں، مگرحق یہ ہے کہ اگر ایک ایک شخص کے معتقدات اور اعمال کو معیار سنت پر پرکھا جائے تو بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ خالص الایمان والاحسان مسلمان صرف انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں۔ پیارے رسول اکرم ﷺ کے پاک اسلام کی آج یہ حالت ہے کہ اگر اس کا مقابلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(۱) الفل: المنزهمون۔ ۱۲ منہ

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب و عناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام و بہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور و نزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جمالیتا تو آج ہم۔

بد نام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

بزرگش نہ خوانداہلِ خرد　　　کہ نام بزرگاں برشتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول و فروع کو بہ فحوائے۔

چوں آں کرمی کہ درگندم نہاں ست　　　زمین و آسمانِ او ہماں است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال ''المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ''۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبان طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجائے خود توحیدِ خالص کا دم مارتے ہیں۔ مگر درحقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون ''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ'' انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ وسنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات و معاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ مقتضاے ''قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ'' الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہوگا۔

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند　　　از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطور نمونہ دیکھ لیں کہ ''اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ'' گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت و نقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کر سکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون و ولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور ''مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ'' میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سوائے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات و احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہی رائے صحیح و درست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا منبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خدا ستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا در بارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام و تبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح و بسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد و تعصب سے کنارہ کش ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہوگی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو بڑے روز کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علمائے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تاکہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام و خاص مستفید ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہ دل سے شکریہ ادا کر کے اپنی رائے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله وهـذا دعـاء للبريـة شامـل

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ

اصغر علی روحی

الجواب صحیح احمد حسین ۱۳۰۲ھ

من أجاب لقد أصاب محمد علی انور

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثارِ شریعت، ماہرِ اسرارِ طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا و مرشدنا آیۃٌ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام اللّٰہ برکاتھم و حسناتھم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى حَبِيبِهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ. أما بعد قال الله تعالیٰ:
''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ.''[۱] الآیۃ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی ومعنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ ''ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ''[۲] کے سید الاولین والآخرین ﷺ کو فہم مراد وملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام ومجتہدین کرام رضی اللہ عنہم وشکر اللہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: ''مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ''[۳] وقد قال ﷺ: ''خَيرُ القُرُونِ قَرنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.''[۴] صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کرسکتا ہے کہ بعد آں حضرت ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب ''مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ الله''[۵] ان کا ناشکر خدا کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خدا داد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ''شر الخلف خلف يشتم السلف وواحد من السلف خير من ألف من الخلف''۔

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا الله عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير

(۱)- سورة الحجر ۱۵، آیت:۹

(۲)- سورة القيامة ۷۵، آیت:۱۹

(۳)- سورة الحشر ۵۹، آیت:۷

(۴)- اتحاف الخيرة المهرة، ج:۷، ص:۱۲۰، حديث: ٦٩٩٤، تلخيص الحبير لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:٢٠٤، حديث: ٢١٣٠، أسنى المطالب، ج:۱، ص:١٣٦، حديث: ٦٢٨ ۱۲ محمد قاسم

(۵)- ترمذي، ج:٤، ص:۳۳۹، حديث:١٩٥٥، و مسند أحمد بن حنبل، ج:۳، ص:۳۲، حديث ١١٢٩٨، و أبو يعلى الموصلي، ج:۲، ص:٣٦٥. حديث:١١٢٢، و طبراني. ج:۲، ص:٣٥٦، حديث:٢٥٠١، و شعب الإيمان، ج:٦، ص:٥١٦، حديث: ٩١٩١ ۱۲ محمد قاسم

الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑه، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

تقریظ

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین
مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

امابعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظِ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ مجی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات ونکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہِ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفااللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

☆☆☆☆☆

تقریظ

مولانا و بالفضل اولانا، جامع شریعت و طریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی و امام مسجد شاہی لاہور، عم فیضھم و زاد فضلھم

باسمہ حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و للّٰہ در المصنف حیث أتی بتحقیق عجیب و بأسلوب غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور

فقیر غلام محمد

افسوس کہ صالحانِ کفن پوش شدند — وز خاطر یک دِگر فراموش شدند
آناں کہ بصد زبانِ سخن می گفتند — آیا چہ شنیند کہ خاموش شدند

لالہ ہری چند بن دیوان چند جاٹ پنجابی نا مسلم ہوا۔ ظاہر اً نو مسلم باطناً مانند ابن سبا یہودی کے ساعی تخریب دین ہر مسلم ہوا۔ و بموجب تصریح مسلم رضی اللہ عنہ صاحب صحیح حیث قال:

''لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُوْرِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ.''

ادھر (یعنی لاہور و تمام ملک پنجاب میں) اپنا نام محی الدین رکھ کر بہ سبب محدثات جدیدہ کے جملہ جہلا کا پیشوا بنا۔ ادھر (یعنی بنارس و تمام ملک ہند و بنگالے میں) حضرت رنجیت سنگھ پنجابی عرف (بہ حکم ''نہ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل'') مولوی محمد سعید حمقا میں مہتدا ہوا۔ پس بحکمِ حدیث '' لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اَوَّلَهَا''(۱) اِن دونوں نے نہایت بے حیائی و غایت بے دینی سے اردو رسائل بنا بنا کر اُس میں سلفِ صالحین وائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مانند روافض کے کمال چالاکی و کیادی سے تبرّا شروع کیا۔ جہال شیطان روش جال نسواں منش مقلدانِ مال و منال نے بلا سمجھ اور بوجھ کے مضمون حدیث ہذا سے:

''اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ دَجَّالِيْنَ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ.''

بلا حذر ان دونوں کی تقلید کو اختیار کر کے اتفاقِ باہمی کو جو مدتِ دراز سے چلا آتا تھا، کمالِ برہم و درہم کر کے قصہ ہی پورا کیا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ''۔

جو دین کہ ہم دردِ بنی نوعِ بشر تھا — اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے — اُس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آ کے ملائے — اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جُدا ہے

الاماں! اب تو باپ بیٹوں میں لڑائی، ماں بیٹیوں میں سخت جدائی، بہن بھائیوں میں جنگ و جدال، دونوں باہم مستعد خون و قتال، مسجدوں میں ذکر و نماز کی جگہ فتنہ و فساد، عبادت گاہوں میں دشمنیوں کی بنیاد، مُردوں کے ذکرِ خیر کا بدلہ سلفِ صالحین پر شب و شتم اور تبرا، مساجد میں لعن طعن کے فوارے چھوٹیں، برائی اور غیبت کرنے والوں کی آنکھیں پھوٹیں۔

---

(۱)-ترجمہ: برا کہیں گے اِس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو۔ ۱۲ منہ
سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علمٍ فكتمه،ج:١، ص:٩٧، حديث ٢٦٣

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے | امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے | پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین کہ دنیا میں تھا اک سروِ چراغاں | اب اُس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے
جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں | اب اُس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں | بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
ہم جاہ کے طالب ہیں نہ دنیا کے ہوا خواہ | لیکن ہمیں فکر اِس تِری امت کی سدا ہے
کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں | منجدھار میں اب جس کا جہاز آکے گھِرا ہے

اور بموجب ؎

وہابی گرچہ اخفامی کند بغضِ نبی لیکن | نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ان روپوش دشمنان اعداء اللہ خذلھم اللہ نے اپنی مکاریوں سے بہ نظر تخریبِ دین، درمیان ہمارے ایسا حسد کا شعلہ بھڑکا دیا ہے کہ ہم نے آپس میں فتنہ وفساد پیدا کیا ہے، ہم کو اور ہمارے پیشوایان سابقین کو کافر ومشرک کہلواتے ہیں اور بدعتی کہنا اور کہلوانا تو شیر مادر ہے، جب چاہتے ہیں تبرکاً وتیمناً ثواب جان کرنوش جان فرماتے ہیں، اور بارہ سو برس کے بعد تیرہویں صدی میں اپنے تئیں پکا مسلمان مستحق جنت ٹھہراتے ہیں، اور تمامی مقلدین اولین، رحمہم اللہ اجمعین کو اِس گیارہ سو برس میں گزرے ہیں بدعتی وضال ومضل بلکہ ایندھن جہنم کے بتاتے ہیں۔ یہ قوم بھی عجب فرقۂ بے جا ہے، اور مضمون ''الحیاء من شعبة الإیمان'' سے محض معریٰ، کہ صدہا براہینِ قاطعہ سے ان کو ساکت بنایئے، سال دو سال کے بعد پھر وہی سوالات مسائل عشرہ کے فی مسئلہ:

ع: انعام کا غلغلہ بپا ہے

اور مسائل رفع یدین، وتامین بالجہر، وفاتحہ کا بار بار جھگڑا ہے، کسی لامذہب نے خود اپنے حق میں کیا سچ کہا ہے ؎

مردودِ جہانم بجہانِ شہرتم این ست | پست از ہمہ پستی کہ بود رفعتم این ست
آں دیو نژادم کہ اگر برسرِ بازار | صد کفش خورم سر نکشم ہمتم این ست
گو خلقِ جہاں در پئے رسوائیِ ما بعد | ما یار خرِ خوش صفتم شوکتم این ست
ہر چند کہ بارد برسرم تیرِ ملامت | جز خندۂ بے جانہ کنم غیرتم این ست
ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت | لیکن چو خرے ابلہ شوم حسرتم این ست
پہلو بہ سقر می زنم از ہمتِ عالی | ہم ناریم و آتشیم طینتم این ست

آنم کہ نہ کردم بہ ازل سجدۂ آدم — در اصل چنیں آمدہ ام فطرتم این ست
دانی کہ چرا صورتِ انساں بہ گرفتم — تازود بدام آورمش حکمتم این ست
ہر چند کہ دربند خود آورد عزازیل — من باز بدام آورمش قدرتم این ست
شاگردِ من اند ایں ہمہ جہاں بہ آفاق — شیطان شود آدم اثرِ صحبتم این ست
از کردۂ خویش ست کہ در چشم یکے ہم — باخاک برابر نشوم حرمتم این ست
گر تیغ شرربار بدستم رسد آخر — اول بکشم محسنِ خود خصلتم این ست
آں را کہ ببوسد رخِ من بر صفتِ شمع — سوزانم وخود خاک شوم خلقتم این ست
اے یار مکن شکوہ ازیں نیش کہ دارم — عقرب صفتم من چہ کنم عادتم این ست
ابلیس زمانم پئے لا مذہبیِ خویش — در صلح درِ جنگ زنم ہمتم این ست
باخندہ زناں باز کشایم سر گریہ — بر گریہ کناں خندہ زنم عادتم این ست
آں ظلِ ہمایم کہ چہ از چغد وچہ از بوم — در بار گہم سجدہ زند شوکتم این ست
آنم کہ بہ صحرا صفِ خوک از رہِ تعظیم — خالی بکند جاے خودش عزتم این ست
ایں طرفہ کہ تقلید کنم نفس ونے را — خود غیر مقلد شدم وحیرتم این ست

اور ان ناخلفوں کی مکاریوں پر بلا اختلاف دو دلیلیں اہل انصاف کے نزدیک مانند آفتاب نیم روز درخشاں ہیں۔

اول تو پورے طور سے مصداق اس حدیث شریف ''لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اَوَّلَهَا''(۱) کے بن گئے کہ اس بارے میں کوئی دقیقہ ان لوگوں نے نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کلام المتین وغیرہ کتب اردو میں یہ لوگ حضرت امام الأئمہ امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اہانت میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک دو کلمے یہ ہیں کہ تمہارے ہائی کورٹ کوفہ میں یہ بات ایسی ہوگی، اور تمہارے پیغمبر نعمان علیہ السلام کے نزدیک ایسا ہوگا۔ چناں چہ یہ بات کتاب سیف المقلدین علی أعناق المنکرین کے مطالعہ کرنے سے جو راقم الحروف کی تصنیف ہے، بخوبی دریافت ہوسکتی ہے۔

دوم: روی الطَّبْرَانِيْ:

''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

(۱)- سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علم فكتمه، ج:١، ص:٩٧، حديث ٢٦٣ محمد قاسم

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَيَكُوْنَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الدَّجَّالُ وَبَيْنَ يَدَيِ الدَّجَّالِ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَكْثَرُ، قُلْنَا : مَا اٰيَاتُهُمْ؟ قَالَ : أَنْ يَأْتُوْكُمْ بِسُنَّةٍ لَمْ تكُوْنُوْا عَلَيْهَا لِيُغَيِّرُوْا بِهَا سُنَّتَكُمْ وَدِيْنكُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاجْتَنِبُوْهُمْ وَعَادُوْهُمْ.''

اور حدیث صحیح مسلم شریف میں وارد ہے:

''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- يَكُونُ فِى آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ.'' (۱)

یعنی روایت کیا طبرانی نے ابن عمر سے کہ ہر آئینہ کہا انھوں نے، خدا کی قسم ہے کہ بالضرور سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ ہوگا قیامت کے قریب دجال، اور دجال کے سامنے جھوٹے لوگ تیس ہوں گے، یا زیادہ، ہم صحابہ نے پوچھا ان کی نشانیاں کیا ہیں، یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ لائیں گے تمھارے پاس وہ حدیثیں کہ یہ لوگ حقیقت میں ان پر ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے نہ ہوں گے تاکہ تمھارے طریق و دین کو بدل ڈالیں، پس جب تم لوگ ان کو دیکھو تو بچو ان کے شر سے اور دشمنی کرو ان کے ساتھ۔

یہی فرقۂ ضالہ اس زمانۂ اخیرہ میں ان دجاجلۂ مشہود بہا میں سے بہ تمام و کمال ایک فرقۂ مستقلہ ہو کر مصداق حدیث ہذا کا بنا ہے، اور مضمون احادیث مذکورہ کو کمال عروج و ترویج دیا ہے، اور دلائل ضعیفہ و بلا سند کو پیش کیا کرتا ہے، اور اکثر جگہ فریب اور افترا بندی اور گاہے تبدیل اصل مضمون کر کے، واسطے گم راہ بنانے عوام کالانعام و دیگر سادہ لوحان وحشی صفتان کی کمال چالاکی و کیاوی سے اپنے مشرب کے ایک مسئلہ ضعیفہ کو ظاہراً مطابقت قرآن و حدیث سے آراستہ کر کے دکھلاتا ہے۔ پھر دوسرے مسئلہ قویہ مستدلہ بہ قرآن و حدیث کو اقوال مجتہدین صالحین سے بلا تفصیل دلائلِ قرآن و حدیث کے جو اس مسئلہ میں اس مجتہد نے بیان کیا ہے، واسطے دھوکا دینے کے بہ نظر سرسری مخالف قرآن و احادیث کے ٹھہرا کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ مثلاً امام ابو حنیفہ کا ہے اور اتنی آیات و احادیث سے مخالف ہے، پھر سب و شتم، لعن و طعن میں ان پر اور ان کے اتباع پر جہاں تک قلم و زبان سے ہو سکتا ہے دریغ نہیں کرتا، بلکہ اس امر کو موجب فلاحِ عقبیٰ اور باعثِ صلاحِ دنیا سمجھتا ہے، اور اس باعث سے اپنے چھوٹے برادران شیعہ تبرا گو سے لعنت و ملامت میں سبقت لے گیا اور ہزارہا جاہلوں کو اس عمل بالحدیث کے پیرایہ میں گم راہ بنایا، اور اپنے اقوال کی رسوخیت کے واسطے مقامات شتّٰی میں کتبِ معتبرہ کی عبارات کا ابتدایا انتہا قلم انداز فرما کر مابقی عبارت کو اپنے مدعا کے موافق بنا کر اپنے اردو رسائل وغیرہ میں درج کرتا ہے، اور حتی الامکان اِس بد فطرتی کے باعث سے اپنے

---

(۱)- مسلم، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ج:۱، ص:۱۰، محمد قاسم

اردو رسالہ جات میں کتبِ شاذہ و کم یاب غیر معتبرہ کا جس سے کہ تصدیق اس کی کم ہو سکے اور بہت سی جگہ فرضی کتب کا حوالہ دے کر اپنا کام چلاتا ہے۔

پس ان حضرات کی کیّادی اور چالا کی دریافت کرنے کے واسطے اس کتاب لاجواب کاشف مکائد ضالین و مضلین اعنی نسخہ ''نصر المقلدین'' مصنفۂ عالم یلمعی، فاضل لوذعی، کشافِ حقائق، حلال دقائق، منبعِ علومِ خفی و جلی، فضائل ممتلی، حضرت مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی کو بغور تعمق ملاحظہ فرمائیں، تاکہ حضرات منصف مزاجان سلیم الطبع میری اس بات کی پوری تصدیق کر کے مؤلف علام کو تہِ دل سے بہ دعائے خیر یاد کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاسْتَقِمْنَا عَلٰى سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ أُسْوَةِ الشَّافِعِيْنَ، وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ. حَرَّرَهٗ الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْمُذْنِبُ بِلَا قَالٍ وَقِيْلٍ ، التَّائِبُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ كُلِّهَا مِنَ الْكَثِيْرِ وَالْقَلِيْلِ الْمُتَمَسِّكُ بِفَضْلِ اللّٰهِ الْجَزِيْلِ ، الرَّاجِيْ عَفْوَ رَبِّهِ الْجَمِيْلِ ، اَلْمَدْعُوْا بِمُحَمَّدٍ عَبْدِ الْجَلِيْلِ الْفِشَاوَرِيْ تَجَاوَزَ عَنْ خَطِيَّاتِهِ الْبَارِيْ بِكَرَمِهِ الْعَمِيْمِ الْجَارِيْ وَلُطْفِهِ الصَّمِيْمِ السَّارِيْ.

محمد عبد الجليل الفشاوري الحنفي ١٢٩٩ھ

☆☆☆☆☆

میں نے اس رسالہ کو جابہ جا سے دیکھا، فوائد جلیلہ اور تحقیقاتِ انیقہ صحیحہ سے مملو اور مشحون پایا فللّٰہِ در مؤلفہ النقاد حیث أفاد و أجاد، والله سبحانه يهدي من يشاء إلى سبيل الرشاد.

ارشاد حسين احمدي ١٢٨٢

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لأهله ، والصلوٰة علىٰ أهلها — أما بعد! فقد طالعتُ هذه الرسالة الشريفة

والعجالة المنيفة فإذا قد وجدت فيها أن مؤلفها – سلمه الله – قد أتى بعجائب تحقيقات تتعلق بمباحث التقليد والاتباع، و غرائب تدقيقات تجلو صدى الأسماع، ولعمري أن مبحث التقليد الذي هو قصارى هذه الرسالة من الضروريات الشرعية التى لا يتيسر الاطلاع بالأحكام لكافة الأنام إلا بعد مراعاة ما يجب مراعاته على حسب تقليد الأيمة المجتهدين الذين هم عمدة أركان الدين، ومن ثم قال مولانا الشاه ولي الله محدث الدهلوي: إن في جواز تقليد الأئمة الأربعة في يومنا هذا من المصالح والمنافع ما لا يخفىٰ ، و بينه في ''حجة الله البالغة'' بابين وجهٍ وأكمل تفصيل ولولا مخافة التطويل لذكرت نبذا من التحقيقات التي تنفع أهل التحصيل إلا أن الوقت أضيق، ولأن أمهلني الله تعالىٰ لأولف في هذا البحث رسالة تنفع الخواص والعوام، وتقمع الشكوك والأوهام، والحمد لله رب العالمين، والصلاة على رسول محمد و اٰله أجمعين، وأنا العبد المدعو بأبي الخير عبد الوهاب البهاري عفا عنه الباري.

ابو الخير محمد عبد الوهاب البهاري

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لمن خلق كل شئ ثم هدىٰ وجعل حسب استعداد كل قوم نبيا مرشدا، و أتم النبوة عند كمال استعدادهم على سيد النبيين خير الورىٰ – عليه صلواة الله تعالىٰ لا تقصي و علىٰ من تبعه من أصحابه الكرام والتابعين و تابعيهم سيما الأئمة الأعلام المجتهدين المشار إليهم بحديث، بلّغوا عني فرب مبلغ أفقه مما بلغ وبعد فأقول إن الكتاب المسمي بنصر المقلدين في رد الظفر المبين الماخوذ من الظفرة في عين اليقين في باب إبطال أمر التقليد بمن له في التفقه مسلك سديد مع البراهين القارعة رؤس أقوام عمين فائقا على سائر ما صنف في هذا الرد بإثبات أمر التقليد بالاستدلالات التي منقولاتها أقوىٰ، و معقولاتها أجلىٰ ، مشحون من الفوائد. كل منها درّ بيضاء، هذا الكتاب مشكوٰة فيها النور بل برح فيه الذكاء أضاءت ما أظلم ليل

الجهل في الصدور و أرشدت السالكين إلي المامول بعد ما غووا جهلا و غوى إلا من كان أعمٰى فهو في الاٰخرة أعمىٰ.

يا قوم هذا هو الحق الذي فيه تميرون ولا يخوضون في ما بلغ إليهم من المرسلين فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون بل تيعاظمون أنفسم بتحقير العلماء الأولين مالهم لا يعلمون السابقون السابقون، أولٰئِكَ هم المقربون، وهو البرهان على فضيلة من صنفه مروة للإخوان الذين هم إلٰى طريق الحق مهتدون أعنى المعز العلام اللوذعي المولوي أحمد علي كأنه أحمد علي فعله العلي القوي لازال بفيضانه الجلي والخفي مؤيداً بتاييد الله الأزلي الأبدي.

أبو الفتح محمد نور علي

☆☆☆☆☆

لك الحمد كما حمدت علىٰ ذاتك يا خالق الظلمة والنور، وصل على من لا نظير له في الأزمنة والدهور، و علىٰ أصحاب الذين أظهرت الحق بهم بعد الفتور، خصوصاً الذين بذلوا مهجتم في الإجتهاد تسهيلا للناس سبيل الرشاد.

بعد فإن هذا المجموع المسمى بنصر المقلدين نصر لهم من الله العزيز الحكيم حين ضاقت عليهم الأرض بما رحبت من فتنة الدجالين الذين يستاصلون الإسلام في زي المسلمين، قالو: نحن نعمل بالقرآن والحديث، ويريدون بالقرآن : ما يقارن قلوبهم، وتقتضيه عقولهم، وبالحديث البدعةَ والأمر الحديث يفتون بحرمة التقليد الذي هو طريق رشيد للعامين حتى صنف رئيسهم الذي هو رأس الشياطين كتاباً سماه "الظفر المبين" تشبيهًا له بأظفار البنان التي تخرط الأبدان بين في هذا المجموع إثبات الحق من أمر التقليد يقينيات من التمسكات بالمعقولات والمنقولات. لم يظفر به أحد من باقي الرادين للظفر المبين رد ما تفوه به فيه على طريق أنيق يليق أن يقال للمتفوه فأت بمثله إن كنت من الصادقين. فلما اطلعت على فوائد قلت متحيراً

مالي أجد بحرا تيموج منه أمواج السناحين لا أرجو الطل في وادي الدجىٰ مع كثرة ما فيه من الجهل اطلالاً ماهو هل هو سراب فكيف يزيل من إليه اهتدي أم سحر فكيف يزيل الضلال والغوى بل هو الحق راسيا يذوب منه أشد القلوب قسا، هيهات هيهات لمن لا يتفقه ولا يكتسب فهو للجهل المركب، مرتكب فانتذروا إنه نذير مبين إلهاما من الحق باليقين على عبدٍ له أن يجلب ذيل الإفتخار على فرق كمال الصواب مناديا إنّ اللّٰه يحق الحق و يبطلً الباطل و عنده أم الكتاب مولانا المولوي الحافظ أحمد علي كانه أحمد للعلي العظيم بهذا الفعل الكريم والحمد للّٰه رب العالمين .

الراقم : قاضي محمد متوطن هزاره **قاضي محمد ۱۳۰۳**

صح ماقال القاضي في حق هذا الكتاب المستطاب ومصنفه العلامة الفهامة حافظ القرآن و عالم فصل الخطاب.

محمد عبد الحق حنفي ۱۳۰۲

ذلك فضل اللّٰه

اسمہ احمد

محمد عبد الغفار

محمد امير الدين ۱۳۹۰ھ

بنده عاصم الٰهي بخش ۱۳۱۲

تقریظ

تحریر مولانائے نحریر جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندر پوری دام بالفیض المعنوی والصوری

خدا کی حمد اور رسول کی ثنا کے بعد بندہ وکیل احمد أعانه الله بالعَدد والعُدد. خدمتِ اخوان دین و برادرانِ تقلید امام المجتہدین میں یوں مژدہ رساں ہے کہ یہ کتاب کاشف حجاب (جس کو ایک ماہر ذی استعداد، مطفی نائرۂ شر و فساد، حامیِ حدودِ دینِ نبوی، حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور جو واقعہ اپنی متانت عبارت، اور رزانت اشارت، و اصابت دلائل مسائل، ازاحت غوائل فرقۂ سابّ الاوائل میں ایک بے نظیر اور قابل قدر ہر ناقد بصیر تصنیف خیال کی جاسکتی ہے) اکثر مقامات سے میرے مطالعے میں آئی، چوں کہ یہ کتاب خود فوائد حسنہ سے مالا مال، اور عوائد مستحسنہ کے لحاظ سے بے مثل و بے مثال، اور اپنی گراں مایگی اور والا قدری کے شواہد حقۂ صادقہ کدعویٰ الشئ بالبينات والبراهين الناطقة اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے، اس لیے میں اس کی توصیف میں زیادہ خامہ فرسائی ضروری نہیں سمجھتا۔ ناظرین خود دیکھ لیں کہ مؤلف علامہ نے اپنے خامۂ خاراشگاف کی نیزہ بازی اور اپنے مخالفین مذہب کی زہرہ گدازی میں کس قدر اندازی سے کام لیا ہے، کہ اہل وفاق کیا، اہلِ خلاف میں بھی اپنا نام کر دیا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ مفسدین یاوہ گو کا در اصل کام تمام کر دیا ہے۔

اب اس کتاب سے پوری امید کی جاسکتی ہے کہ یہ ان خود سران سرور و ہوا کے تعصّبات کو، جن کے دماغ میں ہُمز و لُمز اکابر کی فاسد ہوا ابھری ہوئی ہے دھویں کی طرح اڑا دے، اور جن کی آنکھیں لمعانِ تقلید سے خیرہ اور جن کے قلوب زنگِ ریوب سے تیرہ ہو رہے ہیں، ان کے دلوں کو اپنی صیقل تعلیم سے جِلا دے کر کالنور علیٰ شاہق الطور چمکا دے۔ حق یہ ہے کہ ایسے زمانۂ شر القرون میں (کہ ہر طرف دیگِ جہالت جوش میں ہے، اور سگانِ روباہ منش شیر نر کی طرح خروش میں، اگر ایک طرف کوئی بدلگام کرۂ خام کی طرح شوخیاں کرتا اور تقلید کی رسیاں توڑتا اور ہنہناتا ہے، تو دوسری طرف دوسرا بدنفس کم تراز حس طنین مگس کی طرح بھنبھناتا ہے) جن مساعی بلیغہ کی ضرورت تھی ان کی بجا آوری میں مؤلف ممدوح کو ایک حد تک کامیابی ضرور ہوئی، جس سے فتنۂ عدم تقلید کی آگ فرو اور الزام مخالفت حدیث کی بلا دور ہوئی۔ اگر اب بھی یہ لوگ حق ظاہر ہو جانے کے بعد باطل پر اڑے رہیں گے تو چاہِ ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اِس کی جزائے خیر عنایت کرے اور مخالفین کو ہدایت۔ آمین۔

حکیم وکیل احمد ۱۲۸۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أما بعد! الحمد والصلاة فقد شرفت بمطالعة هذا الكتاب المؤيد من الله في كل باب، وتنزهت في رياض مبانيه، وحدائق معانيه، فياله من كتابٍ فاقدِ النظير، كاشف

المعضلات بحسن التقرير. ولما رأيته يحمى حمى المذهب الحنفي، ويذب عن ذٰلك المشرب الصافي الهني، وياتي بأجوبة مفحمه للخصوم دافعةٍ لما يعتريهم من الأوهام والزعوم. قلت أنا فيه مرتجلا ؎

وناهيك هذا السفر في دفع ريبة — يهيجها أهل الهواء بخبثهم

فقط حرره المتمسك بفضل اللّٰه الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهی المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

المتمسك بفضل اللّٰه الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهي المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

☆☆☆☆☆

الأجوبة المسطوره في هذا الكتاب لا ريب فيها ولا ارتياب.

سيد غلام برهان الدين ١٢٨٦

☆☆☆☆☆

هذا كتاب مبارك لايأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه.

محمد عنايت العلي ١٢٨٩

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لمن بحكمته استقامت المخلوقات، وصلاة وسلاماً على سيدنا محمد أشرف المرسلين بالمعجزات، وعلى اٰله و أصحابه الطاهرين و أزواجه الطاهرات، وبعد فقد سرحت نظري في رياض هذا الكتاب الغني بشهرته عن المدح و الإطناب، فوجدت المؤلف المولى الجليل الحري بالإكرام والتبجيل سالكاً مسلك المحققين أولى الألباب، فجزاه اللّٰه خير الجزاء، أنه الملك الوهاب — حرره العبد الأرذل عبده عبد الأول عفا عنه اللّٰه الأجل.

عبد الأول بن علي جونپوري ١٣٠٢

صورةُ ما قرظه العالم الغامل الفاضل الكامل، جامع المعقول والمنقول ، حاوي الفروع والأصول، حاجّ الحرمين الشريفين، الأديب اللبيب الموفق

المؤيد مولانا المولوي نور أحمد پسروري دام فيضه الجلي

الحمد للّٰه، وسلامٌ على عباده الذين اصطفى، اما بعد! فقد سرحت طرف طرفي في رياض هذا الكتاب والمؤلف الجديد الجيد المفيد المستطاب لحضرة العلامة النبيل والمثيل الذي ليس له مثيل ذي القدر الجليل الجلي، المولوي الحافظ أحمد علي سلمه اللّٰه الولي، وصانه عن شر كل غبي وغوي فإذا هو جديرٌ بأن يكتب بالنور على نحور الحور، وحقيق بأن يعتوره الفحول بأيدي القبول، فإنه قد اشتمل على ما رق وراق، ولذ لسليمي الأذواق، واحتوى على ما يسر الناظر، ويشرح الخاطر، ويبهج اللب، ويفرح القلب من أبحاث شريفة ونكاتٍ لطيفة والزامات منيفة، وفوائد نادرةٍ رقيقة، وقواعد معجبةٍ أنيقة، و تحقيقاتٍ رائقة، وتدقيقات فائقه، وأنظارٍ غائصة، وأفكارٍ غائرة، ردا على من زاغ عن طريق الرشاد، وانحرف عن سبيل السداد، إذا اعتقد جهلا منه (حمانا اللّٰه من ذٰلك) في الأئمة المجتهدين الهادين المهديين، سيما في الإمام الأعظم، والهمام الأقدم، الإمام الصفي الوفي، والتقي النقي أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي – رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم وعنا – ما يعلو مقامهم عنه فخبط ذٰلك الزائغ المنحرف خبط العشواء في الليلة الظلماء وورد موارد الأضلال والأزلال، وشرب كؤوس الجهالة والضلال . فللّٰه درّ المؤلف حيث كشط سحب الغباوة عن سماء عقولهم الضعيفة، وكشف حجب الأوهام عن أفكارهم الحنيفه، بما جاء به من الحجج الساطعة والبراهين القاطعة تزييفاً لما لفقه ذاك الضال المضل واستدل عليه ذٰلك المبطل بحجج أوهن من بيت العنكبوت وأنه لأوهن البيوت وتثبيتًا لما جمعه المؤلف العلام من أشتات المسائل العظيمة الأكثرية المرجحة المتفرقة في بطون الكتب ذوات المنافع العميمة لا سيّما إثبات مسئلة التقليد الشخصي مما دل على طول باعه وسعة إطلاعه فقد أتى بما يشفي العليل، ويروي الغليل، ويهدي الضالين عن سبيل السلف الصالحين إلى الطريق القويم والصراط المستقيم. فجزاه اللّٰه خير الجزاء ووفقنا و إياه إلى ما يرضى اللّٰه ورسوله خاتم الأنبياء، و اٰخر دعوانا أن الحمد

للّٰه رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين وأنا العبد الراجي رحمة ربه الأحد المدعو بنور أحمد نور اللّٰه قلبه و أزال كربه.

نور احمد ۱۳۱۸

تقــریظ

فاضل جلیل عالم بے بدیل ادیب اریب لبیب نجیب مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم. او. ایل. پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، زاد افضالہم وعم مجدہم

يا قوم مالي قد أرىٰ أهلَ الهدىٰ سكتوا و يهذي كل بطال غوىٰ
ما زال جهالُ الزمان طباعهم يبري فسيَ الطعن في أهل النهىٰ
وَلناسِهامٌ صائباتٌ فُرِّقَت نرمي بها عن قوسنا أهل الهوىٰ
حتّٰى إذا رجعوا بافرق فاصل لم يبق فيها منزعٌ في الملتقىٰ
اتعيب من قد فاز بالعلياء والـــــــــفضل الغزير وللعلى أهل التقىٰ
أقسمت لوخلق الاٰله نظيره لطويت منهج رأيه بين الورىٰ
إذ ليس في اُمم خلت كأبي حنيـــــــفة صاحب الرأي السديد فيقتدىٰ
من كان مثل أبي حنيفة حاوياً سنن الرسول ففيه ما قد يكتفىٰ
اَوَلَيسَ فيمن قد مضىٰ من فلِكم[1] لك عبرةٌ يامن بهلكته ثوىٰ
فَاسْلكْ طريق الحق تبلغ منزلاً وَدَعِ الخصومةَ عنك تنجُ من الردىٰ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام علىٰ محمد خير الورىٰ، وعلىٰ اٰله مصابيح الدجيٰ، وأصحابه مفاتيح الهدىٰ، أما بعد!

یہ ظاہر ہے کہ بموجب حدیث مشہور ''خير القرون قرني'' معتقدات حقہ کی بنا روز بروز کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے، انواع و اقسام کی بدعتیں دین احمدی میں داخل ہوکر عامۂ ناس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال رہی ہیں۔ کہنے کو تو سب اہل اسلام بجائے خود متبع سنت خیر الانام، اور مقلد طریقۂ صحابۂ کرام ہیں، مگر حق یہ ہے کہ اگر ایک ایک شخص کے معتقدات اور اعمال کو معیار سنت پر پرکھا جائے تو بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ خالص الایمان والاحسان مسلمان صرف انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں۔ پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اسلام کی آج یہ حالت ہے کہ اگر اس کا مقابلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(۱) الفل: المنزهمون۔ ۱۲ منہ

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب وعناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام و بہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور و نزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جمالیتا تو آج ہم۔

بدنام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

بزرگش نہ خواند اہلِ خرد　　　　کہ نامِ بزرگاں بر شتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول و فروع کو بہ فحوائے۔

چوں آں کرمی کہ درگندم نہان ست　　　　زمین و آسمانِ او ہمان است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ"۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبان طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجاے خود توحیدِ خالص کا دَم مارتے ہیں۔ مگر در حقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بر خلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ" انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ وسنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات و معاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ مقتضاے "قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ" الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہو گا۔

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند　　　　از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطور نمونہ دیکھ لیں کہ "اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ" گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت ونقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کرسکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون وولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور "مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ" میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سوائے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات واحادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہی رائے صحیح و درست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا متبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خداستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا دربارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام وتبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح وبسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد وتعصب سے کنارہ کش ہوکر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہوگی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو برے روز کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علمائے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تا کہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام وخاص مستفید ہوکر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کر کے اپنی رائے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله   وهذا دعاء للبرية شامل

الٰہی تو اپنے فضل وکرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ   اصغر علی روحی

الجواب صحیح   احمد حسین ۱۳۰۲ھ   من أجاب لقد أصاب محمد علی انور

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثار شریعت، ماہرِ اسرارِ طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا و مرشدنا آیۃٌ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام اللّٰہ برکاتھم و حسناتھم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى حَبِيبِه الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ. أما بعد قال اللّٰه تعالىٰ:
''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ.''(۱) الآیۃ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی ومعنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ ''ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ''(۲) کے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو فہم مراد وملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام ومجتہدین کرام رضی اللہ عنہم وشکر اللہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: ''مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ''(۳) وقد قال صلى الله عليه وسلم: ''خَيرُ القُرُونِ قَرنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.''(۴) صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کرسکتا ہے کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب ''مَنْ لَّمْ يَشكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰه''(۵) ان کا ناشکر خدا کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خدا داد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ''شر الخلف خلف يشتم السلف وواحد من السلف خير من ألف من الخلف''۔

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا اللّٰه عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير

---

(۱)- سورة الحجر۱۵، آیت:۹

(۲)- سورة القيامة ۷۵، آیت:۱۹

(۳)- سورة الحشر ۵۹، آیت:۷

(۴)- اتحاف الخيرة المهرة، ج:۷، ص:۱۲۰، حديث: ۶۹۹۴، تلخيص الحبير لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:۲۰٤، حديث: ۲۱۳۰، أسنى المطالب، ج:۱، ص:۱۳٦، حديث: ٦۲۸ ۱۲ محمد قاسم

(۵)- ترمذي، ج:٤، ص:۳۳۹، حديث:۱۹۵۵، و مسند أحمد بن حنبل ، ج:۳، ص:۳۲، حديث ۱۱۲۹۸، و أبو يعلى الموصلي، ج:۲، ص:۳٦۵. حديث:۱۱۲۲، و طبراني. ج:۲، ص:۳۵٦، حديث:۲۵۰۱، و شعب الإيمان، ج:٦، ص:۵۱٦، حديث: ۹۱۹۱ ۱۲ محمد قاسم

الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑه، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

تقریظ

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین
مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

امابعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظِ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ محبی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات و نکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفا اللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

☆☆☆☆☆

تقریظ

مولانا وبالفضل اولانا، جامع شریعت وطریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی و امام مسجد شاہی لاہور، عم فیضھم و زاد فضلھم

باسمہ حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و للّٰہ در المصنف حیث أتی بتحقیق عجیب و بأسلوب غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور

فقیر غلام محمد

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے | امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے | پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
وہ دین کہ دنیا میں تھا اک سروِ چراغاں | اب اُس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے
جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں | اب اُس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں | بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
ہم جاہ کے طالب ہیں نہ دنیا کے ہوا خواہ | لیکن ہمیں فکر اِس تِری امت کی سدا ہے
کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں | منجدھار میں اب جس کا جہاز آکے گھرا ہے

اور بموجب ۔

وہابی گرچہ اخفامی کند بغضِ نبی لیکن | نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ان روپوش دشمنان اعداء اللہ خذلهم اللہ نے اپنی مکاریوں سے بہ نظر تخریبِ دین، درمیان ہمارے ایسا حسد کا شعلہ بھڑکا دیا ہے کہ ہم نے آپس میں فتنہ وفساد پیدا کیا ہے، ہم کو اور ہمارے پیشوایان سابقین کو کافر ومشرک کہلواتے ہیں اور بدعتی کہنا اور کہلوانا تو شیر مادر ہے، جب چاہتے ہیں تبرکاً وتیمناً ثواب جان کرنوش جان فرماتے ہیں، اور بارہ سو برس کے بعد تیرہویں صدی میں اپنے تئیں پکا مسلمان مستحق جنت ٹھہراتے ہیں، اور تمامی مقلدین اولین، رحمہم اللہ اجمعین کو اِس گیارہ سو برس میں گزرے ہیں بدعتی وضال ومضل بلکہ ایندھن جہنم کے بتاتے ہیں۔ یہ قوم بھی عجب فرقۂ بے جا ہے، اور مضمون ''الحیاء من شعبة الإیمان'' سے محض معریٰ، کہ صدہا براہینِ قاطعہ سے ان کو ساکت بنایئے، سال دو سال کے بعد پھر وہی سوالات مسائل عشرہ کے فی مسئلہ:

ع: انعام کا غلغلہ بپا ہے

اور مسائل رفع یدین، وتامین بالجہر، وفاتحہ کا باربار جھگڑا ہے، کسی لامذہب نے خود اپنے حق میں کیا سچ کہا ہے ۔

مردودِ جہانم بجہانِ شہرتم این ست | پست از ہمہ پستی کہ بود رفعتم این ست
آں دیو نژادم کہ اگر برسرِ بازار | صد کفش خورم سر نکشم ہمتم این ست
گو خلقِ جہاں در پئے رسوائی ما بعد | ما یار خرِ خوش صفتم شوکتم این ست
ہر چند کہ بارد بسرم تیرِ ملامت | جز خندۂ بے جانہ کنم غیرتم این ست
ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت | لیکن چو خرے ابلہ شوم حسرتم این ست
پہلو بہ سقر می زنم از ہمتِ عالی | ہم ناریم و آتشیم طینتم این ست

آنم کہ نہ کردم بہ ازل سجدۂ آدم	دراصل چنیں آمدہ ام فطرتم این ست
دانی کہ چرا صورتِ انساں بہ گرفتم	تازود بدام آورمش حکمتم این ست
ہرچند کہ دربند خود آورد عزازیل	من باز بدام آورمش قدرتم این ست
شاگردِ من اند ایں ہمہ جہاں بہ آفاق	شیطان شود آدم اثرِ صحبتم این ست
از کردۂ خویش ست کہ در چشم یکے ہم	باخاک برابر نشوم حرمتم این ست
گر تیغِ شرربار بدستم رسد آخر	اول بکشم محسنِ خود خصلتم این ست
آں را کہ ببوسد رخِ من بر صفتِ شمع	سوزانم وخود خاک شوم خلقتم این ست
اے یار مکن شکوہ ازیں نیش کہ دارم	عقرب صفتم من چہ کنم عادتم این ست
ابلیس زمانم پئے لا مذہبیِ خویش	در صلح درِ جنگ زنم ہمتم این ست
باخندہ زناں باز کشایم سر گریہ	بر گریہ کناں خندہ زنم عادتم این ست
آں ظلِ ہمایم کہ چہ از چغد وچہ از بوم	دربار گہم سجدہ زند شوکتم این ست
آنم کہ بہ صحراصفِ خوک از رہِ تعظیم	خالی بکند جاے خودش عزتم این ست
ایں طرفہ کہ تقلید کنم نفس ودنے را	خود غیر مقلد شدم وحیرتم این ست

اور ان ناخلفوں کی مکاریوں پر بلا اختلاف دو دلیلیں اہل انصاف کے نزدیک مانند آفتاب نیم روز درخشاں ہیں۔

اول تو پورے طور سے مصداق اس حدیث شریف ”لَعَنَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا“(۱) کے بن گئے کہ اس بارے میں کوئی دقیقہ ان لوگوں نے نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کلام المتین وغیرہ کتب اردو میں یہ لوگ حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اہانت میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک دو کلمے یہ ہیں کہ تمہارے ہائی کورٹ کوفہ میں یہ بات ایسی ہوگی، اور تمہارے پیغمبر نعمان علیہ السلام کے نزدیک ایسا ہوگا۔ چناں چہ یہ بات کتاب سیف المقلدین علی أعناق المنکرین کے مطالعہ کرنے سے جو راقم الحروف کی تصنیف ہے، بخوبی دریافت ہوسکتی ہے۔

دوم: روی الطَّبْرَانِيُّ:

”عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ : وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

---

(۱)- سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علمٍ فكتمه، ج:١، ص:٩٧، حديث ٢٦٣ محمد قاسم

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَيَكُوْنَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الدَّجَّالُ وَبَيْنَ يَدَيِ الدَّجَّالِ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَكْثَرُ، قُلْنَا : مَا اٰيَاتُهُمْ؟ قَالَ : أَنْ يَأْتُوْكُمْ بِسُنَّةٍ لَمْ تَكُوْنُوْا عَلَيْهَا لِيُغَيِّرُوْا بِهَا سُنَّتَكُمْ وَدِيْنَكُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاجْتَنِبُوْهُمْ وَعَادُوْهُمْ.''

اور حدیث صحیح مسلم شریف میں وارد ہے:

''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ.'' (۱)

یعنی روایت کیا طبرانی نے ابن عمر سے کہ ہر آئینہ کہا انھوں نے، خدا کی قسم ہے کہ بالضرور سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ ہوگا قیامت کے قریب دجال، اور دجال کے سامنے جھوٹے لوگ تیس ہوں گے، یا زیادہ، ہم صحابہ نے پوچھا ان کی نشانیاں کیا ہیں، یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ لائیں گے تمھارے پاس وہ حدیثیں کہ یہ لوگ حقیقت میں ان پر ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے نہ ہوں گے تاکہ تمھارے طریق و دین کو بدل ڈالیں، پس جب تم لوگ ان کو دیکھو تو بچو ان کے شر سے اور دشمنی کرو ان کے ساتھ۔

یہی فرقۂ ضالہ اس زمانۂ اخیرہ میں ان دجاجلۂ مشہود بہا میں سے بہ تمام و کمال ایک فرقۂ مستقلہ ہو کر مصداق حدیث ہذا کا بنا ہے، اور مضمون احادیث مذکورہ کو کمال عروج و ترویج دیا ہے، اور دلائل ضعیفہ و بلا سند کو پیش کیا کرتا ہے، اور اکثر جگہ فریب اور افترا بندی اور گاہے تبدیل اصل مضمون کر کے، واسطے گم راہ بنانے عوام کالانعام و دیگر سادہ لوحان وحشی صفتان کی کمال چالاکی و کیاوی سے اپنے مشرب کے ایک مسئلہ ضعیفہ کو ظاہراً مطابقت قرآن و حدیث سے آراستہ کر کے دکھلاتا ہے۔ پھر دوسرے مسئلہ قویہ مستدلہ بہ قرآن و حدیث کو اقوال مجتہدین صالحین سے بلا تفصیل دلائلِ قرآن و حدیث کے جو اس مسئلہ میں اس مجتہد نے بیان کیا ہے، واسطے دھوکا دینے کے بہ نظر سرسری مخالف قرآن و احادیث کے ٹھہرا کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ مثلاً امام ابو حنیفہ کا ہے اور اتنی آیات و احادیث سے مخالف ہے، پھر سب و شتم، لعن و طعن میں ان پر اور ان کے اتباع پر جہاں تک قلم و زبان سے ہو سکتا ہے دریغ نہیں کرتا، بلکہ اس امر کو موجب فلاحِ عقبیٰ اور باعثِ صلاحِ دنیا سمجھتا ہے، اور اس باعث سے اپنے چھوٹے برادران شیعہ تبرا گو سے لعنت و ملامت میں سبقت لے گیا اور ہزارہا جاہلوں کو اس عمل بالحدیث کے پیرایہ میں گم راہ بنایا، اور اپنے اقوال کی رسوخیت کے واسطے مقامات شتّٰی میں کتبِ معتبرہ کی عبارات کا ابتدا یا انتہا قلم انداز فرما کر مابقی عبارت کو اپنے مدعا کے موافق بنا کر اپنے اردو رسائل وغیرہ میں درج کرتا ہے، اور حتی الامکان اِس بد فطرتی کے باعث سے اپنے

---

(۱)- مسلم، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ج:۱، ص:۱۰، محمد قاسم

اردو رسالہ جات میں کتبِ شاذہ و کم یاب غیر معتبرہ کا جس سے کہ تصدیق اس کی کم ہو سکے اور بہت سی جگہ فرضی کتب کا حوالہ دے کر اپنا کام چلاتا ہے۔

پس ان حضرات کی کیّادی اور چالا کی دریافت کرنے کے واسطے اس کتاب لاجواب کاشف مکائد ضالین و مضلین اعنی نسخہ "نصر المقلدین" مصنفۂ عالم یلمعی، فاضل لوذعی، کشافِ حقائق، حلال دقائق، منبعِ علومِ خفی و جلی، فضائل ممتلی، حضرت مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی کو بغور تعمق ملاحظہ فرمائیں، تا کہ حضرات منصف مزاجان سلیم الطبع میری اس بات کی پوری تصدیق کر کے مؤلف علام کو تہِ دل سے بہ دعائے خیر یاد کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاسْتَقِمْنَا عَلٰى سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ أُسْوَةِ الشَّافِعِيْنَ، وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. حَرَّرَهٗ الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْمُذْنِبُ بِلَا قَالٍ وَقِيْلٍ ، التَّائِبُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ كُلِّهَا مِنَ الْكَثِيْرِ وَالْقَلِيْلِ الْمُتَمَسِّكُ بِفَضْلِ اللّٰهِ الْجَزِيْلِ ، الرَّاجِيْ عَفْوَ رَبِّهٖ الْجَمِيْلِ ، اَلْمَدْعُوْا بِمُحَمَّدٍ عَبْدِ الْجَلِيْلِ الْفِشَاوَرِيْ تَجَاوَزَ عَنْ خَطِيَّاتِهِ الْبَارِيْ بِكَرَمِهِ الْعَمِيْمِ الْجَارِيْ وَلُطْفِهِ الصَّمِيْمِ السَّارِيْ.

محمد عبد الجليل الفشاوري الحنفي ١٢٩٩ھ

☆☆☆☆☆

میں نے اس رسالہ کو جابہ جا سے دیکھا، فوائد جلیلہ اور تحقیقاتِ انیقہ صحیحہ سے مملو اور مشحون پایا فللّٰہِ در مؤلفه النقاد حيث أفاد و أجاد، والله سبحانه يهدي من يشاء إلى سبيل الرشاد.

ارشاد حسين احمدي ١٢٨٢

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لأهله ، والصلوٰة علىٰ أهلها — أما بعد! فقد طالعتُ هذه الرسالة الشريفة

والعجالة المنيفة فإذا قد وجدت فيها أن مؤلفها — سلمه الله — قد أتى بعجائب تحقيقات تتعلق بمباحث التقليد والاتباع، و غرائب تدقيقات تجلو صدى الأسماع، ولعمري أن مبحث التقليد الذي هو قصارى هذه الرسالة من الضروريات الشرعية التى لا يتيسر الاطلاع بالأحكام لكافة الأنام إلا بعد مراعاة ما يجب مراعاته على حسب تقليد الأيمة المجتهدين الذين هم عمدة أركان الدين، ومن ثم قال مولانا الشاه ولي الله محدث الدهلوي: إن في جواز تقليد الأئمة الأربعة في يومنا هذا من المصالح والمنافع ما لا يخفىٰ ، و بينه في ”حجة الله البالغة“ بابين وجهٍ وأكمل تفصيل ولولا مخافة التطويل لذكرت نبذا من التحقيقات التي تنفع أهل التحصيل إلا أن الوقت أضيق، ولأن أمهلني الله تعالىٰ لأولف في هذا البحث رسالة تنفع الخواص والعوام، وتقمع الشكوك والأوهام، والحمد لله رب العالمين، والصلاة على رسول محمد و اٰله أجمعين، وأنا العبد المدعو بأبي الخير عبد الوهاب البهاري عفا عنه الباري.

ابو الخير محمد عبد الوهاب البهاري

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لمن خلق كل شئ ثم هدىٰ وجعل حسب استعداد كل قوم نبيا مرشدا، و أتم النبوة عند كمال استعدادهم على سيد النبيين خير الورىٰ — عليه صلواة الله تعالىٰ لا تقصي و علىٰ من تبعه من أصحابه الكرام والتابعين و تابعيهم سيما الأئمة الأعلام المجتهدين المشار إليهم بحديث، بلّغوا عني فرب مبلغ أفقه مما بلغ وبعد فأقول إن الكتاب المسمي بنصر المقلدين في رد الظفر المبين الماخوذ من الظفرة في عين اليقين في باب إبطال أمر التقليد بمن له في التفقه مسلك سديد مع البراهين القارعة رؤس أقوام عمين فائقا على سائر ما صنف في هذا الرد بإثبات أمر التقليد بالاستدلالات التي منقولاتها أقوىٰ، و معقولاتها أجلىٰ ، مشحون من الفوائد. كل منها درّ بيضاء، هذا الكتاب مشكوٰة فيها النور بل برح فيه الذكاء أضاءت ما أظلم ليل

الجهل في الصدور و أرشدت السالكين إلي المامول بعد ما غووا جهلا و غوى إلا من كان أعمٰى فهو في الاٰخرة أعمىٰ.

يا قوم هذا هو الحق الذي فيه تميرون ولا يخوضون في ما بلغ إليهم من المرسلين فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون بل تيعاظمون أنفسم بتحقير العلماء الأولين مالهم لا يعلمون السابقون السابقون، أولٰئِكَ هم المقربون، وهو البرهان على فضيلة من صنفه مروة للإخوان الذين هم إلٰى طريق الحق مهتدون أعنى المعز العلام اللوذعي المولوي أحمد علي كأنه أحمد علي فعله العلي القوي لازال بفيضانه الجلي والخفي مؤيداً بتاييد الله الأزلي الأبدي.

أبو الفتح محمد نور علي

☆☆☆☆☆

لك الحمد كما حمدت علىٰ ذاتك يا خالق الظلمة والنور، وصل على من لا نظير له في الأزمنة والدهور، و علىٰ أصحاب الذين أظهرت الحق بهم بعد الفتور، خصوصاً الذين بذلوا مهجتم في الإجتهاد تسهيلا للناس سبيل الرشاد.

بعد فإن هذا المجموع المسمى بنصر المقلدين نصر لهم من الله العزيز الحكيم حين ضاقت عليهم الأرض بما رحبت من فتنة الدجالين الذين يستاصلون الإسلام في زي المسلمين، قالو: نحن نعمل بالقرآن والحديث، ويريدون بالقرآن : ما يقارن قلوبهم، وتقتضيه عقولهم، وبالحديث البدعةَ والأمر الحديث يفتون بحرمة التقليد الذي هو طريق رشيد للعامين حتى صنف رئيسهم الذي هو رأس الشياطين كتاباً سماه ''الظفر المبين'' تشبيهًا له بأظفار البنان التي تخرط الأبدان بين في هذا المجموع إثبات الحق من أمر التقليد يقينيات من التمسكات بالمعقولات والمنقولات. لم يظفر به أحد من باقي الرادين للظفر المبين رد ما تفوه به فيه على طريق أنيق يليق أن يقال للمتفوه فأت بمثله إن كنت من الصادقين. فلما اطلعت على فوائد قلت متحيراً

مالي أجد بحرا تيموج منه أمواج السناحين لا أرجو الطل في وادي الدجیٰ مع کثرة ما فيه من الجهل اطلالاً ماهو هل هو سراب فكيف يزيل من إليه اهتدي أم سحر فكيف يزيل الضلال والغوى بل هو الحق راسيا يذوب منه أشد القلوب قسا، هيهات هيهات لمن لا يتفقه ولا يكتسب فهو للجهل المرکب، مرتكب فانتذروا إنه نذير مبين إلهاما من الحق باليقين على عبدٍ له أن يجلب ذيل الإفتخار على فرق کمال الصواب مناديا إنّ اللّٰه يحق الحق و يبطلُ الباطل و عنده أم الكتاب مولانا المولوي الحافظ أحمد علي کانه أحمد للعلي العظيم بهذا الفعل الكريم والحمد للّٰه رب العالمين .

الراقم : قاضي محمد متوطن هزاره **قاضي محمد ۱۳۰۳**

صح ماقال القاضي في حق هذا الكتاب المستطاب ومصنفه العلامة الفهامة حافظ القرآن و عالم فصل الخطاب.

محمد عبد الحق حنفي ۱۳۰۲ **محمد عبد الغفار**

ذلك فضل اللّٰه **محمد امير الدين ۱۳۹۰ھ**

اسمہ احمد **بنده عاصم الٰهي بخش ۱۳۱۲**

تحریر مولانائے نحریر جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندر پوری دام بالفیض المعنوی والصوری

خدا کی حمد اور رسول کی ثنا کے بعد بندہ وکیل احمد أعانه الله بالعَدد والعُدد. خدمتِ اخوان دین وبرادرانِ تقلید امام المجتہدین میں یوں مژدہ رساں ہے کہ یہ کتاب کاشف حجاب (جس کو ایک ماہر ذی استعداد، مطفی نائرۂ شر و فساد، حامیِ حدودِ دینِ نبوی، حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور جو واقعہ اپنی متانت عبارت، اور رزانت اشارت، واصابت دلائل مسائل، ازاحت غوائل فرقۂ سابّ الاوائل میں ایک بے نظیر اور قابل قدر ہر ناقد بصیر تصنیف خیال کی جاسکتی ہے) اکثر مقامات سے میرے مطالعے میں آئی، چوں کہ یہ کتاب خود فوائد حسنہ سے مالامال، اور عوائد مستحسنہ کے لحاظ سے بے مثل وبے مثال، اور اپنی گراں مایگی اور والا قدری کے شواہد حقۂ صادقہ کدعویٰ الشیٔ بالبینات والبراهین الناطقہ اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے، اس لیے میں اس کی توصیف میں زیادہ خامہ فرسائی ضروری نہیں سمجھتا۔ ناظرین خود دیکھ لیں کہ مؤلف علامہ نے اپنے خامۂ خاراشگاف کی نیزہ بازی اور اپنے مخالفین مذہب کی زہرہ گدازی میں کس قدر اندازی سے کام لیا ہے، کہ اہل وفاق کیا، اہلِ خلاف میں بھی اپنا نام کر دیا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ مفسدین یاوہ گو کا در اصل کام تمام کر دیا ہے۔

اب اس کتاب سے پوری امید کی جاسکتی ہے کہ یہ ان خود سران سرور وہوا کے تعصّبات کو، جن کے دماغ میں ہُمز ولُمز اکابر کی فاسد ہوا ابھری ہوئی ہے دھویں کی طرح اڑا دے، اور جن کی آنکھیں لمعانِ تقلید سے خیرہ اور جن کے قلوب زنگِ ریوب سے تیرہ ہو رہے ہیں، ان کے دلوں کو اپنی صیقل تعلیم سے جِلا دے کر کالنور علیٰ شاہق الطور چمکا دے۔ حق یہ ہے کہ ایسے زمانۂ شر القرون میں (کہ ہر طرف دیگِ جہالت جوش میں ہے، اور سگانِ روباہ منش شیر نر کی طرح خروش میں، اگر ایک طرف کوئی بدلگام کرۂ خام کی طرح شوخیاں کرتا اور تقلید کی رسیاں توڑتا اور ہنہناتا ہے، تو دوسری طرف دوسرا بدنفس کم تر از حس طنین مگس کی طرح بھنبھناتا ہے) جن مساعی بلیغہ کی ضرورت تھی ان کی بجا آوری میں مؤلف ممدوح کو ایک حد تک کامیابی ضرور ہوئی، جس سے فتنۂ عدم تقلید کی آگ فرو اور الزام مخالفت حدیث کی بلا دور ہوئی۔ اگر اب بھی یہ لوگ حق ظاہر ہو جانے کے بعد باطل پر اڑے رہیں گے تو چاہِ ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اِس کی جزائے خیر عنایت کرے اور مخالفین کو ہدایت۔ آمین۔ **حکیم وکیل احمد ۱۲۸۰**

بسم الله الرحمن الرحيم

أما بعد! الحمد والصلاة فقد شرفت بمطالعة هذا الكتاب المؤيد من الله في كل باب، وتنزهت في رياض مبانيه، وحدائق معانيه، فياله من كتابٍ فاقدِ النظير، كاشف

المعضلات بحسن التقرير. ولما رأيته يحمى حمى المذهب الحنفي، ويذب عن ذٰلك المشرب الصافي الهني، وياتي بأجوبة مفحمه للخصوم دافعةٍ لما يعتريهم من الأوهام والزعوم. قلت أنا فيه مرتجلا ـــ

وناهيك هذا السفر في دفع ريبة يهيجها أهل الهواء بخبثهم

فقط حرره المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهی المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهي المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

☆☆☆☆☆

الأجوبة المسطوره في هذا الكتاب لا ريب فيها ولا ارتياب.

سيد غلام برهان الدين ١٢٨٦

☆☆☆☆☆

هذا كتاب مبارك لايأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه.

محمد عنايت العلي ١٢٨٩

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لمن بحكمته استقامت المخلوقات، وصلاة وسلاماً على سيدنا محمد أشرف المرسلين بالمعجزات، وعلى اٰله و أصحابه الطاهرين و أزواجه الطاهرات، وبعد فقد سرحت نظري في رياض هذا الكتاب الغني بشهرته عن المدح و الإطناب، فوجدت المؤلف المولى الجليل الحري بالإكرام والتبجيل سالكاً مسلك المحققين أولى الألباب، فجزاه الله خير الجزاء، أنه الملك الوهاب — حرره العبد الأرذل عبده عبد الأول عفا عنه الله الأجل.

عبد الأول بن علي جونپوري ١٣٠٢

صورةُ ما قرظه العالم الغامل الفاضل الكامل، جامع المعقول والمنقول ، حاوي الفروع والأصول، حاجّ الحرمين الشريفين، الأديب اللبيب الموفق

المؤيد مولانا المولوي نور أحمد پسروري دام فيضه الجلي

الحمد للّٰه، وسلامٌ على عباده الذين اصطفى، اما بعد! فقد سرحت طرف طرفي في رياض هذا الكتاب والمؤلف الجديد الجيد المفيد المستطاب لحضرة العلامة النبيل والمثيل الذي ليس له مثيل ذي القدر الجليل الجلي، المولوي الحافظ أحمد علي سلمه الله الولي، وصانه عن شر كل غبي وغوي فإذا هو جديرٌ بأن يكتب بالنور على نحور الحور، وحقيق بأن يعتوره الفحول بأيدي القبول، فإنه قد اشتمل على ما رق وراق، ولذ لسليمي الأذواق، واحتوى على ما يسر الناظر، ويشرح الخاطر، ويبهج اللب، ويفرح القلب من أبحاث شريفة ونكاتٍ لطيفة والزامات منيفة، وفوائد نادرةٍ رقيقة، وقواعد معجبةٍ أنيقة، و تحقيقاتٍ رائقة، وتدقيقات فائقه، وأنظارٍ غائصة، وأفكارٍ غائرة، ردا على من زاغ عن طريق الرشاد، وانحرف عن سبيل السداد، إذا اعتقد جهلا منه (حمانا الله من ذٰلك) في الأئمة المجتهدين الهادين المهديين، سيما في الإمام الأعظم، والهمام الأقدم، الإمام الصفي الوفي، والتقي النقي أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي — رضي الله تعالىٰ عنهم وعنا — ما يعلو مقامهم عنه فخبط ذٰلك الزائغ المنحرف خبط العشواء في الليلة الظلماء وورد موارد الأضلال والأزلال، وشرب كؤوس الجهالة والضلال . فللّٰه درّ المؤلف حيث كشط سحب الغباوة عن سماء عقولهم الضعيفة، وكشف حجب الأوهام عن أفكارهم الحنيفه، بما جاء به من الحجج الساطعة والبراهين القاطعة تزييفاً لما لفقه ذاك الضال المضل واستدل عليه ذٰلك المبطل بحجج أوهن من بيت العنكبوت وأنه لأوهن البيوت وتثبيتًا لما جمعه المؤلف العلام من أشتات المسائل العظيمة الأكثرية المرجحة المتفرقة في بطون الكتب ذوات المنافع العميمة لا سيّما إثبات مسئلة التقليد الشخصي مما دل على طول باعه وسعة إطلاعه فقد أتى بما يشفي العليل، ويروي الغليل، ويهدي الضالين عن سبيل السلف الصالحين إلى الطريق القويم والصراط المستقيم. فجزاه الله خير الجزاء ووفقنا و إياه إلى ما يرضى الله ورسوله خاتم الأنبياء، و اٰخر دعوانا أن الحمد

للّٰه رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين وأنا العبد الراجي رحمة ربه الأحد المدعو بنور أحمد نور اللّٰه قلبه و أزال كربه.

نور احمد ۱۳۱۸

تقـــريظ

فاضل جلیل عالم بے بدیل ادیب اریب لبیب نجیب مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم. او. ایل. پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، زاد افضالہم وعم مجدہم

يا قوم مالي قد أرىٰ أهلَ الهدىٰ　　سكتوا و يهذي كل بطال غوىٰ
ما زال جهالُ الزمان طباعهم　　يبري فسيَ الطعن في أهل النهىٰ
وَلناسِهامٌ صائباتٌ فُرِّقَت　　نرمي بها عن قوسنا أهل الهوىٰ
حتّٰى إذا رجعوا بافرق فاصل　　لم يبق فيها منزعٌ في الملتقىٰ
اتعيب من قد فاز بالعلياء والـــــــــفضل الغزير وللعلى أهل التقىٰ
أقسمت لوخلق الالٰه نظيره　　لطويت منهج رأيه بين الورىٰ
إذ ليس في أُمم خلت كأبي حنيــــــــفة صاحب الرأي السديد فيقتدىٰ
من كان مثل أبي حنيفة حاوياً　　سنن الرسول ففيه ما قد يكتفىٰ
اَوَلَيسَ فيمن قد مضىٰ من فلِكم(۱)　　لك عبرةٌ يامن بهلكته ثوىٰ
فَاسْلُكْ طريق الحق تبلغ منزلاً　　وَدَعِ الخصومةَ عنك تنجُ من الردىٰ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام علىٰ محمد خير الورىٰ، وعلىٰ اٰله مصابيح الدجيٰ، وأصحابه مفاتيح الهدىٰ، أما بعد!

یہ ظاہر ہے کہ بموجب حدیث مشہور ''خير القرون قرني'' معتقدات حقہ کی بناروز بروز کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے، انواع واقسام کی بدعتیں دین احمدی میں داخل ہوکر عامۂ ناس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال رہی ہیں۔ کہنے کو تو سب اہل اسلام بجائے خود متبع سنت خیر الانام، اور مقلد طریقۂ صحابۂ کرام ہیں، مگرحق یہ ہے کہ اگر ایک ایک شخص کے معتقدات اور اعمال کو معیار سنت پر پرکھا جائے تو بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ خالص الایمان والاحسان مسلمان صرف انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں۔ پیارے رسول اکرم ﷺ کے پاک اسلام کی آج یہ حالت ہے کہ اگر اس کا مقابلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

(۱) الفل: المنزهمون۔ ۱۲ منہ

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب وعناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن وتشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام وبہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور ونزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جمالیتا تو آج ہم۔

بدنام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

بزرگش نہ خواند اہلِ خرد　　　کہ نامِ بزرگاں بزشتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول وفروع کو بہ فحوائے۔

چوں آں کرمی کہ در گندم نہان ست　　　زمین وآسمانِ او ہمان است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال ''المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ''۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبانِ طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجاے خود توحیدِ خالص کا دَم مارتے ہیں۔ مگر درحقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ'' انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ وسنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات ومعاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ مقتضاے ''قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ'' الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہو گا۔

مہ نور می فشاند وسگ بانگ می زند　　　از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطور نمونہ دیکھ لیں کہ ''اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ'' گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت ونقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کرسکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون وولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور ''مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ'' میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سوائے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات واحادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہی رائے صحیح ودرست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا منبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خدا ستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا دربارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام وتبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح وبسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد وتعصب سے کنارہ کش ہوکر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہوگی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو بڑے روز کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علمائے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تا کہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام وخاص مستفید ہوکر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرکے اپنی رائے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله — وهذا دعاء للبرية شامل

الٰہی تو اپنے فضل وکرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ

اصغر علی روحی

الجواب صحیح — احمد حسین ۱۳۰۲ھ

من أجاب لقد أصاب — محمد علی انور

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثار شریعت، ماہر اسرار طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا ومرشدنا آیۃ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام اللّٰہ برکاتھم و حسناتھم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى حَبِيبِهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ. أما بعد قال الله تعالىٰ:
"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ." [۱] الآیة

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی ومعنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ "ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" [۲] کے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو فہم مراد وملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام ومجتہدین کرام رضی اللہ عنہم وشکر اللہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: "مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ" [۳] وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم: "خَيرُ الْقُرُونِ قَرنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ." [۴] صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کرسکتا ہے کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب "مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ الله" [۵] ان کا ناشکر خدا کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خدا داد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ "شر الخلف خلف يشتم السلف وواحد من السلف خير من ألف من الخلف"۔

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا الله عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير

---

(۱)- سورة الحجر۱۵، آیت:۹

(۲)- سورة القيامة ۷۵، آیت:۱۹

(۳)- سورة الحشر ۵۹، آیت:۷

(۴)- اتحاف الخيرة المهرة، ج:۷، ص:۱۲۰، حديث: ٦٩٩٤، تلخيص الحبير لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:٢٠٤، حديث: ٢١٣٠، أسنى المطالب، ج:١، ص:١٣٦، حديث: ٦٢٨ ١٢ محمد قاسم

(۵)- ترمذي، ج:٤، ص:٣٣٩، حديث:١٩٥٥، و مسند أحمد بن حنبل ، ج:٣، ص:٣٢، حديث ١١٢٩٨، و أبو يعلى الموصلي، ج:٢، ص:٣٦٥. حديث:١١٢٢، و طبراني. ج:٢، ص:٣٥٦، حديث:٢٥٠١، و شعب الإيمان، ج:٦، ص:٥١٦، حديث: ٩١٩١ ١٢ محمد قاسم

الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑہ، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

تقــریظ

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین
مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

امابعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظِ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ محبی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات ونکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفا اللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

☆☆☆☆☆

تقــریظ

مولانا و بالفضل اولانا، جامع شریعت و طریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی و امام مسجد شاہی لاہور، عم فیضھم و زاد فضلھم

باسمه حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و للّٰہ در المصنف حیث أتی بتحقیق عجیب و بأسلوب غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور

فقیر غلام محمد

دوم:روى الطَّبْرَانِيُّ:

”عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ : وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَيَكُوْنَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ الدَّجَّالُ وَبَيْنَ يَدَيِ الدَّجَّالِ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَكْثَرُ، قُلْنَا : مَا اٰيَاتُهُمْ؟ قَالَ : أَنْ يَأْتُوْكُمْ بِسُنَّةٍ لَمْ تَكُوْنُوْا عَلَيْهَا لِيُغَيِّرُوْا بِهَا سُنَّتَكُمْ وَدِيْنَكُمْ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَاجْتَنِبُوْهُمْ وَعَادُوْهُمْ.“

اور حدیث صحیح مسلم شریف میں وارد ہے:

”عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -ﷺ- يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ.“ (۱)

یعنی روایت کیا طبرانی نے ابن عمر سے کہ ہر آئینہ کہا انھوں نے، خدا کی قسم ہے کہ بالضرور سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ ہو گا قیامت کے قریب دجال، اور دجال کے سامنے جھوٹے لوگ تیس ہوں گے، یا زیادہ، ہم صحابہ نے پوچھا ان کی نشانیاں کیا ہیں، یارسول اللہ؟ فرمایا کہ لائیں گے تمھارے پاس وہ حدیثیں کہ یہ لوگ حقیقت میں ان پر ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے نہ ہوں گے تاکہ تمھارے طریق و دین کو بدل ڈالیں، پس جب تم لوگ ان کو دیکھو تو بچو ان کے شر سے اور دشمنی کرو ان کے ساتھ۔

یہی فرقۂ ضالہ اس زمانۂ اخیرہ میں ان دجاجلۂ مشہود بہا میں سے بہ تمام و کمال ایک فرقۂ مستقلہ ہو کر مصداق حدیث ہذا کا بنا ہے، اور مضمون احادیث مذکورہ کو کمال عروج و ترویج دیا ہے، اور دلائل ضعیفہ و بلا سند کو پیش کیا کرتا ہے، اور اکثر جگہ فریب اور افترا بندی اور گاہے تبدیل اصل مضمون کر کے، واسطے گم راہ بنانے عوام کالانعام و دیگر سادہ لوحان و حشی صفتان کی کمال چالاکی و کیاوی سے اپنے مشرب کے ایک مسئلہ ضعیفہ کو ظاہراً مطابقت قرآن و حدیث سے آراستہ کر کے دکھلاتا ہے۔ پھر دوسرے مسئلہ قویہ مستدلہ بہ قرآن و حدیث کو اقوال مجتہدین صالحین سے بلا تفصیل دلائلِ قرآن و حدیث کے جو اس مسئلہ میں اس مجتہد نے بیان کیا ہے، واسطے دھوکا دینے کے بہ نظر سرسری مخالف قرآن واحادیث کے ٹھہرا کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ مثلاً امام ابو حنیفہ کا ہے اور اتنی آیات واحادیث سے مخالف ہے، پھر سب و شتم، لعن و طعن میں ان پر اور ان کے اتباع پر جہاں تک قلم و زبان سے ہو سکتا ہے دریغ نہیں کرتا، بلکہ اس امر کو موجب فلاحِ عقبیٰ اور باعث صلاحِ دنیا سمجھتا ہے، اور اس باعث سے اپنے چھوٹے برادران شیعہ تبرا گو سے لعنت و ملامت میں سبقت لے گیا اور ہزارہا جاہلوں کو اس عمل بالحدیث کے پیرایہ میں گم راہ بنایا، اور اپنے

(۱)- مسلم، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ج:۱، ص:۱۰، محمد قاسم

اقوال کی رسوخیت کے واسطے مقامات شتّٰی میں کتبِ معتبرہ کی عبارات کا ابتدا یا انتہا قلم انداز فرما کر مابقی عبارت کو اپنے مدعا کے موافق بنا کر اپنے اردو رسائل وغیرہ میں درج کرتا ہے، اور حتی الامکان اِس بد فطرتی کے باعث سے اپنے اردو رسالہ جات میں کتبِ شاذہ و کم یاب غیر معتبرہ کا جس سے کہ تصدیق اس کی کم ہو سکے اور بہت سی جگہ فرضی کتب کا حوالہ دے کر اپنا کام چلاتا ہے۔

پس ان حضرات کی کیّادی اور چالاکی دریافت کرنے کے واسطے اس کتاب لاجواب کاشف مکائد ضالین و مضلین اعنی نسخہ "نصر المقلدین" مصنفۂ عالم یلمعی، فاضل لوذعی، کشافِ حقائق، حلال دقائق، منبعِ علومِ خفی و جلی، فضائل ممتلی، حضرت مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی کو بغور تعمق ملاحظہ فرمائیں، تاکہ حضرات منصف مزاجان سلیم الطبع میری اس بات کی پوری تصدیق کر کے مؤلف علام کو تہِ دل سے بہ دعائے خیر یاد کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاسْتَقِمْنَا عَلٰى سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ أُسْوَةِ الشَّافِعِيْنَ، وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. حَرَّرَهٗ الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْمُذْنِبُ بِلَا قَالٍ وَقِيْلٍ، التَّائِبُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ كُلِّهَا مِنَ الْكَثِيْرِ وَالْقَلِيْلِ الْمُتَمَسِّكُ بِفَضْلِ اللّٰهِ الْجَزِيْلِ ، الرَّاجِيْ عَفْوَ رَبِّهِ الْجَمِيْلِ ، اَلْمَدْعُوْا بِمُحَمَّدٍ عَبْدِ الْجَلِيْلِ الْفِشَاوَرِيْ تَجَاوَزَ عَنْ خَطِيَّاتِهِ الْبَارِيْ بِكَرَمِهِ الْعَمِيْمِ الْجَارِيْ وَلُطْفِهِ الصَّمِيْمِ السَّارِيْ.

محمد عبد الجليل الفشاوري الحنفي ١٢٩٩ھ

☆☆☆☆☆

میں نے اس رسالہ کو جابہ جا سے دیکھا، فوائد جلیلہ اور تحقیقاتِ انیقہ صحیحہ سے مملو اور مشحون پایا فللّٰہ در مؤلفہ النقاد حيث أفاد و أجاد، والله سبحانه يهدي من يشاء إلى سبيل الرشاد.

ارشاد حسین احمدی ۱۲۸۲

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لأهله ، والصلوٰة علىٰ أهلها — أما بعد! فقد طالعتُ هذه الرسالة الشريفة والعجالة المنيفة فإذا قد وجدت فيها أن مؤلفها — سلمه الله — قد أتى بعجائب تحقيقات تتعلق بمباحث التقليد والاتباع، و غرائب تدقيقات تجلو صدى الأسماع، ولعمري أن مبحث التقليد الذي هو قصارى هذه الرسالة من الضروريات الشرعية التى لا يتيسر الاطلاع بالأحكام لكافة الأنام إلا بعد مراعاة ما يجب مراعاته على حسب تقليد الأيمة المجتهدين الذين هم عمدة أركان الدين، ومن ثم قال مولانا الشاه ولي الله محدث الدهلوي: إن في جواز تقليد الأئمة الأربعة في يومنا هذا من المصالح والمنافع ما لا يخفىٰ ، و بينه في ''حجة الله البالغة'' بابين وجهٍ وأكمل تفصيل ولولا مخافة التطويل لذكرت نبذا من التحقيقات التي تنفع أهل التحصيل إلا أن الوقت أضيق، ولأن أمهلني الله تعالىٰ لأولف في هذا البحث رسالة تنفع الخواص والعوام، وتقمع الشكوك والأوهام، والحمد لله رب العالمين، والصلاة على رسول محمد و اٰله أجمعين، وأنا العبد المدعو بأبي الخير عبد الوهاب البهاري عفا عنه الباري.

ابو الخير محمد عبد الوهاب البهاري

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لمن خلق كل شئ ثم هدىٰ وجعل حسب استعداد كل قوم نبيا مرشدا، و أتم النبوة عند كمال استعدادهم على سيد النبيين خير الورىٰ — عليه صلواة الله تعالىٰ لا تقصي و علىٰ من تبعه من أصحابه الكرام والتابعين و تابعيهم سيما الأئمة الأعلام المجتهدين المشار إليهم بحديث، بلّغوا عني فرب مبلغ أفقه مما بلغ وبعد فأقول إن الكتاب المسمي بنصر المقلدين في رد الظفر المبين الماخوذ من الظفرة في عين اليقين في باب إبطال أمر التقليد بمن له في التفقه مسلك سديد مع البراهين القارعة رؤس أقوام عمين فائقا على سائر ما صنف في هذا الرد بإثبات أمر التقليد

بالاستدلالات التي منقولاتها أقوىٰ، و معقولاتها أجلىٰ ، مشحون من الفوائد. كل منها درّ بيضاء، هذا الكتاب مشكوٰة فيها النور بل برح فيه الذكاء أضاءت ما أظلم ليل الجهل في الصدور و أرشدت السالكين إلي الماموِل بعد ما غووا جهلا و غوى إلا من كان أعمٰى فهو في الاٰخرة أعمىٰ.

يا قوم هذا هو الحق الذي فيه تميرون ولا يخوضون في ما بلغ إليهم من المرسلين فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون بل تيعاظمون أنفسم بتحقير العلماء الأولين مالهم لا يعلمون السابقون السابقون، أولٰئِكَ هم المقربون، وهو البرهان على فضيلة من صنفه مروة للإخوان الذين هم إلٰى طريق الحق مهتدون أعنى المعز العلام اللوذعي المولوي أحمد علي كأنه أحمد علي فعله العلي القوي لازال بفيضانه الجلي والخفي مؤيداً بتاييد الله الأزلي الأبدي.

أبو الفتح محمد نور علي

☆☆☆☆☆

لك الحمد كما حمدت علىٰ ذاتك يا خالق الظلمة والنور، وصل على من لا نظير له في الأزمنة والدهور، و علىٰ أصحاب الذين أظهرت الحق بهم بعد الفتور، خصوصاً الذين بذلوا مهجتم في الإجتهاد تسهيلا للناس سبيل الرشاد.

بعد فإن هذا المجموع المسمى بنصر المقلدين نصر لهم من الله العزيز الحكيم حين ضاقت عليهم الأرض بما رحبت من فتنة الدجالين الذين يستاصلون الإسلام في زي المسلمين، قالو: نحن نعمل بالقرآن والحديث، ويريدون بالقرآن : ما يقارن قلوبهم، وتقتضيه عقولهم، وبالحديث البدعةَ والأمر الحديث يفتون بحرمة التقليد الذي هو طريق رشيد للعامين حتى صنف رئيسهم الذي هو رأس الشياطين كتاباً سماه ''الظفر المبين'' تشبيهًا له بأظفار البنان التي تخرط الأبدان بين في هذا المجموع إثبات الحق من أمر التقليد يقينيات من التمسكات بالمعقولات والمنقولات. لم

يظفر به أحد من باقي الرادين للظفر المبين رد ما تفوه به فيه على طريق أنيق يليق أن يقال للمتفوه فأت بمثله إن كنت من الصادقين. فلما اطلعت على فوائد قلت متحيراً مالي أجد بحرا تيموج منه أمواج السناحين لا أرجو الطل في وادي الدجىٰ مع كثرة ما فيه من الجهل اطلالاً ماهو هل هو سراب فكيف يزيل من إليه اهتدي أم سحر فكيف يزيل الضلال والغوى بل هو الحق راسيا يذوب منه أشد القلوب قسا، هيهات هيهات لمن لا يتفقه ولا يكتسب فهو للجهل المركب، مرتكب فانتذروا إنه نذير مبين إلهاما من الحق باليقين على عبدٍ له أن يجلب ذيل الإفتخار على فرق كمال الصواب مناديا إنّ اللّٰه يحق الحق و يبطل الباطل و عنده أم الكتاب مولانا المولوي الحافظ أحمد علي كانه أحمد للعلي العظيم بهذا الفعل الكريم والحمد للّٰه رب العالمين .

الراقم : قاضي محمد متوطن هزاره **قاضي محمد ١٣٠٣**

صح ماقال القاضي في حق هذا الكتاب المستطاب ومصنفه العلامة الفهامة حافظ القرآن و عالم فصل الخطاب.

محمد عبد الحق حنفي ١٣٠٢ **محمد عبد الغفار**

ذلك فضل اللّٰه **محمد امير الدين ١٣٩٠هـ**

اسمہ احمد **بنده عاصم الٰهي بخش ١٣١٢**

تقریظ

تحریر مولانائے نحریر جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندر پوری دام بالفیض المعنوی والصوری

خدا کی حمد اور رسول کی ثنا کے بعد بندہ وکیل احمد أعانه الله بالعَدد والعُدد. خدمتِ اخوان دین و برادرانِ تقلید امام المجتہدین میں یوں مژدہ رساں ہے کہ یہ کتاب کاشف حجاب (جس کو ایک ماہر ذی استعداد، مطفی نائرۂ شر و فساد، حامی حدودِ دینِ نبوی، حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور جو واقعہ اپنی متانت عبارت، اور رزانت اشارت، و اصابت دلائل مسائل، ازاحت غوائل فرقۂ سابِّ الاوائل میں ایک بے نظیر اور قابل قدر ہر ناقد بصیر تصنیف خیال کی جاسکتی ہے) اکثر مقامات سے میرے مطالعے میں آئی، چوں کہ یہ کتاب خود فوائد حسنہ سے مالا مال، اور عوائد مستحسنہ کے لحاظ سے بے مثل و بے مثال، اور اپنی گراں مایگی اور والا قدری کے شواہد حقۂ صادقہ کدعویٰ الشئ بالبینات والبراهين الناطقه اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے، اس لیے میں اس کی توصیف میں زیادہ خامہ فرسائی ضروری نہیں سمجھتا۔ ناظرین خود دیکھ لیں کہ مؤلف علامہ نے اپنے خامۂ خارا شگاف کی نیزہ بازی اور اپنے مخالفین مذہب کی زہرہ گدازی میں کس قدر اندازی سے کام لیا ہے، کہ اہل وفاق کیا، اہلِ خلاف میں بھی اپنا نام کر دیا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ مفسدین یاوہ گو کا دراصل کام تمام کر دیا ہے۔

اب اس کتاب سے پوری امید کی جاسکتی ہے کہ یہ ان خود سران سر ور و ہوا کے تعصّبات کو، جن کے دماغ میں ہُمز و لُمز اکابر کی فاسد ہوا بھری ہوئی ہے دھویں کی طرح اڑا دے، اور جن کی آنکھیں لمعانِ تقلید سے خیرہ اور جن کے قلوب زنگِ ریوب سے تیرہ ہو رہے ہیں، ان کے دلوں کو اپنی صیقل تعلیم سے جِلا دے کر کالنور علیٰ شاہق الطور چمکا دے۔ حق یہ ہے کہ ایسے زمانۂ شر القرون میں (کہ ہر طرف دیگِ جہالت جوش میں ہے، اور سگانِ روباہ منش شیرِ نر کی طرح خروش میں، اگر ایک طرف کوئی بدلگام کرۂ خام کی طرح شوخیاں کرتا اور تقلید کی رسیاں توڑاتا اور ہنہناتا ہے، تو دوسری طرف دوسرا بدنفس کم تراز حس طنین مگس کی طرح بھنبھناتا ہے) جن مساعی بلیغہ کی ضرورت تھی ان کی بجا آوری میں مؤلف ممدوح کو ایک حد تک کامیابی ضرور ہوئی، جس سے فتنۂ عدم تقلید کی آگ فرو اور الزام مخالفت حدیث کی بلا دور ہوئی۔ اگر اب بھی یہ لوگ حق ظاہر ہو جانے کے بعد باطل پر اڑے رہیں گے تو چاہِ ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اِس کی جزائے خیر عنایت کرے اور مخالفین کو ہدایت۔ آمین۔

حکیم وکیل احمد ۱۲۸۰

بسم الله الرحمن الرحيم

أما بعد! الحمد والصلاة فقد شرفت بمطالعة هذا الكتاب المؤيد من الله في كل باب، وتنزهت في رياض مبانيه، وحدائق معانيه، فياله من كتابٍ فاقدِ النظير، كاشف المعضلات بحسن التقرير. ولما رأيته يحمى حمى المذهب الحنفي، ويذب عن ذٰلك المشرب الصافي الهني، وياتي بأجوبة مفحمه للخصوم دافعةٍ لما يعتريهم من الأوهام والزعوم. قلت أنا فيه مرتجلا ۔

وناهيك هذا السفر في دفع ريبة يهيجها أهل الهواء بخبثهم

فقط حرره المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهی المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهي المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

☆☆☆☆☆

الأجوبة المسطوره في هذا الكتاب لا ريب فيها ولا ارتياب.

سيد غلام برهان الدين ١٢٨٦

☆☆☆☆☆

هذا كتاب مبارك لايأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه.

محمد عنايت العلى ١٢٨٩

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لمن بحكمته استقامت المخلوقات، وصلاة وسلاماً على سيدنا محمد أشرف المرسلين بالمعجزات، وعلى اٰله و أصحابه الطاهرين و أزواجه الطاهرات، وبعد فقد سرحت نظري في رياض هذا الكتاب الغني بشهرته عن المدح و الإطناب، فوجدت المؤلف المولى الجليل الحري بالإكرام والتبجيل سالكاً مسلك المحققين أولى الألباب، فجزاه الله خير الجزاء، أنه الملك الوهاب — حرره العبد الأرذل عبده عبد الأول عفا عنه الله الأجل.

عبد الأول بن علي جونپوري ١٣٠٢

صورةُ ما قرظه العالم الغامل الفاضل الكامل، جامع المعقول والمنقول ، حاوي الفروع والأصول، حاجّ الحرمين الشريفين، الأديب اللبيب الموفق المؤيد مولانا المولوي نور أحمد پسروري دام فيضه الجلي

الحمد للّٰه، وسلامٌ على عباده الذين اصطفى، اما بعد! فقد سرحت طرف طرفي في رياض هذا الكتاب والمؤلف الجديد الجيد المفيد المستطاب لحضرة العلامة النبيل والمثيل الذي ليس له مثيل ذي القدر الجليل الجلي، المولوي الحافظ أحمد علي سلمه اللّٰه الولي، وصانه عن شر كل غبي وغوي فإذا هو جديرٌ بأن يكتب بالنور على نحور الحور، وحقيق بأن يعتوره الفحول بأيدي القبول، فإنه قد اشتمل على ما رق وراق، ولذ لسليمي الأذواق، واحتوى على ما يسر الناظر، ويشرح الخاطر، ويبهج اللب، ويفرح القلب من أبحاث شريفة ونكاتٍ لطيفة والزامات منيفة، وفوائد نادرةٍ رقيقة، وقواعد معجبةٍ أنيقة، و تحقيقاتٍ رائقة، وتدقيقات فائقه، وأنظارٍ غائصة، وأفكارٍ غائرة، ردا على من زاغ عن طريق الرشاد، وانحرف عن سبيل السداد، إذا اعتقد جهلا منه (حمانا اللّٰه من ذٰلك) في الأئمة المجتهدين الهادين المهديين، سيما في الإمام الأعظم، والهمام الأقدم، الإمام الصفي الوفي، والتقي النقي أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي — رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم وعنا — ما يعلو مقامهم عنه فخبط ذٰلك الزائغ المنحرف خبط العشواء في الليلة الظلماء وورد موارد الأضلال والأزلال، وشرب كؤوس الجهالة والضلال . فللّٰه درّ المؤلف حيث كشط سحب الغباوة عن سماء عقولهم الضعيفة، وكشف حجب الأوهام عن أفكارهم الحنيفه، بما جاء به من الحجج الساطعة والبراهين القاطعة تزييفاً لما لفقه ذاك الضال المضل واستدل عليه ذٰلك المبطل بحجج أوهن من بيت العنكبوت وأنه لأوهن البيوت وتثبيتًا لما جمعه المؤلف العلام من أشتات المسائل العظيمة الأكثرية المرجحة المتفرقة في بطون الكتب ذوات المنافع العميمة لا سيّما إثبات مسئلة التقليد الشخصي مما دل على

طول باعه وسعة إطلاعه فقد أتى بما يشفي العليل، ويروي الغليل، ويهدي الضالين عن سبيل السلف الصالحين إلى الطريق القويم والصراط المستقيم. فجزاه اللّٰہ خير الجزاء ووفقنا و إياه إلى ما يرضى اللّٰہ ورسوله خاتم الأنبياء، و اٰخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين وأنا العبد الراجي رحمة ربه الأحد المدعو بنور أحمد نور اللّٰہ قلبه و أزال كربه.

نور احمد ١٣١٨

تقـــریظ

فاضل جلیل عالم بے بدیل ادیب اریب لبیب نجیب مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی
ایم. او. ایل. پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، زاد افضالہم وعم مجدہم

یا قوم مالي قد أرىٰ أهلَ الهدىٰ — سكتوا و يهذي كل بطال غوىٰ
ما زال جهالُ الزمان طباعهم — يبري فسيَ الطعن في أهل النهىٰ
وَلناسِهامٌ صائباتٌ فُرِّقَت — نرمي بها عن قوسنا أهل الهوىٰ
حتّٰى إذا رجعوا بافرق فاصل — لم يبق فيها منزعٌ في الملتقىٰ
اتعيب من قد فاز بالعلياء والـــــــــفضل الغزير وللعلى أهل التقىٰ
أقسمت لوخلق الاله نظيره — لطويت منهج رأيه بين الورىٰ
إذ ليس في أُممٍ خلت كأبي حنيــــــــفة صاحب الرأي السديد فيقتدىٰ
من كان مثل أبي حنيفة حاوياً — سنن الرسول ففيه ما قد يكتفىٰ
اَوَلَيسَ فيمن قد مضٰى من فلِكم(۱) — لك عبرةٌ يامن بهلكته ثوىٰ
فَاسْلكْ طريق الحق تبلغ منزلاً — وَدَعِ الخصومةَ عنك تنجُ من الردىٰ

الحمد للّٰه وكفى والصلاة والسلام علىٰ محمد خير الورىٰ، وعلىٰ اٰله مصابيح الدجيٰ، وأصحابه مفاتيح الهدىٰ، أما بعد!

یہ ظاہر ہے کہ بموجب حدیث مشہور ”خير القرون قرني“ معتقدات حقہ کی بنا روز بروز کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے، انواع واقسام کی بدعتیں دین احمدی میں داخل ہوکر عامۂ ناس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال رہی ہیں۔ کہنے کو تو سب اہلِ اسلام بجائے خود متبع سنت خیر الانام، اور مقلد طریقۂ صحابۂ کرام ہیں، مگر حق یہ ہے کہ اگر ایک ایک شخص کے معتقدات اور اعمال کو معیار سنت پر پرکھا جائے تو بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ خالص الایمان والاحسان مسلمان صرف انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں۔ پیارے رسول اکرم ﷺ کے پاک اسلام کی آج یہ حالت ہے کہ اگر اس کا مقابلہ صحابہ

(۱) الفل: المنزھمون۔ ۱۲ منہ

رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب و عناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام و بہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور و نزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جما لیتا تو آج ہم۔

بدنام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

بزرگش نہ خواند اہلِ خرد   کہ نامِ بزرگاں بر زشتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول و فروع کو بہ فحوائے۔

چوں آں کرمی کہ در گندم نہان ست   زمین و آسمانِ او ہمان است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ"۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبان طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجائے خود توحیدِ خالص کا دم مارتے ہیں۔ مگر درحقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ" انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ وسنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات و معاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفاے راشدین

رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ مقتضاے ''قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ'' الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہو گا۔

مہ نور می فشاند وسگ بانگ می زند — از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطور نمونہ دیکھ لیں کہ ''اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ'' گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت و نقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کرسکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون و ولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور ''مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ'' میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سواے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات و احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہی راے صحیح و درست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا متبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خدا ستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا دربارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام و تبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح و بسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد و تعصب سے کنارہ کش ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہو گی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو بڑے زور کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علماے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تاکہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام و خاص مستفید ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کر کے اپنی راے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله — وهذا دعاء للبرية شامل

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ

اصغر علی روحی

الجواب صحیح **احمد حسین ۱۳۰۲ھ** من أجاب لقد أصاب **محمد علی انور**

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثارِ شریعت، ماہرِ اسرارِ طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا و مرشدنا آیۃٌ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام اللّٰہ برکاتھم و حسناتھم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰی حَبِیبِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ. أما بعد قال اللّٰہ تعالیٰ:
”اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ.“[1] الآیۃ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ ”ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ“[2] کے سید الاولین والآخرین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فہم مراد وملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام و مجتہدین کرام رضی اللّٰہ عنہم و شکر اللّٰہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: ”مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ“[3] وقد قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ”خَیرُ القُرُونِ قَرنِي ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ.“[4] صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کرسکتا ہے کہ بعد آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رضی اللّٰہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللّٰہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب ”مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ“[5] ان کا ناشکر خدا

---

(۱)- سورۃ الحجر۱۵، آیت:۹

(۲)- سورۃ القیامۃ ۷۵، آیت:۱۹

(۳)- سورۃ الحشر ۵۹، آیت:۷

(۴)- اتحاف الخیرۃ المهرۃ، ج:۷، ص:۱۲۰، حدیث: ٦٩٩٤، تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:٢٠٤، حدیث: ٢١٣٠، أسنی المطالب، ج:١، ص:١٣٦، حدیث: ٦٢٨ ۱۲ محمد قاسم

(۵)- ترمذي، ج:٤، ص:٣٣٩، حدیث:١٩٥٥، و مسند أحمد بن حنبل ، ج:٣، ص:٣٢، حدیث ١١٢٩٨، و أبو یعلی الموصلي، ج:٢، ص:٣٦٥. حدیث:١١٢٢، و طبراني. ج:٢، ص:٣٥٦، حدیث:٢٥٠١، و شعب الإیمان، ج:٦، ص:٥١٦، حدیث: ٩١٩١ ۱۲ محمد قاسم

کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خدا داد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ "شر الخلف خلف یشتم السلف وواحد من السلف خير من ألف من الخلف"۔

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا الله عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑہ، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

☆☆☆☆☆☆

تقریظ

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین

مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

اما بعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظِ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ مجی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات ونکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہِ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفا اللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

☆☆☆☆☆

تقــریظ

مولانا و بالفضل اولانا، جامع شریعت و طریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی و امام مسجد شاہی لاہور، عم فیضهم و زاد فضلهم

باسمه حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و للّٰہ در المصنف حیث أتی بتحقیق عجیب و بأسلوب غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور

فقیر غلام محمد

تقریظ

فاضل جلیل عالم بے بدیل ادیب اریب لبیب نجیب مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم.او. ایل. پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، زاد اَفضالہم وعم مجدہم

یا قوم مالي قد أرىٰ أهلَ الهدىٰ — سكتوا و يهذي كل بطال غوىٰ
ما زال جهالُ الزمان طباعهم — يبري فسيَ الطعن في أهل النهىٰ
وَلناسِهامٌ صائباتٌ فُرِّقَت — نرمي بها عن قوسنا أهل الهوىٰ
حتّٰى إذا رجعوا بافرق فاصل — لم يبق فيها منزعٌ في الملتقىٰ
اتعيب من قد فاز بالعلياء والـ — ـفضل الغزير وللعلى أهل التقىٰ
أقسمت لوخلق الالٰه نظيره — لطويت منهج رأيه بين الورىٰ
إذ ليس في أُمم خلت كأبي حنيـ — ـفة صاحب الرأي السديد فيقتدىٰ
من كان مثل أبي حنيفة حاوياً — سنن الرسول ففيه ما قد يكتفىٰ
اَوَلَيسَ فيمن قد مضىٰ من فلِكم[1] — لك عبرةٌ يامن بهلكته ثوىٰ
فَاسْلكْ طريق الحق تبلغ منزلاً — وَدَعِ الخصومةَ عنك تنجُ من الردىٰ

الحمد للّٰه وكفى والصلاة والسلام علىٰ محمد خير الورىٰ، وعلىٰ اٰله مصابيح الدجيٰ، وأصحابه مفاتيح الهدىٰ، أما بعد!

یہ ظاہر ہے کہ بموجب حدیث مشہور ''خير القرون قرني'' معتقدات حقہ کی بنا روز بروز کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے، انواع واقسام کی بدعتیں دین احمدی میں داخل ہوکر عامۂ ناس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال رہی ہیں۔ کہنے کو تو سب اہلِ اسلام بجائے خود متبع سنت خیر الانام، اور مقلد طریقۂ صحابۂ کرام ہیں، مگر حق یہ ہے کہ اگر ایک ایک شخص کے معتقدات اور اعمال کو معیار سنت پر پرکھا جائے تو بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ خالص الایمان والاحسان مسلمان صرف انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں۔ پیارے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاک اسلام کی آج یہ حالت ہے کہ اگر اس کا مقابلہ صحابہ

(۱) الفل: المنزهمون۔ ۱۲ منہ

رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب و عناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام و بہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور و نزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جمالیتا تو آج ہم۔

بدنام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

بزرگش نہ خوانند اہلِ خرد　　　　کہ نامِ بزرگاں بر شتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول و فروع کو بہ فحوائے۔

چوں آں کرمی کہ در گندم نہاں ست　　　　زمین و آسمانِ او ہماں است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ"۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبان طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجاے خود توحیدِ خالص کا دم مارتے ہیں۔ مگر در حقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ" انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ و سنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات و معاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ

مقتضاے ''قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ'' الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہو گا۔

مہ نور می فشاند وسگ بانگ می زند ــ از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطور نمونہ دیکھ لیں کہ ''اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ'' گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت و نقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کرسکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون و ولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور ''مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ'' میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سواے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات واحادیث میں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہی راے صحیح و درست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا منبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خدا ستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا دربارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام و تبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح و بسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد و تعصب سے کنارہ کش ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہو گی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو برے روز کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علماے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تاکہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام و خاص مستفید ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کر کے اپنی راے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله ــ وهذا دعاء للبرية شامل

الٰہی تو اپنے فضل وکرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ

اصغر علی روحی

الجواب صحیح ــ احمد حسین ۱۳۰۲ھ

من أجاب لقد أصاب ــ محمد علی انور

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثارِ شریعت، ماہرِ اسرارِ طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا و مرشدنا آیۃٌ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام اللّٰہ برکاتھم و حسناتھم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیبِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ. أما بعد قال اللّٰہ تعالیٰ:
''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ.''[۱] الآیۃ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ ''ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ''[۲] کے سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو فہم مراد و ملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام و مجتہدین کرام رضی اللہ عنہم وشکر اللہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: ''مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ''[۳] وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم: ''خَیرُ القُرُونِ قَرنِي ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ.''[۴] صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کر سکتا ہے کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب ''مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ''[۵] ان کا ناشکر خدا کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خداداد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ''شر الخلف خلف یشتم

---

(۱)- سورۃ الحجر ۱۵، آیت:۹

(۲)- سورۃ القیامۃ ۷۵، آیت:۱۹

(۳)- سورۃ الحشر ۵۹، آیت:۷

(۴)- اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ج:۷، ص:۱۲۰، حدیث: ۶۹۹۴، تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:٢٠٤، حدیث: ٢١٣٠، أسنى المطالب، ج:١، ص:١٣٦، حدیث: ٦٢٨ ۱۲ محمد قاسم

(۵)- ترمذي، ج:٤، ص:٣٣٩، حدیث:١٩٥٥، و مسند أحمد بن حنبل ، ج:٣، ص:٣٢، حدیث ١١٢٩٨، و أبو یعلی الموصلي، ج:٢، ص:٣٦٥. حدیث:١١٢٢، و طبراني. ج:٢، ص:٣٥٦، حدیث:٢٥٠١، و شعب الإیمان، ج:٦، ص:٥١٦، حدیث: ٩١٩١ ۱۲ محمد قاسم

السلف وواحد من السلف خير من ألف من الخلف ''۔

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا الله عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑہ، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

تقریظ

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

امابعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ مجی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات ونکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہِ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفا اللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

☆☆☆☆☆

تقــریظ

مولانا و بالفضل اولانا، جامع شریعت و طریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی و امام مسجد شاہی لاہور، عم فیضهم و زاد فضلهم

باسمه حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و للّٰہ در المصنف حیث أتی بتحقیق عجیب و بأسلوب غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور

فقیر غلام محمد

رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب وعناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن وتشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام وبہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور ونزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جمالیتا تو آج ہم۔

بدنام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

بزرگش نہ خوانند اہلِ خرد　　　کہ نامِ بزرگاں بزشتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول وفروع کو بہ فحوائے۔

چوں آں کرمی کہ در گندم نہان ست　　　زمین وآسمانِ او ہمان است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال ”المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ“۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبان طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجائے خود توحیدِ خالص کا دم مارتے ہیں۔ مگر درحقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون ”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ“ انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ وسنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات ومعاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ

مقتضاے ''قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ'' الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہو گا۔

مہ نور می فشاند وسگ بانگ می زند　　　　از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطور نمونہ دیکھ لیں کہ ''اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ'' گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت و نقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کر سکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون و ولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور ''مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ'' میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سواے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات و احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہی راے صحیح و درست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا متبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خدا ستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا در بارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام و تبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح و بسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد و تعصب سے کنارہ کش ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہو گی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو برے روز کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علماے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تا کہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام و خاص مستفید ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کر کے اپنی راے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله　　　　وهذا دعاء للبرية شامل

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ　　اصغر علی روحی

الجواب صحیح　　احمد حسین ۱۳۰۲ھ　　من أجاب لقد أصاب　محمد علی انور

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثارِ شریعت، ماہرِ اسرارِ طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا و مرشدنا آیۃٌ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام اللّٰہ برکاتھم و حسناتھم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰی حَبِیبِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ. أما بعد قال اللّٰہ تعالیٰ:
''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ.''[۱] الآیۃ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ ''ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ''،[۲] کے سید الاولین والآخرین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فہم مراد وملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام و مجتہدین کرام رضی اللہ عنہم وشکر اللہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: ''مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ''،[۳] وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم: ''خَیرُ القُرُونِ قَرنِي ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ.''[۴] صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کرسکتا ہے کہ بعد آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب ''مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہ ''،[۵] ان کا ناشکر خدا کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خدا داد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ''شر الخلف خلف یشتم السلف وواحد من السلف خیر من ألف من الخلف ''۔

---

(۱)- سورۃ الحجر۱۵، آیت:۹

(۲)- سورۃ القیامۃ ۷۵، آیت:۱۹

(۳)- سورۃ الحشر ۵۹، آیت:۷

(۴)- اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ج:۷، ص:۱۲۰، حدیث: ٦٩٩٤، تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:٢٠٤، حدیث: ٢١٣٠، أسنی المطالب، ج:١، ص:١٣٦، حدیث: ٦٢٨

(۵)- ترمذي، ج:٤، ص:٣٣٩، حدیث:١٩٥٥، و مسند أحمد بن حنبل ، ج:٣، ص:٣٢، حدیث ١١٢٩٨، و أبو یعلی الموصلي، ج:٢، ص:٣٦٥. حدیث:١١٢٢، و طبراني. ج:٢، ص:٣٥٦، حدیث:٢٥٠١، و شعب الإیمان، ج:٦، ص:٥١٦، حدیث: ٩١٩١

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا اللہ عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑہ، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

☆☆☆☆☆☆

تقریظ

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین
مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

امابعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظِ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ محبی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات ونکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہِ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفا اللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

تقریظ

مولانا و بالفضل اولانا، جامع شریعت و طریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی و امام مسجد شاہی لاہور، عم فیضهم و زاد فضلهم

باسمه حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و للّٰہ در المصنف حیث أتی بتحقیق عجیب و بأسلوب غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور

فقیر غلام محمد

مثنوی در فضائل حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً حدیثاً و قدیماً

از: تالیف عالی جناب مؤلف ایں کتاب فیض انتساب سلمہ اللہ الوہاب

حمد کے لائق ہے اُس خالق کی ذات
جس نے پیدا کر دی کُن سے کائنات

اُس کے پیغمبر پہ ہو نازل درود
اور سلام و رحمتِ حق کا وُرود

آل و صحب و تابعیں پر صبح و شام
اور تبعِ تابعیں پر بھی مُدام

بعد اِس کے سن تو اے بھائی ذرا
گوشِ عقل و ہوش سے یہ ماجرا

دینِ احمد کے بڑے دو شہر ہیں
جو کہ دونوں انتخابِ دہر ہیں

ایک وہ ہے جس کا مکہ نام ہے
مطلعِ مہر و مہِ اسلام ہے

جس میں شاہِ سروراں پیدا ہوئے
خاتمِ پیغمبراں پیدا ہوئے

اور ہے شہرِ مدینہ دوسرا
مدفنِ شاہنشہِ ہر دوسرا

مدح اِن دونوں کی ہو کیوں کر رقم
خود خدا کھاتا ہے جب ان کی قسم

ہوتا ہے مقسم بہ سب سے بڑا
وہ بھی خلاقِ عظیم الشان کا

پھر نہ کیوں شہرہ ہو ان دو شہروں کا
شہرت ان کی ہے مسلّم جا بہ جا

دیکھ لے اے بھائی قرآنِ مبیں
آیا جس کی شان میں بلد الامیں

اور مدینے کے لیے وارد ہوا
حکمِ ہجرت مبدیِ فیاض کا

گر نہ ہوتا یہ پسندیدہ مکان
حکمِ حق ہوتا نہ ہجرت کا یہاں

دونوں گھر ہیں دین اور ایمان کے
دونوں دو دیدے ہیں دل اور جان کے

ہیں یہ دو گھر دین کے دنیا میں بس
مرجعِ ایماں ہیں اور باقی ہوس

اور آں حضرت نے ان کی خوبیاں
بارہا اصحاب سے کر دیں بیاں

اور صحاحِ ستہ میں وارد ہوا
اس طرح فرماتے ہیں خیر الوریٰ

سب جگہ دجال کا ہو گا گذر
پر یہ دونوں شہر ہوں گے بے خطر

ہیں ملائک ان کے در پر پاسباں
جس سے ہر دم ہے یہاں امن و اماں

اور دعا مانگی نبی نے ایک بار — اپنے خالق سے کہ اے پروردگار!

جتنی مکّے کو ہوئی برکت عطا — اُس سے برکت ہو مدینے میں سِوا

اور فرمایا نبی نے برملا — ہے محال اس جا گذر اشرار کا

پاک وصاف ان سے ہیں دونوں اس طرح — مَیل سے بھٹی میں لوہا جس طرح

اور بھی حضرت نے فرمائی یہ بات — جس کی ہو جائے مدینے میں وفات

پس بنا لے مدفن اپنا یہ مقام — میں کروں اس کی شفاعت لا کلام

اور فرمایا نبی نے یہ مکاں — شرک سے ایمن رہے گا ہر زماں

ہو گیا مایوس شیطاں اِس کو سُن — رہ گیا حیران و ششدر سر کو دھن

کہتا تھا ہاتھوں سے سر کو پیٹ کر — ہائے اب ہے شرک سے ماموں یہ گھر

آئے گا ایمان آخر وقت پر — پھر مدینے کی طرف یوں لوٹ کر

جس طرح سانپ اپنے بل سے جاتا ہے — پھر اُسی جا آخرش لوٹ آتا ہے

بولے حضرت ایک دن سلمان سے — صاحبِ ایمان و ذی عرفان سے

مجھ سے ہرگز رکھ نہ بغض اے ذی شعور — ورنہ تجھ سے دین ہو جائے گا دور

اُس صحابی نے تعجب سے کہا — یا رسول اللہ ! یہ کیوں کر ہو بھلا

آپ سے ہی تو ہدایت ہو ہمیں — بغض پھر ہم آپ سے کیوں کر رکھیں

بولے حضرت جس کو ہو بغضِ عرب — ہے وہ میرے ساتھ بغض پر غضب

پس سمجھ لے اس کو اے مردِ عقیل — کچھ نہ کر شانِ عرب میں قال و قیل

اہلِ حرمین ان کی نسبت کچھ نہ بول — جز ثناء و مدح و تحسیں منہ نہ کھول

ورنہ ٹھہرے گا تو حضرت کا عدو — جس سے دوزخ میں چلا جائے گا تو

اہلِ سنت نے کہا ہے جا بہ جا — اتفاقِ مومنیں حجت ہوا

جس طرف اکثر مسلماں ہوں وہی — ہے رہِ حق اور صراطِ مستوی

اس پہ شاہد ہے کلامِ ذو الجلال — اور رسول اللہ کا بھی صدق مقال

دیکھ لو صاحب بخاری میں ذرا — خود بخاری نے کہا ہے برملا

اتفاق اِن سب کا جس پر پایئے — ہے وہ حجت مان لینا چاہیے

پس یہ بات اب تم سبھوں پر ہے عیاں
اور عیاں کے واسطے کیا ہے بیاں
بعد دو صد سال ہجری بے گماں
متفق تقلید پر ہے سب جہاں
ایک مذہب کے مقلد جب ہیں سب
پھر اس سے ہے جائز تم کو کب
اہلِ سنت نے کہا ہے صاف صاف
چار مذہب کے جو کوئی ہو خلاف
قول اُس کا باطل اور مردود ہے
چھوڑ دو اس کو کہ وہ بے سود ہے
ہو کے پیرو عالمانِ نیک کے
تھے بخاری بھی مقلد ایک کے
شافعی مذہب تھا ان کا بے گماں
تجھ کو جو شک ہو تو دیتا ہوں نشاں
شہ ولی اللہ محدث دہلوی
عالم و فاضل، فقیہ و متقی
لکھتے ہیں انصاف میں انصاف سے
ہیں بخاری بھی مقلد دیکھ لے
کی روایت اس کی اہلِ نقل سے
اور نہیں لکھا ہے اپنی عقل سے
اب تھے اس میں ذرا بھی گفتگو
ہے نہیں اس کو سمجھ لے خوب تو
شرک ہوتی ایک کی تقلید اگر
کس طرح پھر کرتے اس کو جان کر
اب کہو تقلید واجب ہے ضرور
ورنہ دل میں ہے تمہارے خود فتور
جب بخاری کی حدیثیں ہیں صحیح
پھر ہو قول اجماع کا کیوں کر قبیح
سب بخاری کی حدیثیں ماننا
اور پھر متروک ان کو جاننا
پس ہے حق الحقُّ مُرٌّ گفتگو
میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا ہے تھو
ہے یہ ہٹ دھرمی تمہاری صاف صاف
کیا بخاری سے بھی ہے تم کو خلاف
وہ مقلد ہے، مقلد تم نہیں
وہ کہیں ہے گام فرسا تم کہیں
پھر بھی کیا ہٹ ہے کہ گستاخی معاف
پیشوا کی چال کے ہو بر خلاف
گرچہ بے قید آپ کو تم کہتے ہو
پر مقلد نفس امارہ کے ہو
جس کی چاہو کرتے ہو تقلید کو
نفس ہو یا خبث ہو یا پیٹ ہو
اہلِ سنت کا جو کرتے ہو خلاف
راہ ہے قرآن اُس کا صاف صاف
اور بھی آئی ہے حدیث اس میں شدید
یعنی آئی شَذَّ شُذّ کی وعید
اتباعِ مومنیں ہے بالضرور
ہو نہیں سکتا ہے مومن اس سے دور

ورنہ ایماں سے گزر جاؤگے تم — جس کی دوزخ میں سزا پاؤگے تم
اب تمہارے ہاتھ میں ہے اختیار — کہتے ہیں ہم تم کو صاحب بار بار
اتفاقِ مومنیں کی رہ چلو — تاکہ اس سے خاتمہ بالخیر ہو
اے علی کر مختصر اپنا کلام — اور نبی پر بھیج صلوات و سلام

قطعۂ تاریخ تصنیف کتاب از عالی جناب شیخ المشایخ سید السادات جناب حاجی سید احمد صاحب قادری عرف مولانا باشندۂ کرنول علاقۂ مدراس زید مجدہم

وہ چہ نصر المقلدین اینک — کرد دل ہاے سنت شاد
باغ ایمان سنیان شد سبز — شد خرابات گم رہاں برباد
بہرِ تقلید عروۃ الوثقیٰ — پئے سرکوبیِ بداں اوتاد
اے مخالف صراطِ محکم بیں — چند پوئی براہ بے بنیاد
راہِ تقلید از زمانِ قدیم — حق تعالیٰ براے ما بکشاد
غیر ازیں راہ راہِ دیگر نیست — کہ رساند ترا بکوے مراد
بہ بگردن قلادۂ مذہب — نہ چولا مذہباں شدن آزاد
ایں چہ لا مذہبی و آزادی ست — بر تو بکشا ید آں درِ الحاد
از خدائے کریم ہست امّید — اجر ایں خیر صاحبش را باد
در دوعالم بجاہ و عز و شرف — باودار افاضتش آباد
سید احمد چو سال تصنیفش — از درِ غیب کرد استمداد
گفت ہاتف بگو ہمیں سید — ردِّ لا مذہباں مبارک باد

۱۳۰۳ھ

قصیدۂ غرای تاریخ طبع "نسخۂ نصر المقلدین" (۱۳۲۰ھ) نتیجۂ طبع علامۂ زمن کشافِ غوامض علم و فن کلیلم وادی روشن بیانی خضر چشمۂ حیوان تر زبانی یعنی صدر نشیں ایوانِ سخن شناسی مولانا محمد عبد العلی صاحب آسی مدراسی ادامہ اللہ رب الاناسی

حمدِ خدا و نعتِ شہنشاہِ مرسلیں / با وا درود بَر وی و بر آلش اجمعیں

آوخ دریں زمانۂ پُر فتنہاے دوں / افتا و رخنہ در در و دیوار و دارِ دیں

الیوم اوہِ قد وَلَجَ الزَّیغُ القلوبْ / فالشَّکُّ قدمحا اَثَر الجزم والیقیں

لا مذہباں کہ از اولو الالباب نیستند / ہستند دشمن دل و جانِ مقلدیں

از جادۂ حدیث و حدیثِ سنن بعید / یا بدعتِ حدیث و حدوثِ فتن قریں

از شدتِ تعصبِ تقلیدِ چار امام / دارند مارِ حقد و حسد اندر آستیں

باشد مدام شیشہ و جامِ درون شان / خالی ز صاف دردِ دل و پُر زور و کیں

از سوء فہم تیرۂ خود تیر ہا زنند / سوے امام اعظم نعمان ہمامِ دیں

یعنی ابو حنیفہ شہِ ملکِ اجتہاد / ہر مجتہد زخرمنِ او گشتہ خوشہ چیں

حالاں کہ ایں گروہ چو ابلیس در جہاں / مطعون ز طعنہا شدہ وزلعنہا لعیں

پس بہرِ حفظ مذہب و تقلید آں امام / وز بہرِ دفع طعنۂ ایں اہلِ بغض و کیں

بحر العلوم مولوی احمد علی نوشت / روشن سواد نسخۂ نصر المقلدیں

داد از رہِ اصول و براہیں، قاطعہ / دنداں شکن جوابِ سوالِ مخالفیں

لا سیَّمَا بنصرِ جوابِ ظفر نگاشت / گو صاحبِ ظفر شد ازاں سخت خشمگیں

شد محی دیں اگر چہ مجازاً مصنفش / لیکن حقیقۃً ہمہ تن شد ممیت دیں

احمد علی چو سیفِ قلم را عَلَم نمود / دادہ شکستِ فاش ظفر را بہ نصرِ دیں

از آیت و حدیث ہر ایراد کرد رد / کایں وارد آں چہ بود ایں مورد ایں چنیں

گر دعوی مناظرہ دارد بہ او کسے / ناوک ہمیں، نشانہ ہمیں معرکہ ہمیں

تحریر در دلائل و تفسیر در اصول / عِرّیف در اوائل و غطریف در پسیں

علامۂ علوم کتاب و حدیث و فقہ / فہامۂ فہومِ اصول و فروعِ دیں

ذاتش برائے نصرت دینِ محمدی / وصفش پئے حمایتِ اسلام و مسلمیں

نطقش چہ خوش مذاق و خوش الحان و خوش بیان / ذہنش چہ بذلہ سنج سخن فہم و نکتہ بیں

بر آسمانِ حکمت و طب شمسِ بازغہ　　بر اوجِ علم عقلی و نقلی مہِ مبیں
از استفاضۂ قلمش ہرد من چمن　　وز استفادۂ رقمش ہر کہیں مہیں
در بزم وقتِ وعظ چو طوطی سخن سرا　　در رزم گاہ حملہ چو شیر نرِ عریں
وہابیان نمود چو بابے مناظرہ　　عاجز شدہ گریختہ از ہند تا بچیں
آیند سرفرو ہمہ لا مذہباں برش　　کلکش چوگرز آمدہ سرکوبِ منکریں
ہم مستند تفننِ او در فنونِ عقل　　ہم معتمد تدینِ او در علومِ دیں
چوں بدر از علو تصور بر آسماں　　چوں صدر از تدبرِ تصدیق بر زمیں
طبل و عَلَم ، دوات و قلم لشکرِ علوم　　حصنِ مناظرہ ہمہ دارد صد آفریں
صد مرحبا برایں و صد احسنت ہم براں　　صد حبذا بران و ہزار آفریں بریں
وہ وہ چہ خوش نوشت زہی بوالعجب کتاب　　بہ بہ چہ خوش نگاشت خہی نسخۂ رزیں
خوش نامۂ کزو و قِدم مذہب استوار　　خوش چامۂ کزو و رسنِ دینِ حق متیں
از بہرِ نزعِ روحِ نیش جانستان　　وز بہرِ عیشِ جان محب نوش انگبیں
مطبوع شد ز حسن خط ایں نامۂ شگرف　　ہر ہفت شد ز طبعِ خوش ایں نسخۂ گزیں
ہر نقطہ شکلِ غنچہ و ہر لفظ یاسمن　　ہر سطر شاخِ سنبل و ہر حرف یاسمیں
شد جلوۂ سواد و بیاضش چو آینہ　　صورت نمائے جلوۂ اعیان حورِ عیں
طبعش ز فرطِ حسن و صفا طعنہ بر زند　　بر آب و تابِ آینۂ چرخ چار میں
آسی ز غیب خواست چو تاریخ طبع را　　گفتا سروش نسخۂ نصر المقلدیں
تا پر زند بجوِّ فلک شہپرِ ہُما　　تا بر ہوائے چرخ پرد مرغ آتشیں
بادا فراز تر سرِ تقلید چوں فلک　　باشد فرود تر سرِ تلفیق چوں زمیں

حرره بقلمه وقرره بفمه العبد الاسي الأسي محمد عبد العلي المدراسي تجاوز عن اعماله رب الاناسي.

الأسي محمد عبد العلي المدراسي

مصادر و مراجع

مراجع	مصنف	وفات	ناشر
قرآن مجید			
بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	۲۶۵ھ	دارالکتاب العربی، بیروت مجلس برکات
مسلم	امام مسلم بن حجاج نیشاپوری	۲۶۱ھ	دارالکتاب العربی، بیروت مجلس برکات
ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۹۷ھ	دارالکتاب العربی، بیروت مجلس برکات
ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی	۲۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
ابن ماجہ	امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوِنی	۳۷۵ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
عقدالجید	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۶۷ھ	مکتبہ اشفق، ترکی
مشکوٰۃ	ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی	۷۴۲ھ	مجلس برکات
منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج	ابوزکریا یحییٰ بن شرف نواوی	۶۷۶ھ	مجلس برکات
منصب امامت	شاہ اسماعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ	
تفسیر البیضاوی	عبداللہ ابوعمر بن محمد شیرانی بیضاوی	۷۹۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
تفسیر النسفی	عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی	۷۱۰ھ	ممبئی
دراسات اللبیب	ملا معین		
نور الانوار	شیخ احمد معروف بہ ملاجیون	۱۱۳۰ھ	مجلس برکات
کتاب الانصاف فی بیان الاختلاف	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ	مکتبہ اشہق، ترکی
تاریخ ابن خلکان	احمد بن محمد بن ابی بکر خلکان	۶۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر	علامہ سید احمد بن حموی مصری	۱۰۹۸ھ	ادارۃ القرآن کراچی
المیزان الکبریٰ الشعرانیہ	ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد شعرانی	۹۷۳ھ	
ابراز الغی	علامہ عبدالحی فرنگی محلی	۱۳۰۷ھ	
کتاب العلل	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۹۶ھ	مجلس برکات

فتح القدیر	امام ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد	۶۸۱ھ	برکات رحمت پور بندر
ہدایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی	۵۹۳ھ	مجلس برکات
درایہ	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانی	۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
فواتح الرحموت	علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین	۱۲۵۲ھ	کراچی
تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی حنفی	۱۲۲۵ھ	
تحفۂ اثنا عشریہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ	مکتبہ اشہق ترکی
بنایہ شرح ہدایہ	علامہ محمود بن احمد عینی	۸۵۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی مصری	۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
ثبوت الحق الحقیق	نذیر حسین دہلوی	۱۳۲۰ھ	
رسالہ الاحتواء الرجیح علیٰ مسئلۃ	نواب صدیق حسن بھوپالی	۱۳۰۷ھ	نول کشور اودھ لکھنؤ
الستواء	نواب صدیق حسن بھوپالی	۱۳۰۷ھ	مطبع علوی لکھنؤ
منجی المومنین	قاضی محمد حسین		مطبع محمدی لکھنؤ
کتاب العلل	امام محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۹۷ھ	مجلس برکات جامعہ اشرفیہ
انتصار الحق	مولانا ارشاد حسین رام پوری	۱۳۱۱ھ	
رد المحتار	علامہ ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
شرح عین العلم			
شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ	نول کشور لکھنؤ
ایضاح الحق			افضل المطابع
تحفۂ اثنا عشریہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ	
شرح نخبۃ الفکر	حافظ احمد بن حجر عسقلانی	۹۷۳ھ	فاروقی دہلی / مجلس برکات
تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی	۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
بلوغ المرام	شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی	۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن سر طحاوی	۳۲۱ھ	
حاشیہ بخاری	مولانا احمد علی سہارن پوری	۱۲۹۷ھ	مجلس برکات
جامع اسانید امام اعظم	قاضی القضاۃ محمد بن محمود جوکذی		
الحدیقہ ندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ	علامہ عبد الغنی نابلسی	۱۱۴۳ھ	
اقامۃ الحجۃ	مولانا عبد الحی فرنگی محلی	۱۳۰۴ھ	

الخیرات الحسان		۹۷۳ھ	
در مختار	علامہ علوم الدین محمد بن علی بن حصکفی	۱۰۸۸ھ	
حلیۃ الاولیا	حافظ ابو نعیم اصبہانی	۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ
کشف الالتباس			
الاکمال فی اسماء الرجال	خطیب تبریزی	۷۴۲ھ	مجلس برکات
جامع الاصول	امام محمد الدین (ابن اثیر)		دارالکتب العلمیہ بیروت
مکتوبات امام ربانی	مجدد الف ثانی احمد سرہندی	۱۰۳۴ھ	مکتبہ السبق، ترکی
عالم گیری	ملا نظام الدین	۱۱۶۱ھ	نول کشور، لکھنؤ
حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
تفسیر معالم التنزیل	ابو محمد حسین بن مسعود العجزی	۵۱۶ھ	دار ابن حزم بیروت
جلالین	سیوطی محلی	۹۱۱ھ / ۸۶۴ھ	مجلس برکات
تفسیر نسفی	ابو البرکات احمد بن محمود نسفی	۷۱۰ھ	ممبئی
مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ	
فتاویٰ عزیزی	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ	رحمان گل پبلی کیشنز پشاور
تفسیر فتح العزیز	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ	
حاشیہ شرح نخبۃ الفکر	مفتی عبد اللہ ٹونکی	۱۳۴۹ھ	مجلس برکات
تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	
تحقیق الکلام فی مسئلۃ الیقہ والابہام	ابو عبد اللہ قصوری عرف غلام علی		ریاض ہند پریس امرتسر
طریقۂ محمدیہ ترجمہ دربیعہ	قاضی شوکانی	۱۲۵۰ھ	مطبع فاروقی دہلی
فتح المغیث بفقہ الحدیث	نواب صدیق حسن بھوپالی	۱۳۰۷ھ	لاہور
روضۂ مذیہ ترعربی وربہیہ	نواب صدیق حسن بھوپالی	۱۳۰۷ھ	بھوپال
نہج القبول عن شرائع الرسول	نواب صدیق حسن بھوپالی	۱۳۰۷ھ	
فتاویٰ ابراہیمیہ	ابراہین		دھرم پرکاش الٰہ آباد
ہدایت قلوب حاشیہ جواب گلزار آسیہ	محمد سعید		

فہرست مضامین

اسمائے طلبۂ درجۂ سابعہ

اسمائے طلبہ	سکونت	اسمائے طلبہ	سکونت	اسمائے طلبہ	سکونت
محمد امجد علی وارثی	سیتامڑھی	محمد عبد المصطفیٰ	نیپال	محمد قاسم	گجرات
محمد شمیم حیدر	گڈا	رقیب سنجر	پورلیا	محمد شعیب احمد	کشن گنج
محمد رضوان	بریلی شریف	مقیم الرحمٰن	رام پور	محمد اظہار النبی حسینی	نیپال
محمد نعیم اختر	مہراج گنج	محمد قدیر قادری	اے.پی.	محمد پرویز عالم	دیوگھر
محمد زاہد عالم	گریڈیہ	عرفان رضا	مالیگاؤں	محمد ریاض احمد	سیوان
نعیم اختر	جبل پور	محمد فیروز احمد	مدھوبنی	محمد شمشاد عالم	نیپال
محمد احسن رضا ایم. رضوی	کرناٹک	محمد حماد رضا	کشن گنج	محمد ضیاء المصطفیٰ	سیوان
اکبر علی	بلرام پور	محمد مشرف رضا	سیتامڑھی	افضل حسین	چھتیس گڑھ
امتیاز احمد	مہراج گنج	غلام احمد رضا	باندہ	محمد علی احمد	مظفر پور
محمد قاسم	الٰہ آباد	محمد سلطان احمد	اتر دیناج پور	پیر علی	گونڈہ
محمد شاہ نواز عالم	اتر دیناج پور	محمد ناظم اشرف	اتر دیناج پور	محمد اظہر رضا	گریڈیہ
غلام قادر	ویشالی	غیاث الدین	مراد آباد	فضل حق	گونڈہ
محمد ارشاد عالم	ہزاری باغ	محمد سلمان خان	ہمیر پور	محمد سلیم بن فضل احمد	گجرات
محمد عطاء النبی حسینی	نیپال	عبد القدیر	مراد آباد	محمد نوید رضا	گیا
سعید خاں	ہمیر پور	محمد شاہد رضا	بانکا	محمد حاتم	اے.پی.
محمد فہد سعیدی	پرتاپ گڑھ	صادق علی	ایس.کے.نگر	عبد الحی	کٹیہار
محمد فاروق	کیرلا	محمد شاہ عالم	مہراج گنج	محمد عقیل رضا	کٹیہار
محمد عتیق	مہاراشٹر	محمد توصیف رضا	اتر دیناج پور	ثناء اللہ	گونڈہ
محمد صداقت	سیتامڑھی	محمد ناصر رضا	کشن گنج	ساجد بھائی	گجرات
عبد الوکیل	شراوستی	شاہد علی	اودھم سنگھ نگر	محمد خورشید عالم	رام پور
محمد احمد رضا	پورنیہ	محمد قسمت علی	بلرام پور	محمد انصار رضا	پورنیہ
محمد واصف رضا	امبیڈکر نگر	طیب عالم	کٹیہار	محمد احسان رضا	اتر دیناپور
محمد تابش	رام پور	محمد عبد الحمید	ہزاری باغ	محمد عالم گیر	مراد آباد
تہذیب عالم	امبیڈکر نگر	شمس الدین	شراوستی	محمد شوکت رضا	مراد آباد
محمد جعفر حسین	بھاگلپور	محمد ابراہیم رضا	گونڈہ	محمد تحسین رضا	مدھوبنی
عبد الوکیل	پلاموں	محمد عتیق	ایس.کے نگر	محمد فہیم احمد	بھاگلپور
انعام الرحمٰن	سیتامڑھی	محمد عرفان بن محمد عمر	راجستھان	محمد تمیر	رام پور
افروز احمد	ایس.کے.نگر	احمد رضا بن ابرار احسن	سیتامڑھی	محمد طارق	جمشید پور

صدام حسین	امبیڈکر نگر	ابوذر معراج	غازی پور	محمد مستقیم	مراد آباد
تفیل احمد	امبیڈکر نگر	محمد کلام	گونڈہ	محمد الیاس	پلاموں
محمد طاہر رضا	گڑھوا	توصیف احمد	کرناٹک	محمد حشمت رضا	ویشالی
قمر نواز	ایس.کے. نگر	غلام نبی	گجرات	عزیزالرحمٰن	بہرائچ
شکیل احمد	ہردوئی	محمد شاہ نواز	حیدر آباد	اختر رضا	گورکھپور
محمد عرفان بن حسن میاں	گجرات	ولی محمد	مراد آباد	محمد انظر علی	پورنیہ
محمد حسین	بہرائچ	محمد اقبال احمد	گڑھوا	وسیم رضا	پورنیہ
محمد عارف	رام پور	غلام محمد نایاب	مئو	جمشید احمد	ایس.کے. نگر
محمد مطہر رضا	کٹیہار	محمد ریحان رضا	لاتی ہار	محمد وسیم	راجستھان
شاہد رضا نوری	بہرائچ	محمد شمشاد	رائے بریلی	منشاد احمد	الٰہ آباد
ندیم احمد بن خورشید احمد	ہگلی	محمد اظہر الدین	بھوج پور آرہ	محمد عیسیٰ	امبیڈکر نگر
محمد جاوید اختر	اے.پی.	سید عبد القادر	کرناٹک	ممتاز انصاری	اے.پی.
محمد جمال الدین	گریڈیہ	خورشید احمد	گونڈہ	محمد راشد	بہرائچ
محمد شبیر احمد	سیتامڑھی	محمد رضوان احمد	فتح پور	محمد فخر الحسن	اجمیر شریف
سید نصیر احمد	کرناٹک	محمد شمشاد	مدھوبنی	محمد ضیاء الرحمٰن	پورنیہ
محمد ندیم احمد بن احمد علی	سیتامڑھی	محمد وارث علی	کشی نگر	ابوطلحہ	گورکھپور
محمد اعجاز احمد	چھپرہ	محمد شاہد رضا	ہزاری باغ	عبد الرحیم	ایس.کے. نگر
شاہد الحق شاہد	جون پور	محمد حسیب خاں	رائے بریلی	حسن علی	ایس.کے. نگر
محمد اسرار	سی.ایس.ایم. نگر	تابش عطاء اللہ ابراہیمی	دارجلنگ	محمد اشکر رضا	سیتامڑھی
عبد المصطفیٰ	کٹیہار	فضل حق	مئو	محمد عرفان	بستی
محمد شعیب رضا	ہزاری باغ	محمد اعجاز احمد	اتر دیناج پور	محمد ممنون عالم	اتر دیناج پور
واصل احمد	مرزاپور	محمد نعمت اللہ	جموئی	محمد اشتیاق عالم	اتر دیناج پور
محمد روح الامین	کٹیہار	محمد افضل حسین	کشن گنج	محمد آزاد حسین	کشن گنج
ضیاء المصطفیٰ	مہراج گنج	محبوب رضا	مبارک پور	ارشاد احمد	شراوستی
محمد احمد رضا	دُمکا	عبد الوحید	نیپال	محمد نوشاد عالم	مظفرپور
محمد مسرور عالم	اتر دیناج پور	محمد طارق انور	پورنیہ	نصیر الدین	سی.ایس.ایم نگر
نواز احمد	مئو	محمد اطہر	ممبئی	محمد صدام حسین	چھتیس گڑھ
محمد شاہد القادری	ویشالی	محمد راغب	مراد آباد	محمد رہبر	کٹیہار
محمد ہاشم	الٰہ آباد	محمد مشرفین	کوشامبی		
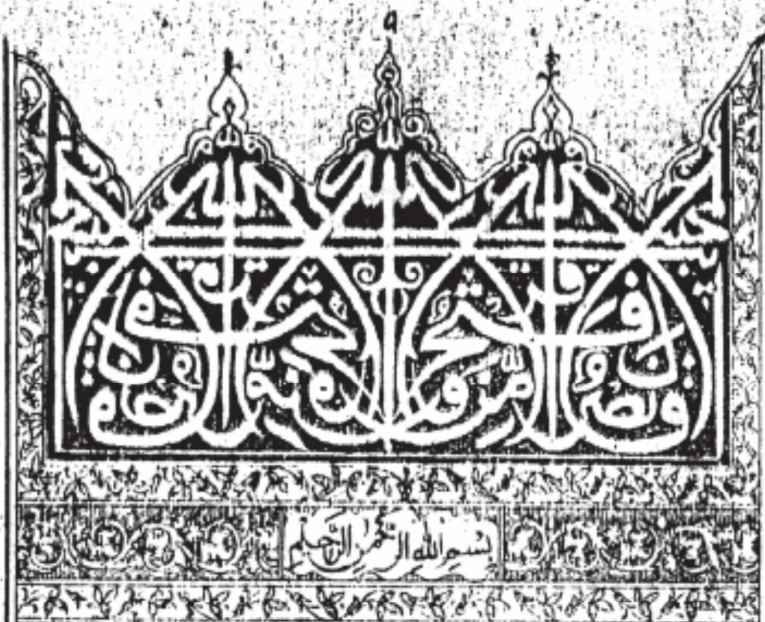
بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وافر اوس کریم معبود کو کہ جسنے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور پھر تاج علم پہنا کر تخت اعلی درجات
پر بٹھایا اور شکر بیحد اوس رحیم ودود کو کہ جسنے فرقہ اہل سنت وجماعت کو فرقہ ناجیہ بنا کر مصداق آیہ کریمہ کذلک
جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس کا ٹھیرایا اور مخاطب آیہ کنتم خیر امۃ اخرجت
للناس کا بنایا اور ورطہ ضلالت مذاہب باطلہ سے بچا کر راہ مستقیم پر چلایا اور درود غیر محدود وسیدنا
ونبینا وشفیعنا خاتم الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر کہ جنکے باعث
فوج فوج بیماران امراض کفر وشرک وبدعت نے داروی ایمان واسلام سے شفا حاصل کی اور رحمت کاملہ اونکی آل اطہار وصحابہ
کبار وصغار پر کہ جنسے دین محمدی تمام جہان میں پھیل کر جلوہ افروز ہوا اور رضوان وافرہ اونکے تابعین وتبع
تابعین اور مجتہدین صالحین خصوصا ائمہ اربعہ پر کہ جنھوں نے دین نبوی سیکھا اور سکھایا اور اوسکے قیام کیواسطے
عمرین صرف کین اور ایسے اصول وقواعد منضبط کر لیے کہ جو متاخرین کیلئے شریعت پر تمسک کرنے کو عمدہ ذریعہ اور
عروۃ الوثقی ہو گیا رضوان اللہ علیہم اجمعین **اما بعد** کمترین ہیچمدان خادم العلماء والطلبا خاکسار
احمد علی غفر اللہ لہ ولوالدیہ وطن کالا افغانان متعلق قصبہ بٹالہ ملک پنجاب حال وارد شہر دہلی خدمت مین
برادران دین کی عرض کرتا ہے کہ بہتر زمانہ وہ تھا جسکے بہتر ہونیکی خبر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
دی ہے اور وہ زمانہ تبع تابعین تک ہے بعد اوسکے بمقتضای ابعد زمانہ ہر قسم کے لوگ پیدا ہوئے اور جادہ سنت وجماعت

چھوڑ کر بہت سے فرقے ہو گئے اور روئے زمین پر ترقی مذاہب باطلہ کی ہوتی رہی یہانتک کہ جو پیشین گوئیاں آنحضرت صلعم
کی تھیں ظہور میں آنی شروع ہوئیں اور قرب قیامت کے آثار جو آنحضرت صلعم نے فرمائے تھے مثل آفتاب نیمروز کے
جلوہ گر ہونے لگے اور وہ پیشین گوئیاں یہ ہیں **پہلی حدیث** عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ
الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا
فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ روایت ہے عبد اللہ بیٹے عمرو بیٹے عاص سے
کہ کہا اونہوں نے سنا میں نے رسول خدا صلعم سے کہ فرماتے تھے بیشک اللہ تعالیٰ علم کو قبض نہیں کریگا اس طرح کہ اوسکو
بندوں کے سینوں سے نکال لے مگر اس طرح کہ عالموں کی روحیں قبض کر لیگا (یعنی اونکا انتقال ہو جائیگا) یہانتک کہ
جب کسی عالم کو (یعنے موصوف باوصاف حمیدہ ہو) نہ چھوڑیگا تو جانینگے لوگ جاہلوں کو سردار اور پیشوا
پس اون جاہلوں سے مسائل پوچھے جاوینگے تو وہ فتوی بغیر علم کے دینگے (یعنے واقف ہونے [illegible] کے) سو وہ خود
بھی گمراہ ہونگے اور جنکو بتائینگے گمراہ کرینگے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے **دوسری حدیث** عَنْ
اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یُرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَثْبُتَ الْجَهْلُ وَیُشْرَبَ
الْخَمْرُ وَیَظْهَرَ الزِّنَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ کہا اونہوں نے فرمایا رسول خدا صلعم نے
کہ بعض علامات قیامت سے یہ ہے کہ علم جاتا رہیگا اور جہل بیٹھ جائیگا اور شراب خوری ہوگی اور زنا کا بہت چرچا ہوگا
روایت کیا اسکو بخاری نے **تیسری حدیث** عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّکٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ
امْرَاَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَہٗ وَاَقْصٰی اَبَاہُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ
فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّہٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ
وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِہِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً
وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْکُہٗ فَتَتَابَعَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔
روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ کہا اونہوں نے فرمایا رسول خدا صلعم نے جس وقت بنایا جاوے مال غنیمت کا
دولت (یعنے اپنے خرچ میں لایا جائے اور اوسکے مستحقوں کو نہ دیا جائے) اور [illegible] علم سیکھا جاوے
اور تابعداری کرے مرد اپنی عورت کی اور نافرمانی والدہ کی [illegible] اور قریب کرے اپنے دوست کو اور

دور کرے اپنے باپ کو اور ظاہر ہو مساجد مین شور اور غل اور ہر کار قبیلہ کا سردار ہو اور ہر قوم کا وہ ہو جو سب سے رذیل ہو اور مرد کی تعظیم ہو اوسکی شر کے خوف سے اور نکل آوین ناچنے والیان اور باجے اور پی جاوین شرابین اور لعنت کریں آخر اس امت کا اول امت کو (یعنے لعن کرین پچھلے لوگ اس امت کے اونکو جو انسے پہلے گذر گئے ہین) پس انتظار کرو اوسوقت سرخ ہوا اور زلزلہ کا اور زمین مین دھنس جانیکا اور بعض کی شکلین مسخ ہو جانا اور بعض پر آسمان سے پتھر برسنا اور علامتین پے در پے شروع ہونی جیسے پرانی لڑی کا تاگا ٹوٹ جائے تو اوس لڑی کے دانے جلد ایک دوسرے کے پیچھے ہو کر نکل جاتے ہین (یعنے علامات قیامت بہت جلد ظاہر ہو جاوینگے) چوتھی حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ انتهی رَوَاهُ مُسْلِمٌ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اخیر زمانہ مین دجال اور جھوٹھے پیدا ہونگے کہ لاوینگے تمہارے پاس وہ حدیثین کہ تم نے سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپ دادون نے پس اونسے بچو اور اونکو اپنے سے بچاؤ ایسا نہو کہ وہ تمھین گمراہ کرین اور فتنہ مین ڈالین انتہی روایت کیا اسکو مسلم نے **فائدہ** پس جب یہ پیشین گوئیان آنحضرت صلعم کی معلوم ہو چکین تو اب دیکھنا چاہیے کہ اکثر علامات ظاہر ہوتے جاتے ہین مثلاً امانت مین خیانت زکوٰۃ کا نہ دینا غیر دین کے واسطے علم پڑھنا عورتون کی تابعداری کرنا والدین کی نافرمانی مسجدون مین بلند آواز سے جھگڑنا ناچ سرود وغیرہ ہونا کثرت شراب خواری اور زنا اور لعنت کرنا متقدمین پر یعنی اونکو برا کہنا اور اونکی تابعداری کو خلاف تابعداری شریعت سمجھکر برا کہنا اور اونکی برائیان تلاش کرنا اور اونکو مخالف قرآن و حدیث کے سمجھنا اور جو اونکے طریقہ پر چلے اوسکو گمراہ کہنا چنانچہ آجکل ایسے دین کی برائیان لکھی جاتی ہین الا ماشاء اللہ کے مقلدین کثرہم اللہ کو با بحث اونکی تقلید کے کہ وہ فی الحقیقت تقلید خدا اور رسول کی ہے مشرک کہا جاتا ہے جیسا کہ رافضی رضی اللہ عنہم صحابہ کرام کو برا کہتے ہین اور اکثر عالمون دینداروں کا انتقال کر جانا اور اکثر جاہلوں کا کچھ چند احادیث کے ترجمہ دیکھ لینے سے خطاب محدثین عاملین بالحدیث کا پا کر جہل کا پھیلانا چنانچہ یہی حال ہے اس فرقہ جدیدہ کا جو تھوڑے عرصہ سے ہمارے ملک مین پیدا ہوا ہے کہ اوسکے لوگ علوم اسلامیہ کو کہ جو قرون ثلاثہ سے اہل اسلام مین رائج ہین اور جنکے ذریعہ ہمیشہ اہل سنت و جماعت مخالفین کا رد کرتے آئے ہین مثل اصول و فقہ و کلام و منطق و لغت وغیرہ کے شب و روز مٹانا چاہتے ہین اور سلف صالحین کو ہدف سہام ملامت بناتے ہین اور عوام الناس کو

اونکے طریقہ سے پھراکر اپنی تقلید کی طرف رجوع کراتے ہین اور اونکے دلونمین طرح طرح کے شکوک ڈالکر
ایمہ دین سے پھراتے ہین اور خود گمراہ ہوکر اونکو بھی گمراہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ایمہ کی تقلید کا کہین ثبوت
نہین ہان تم لوگ آجکل کے علما کی تقلید کرو کیونکہ انکی تقلید فرض ہے اور یہ بات اس پیرایہ مین کہتے ہین کہ عمل
حدیث وقرآن پر کرو جسکو ہم سمجھین اور اب زمانہ بہتر ہے اور علم کا چرچا زیادہ ہے حالانکہ یہ بات بالکل عقل
نقل کے خلاف ہے کیونکہ کل قوم اہتر کی حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ہر پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بدتر ہے اور وہ
حدیث یہ ہے عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ قَالَ اَتَیْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ فَشَکَوْنَا اِلَیْہِ مَا یَلْقَوْنَ
مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوْا فَاِنَّہٗ لَا یَاْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِیْ بَعْدَہٗ شَرٌّ مِّنْہُ حَتّٰی تَلْقَوْا
رَبَّکُمْ سَمِعْتُہٗ مِنْ نَّبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ انتہی روایت ہے زبیر
بیٹے عدی سے کہا اونسے آئے ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت مین پس شکایت کی ہمنے اونسے اوس
تکلیف کی کہ پائی تھی لوگون نے حجاج سے سو فرمایا حضرت انس رض نے صبر کرو کیونکہ نہین آویگا تم پر کوئی زمانہ
مگر جو اوسکے بعد ہوگا برا ہوگا یہانتک کہ تم اپنے خدا سے ملوگے سنا مینے اس حدیث کو تمھارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے انتہی اور عقل سلیم بھی اسطرف مائل ہے اور زبان خاص وعام
بھی یہی بات ہے کہ جو لوگ متقدمین تھے وہ بہ نسبت ہم لوگون کے ہزار درجہ علم اور عمل و تقوی مین اچھے تھے مگر
اس بات کی تمیز ہر شخص نہین کر سکتا اسلیے اونکے دھوکے مین آجاتے ہین کہ یہ لوگ حدیثین سناتے ہین اور ہر وقت
قال اللہ قال الرسول اور دعوی عمل بالحدیث کا کرتے ہین اور یہ خیال نہین کرتے کہ یہ حدیثین اور کتابین اول
بھی موجود تھین کچھ نئی نہین ہین اونکے مطلب وہ لوگ خوب سمجھتے تھے اور اونکے عہد مین کوئی فتنہ وفساد
نہ تھا لیکن جب کج فہم پیدا ہوے وَاِعْجَابُ کُلِّ ذِیْ رَایٍ بِرَایِہٖ کا زمانہ آیا تو فساد اوٹھا پس ایک گروہ کہ جو
درحقیقت مخرب دین ہے بہ گمان فاسد مصلح دین اپنے تئین سمجھتے ہین جیسا کہ منافق باوجودیکہ مخرب تھے
اپنے تئین مصلح جانتے تھے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا
نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ اور جب اونکو کہا جاتا ہے کہ تم
زمین مین فساد نہ پھیلاو تو جواب مین کہتے ہین ہم تو اصلاح کرنیوالے ہین خبردار ہو تم سب بیشک وہ
فسادی ہین لیکن اپنے فساد سے بیخبر ہین ۔ چنانچہ اسی قسم کے مخادعات ومغالطات کا ایک رسالہ
مسمے بالظفر المبین شائع ہوا ہے جس مین مولف نے ائمہ سلف خصوصا حضرت امام اعظم مجتہد اقدم ابوحنیفہ

۱۳

نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ وعن تابعیہ پر کس طرح طرح کے طعن کیے ہین اور اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اونکی تحقیر مین
فروگذاشت نہین کیا اور جابجا اونکو مخالف قرآن وحدیث کا کہا ہے اور عوام مقلدین کو متعدد طرقون
سے دھوکا دیا ہے جنکا اظہار انشاء اللہ بخوبی ہو جائیگا مقام غور ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث کا عمداً اخلاف
کریگا تو وہ اہل اسلام مین بھی نہ شمار ہوگا چہ جائیکہ ملقب بامام اعظم ہو اور اوسکے مذہب کا شہرہ اور عمل دیار و
امصار مین ہو پھر باوجود ان امور بدیہۃ البطلان کے یہ فرقہ محمدیہ جانتا ہے کہ ہم اچھا کرتے ہین اور لوگون کو راہ راست
کیطرف بلاتے ہین اور ابتک معلوم نہین کہ اس قسم کی باتین اونکے لیے باعث اسلام سے خارج ہونے کی ہین اور
فرقہ رفاض و خوارج مین کہ وہ طعن صحابہ مین مبتلا ہین داخل کرنیوالے ہین پس جب انکا یہ حال ہے تو لازم ہے
مقلدین ائمہ اربعہ پر کہ ایسے اصحابین کی حمایت کرین کیونکہ اونکی حمایت عین حمایت دین ہے اور عمل حکم
نبوی پر ہے عن ابی الدرداء عن النبی صلعم من رد عن عرض اخیہ رد اللہ عز وجل عن وجہہ النار
یوم القیمۃ رواہ الترمذی روایت ہے ابو دردا رضی اللہ عنہ سے وہ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہین
کہ جس شخص نے اپنے بھائی سے اوسکی برائی کو (یعنے وہ جو لوگ آپس مین بدا کرتے تھے) دور کیا تو اللہ تعالے
اوسکے منھ سے آگ کو دن قیامت کے دور کریگا روایت کیا اسکو ترمذی نے انتہی اور ان لوگونکو امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر ضرور ہے عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی
نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم
عذابا منہ فتدعونہ فلا یستجاب لکم رواہ الترمذی انتہی روایت ہے حذیفہ بن یمان سے
وہ روایت کرتے ہین نبی صلعم سے کہ فرماتے تھے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے ضرور
امر کرتے رہو تم اچھے کامون کا اور منع کرتے رہو برے کامون سے ورنہ قریب ہے کہ بھیجے اللہ تعالے تمپر عذاب اپنی
طرف سے پھر تم دعا مانگوگے تو قبول نکیجاوی گی روایت کیا اسکو ترمذی نے انتہی وعن طارق
بن شہاب قال اول من قدم الخطبۃ قبل الصلوۃ مروان فقام رجل فقال
لمروان خالفت السنۃ فقال یا فلان ترک ما ہنالک فقال ابو سعید اما ہذا
فقد قضی ما علیہ سمعت رسول اللہ صلعم یقول من رای منکرا فلینکرہ بیدہ
ومن لم یستطع فبلسانہ ومن لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان
رواہ الترمذی انتہی اور روایت ہے طارق بیٹے شہاب سے کہا اوسنے پہلے جسنے مقدم کیا

پہلو بہ سقر می زنم از ہمتِ عالی	ہم ناریم و آتشیم طینتم این ست
آنم کہ نہ کردم بہ ازل سجدۂ آدم	دراصل چنیں آمدہ ام فطرتم این ست
دانی کہ چرا صورتِ انساں بہ گرفتم	تازود بدام آورمش حکمتم این ست
ہرچند کہ دربند خود آورد عزازیل	من باز بدام آورمش قدرتم این ست
شاگردِ من اند ایں ہمہ جہال بہ آفاق	شیطان شود آدم اثرِ صحبتم این ست
ازکردۂ خویش ست کہ در چشم یکے ہم	باخاک برابر نشوم حُرمتم این ست
گر تیغ شرربار بدستم رسد آخر	اول بکشم محسنِ خود خصلتم این ست
آں راکہ ببوسد رخِ من برصفتِ شمع	سوزانم وخود خاک شوم خلقتم این ست
اے یار مکن شکوہ ازیں نیش کہ دارم	عقرب صفتم من چہ کنم عادتم این ست
ابلیس زمانم پئے لا مذہبیِ خویش	در صلح درِ جنگ زنم ہمتم این ست
باخندہ زناں باز کشایم سر گریہ	بر گریہ کناں خندہ زنم عادتم این ست
آں ظلِ ہمایم کہ چہ ازچغد و چہ از بوم	دربار گہم سجدہ زند شوکتم این ست
آنم کہ بہ صحرا صفِ خوک ازرہِ تعظیم	خالی بکند جائے خودش عزتم این ست
ایں طرفہ کہ تقلید کنم نفس ونے را	خود غیر مقلد شدم و حیرتم این ست

اور ان ناخلفوں کی مکاریوں پر بلا اختلاف دو دلیلیں اہل انصاف کے نزدیک مانند آفتاب نیم روز درخشاں ہیں۔

اول تو پورے طور سے مصداق اس حدیث شریف ''لَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا''(۱) کے بن گئے کہ اس بارے میں کوئی دقیقہ ان لوگوں نے نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ کلام المتین وغیرہ کتب اردو میں یہ لوگ حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی اہانت میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ من جملہ ان کے ایک دو کلمے یہ ہیں کہ تمہارے ہائی کورٹ کوفہ میں یہ بات ایسی ہوگی، اور تمہارے پیغمبر نعمان علیہ السلام کے نزدیک ایسا ہوگا۔ چناں چہ یہ بات کتاب سیف المقلدین علی أعناق المنکرین کے مطالعہ کرنے سے جو راقم الحروف کی تصنیف ہے، بخوبی دریافت ہوسکتی ہے۔

---

(۱)- سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء في علامة حلول المسخ والخسف، ج:٤، ص:٤٩٥، حديث:٢٢١١/ سنن ابن ماجه، باب من سئل عن علمٍ فكتمه، ج:١، ص:٩٧، حديث ٢٦٣

دوم:روی الطَّبْرَانِيْ:

''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ : وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : لَیَکُوْنَنَّ بَیْنَ یَدَيِ السَّاعَۃِ الدَّجَّالُ وَبَیْنَ یَدَيِ الدَّجَّالِ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَکْثَرُ، قُلْنَا : مَا اٰیَاتُھُمْ؟ قَالَ : أَنْ یَأْتُوْکُمْ بِسُنَّۃٍ لَمْ تَکُوْنُوْا عَلَیْھَا لِیُغَیِّرُوْا بِھَا سُنَّتَکُمْ وَدِیْنَکُمْ فَإِذَا رَأَیْتُمُوْھُمْ فَاجْتَنِبُوْھُمْ وَعَادُوْھُمْ.''

اور حدیث صحیح مسلم شریف میں وارد ہے:

''عَنْ أَبِيْ ھُرَیْرَۃَ یَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ -ﷺ- یَکُونُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ کَذَّابُونَ.''(۱)

یعنی روایت کیا طبرانی نے ابن عمر سے کہ ہر آئینہ کہا انھوں نے، خدا کی قسم ہے کہ بالضرور سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر آئینہ ہو گا قیامت کے قریب دجال، اور دجال کے سامنے جھوٹے لوگ تیس ہوں گے، یا زیادہ، ہم صحابہ نے پوچھا ان کی نشانیاں کیا ہیں، یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ لائیں گے تمھارے پاس وہ حدیثیں کہ یہ لوگ حقیقت میں ان پر ایمان لانے والے اور عمل کرنے والے نہ ہوں گے تا کہ تمھارے طریق و دین کو بدل ڈالیں، پس جب تم لوگ ان کو دیکھو تو بچو ان کے شر سے اور دشمنی کرو ان کے ساتھ۔

یہی فرقۂ ضالہ اس زمانۂ اخیرہ میں ان دجاجلۂ مشہود بہا میں سے بہ تمام و کمال ایک فرقۂ مستقلہ ہو کر مصداق حدیث ہذا کا بنا ہے، اور مضمون احادیث مذکورہ کو کمال عروج و ترویج دیا ہے، اور دلائل ضعیفہ و بلا سند کو پیش کیا کرتا ہے، اور اکثر جگہ فریب اور افترا بندی اور گاہے تبدیل اصل مضمون کر کے، واسطے گم راہ بنانے عوام کالانعام و دیگر سادہ لوحان و حشی صفتان کی کمال چالاکی و کیاوی سے اپنے مشرب کے ایک مسئلہ ضعیفہ کو ظاہراً مطابقت قرآن و حدیث سے آراستہ کر کے دکھلاتا ہے۔ پھر دوسرے مسئلہ قویہ مستدلہ بہ قرآن و حدیث کو اقوال مجتہدین صالحین سے بلا تفصیل دلائلِ قرآن و حدیث کے جو اس مسئلہ میں اس مجتہد نے بیان کیا ہے، واسطے دھوکا دینے کے بہ نظر سرسری مخالف قرآن و احادیث کے ٹھہرا کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ مثلاً امام ابو حنیفہ کا ہے اور اتنی آیات و احادیث سے مخالف ہے، پھر سب و شتم، لعن و طعن میں ان پر اور ان کے اتباع پر جہاں تک قلم و زبان سے ہو سکتا ہے دریغ نہیں کرتا، بلکہ اس امر کو موجب فلاحِ عقبیٰ اور باعث صلاحِ دنیا سمجھتا ہے، اور اس باعث سے اپنے چھوٹے برادران شیعہ تبرا گو سے لعنت و ملامت میں سبقت لے گیا اور ہزارہا جاہلوں کو اس عمل بالحدیث کے پیرایہ میں گم راہ بنایا، اور اپنے

(۱)- مسلم، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، ج:۱، ص:۱۰، محمد قاسم

اقوال کی رسوخیت کے واسطے مقامات شتّٰی میں کتبِ معتبرہ کی عبارات کا ابتدایا انتہا قلم انداز فرماکر ما بقی عبارت کو اپنے مدعا کے موافق بنا کر اپنے اردو رسائل وغیرہ میں درج کرتا ہے، اور حتی الامکان اِس بد فطرتی کے باعث سے اپنے اردو رسالہ جات میں کتبِ شاذہ وکم یاب غیر معتبرہ کا جس سے کہ تصدیق اس کی کم ہو سکے اور بہت سی جگہ فرضی کتب کا حوالہ دے کر اپنا کام چلاتا ہے۔

پس ان حضرات کی کیّادی اور چالاکی دریافت کرنے کے واسطے اس کتاب لاجواب کاشف مکائد ضالین و مضلین اعنی نسخہ "نصر المقلدین" مصنفۂ عالم یلمعی، فاضل لوذعی، کشافِ حقائق، حلال دقائق، منبعِ علومِ خفی و جلی، فضائل ممتلی، حضرت مولوی حافظ احمد علی صاحب بٹالوی کو بغور تعمق ملاحظہ فرمائیں، تاکہ حضرات منصف مزاجان سلیم الطبع میری اس بات کی پوری تصدیق کرکے مؤلف علام کو تہِ دل سے بہ دعائے خیر یاد کریں۔

اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاسْتَقِمْنَا عَلٰى سُنَّةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَةَ أُسْوَةِ الشَّافِعِيْنَ، وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. حَرَّرَهٗ الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْمُذْنِبُ بِلَا قَالٍ وَقِيْلٍ ، التَّائِبُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ كُلِّهَا مِنَ الْكَثِيْرِ وَالْقَلِيْلِ الْمُتَمَسِّكُ بِفَضْلِ اللّٰهِ الْجَزِيْلِ ، الرَّاجِيْ عَفْوَ رَبِّهِ الْجَمِيْلِ ، اَلْمَدْعُوْا بِمُحَمَّدٍ عَبْدِ الْجَلِيْلِ الْفِشَاوَرِيْ تَجَاوَزَ عَنْ خَطِيَّاتِهِ الْبَارِيْ بِكَرَمِهِ الْعَمِيْمِ الْجَارِيْ وَلُطْفِهِ الصَّمِيْمِ السَّارِيْ.

محمد عبد الجليل الفشاوري الحنفي ١٢٩٩ھ

☆☆☆☆☆

میں نے اس رسالہ کو جابہ جا سے دیکھا، فوائد جلیلہ اور تحقیقاتِ انیقہ صحیحہ سے مملو اور مشحون پایا فللّٰہِ در مؤلفہ النقاد حيث أفاد و أجاد، والله سبحانه يهدي من يشاء إلى سبيل الرشاد.

ارشاد حسين احمدي ١٢٨٢

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد لأهله ، والصلوٰة علىٰ أهلها — أما بعد! فقد طالعتُ هذه الرسالة الشريفة والعجالة المنيفة فإذا قد وجدت فيها أن مؤلفها — سلمه اللّٰه — قد أتى بعجائب تحقيقات تتعلق بمباحث التقليد والاتباع، و غرائب تدقيقات تجلو صدى الأسماع، ولعمري أن مبحث التقليد الذي هو قصارى هذه الرسالة من الضروريات الشرعية التى لا يتيسر الاطلاع بالأحكام لكافة الأنام إلا بعد مراعاة ما يجب مراعاته على حسب تقليد الأيمة المجتهدين الذين هم عمدة أركان الدين، ومن ثم قال مولانا الشاه ولي اللّٰه محدث الدهلوي: إن في جواز تقليد الأئمة الأربعة في يومنا هذا من المصالح والمنافع ما لا يخفىٰ ، و بينه في ''حجة اللّٰه البالغة'' بابين وجهٍ وأكمل تفصيل ولولا مخافة التطويل لذكرت نبذا من التحقيقات التي تنفع أهل التحصيل إلا أن الوقت أضيق، ولأن أمهلني اللّٰه تعالىٰ لأولف في هذا البحث رسالة تنفع الخواص والعوام، وتقمع الشكوك والأوهام، والحمد للّٰه رب العالمين، والصلاة على رسول محمد و اٰله أجمعين، وأنا العبد المدعو بأبي الخير عبد الوهاب البهاري عفا عنه الباري.

ابو الخير محمد عبد الوهاب البهاري

☆☆☆☆☆

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد لمن خلق كل شئ ثم هدىٰ وجعل حسب استعداد كل قوم نبيا مرشدا، و أتم النبوة عند كمال استعدادهم على سيد النبيين خير الورىٰ — عليه صلواة اللّٰه تعالىٰ لا تقصي و علىٰ من تبعه من أصحابه الكرام والتابعين و تابعيهم سيما الأئمة الأعلام المجتهدين المشار إليهم بحديث، بلّغوا عني فرب مبلغ أفقه مما بلغ وبعد فأقول إن الكتاب المسمي بنصر المقلدين في رد الظفر المبين الماخوذ من الظفرة في عين اليقين في باب إبطال أمر التقليد بمن له في التفقه مسلك سديد مع البراهين القارعة رؤس أقوام عمين فائقا على سائر ما صنف في هذا الرد بإثبات أمر التقليد

بالاستدلالات التي منقولاتها أقوىٰ، و معقولاتها أجلىٰ ، مشحون من الفوائد. كل منها درّ بيضاء، هذا الكتاب مشكوٰة فيها النور بل برح فيه الذكاء أضاءت ما أظلم ليل الجهل في الصدور و أرشدت السالكين إلي المامول بعد ما غووا جهلا و غوى إلا من كان أعمٰى فهو في الاٰخرة أعمىٰ.

يا قوم هذا هو الحق الذي فيه تميرون ولا يخوضون في ما بلغ إليهم من المرسلين فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون بل تيعاظمون أنفسم بتحقير العلماء الأولين مالهم لا يعلمون السابقون السابقون، أولٰئِكَ هم المقربون، وهو البرهان على فضيلة من صنفه مروة للإخوان الذين هم إلٰى طريق الحق مهتدون أعنى المعز العلام اللوذعي المولوي أحمد علي كأنه أحمد علي فعله العلي القوي لازال بفيضانه الجلي والخفي مؤيداً بتاييد الله الأزلي الأبدي.

أبو الفتح محمد نور علي

☆☆☆☆☆

لك الحمد كما حمدت علىٰ ذاتك يا خالق الظلمة والنور، وصل على من لا نظير له في الأزمنة والدهور، و علىٰ أصحاب الذين أظهرت الحق بهم بعد الفتور، خصوصاً الذين بذلوا مهجتم في الإجتهاد تسهيلا للناس سبيل الرشاد.

بعد فإن هذا المجموع المسمى بنصر المقلدين نصر لهم من الله العزيز الحكيم حين ضاقت عليهم الأرض بما رحبت من فتنة الدجالين الذين يستاصلون الإسلام في زي المسلمين، قالو: نحن نعمل بالقرآن والحديث، ويريدون بالقرآن : ما يقارن قلوبهم، وتقتضيه عقولهم، وبالحديث البدعةَ والأمر الحديث يفتون بحرمة التقليد الذي هو طريق رشيد للعامين حتى صنف رئيسهم الذي هو رأس الشياطين كتاباً سماه "الظفر المبين" تشبيهًا له بأظفار البنان التي تخرط الأبدان بين في هذا المجموع إثبات الحق من أمر التقليد يقينيات من التمسكات بالمعقولات والمنقولات. لم

يظفر به أحد من باقي الرادين للظفر المبين رد ما تفوه به فيه على طريق أنيق يليق أن يقال للمتفوه فأت بمثله إن كنت من الصادقين. فلما اطلعت على فوائد قلت متحيراً مالي أجد بحرا تيموج منه أمواج السناحين لا أرجو الطل في وادي الدجىٰ مع كثرة ما فيه من الجهل اطلالاً ماهو هل هو سراب فكيف يزيل من إليه اهتدي أم سحر فكيف يزيل الضلال والغوى بل هو الحق راسيا يذوب منه أشد القلوب قسا، هيهات هيهات لمن لا يتفقه ولا يكتسب فهو للجهل المركب، مرتكب فانتذروا إنه نذير مبين إلهاما من الحق باليقين على عبدٍ له أن يجلب ذيل الإفتخار على فرق كمال الصواب مناديا إنّ الله يحق الحق و يبطل الباطل و عنده أم الكتاب مولانا المولوي الحافظ أحمد علي كانه أحمد للعلي العظيم بهذا الفعل الكريم والحمد للّٰه رب العالمين .

الراقم : قاضي محمد متوطن هزاره **قاضي محمد ۱۳۰۳**

صح ماقال القاضي في حق هذا الكتاب المستطاب ومصنفه العلامة الفهامة حافظ القرأن و عالم فصل الخطاب.

محمد عبد الحق حنفي ۱۳۰۲

ذلك فضل الله

اسمہ احمد

محمد عبد الغفار

محمد امير الدين ۱۳۹۰ھ

بنده عاصم الٰهي بخش ۱۳۱۲

تقـــریظ

تحریر مولانائے نحریر جناب مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندرپوری دام بالفیض المعنوی والصوری

خدا کی حمد اور رسول کی ثنا کے بعد بندہ وکیل احمد أعانه الله بالعَدد والعُدد. خدمتِ اخوان دین و برادرانِ تقلید امام المجتہدین میں یوں مژدہ رساں ہے کہ یہ کتاب کاشف حجاب (جس کو ایک ماہر ذی استعداد، مطفی نائرۂ شر و فساد، حامیِ حدودِ دینِ نبوی، حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور جو واقعہ اپنی متانت عبارت، اور رزانت اشارت، و اصابت دلائل مسائل، ازاحت غوائل فرقۂ سابّ الاوائل میں ایک بے نظیر اور قابل قدر ہر ناقد بصیر تصنیف خیال کی جاسکتی ہے) اکثر مقامات سے میرے مطالعے میں آئی، چوں کہ یہ کتاب خود فوائد حسنہ سے مالامال، اور عوائد مستحسنہ کے لحاظ سے بے مثل و بے مثال، اور اپنی گراں مایگی اور والا قدری کے شواہد حقۂ صادقہ کدعویٰ الشیٔ بالبینات والبراھین الناطقہ اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے، اس لیے میں اس کی توصیف میں زیادہ خامہ فرسائی ضروری نہیں سمجھتا۔ ناظرین خود دیکھ لیں کہ مؤلف علامہ نے اپنے خامۂ خاراشگاف کی نیزہ بازی اور اپنے مخالفین مذہب کی زہرہ گدازی میں کس قدر اندازی سے کام لیا ہے، کہ اہل وفاق کیا، اہلِ خلاف میں بھی اپنا نام کر دیا ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ مفسدین یاوہ گو کا دراصل کام تمام کر دیا ہے۔

اب اس کتاب سے پوری امید کی جاسکتی ہے کہ یہ ان خود سران سرور وہوا کے تعصّبات کو، جن کے دماغ میں ہُمز و لُمز اکابر کی فاسد ہوا بھری ہوئی ہے دھویں کی طرح اڑا دے، اور جن کی آنکھیں لمعانِ تقلید سے خیرہ اور جن کے قلوب زنگِ ریوب سے تیرہ ہو رہے ہیں، ان کے دلوں کو اپنی صیقل تعلیم سے جِلا دے کر کالنور علیٰ شاہق الطور چمکا دے۔ حق یہ ہے کہ ایسے زمانۂ شر القرون میں (کہ ہر طرف دیگِ جہالت جوش میں ہے، اور سگانِ روباہ منش شیر نر کی طرح خروش میں، اگر ایک طرف کوئی بدلگام کرۂ خام کی طرح شوخیاں کرتا اور تقلید کی رسیاں توڑاتا اور ہنہناتا ہے، تو دوسری طرف دوسرا بدنفس کم تراز حس طنین مگس کی طرح بھنبھناتا ہے) جن مساعی بلیغہ کی ضرورت تھی ان کی بجا آوری میں مؤلف ممدوح کو ایک حد تک کامیابی ضرور ہوئی، جس سے فتنۂ عدم تقلید کی آگ فرو اور الزام مخالفت حدیث کی بلا دور ہوئی۔ اگر اب بھی یہ لوگ حق ظاہر ہو جانے کے بعد باطل پر اڑے رہیں گے تو چاہِ ضلالت میں پڑے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو اِس کی جزائے خیر عنایت کرے اور مخالفین کو ہدایت۔ آمین۔

حکیم وکیل احمد ۱۲۸۰

بسم الله الرحمن الرحيم

أما بعد! الحمد والصلاة فقد شرفت بمطالعة هذا الكتاب المؤيد من الله في كل باب، وتنزهت في رياض مبانيه، وحدائق معانيه، فياله من كتابٍ فاقدِ النظير، كاشف المعضلات بحسن التقرير. ولما رأيته يحمى حمى المذهب الحنفي، ويذب عن ذٰلك المشرب الصافي الهني، وياتي بأجوبة مفحمه للخصوم دافعةٍ لما يعتريهم من الأوهام والزعوم. قلت أنا فيه مرتجلا ؎

وناهيك هذا السفر في دفع ريبة　　　يهيجها أهل الهواء بخبثهم

فقط حرره المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهی المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

المتمسك بفضل الله الرحمٰن. خادم شرع رسالت پناهي المخاطب بعمدة العلما محبوب نواز الدوله اٰصف جاهي مفتي الزمان مسيح الدين خان بهادر

☆☆☆☆☆

الأجوبة المسطوره في هذا الكتاب لا ريب فيها ولا ارتياب.

سيد غلام برهان الدين ١٢٧٦

☆☆☆☆☆

هذا كتاب مبارك لايأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه.

محمد عنايت العلى ١٢٧٩

☆☆☆☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

حمداً لمن بحكمته استقامت المخلوقات، وصلاة وسلاماً على سيدنا محمد أشرف المرسلين بالمعجزات، وعلى اٰله و أصحابه الطاهرين و أزواجه الطاهرات، وبعد فقد سرحت نظري في رياض هذا الكتاب الغني بشهرته عن المدح و الإطناب، فوجدت المؤلف المولى الجليل الحري بالإكرام والتبجيل سالكاً مسلك المحققين أولى الألباب، فجزاه الله خير الجزاء، أنه الملك الوهاب — حرره العبد الأرذل عبده عبد الأول عفا عنه الله الأجل.

عبد الأول بن علي جونپوري ١٣٠٢

صورةُ ما قرظه العالم الغامل الفاضل الكامل، جامع المعقول والمنقول ، حاوي الفروع والأصول، حاجّ الحرمين الشريفين، الأديب اللبيب الموفق المؤيد مولانا المولوي نور أحمد پسروري دام فيضه الجلي

الحمد للّٰه، وسلامٌ على عباده الذين اصطفى، اما بعد! فقد سرحت طرف طرفي في رياض هذا الكتاب والمؤلف الجديد الجيد المفيد المستطاب لحضرة العلامة النبيل والمثيل الذي ليس له مثيل ذي القدر الجليل الجلي، المولوي الحافظ أحمد علي سلمه اللّٰه الولي، وصانه عن شر كل غبي وغوي فإذا هو جديرٌ بأن يكتب بالنور على نحور الحور، وحقيق بأن يعتوره الفحول بأيدي القبول، فإنه قد اشتمل على ما رق وراق، ولذ لسليمي الأذواق، واحتوى على ما يسر الناظر، ويشرح الخاطر، ويبهج اللب، ويفرح القلب من أبحاث شريفة ونكاتٍ لطيفة والزامات منيفة، وفوائد نادرةٍ رقيقة، وقواعد معجبةٍ أنيقة، و تحقيقاتٍ رائقة، وتدقيقات فائقه، وأنظارٍ غائصة، وأفكارٍ غائرة، ردا على من زاغ عن طريق الرشاد، وانحرف عن سبيل السداد، إذا اعتقد جهلا منه (حمانا اللّٰه من ذٰلك) في الأئمة المجتهدين الهادين المهديين، سيما في الإمام الأعظم، والهمام الأقدم، الإمام الصفي الوفي، والتقي النقي أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي — رضي اللّٰه تعالىٰ عنهم وعنا — ما يعلو مقامهم عنه فخبط ذٰلك الزائغ المنحرف خبط العشواء في الليلة الظلماء وورد موارد الأضلال والأزلال، وشرب كؤوس الجهالة والضلال . فللّٰه درّ المؤلف حيث كشط سحب الغباوة عن سماء عقولهم الضعيفة، وكشف حجب الأوهام عن أفكارهم الحنيفه، بما جاء به من الحجج الساطعة والبراهين القاطعة تزييفاً لما لفقه ذاك الضال المضل واستدل عليه ذٰلك المبطل بحجج أوهن من بيت العنكبوت وأنه لأوهن البيوت وتثبيتًا لما جمعه المؤلف العلام من أشتات المسائل العظيمة الأكثرية المرجحة المتفرقة في بطون الكتب ذوات المنافع العميمة لا سيّما إثبات مسئلة التقليد الشخصي مما دل على

طول باعه وسعة إطلاعه فقد أتى بما يشفي العليل، ويروي الغليل، ويهدي الضالين عن سبيل السلف الصالحين إلى الطريق القويم والصراط المستقيم. فجزاه الله خير الجزاء ووفقنا و إياه إلى ما يرضى الله ورسوله خاتم الأنبياء، و اٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين وأنا العبد الراجي رحمة ربه الأحد المدعو بنور أحمد نور الله قلبه و أزال كربه.

نور احمد ١٣١٨

تقــریظ

فاضل جلیل عالم بے بدیل ادیب اریب لبیب نجیب مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی
ایم.او.ایل. پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور، زاد اَفضالہم وعم مجدہم

يا قوم مالي قد أرىٰ أهلَ الهدىٰ　　سكتوا و يهذي كل بطال غوىٰ
ما زال جهالُ الزمان طباعهم　　يبري فسيَ الطعن في أهل النهىٰ
وَلناسِهامٌ صائباتٌ فُرِّقَت　　نرمي بها عن قوسنا أهل الهوىٰ
حتّٰى إذا رجعوا بافرق فاصل　　لم يبق فيها منزعٌ في الملتقىٰ
اتعيب من قد فاز بالعلياء والـــــــفضل الغزير وللعلى أهل التقىٰ
أقسمت لوخلق الاله نظيره　　لطويت منهج رأيه بين الورىٰ
إذ ليس في أُمم خلت كأبي حنيـــــــفة صاحب الرأي السديد فيقتدىٰ
من كان مثل أبي حنيفة حاوياً　　سنن الرسول ففيه ما قد يكتفىٰ
اَوَلَيسَ فيمن قد مضٰى من فلِكم[1]　　لك عبرةٌ يامن بهلكته ثوىٰ
فَاسْلكْ طريق الحق تبلغ منزلاً　　وَدَعِ الخصومةَ عنك تنجُ من الردىٰ

الحمد للّٰه وكفى والصلاة والسلام علىٰ محمد خير الورىٰ، وعلىٰ اٰله مصابيح الدجيٰ، وأصحابه مفاتيح الهدىٰ، أما بعد!

یہ ظاہر ہے کہ بموجب حدیث مشہور ”خير القرون قرني“ معتقدات حقہ کی بنا روز بروز کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے، انواع واقسام کی بدعتیں دین احمدی میں داخل ہوکر عامۂ ناس کو ورطۂ ضلالت میں ڈال رہی ہیں۔ کہنے کو تو سب اہلِ اسلام بجائے خود متبع سنت خیر الانام، اور مقلد طریقۂ صحابۂ کرام ہیں، مگر حق یہ ہے کہ اگر ایک ایک شخص کے معتقدات اور اعمال کو معیار سنت پر پرکھا جائے تو بے ساختہ یہ کہنا پڑے گا کہ خالص الایمان والاحسان مسلمان صرف انگلیوں پر ہی گنے جاسکتے ہیں۔ پیارے رسول اکرم ﷺ کے پاک اسلام کی آج یہ حالت ہے کہ اگر اس کا مقابلہ صحابہ

(۱) الفل: المنزھمون۔ ۱۲ منہ

رضی اللہ عنہم کے اسلام سے کیا جائے تو بلا تکلف زبان پر جاری ہو گا:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

مگر اے حضرات ناظرین! آخر اس خرابی کی وجہ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مختلف فرق اسلام کا باہمی تعصب و عناد۔ میں اس وقت بحیثیت ایک حکم کے کسی مسئلہ مختلف فیہا کا فیصلہ دینا نہیں چاہتا، صرف اپنے بعض مسلمان بھائیوں کو اس ضروری اور اہم امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خدا کے لیے بزرگانِ دین اور ائمہ مجتہدین کے حق میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کریں، اور اسلاف رضی اللہ عنہم کے حق میں اتہام و بہتان سے باز رہیں؛ کیوں کہ یہی لوگ جناب حتمیت مآب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے صاف کرنے والے اور اس کو مخالفین کے حملوں سے بچانے والے تھے۔ اگر ان حضرات کی مساعیِ جمیلہ سے اسلام قرونِ اولیٰ میں دور و نزدیک اپنا سکہ و خطبہ نہ جما لیتا تو آج ہم ۔

بدنام کنندۂ نکونامی چند

تک خدا کی یہ بیش بہا نعمت نہ پہنچتی۔ یاد رکھو کہ تمھاری اس ہرزہ درائی اور افترا پردازی سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک روح کو اذیت پہنچتی ہے جو موجب سخط الٰہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک ۔

بزرگش نہ خوانند اہلِ خرد　　　　کہ نامِ بزرگاں بر شتہ برد

یہ لوگ جو چند احادیث کو یاد کر کے تمام اصول و فروع کو بہ فحوائے ۔

چوں آں کرمی کہ در گندم نہان ست　　　　زمین و آسمانِ او ہمان است

اسی میں محصور جانتے ہیں اور بلا رعایت سنت نبویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام حیث قال "المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ"۔ ائمہ دین یعنی مجتہدین خصوصاً جناب قدوۃ التابعین اسوۃ المحدثین امام الائمۃ المجتہدین حجۃ المتفقہین والمحدثین الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہم کی شان مبارک میں زبان طعن دراز کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں گو بجائے خود توحیدِ خالص کا دَم مارتے ہیں۔ مگر در حقیقت صراطِ مستقیم، شریعتِ احمدی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن معنوں میں وہ تقلید کو ہم گروہ احناف کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سراسر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہیں۔ ہم تو بہ مضمون "عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْن" انوار توحید کو مصباح آیات قرآنیہ وسنن نبویہ سے اقتباس کرتے ہیں البتہ احکام جزئیہ متعلقہ عبادات و معاملات میں قیاس صحیح کو حجت شرعی باور کرتے ہیں، اور یہ یاد رہے کہ ہر ایک نبی اپنی اپنی شریعت کا پہلا مجتہد ہوتا ہے۔ خود خلفاے راشدین

رضی اللہ عنہم حجیت قیاس پر پابند رہے۔ پھر کسی مجہول ناتراشیدہ کا جناب امام بزرگوار کی نسبت دربارۂ اجتہاد یاوہ گوئی کرنا بہ مقتضائے ''قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ'' الآیہ۔ محض اس کی اپنی فطرتِ بد کا نتیجہ ہو گا۔

مہ نور می فشاند وسگ بانگ می زند — از سگ بپرس خشم تو باماہ تاب چیست

مخالفین ذرا غور سے آپ کے اسی اجتہاد کو بطورِ نمونہ دیکھ لیں کہ ''اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ'' گو بعض ائمہ مجتہدین زیادت و نقصان ایمان کے قائل ہوئے ہیں مگر ایک حقیقت بیں اس امر کا بخوبی موازنہ کرسکتا ہے کہ حق بجانب کون ہے؟ آپ کی توجہ بطون و ولایت کی طرف زیادہ مبذول تھی، اس لیے آپ کی نظر جہت قلب یعنی حقیقت تصدیق پر پڑی، جو ہر حالت میں غیر مبتدل ہے۔ اور دوسروں نے ظواہر اعمال پر انحصار رکھا، جن میں زیادت و نقصان عائد ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حدیث مشہور ''مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ'' میں برخلاف دوسروں کے آپ کا یہ اجتہاد ہے کہ کفر سوائے استحلال ترک لازم نہیں آتا۔ نصوص آیات و احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ یہی رائے صحیح و درست ہے۔ الغرض آپ کے اجتہادات کی بنیاد عین سنت نبی علیہ السلام اور سنت خلفا رضی اللہ عنہم پر ہے، جس کا متبع قرآن پاک ہے۔ تعصب کا خدا ستیاناس کرے کہ باوجود دنداں شکن جوابات ملنے کے پھر بھی مخالفین اپنی ہرزہ درائی اور ژاژ خائی سے باز نہیں آتے۔ کیا دربارۂ اثبات وجوب تقلید اور حجیت قیاس یہ کتاب جو میرے لائق اور فاضل دوست مولوی حافظ احمد علی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر عربی اسلامیہ کالج لاہور نے تالیف کی ہے مخالفین کے افحام و تبکیت کے لیے کافی نہیں؟ میرا خیال ہے کہ جس شرح و بسط کے ساتھ فاضل مؤلف نے ضروری مقامات کو قلم بند کیا ہے، اگر مخالف اپنے حسد و تعصب سے کنارہ کش ہو کر ااس کا مطالعہ کرے تو ضرور اسے بغلیں جھانکنا پڑے گا۔ الحق۔ اس قسم کی نادر تحقیق موضوع تقلید کے بارے میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہو گی۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو برے روز کے ساتھ یہ جملہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ خدا ایسے بزرگوار علمائے احناف کو مزید توفیق سے امتیاز بخشے تاکہ ان کی ضروری تحقیقات مسائل شرعیہ سے عام و خاص مستفید ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اخیر پر میں اپنے اور تمام اہلِ اسلام بالخصوص فرقۂ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی طرف سے اپنے لائق اور یگانہ مؤلف کا تہِ دل سے شکریہ ادا کر کے اپنی رائے کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

بقيت بقاء الدهر يا زين أهله — وهذا دعاء للبرية شامل

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے اس متبرک کتاب کو جو محض تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کی ترویج و ترغیب کے لیے لکھی گئی ہے پیرایۂ قبول ارباب دین سے محروم نہ رکھیو۔ آمین بحق آل یٰسین۔ فقط

خاکسار اصغر علی روحی عفی عنہ

اصغر علی روحی

الجواب صحیح **احمد حسین ۱۳۰۲ھ** من أجاب لقد أصاب **محمد علی انور**

کلمات طیبات

مصدر بحر عرفان کاللولو والمرجان، واقف آثارِ شریعت، ماہرِ اسرارِ طریقت، جامع کمالات صوری و معنوی، مولانا و مرشدنا آیۃ من آیات اللہ حضرت پیر جی مہر علی شاہ صاحب قبلۂ عالم گولڑی

دام اللّٰہ برکاتھم و حسناتھم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰی حَبِیبِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ. أما بعد قال اللّٰہ تعالیٰ:
''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ. ''(۱) الآیۃ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رکھنے کی خبر دی ہے۔ اس کا طریق یہی ٹھہرا کہ بہ حسب وعدہ ''ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ''(۲) کے سید الاولین والآخرین ﷺ کو فہم مراد و ملکۂ استنباط عطا فرمایا۔ اسی طرح صحابۂ عظام و مجتہدین کرام رضی اللہ عنہم و شکر اللہ سعیہم کو روا۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ: ''مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ''(۳) وقد قال ﷺ: ''خَیرُ القُرُونِ قَرنِي ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ.''(۴) صاحبِ فراست و دیانت اس سے معلوم کر سکتا ہے کہ بعد آں حضرت ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم بمنزلۂ جارحۂ فیضِ الٰہی کے ہیں۔ اور بموجب ''مَنْ لَّمْ یَشکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہ ''(۵) ان کا ناشکر خدا

(۱)- سورۃ الحجر۱۵، آیت:۹

(۲)- سورۃ القیامۃ ۷۵، آیت:۱۹

(۳)- سورۃ الحشر ۵۹، آیت:۷

(۴)- اتحاف الخیرۃ المھرۃ، ج:۷، ص:۱۲۰، حدیث: ٦٩٩٤، تلخیص الحبیر لابن حجر عسقلاني، ج:٤، ص:٢٠٤، حدیث: ٢١٣٠، أسنی المطالب، ج:١، ص:١٣٦، حدیث: ٦٢٨ ۱۲ محمد قاسم

(۵)- ترمذي، ج:٤، ص:۳۳۹، حدیث:۱۹۵۵، و مسند أحمد بن حنبل ، ج:۳، ص:۳۲، حدیث ۱۱۲۹۸، و أبو یعلی الموصلي، ج:۲، ص:٣٦٥. حدیث:۱۱۲۲، و طبراني. ج:۲، ص:٣٥٦، حدیث:٢٥٠١، و شعب الإیمان، ج:٦، ص:٥١٦، حدیث: ٩١٩١ ۱۲ محمد قاسم

کا ناشکر اور ان کا محقر نعمتِ خدا داد کا محقر ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ "شر الخلف خلف يشتم السلف وواحد من السلف خير من ألف من الخلف"۔

میں نے بعض بعض مقام کتاب ہذا کو دیکھا، لاریب افادۂ مضمون مذکور بالا میں موجب اجر جزیل اور اپنی بے تعصبی اور سہولت فہم میں عدیم المثیل ہے۔ جزا الله عني و عن سائر أهل الإسلام المصنف خير الجزاء ووفقه لأمثاله مخلصا عن شائبة كل ما يكره من الرياء وغيره و صلى الله علىٰ خير خلقه محمد و اٰله و صحبه أجمعين.

العبد الملتجي إلى الله المدعو بـ مهر علي شاه عفي عنه از:گولڑہ، ضلع راولپنڈي

مهر علي شاه

☆☆☆☆☆☆

تقریظ

جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حاج الحرمین الشریفین

مولانا قاری مولوی حافظ محمد غازی صاحب دام بالمواہب

الحمد لله الذي جعل اختلاف الأمة لنا رحمةً واسعةً. والصلاة والسلام علىٰ رسوله محمدٍ الذي هدانا إلى العمل عزيمةً و رخصةً.

امابعد! خاکسار محمد غازی عرض پرداز ہے کہ میں نے اس رسالۂ لطیفہ مشتملہ بر فوائد نفیسہ کے بعض مقامات کو بغور دیکھا اور حظِ وافر اٹھایا، واقعی یہ ہے کہ محبی حافظ مولوی احمد علی صاحب بٹالوی نے نہایت ہی انصاف کی روش اختیار کی ہے، گروہِ غیر مقلدین کے اعتراضات ونکتہ چینیوں کی پوری پوری تغلیط خوش اسلوبی کے ساتھ کی ہے، سچ پوچھیے تو یہ کتاب بہ حیثیت مجموعی لاجواب ہے، توفیق یافتہ کے لیے راہِ صواب ہے۔ خداوند کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور گروہِ مخالفین کو اس کے عمل کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

محمد غازی عفا اللہ عنہ الجلی والخفی

محمد غازی ۱۳۰۱ھ

☆☆☆☆☆

تقـــریظ

مولاناو بالفضل اولانا، جامع شریعت و طریقت جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی مفتی و امام مسجد شاہی لاہور، عم فیضهم و زاد فضلهم

باسمه حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے اس کتاب کے بعض مواقع کو دیکھا اور سنا اور تقریظات علما کو بھی پڑھا اور سنا، بے شک یہ تحقیق عمدہ تعصب اور غرض نفسانی سے خالی ہے۔ اور فی الواقع جو تقریظات علمائے کبار اور فضلائے عالی تبار نے لکھے ہیں، یہ سب تعریف اور توصیف حسب واقع ہے۔ و للّٰہ در المصنف حیث أتی بتحقیق عجیب و بأسلوب غریب.

فقیر غلام محمد بگوی امام مسجد شاہی، لاہور